

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام ابن ماجہ

اور

علم حدیث

عہد رسالت سے لیکر امام ابن ماجہ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوین حدیث
اور امام احمد و ح کی کتاب سنن ابن ماجہ پر تفصیلی نظر

مؤلفہ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

ناشر

نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

فہرست مضامین اجمالی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۷۶	دمشق	۱	امام ابن ماجہ کا نام و نسب
۷۷	حمص	۸	ولادت
۷۸	عسقلان	۹	عہد طالب علی
۷۸	رملہ	۱۱	قرنین میں امام ابن ماجہ کے شیوخ
۷۹	ایلمہ	۱۳	طلب حدیث کے لئے رخصت
۷۹	بیت المقدس	۲۰	محاسن درس حدیث
۷۹	باس	۲۸	تحصیل علم کے لئے مراکز دینیہ کا سفر اور شیوخ سے استفادہ ،
۷۹	مصر	۲۹	مدینہ طیبہ
۸۳	تنبیس	۳۱	مکہ معظمہ
۸۴	رفہ	۳۶	کوفہ
۸۵	خرّان	۵۳	بصرہ
۸۵	اہواز	۶۰	بغداد
۸۵	رتے	۷۱	واسط
۱۰۱	اصفہان	۷۲	سامرا
۱۰۲	ہمدان	۷۳	جرجرا یا
۱۰۲	دامغان	۷۳	حدیثہ
۱۰۲	رسمان	۷۳	باکسایا
۱۰۳	نیشاپور		

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۷۶	موطاً	۱۱۲	مرو
۱۸۳	موطاً کا زمانہ تالیف	۱۱۳	بلخ
۱۸۴	جامع سفیان ثوری	۱۱۹	تلاشیات ابن ماجہ
۱۸۷	اُس دور کے بعض اور مصنفین	۱۲۲	عام حالات زندگی
۱۸۸	فن جرح و تعدیل کی ابتداء	۱۲۲	وفات
۱۸۹	اُس دور میں علماء کا طرزِ عمل	۱۲۴	علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین
۱۹۴	امام ابو حنیفہ و امام مالک کے تلامذہ {	۱۲۵	تصانیف
	اور علم حدیث	۱۲۵	التفسیر
۱۹۸	علم حدیث تیسری صدی میں	۱۲۶	التاریخ
۲۰۸	مسند اسحق بن راہویہ	۱۲۷	السنن
۲۰۸	مسند امام احمد	۱۲۸	حدیث کیا ہے ؟
۲۱۱	صحاح ستہ کی تدوین	۱۲۹	حدیث کی دینی حیثیت
۲۱۲	صحیح بخاری	۱۳۱	کتابت حدیث
۲۱۵	صحیح مسلم	۱۳۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے املا
۲۱۷	سنن نسائی	۱۳۹	عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کے بعض نوشتے
۲۲۰	سنن ابی داؤد	۱۴۳	صحابہ کرامؓ کے بعض اور نوشتے
۲۲۶	جامع ترمذی	۱۴۵	عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے
۲۳۱	سنن ابن ماجہ	۱۴۶	حفظ حدیث
۲۳۲	سنن ابن ماجہ کا صحاح ستہ میں شمار	۱۴۸	حفاظ حدیث کے تذکرے
۲۳۸	صحیح کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ	۱۵۲	تدوین حدیث
۲۴۱	صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ	۱۵۸	دوسری صدی ہجری کی تصنیفات
۲۴۴	تعداد ابواب و احادیث سنن ابن ماجہ	۱۵۸	کتاب الآثار
۲۴۴	امام ابن ماجہ کے تلامذہ	۱۷۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۲۴۵	سنن ابن ماجہ پر شروح و تعلیقات	۱۷۲	کتاب الآثار کے نسخے

فہرست مضامین تفصیلی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴	فتح قزوین	۱	امام ابن ماجہ کا نام و نسب
۵	اہل قزوین کا جویش جہاد	۱	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول
۵	ہارون الرشید کی قزوین میں آمد	۱	علامہ زبیدی شاح قاموس کا قول
۵	اہل قزوین پر سے خراج کی موقوفی	۱	نواب صدیق حسن خان کی رائے
۵	فضائل قزوین	۲	محدث رافعی کی تحقیق
۶	قرنِ حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز	۲	علامہ ابن کثیر کا بیان
۶	تیسری صدی کے قزوین کے محدثین فقہاء	۲	حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان
۶	امام ابن ماجہ حجتی النسل تھے	۲	امام نووی کا بیان
۶	اہل فارس کی فضیلت کے بارے	۲	علامہ ابوالحسن سندی کی تصریح
	میں رسول اللہ کا ارشاد	۲	”ماجہ“ نام کی اصل
۶	نواب صدیق حسن خان کی تشریح	۲	”ربعی“ کی نسبت کا استحصال
۷	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک	۳	موتی ابن خلکان کا بیان
	علماء اہل فارس،	۳	”مولی“ کا استحصال
۷	قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا بیان	۳	امام اعظم کی نسبت ولاء کے بارے
۸	اصحاب صحاح ستہ میں اہل فارس		میں مخالطہ کا ازالہ
	کون ہیں؟	۳	عبداللہ بن یزید معتسری اور امام
۸	ولادت امام ابن ماجہ		اعظم کے درمیان عقدِ موالات پر
۹	ارباب صحاح ستہ سے امام ابن ماجہ کی معاشرت		مختصر گفتگو،
۹	عہدِ طالب علمی	۴	شہر قزوین کا محل وقوع
۹	خلافتِ ماتون عباسی	۴	تواریخ قزوین

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۶	حدیث کی قدر و قیمت اور اصحاب سلف	۹	مامون کی حکومت کا دائرہ
	کا تحصیل علم کے لئے والہانہ اشتیاق	۹	مامون کا علمی درجہ
۱۶	اما مالک طلب علم کیلئے مدینہ باہر تشریف	۱۰	مامون اور مرو کے محدثین کے درمیان
	نہیں لے گئے		بعض مسائل پر گفتگو
۱۶	طلب علم کے لئے امام ابو حنیفہ کا سفر	۱۱	دربار مامون میں علماء کی قدر شناسی
۱۷	طلب علم کے لئے امام شافعی کا سفر	۱۱	وفات مامون اور خلافت معتصم باللہ
۱۷	طلب علم کے لئے امام احمد بن حنبل کا سفر	۱۱	معتصم باللہ کا رعب و دبدبہ
۱۷	طلب علم کے لئے امام ابو یوسف کا سفر	۱۱	اما ابن ماجہ کا ابتدائی زمانہ تعلیم
۱۷	طلب علم کے لئے امام محمد کا سفر	۱۱	شہر قرظین، علم حدیث کی درس گاہ
۱۷	خلف بن ایوب، امام اہل بلخ	۱۱	قرظین کے مشائخ کا تذکرہ
۱۸	جسے دین کا فکر ہو اس کے لئے بلخ ناگوفہ	۱۱	علی بن محمد، حافظ ابو الحسن طنافسی
	کوئی بعید مسافت نہیں	۱۲	عمرو بن افع، حافظ ابو جحہ کلی
۱۸	رحلت سے گھبرانے والے کے بارے	۱۲	اسحاق بن توبہ، حافظ ابو سہل قرظی
	میں ابن معین کا قول	۱۳	ہارون بن موسیٰ بن حبان تمیمی، ابو موسیٰ
۱۸	ابراہیم بن ادہم، تلمیذ امام اعظم	۱۳	محمد بن ابی خالد، ابو بکر قزوینی
۱۹	طلب حدیث میں رحلت کیلئے چند ہدایات	۱۳	طلب حدیث کے لئے رحلت
۱۹	اما ابن ماجہ کی رحلت علیہ کی صحیح تاریخ	۱۳	تحصیل علم کے لئے رحلت کی ترغیب و تاکید
۲۰	بلاد اسلامیہ میں علم حدیث کا درس و شوق	۱۴	طلب علم کے لئے صحابہ کی رحلت
۲۰	مسجد ارقطاب ابو الحسن علی بن عاصم مدنی اور ان کا حلقہ درس	۱۴	عبداللہ بن انیس کا ایک حدیث کیلئے سفر شام
۲۱	اما ابو الحسین، امام بن علی واسطی کی مجلس درس	۱۵	ایک حدیث کے لئے ایک صحابی کا سفر مصر
	اور لوگوں کا ازدحام	۱۵	ابو ایوب انصاری کا ایک حدیث کیلئے سفر مصر
۲۱	حافظ یزید بن ہارون، اور ان کے	۱۵	عبید اللہ بن عدی (تابعی) کا ایک
	درس میں حاضرین کی تعداد		حدیث کے لئے سفر عراق
۲۲	حافظ سلیمان بن حرب کے درس میں	۱۶	ایک حدیث کیلئے ایک تابعی کا سفر دمشق
	مامون کی حاضری		

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۹	فقہاء سبہ	۲۲	حافظ ابو سلمہ کجی کے درس حدیث کا منظر
۳۰	علیہ اللہ بن غنیم بن مسعود	۲۲	حاج جعفر یابی کے درس میں حاضرین کی تعداد
۳۰	عروہ بن الزبیر بن عوام	۲۲	امام ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری اور انکی مجلس املاء
۳۰	قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق	۲۳	حافظ عبدالقادر تشرشی
۳۰	سجید بن المسیب	۲۴	کوفہ میں امام محمد کا درس موطا
۳۰	ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام	۲۵	موطا کا سماع اور اہل کوفہ
۳۰	سلیمان بن یسار	۲۵	امام شافعی نے امام محمد سے حدیث میں حجت پکڑی کہ
۳۰	خارجہ بن زید بن ثابت	۲۵	فقیہین امام شافعی پر امام محمد کا احسان
۳۱	حافظ ابو مصعب زہری، شیخ اہل مدینہ	۲۵	امام مالک کے تلامذہ میں امام محمد کی خصوصیت
۳۱	حافظ ابراہیم بن المنذر	۲۶	حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ
۳۱	حافظ اسحق بن موسیٰ الانصاری		کے حلقہ درس میں لوگوں کا اجتماع
۳۱	مدینہ کے بعض دیگر شیوخ	۲۶	خلیفۃ المثلک کے عہد میں مجالس درس کا قیام
۳۱	مکہ معظمہ	۲۶	تیسری صدی ہجری میں حفاظ حدیث کی کثرت
۳۲	حرین کے علم پر اعتماد	۲۶	ایک شہر میں ایک ہزار شیوخ (اساتذہ حدیث)
۳۲	اہل مدینہ کا تقدم علی	۲۶	امام عبداللہ بن مبارک کے شیوخ کی تعداد
۳۳	علماء مدینہ کا دوسرے شہروں میں قیام	۲۷	امام شافعی کے شیوخ کی تعداد
۳۴	حافظ حواشی، محدث مکہ	۲۷	امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد
۳۴	حافظ زبیر بن بکار، قاضی مکہ	۲۷	حافظ ابو داؤد طیالسی کے شیوخ کی تعداد
۳۵	حافظ سلمہ بن شیبہ	۲۷	امام بخاری کے شیوخ کی تعداد
۳۵	حافظ عدنی، شیخ الحرم	۲۷	حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان کا
۳۵	حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب		عصہ رحلت اور شیوخ کی تعداد
۳۵	مکہ کے بعض دیگر شیوخ	۲۷	شمس اللہ بن محمد بن علی زرنجری ابو حنیفہ صغیر
۳۶	کوفہ	۲۸	حدیثوں کے شہر
۳۶	حضرت علی نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا	۲۸	امام ابن ماجہ نے طلبہ حدیث میں کن کن شہروں کا سفر کیا
		۲۹	علوم دینیہ کے مراکز
		۲۹	مدینہ طیبہ، دار الحجۃ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۵	حدیث کے چار بے نظیر علماء	۳۶	کوفہ، عہد فاروقی میں
۳۶	مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ اور ان کی ممتاز خصوصیات	۳۷	تحصیل علم حدیث میں فقہاء کوفہ کا خاص اہتمام
۳۷	اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے	۳۸	کوفہ میں صحابہؓ کی آمد و قیام
۳۷	زادہ سلف میں ائمہ کے درمیان اجتہادی مسائل پر اختلاف	۳۸	حافظ ابوبشر دلابی
۳۹	مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ اندلس میں	۳۹	علماء کوفہ کا تحصیل علم کے لئے مدینہ کا سفر
۵۰	مصنف کے قلمی نسخے	۴۰	کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ
۵۰	شیخ الاسلام اشج	۴۰	کوفہ کے محدثین کا شمار
۵۰	حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ	۴۱	شتر اسبجہ
۵۱	حافظ محمد بن عبداللہ بن نمیر و ذرۃ العراق	۴۱	عبداللہ بن کثیر
۵۱	ابو کریب، محدث کوفہ	۴۱	نافع بن عبدالرحمن
۵۱	ہنار، شیخ الکوفہ	۴۱	ابن عامر
۵۲	حافظ ولید بن شجاع	۴۱	ابو عمرو بن العلاء
۵۲	حافظ ہارون بن اسحق	۴۱	عاصم بن ابی النجود
۵۲	کوفہ کے بعض دیگر محدثین	۴۱	حمزہ بن حبیب
۵۳	بصرہ	۴۱	کسانی
۵۴	بصرہ میں محدثین کی کثرت	۴۱	حدیث کی نشر و اشاعت میں کوفہ کا درجہ
۵۴	حافظ طحان	۴۲	جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد مشہور احادیث نہیں بلکہ طرق و اشعار ہیں
۵۵	حافظ زید بن اہزم	۴۳	طلب حدیث میں امام بخاری کے سفر
۵۵	حافظ عباس عنبری	۴۳	تعداد احادیث کے بارے میں منکرین حدیث کا غلط
۵۵	حافظ عباس بحرانی	۴۴	فقہ میں کوفہ کی خصوصیت
۵۵	حافظ بدصہ	۴۴	کوفہ میں صحابہؓ کی درس گاہوں کے آثار
۵۶	حافظ عقیبہ	۴۵	کوفہ، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں
۵۶	امام ابو عاصم نبیل	۴۵	حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ
۵۶	حافظ عبدالباقی بن قانع		

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۷	حافظ ابو خثیمہ زہیر بن حرب	۵۷	حافظ عمر بن شہبہ
۶۷	حافظ زہیر بن محمد	۵۷	حافظ عمرو بن علی فلاس
۶۸	حافظ عباس دوسی	۵۷	حافظ کبیر بن دار
۶۸	حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا	۵۸	حافظ محمد بن المثنیٰ
۶۸	حافظ ابو قلابہ	۵۸	حافظ محمد بن جسرانی
۶۸	حافظ رھامی	۵۸	حافظ نصر بن علی
۶۹	حافظ ابو بکر صغانی	۵۸	حافظ یحییٰ بن حکیم
۶۹	حافظ محمد بن عبد الملک	۵۹	بصرہ کے بعض دیگر محدثین
۶۹	حافظ ابو الاحوص	۶۰	بغداد
۶۹	حافظ ہارون حسدال	۶۱	بغداد میں تابعین و تبع تابعین کی سکونت
۶۹	حافظ یعقوب دوزقی	۶۱	حافظ شمیم
۶۹	بغداد کے بعض دیگر محدثین	۶۱	امام احمد بن حنبل کا امام ابو یوسف سے تلمذ
۷۱	واسط	۶۲	امام اسد بن عمرو
۷۱	حافظ احمد بن سنان	۶۳	بغداد میں علم حدیث و فقہ کی نشر و اشاعت
۷۱	واسط کے بعض دیگر محدثین	۶۳	بغداد، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں
۷۲	سامرا (سمرقند) (آسی)	۶۳	واثق باللہ، مانمون اصغر
۷۲	حافظ احمد بن عیسیٰ	۶۴	حافظ کبیر احمد دوزقی
۷۲	سامرا کے بعض دیگر محدثین	۶۴	حافظ رمادی
۷۲	حبر برا	۶۴	حافظ احمد بن منیع
۷۳	حبر برا کے محدثین	۶۵	امام ابو ثور
۷۳	حدیثہ (حدیثۃ النورہ)	۶۶	حافظ جوہری
۷۳	حافظ سعید بن سعید حدثانی	۶۶	حافظ کبیر ابو اسحاق ہروی
۷۳	باکسیا	۶۶	فقہ کبیر حافظ زعفرانی
۷۳	حافظ ابو محمد عباس بن عبد اللہ	۶۷	حافظ جابر بن مرجی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۸۰	امام اکیث بن سعد	۷۲	دمشق
۸۱	حافظ ابن السرح	۷۲	دمشق میں صحابہ کرام کی آمد
۸۱	مشائخ ائمہ مجتہدین کا امام اعظم سے تلمذ	۷۲	حضرت عمر کے زمانہ میں اہل شام کی دینی تعلیم و تربیت
۸۲	حرملہ بن یحییٰ، فقیہ مصر	۷۵	امام اوزاعی
۸۲	ربیع مرادی، محدث مصر	۷۵	حافظ وحیم
۸۲	حافظ محمد بن ریح	۷۶	ہشام بن عمار، شیخ الاسلام
۸۳	حافظ یحییٰ بن عثمان	۷۷	دمشق کے بعض دیگر محدثین
۸۳	حافظ یونس بن عبد الاعلیٰ	۷۷	حمص
۸۳	مصر کے بعض دیگر محدثین	۷۷	حافظ عمرو بن عثمان
۸۳	تنیس	۷۷	حافظ محمد بن مصطفیٰ
۸۳	جعفر بن مسافر	۷۸	حافظ ابوالثقی
۸۴	رقہ	۷۸	حمص کے بعض دیگر محدثین
۸۴	کتاب الرقیات کی املاء	۷۸	عسقلان
۸۴	حافظ ابویوسف صیدلانی	۷۸	عسقلان کے محدثین
۸۴	حافظ محمد بن سماعہ	۷۸	رملہ
۸۵	رقہ کے بعض دیگر محدثین	۷۸	رملہ کے محدثین
۸۵	حران	۷۹	ایلہ
۸۵	حران کے محدثین	۷۹	ایلہ کے محدثین
۸۵	اہواز	۷۹	بیت المقدس
۸۵	جیل بن الحسن، ابوالحسن البصری	۷۹	ابراہیم بن محمد بن یوسف
۸۵	رے	۷۹	باس
۸۶	حافظ سہل بن زحجلہ	۷۹	مصر
۸۶	امام ابو زرعہ، حافظ عصر	۷۹	مصر میں صحابہ کرام کی آمد
۸۶	حافظ جریر بن عبد الحمید	۸۰	مذہب شافعی کی تدوین

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۰۲	محمد بن جعفر سمنانی	۸۸	رہتے کے تین بے نظیر علماء
۱۰۳	نیشاپور	۸۸	حفظ حدیث میں امام ابو زرعه کا مرتبہ
۱۰۳	خراسان کے چار بڑے شہر	۸۹	امام ابو زرعه کی وفات کا واقعہ
۱۰۳	امام ابراہیم بن طہمان	۹۰	امام ابو حاتم رازی، حافظ کبیر
۱۰۴	حافظ ابو الازھر نیشاپوری	۹۰	طلب حدیث کے لئے امام ابو حاتم رازی کی علا
۱۰۵	امام ابو جعفر داری	۹۱	حفظ حدیث میں امام ابو حاتم رازی کا درجہ
۱۰۵	حافظ حمدان نیشاپوری	۹۲	امام ابو حاتم رازی اور شیخ
۱۰۵	حافظ کوچ	۹۳	امام بخاری، امام ابو زرعه اور امام ابو حاتم
۱۰۵	حافظ عبداللہ بن الجراح		کے درمیان تعلقات
۱۰۶	امام ذہلی، حافظ نیشاپور	۹۳	خلق قرآن کا مسئلہ
۱۰۶	جس حدیث کو امام ذہلی نے جابیں اس کا اعتبار نہیں	۹۴	امام بخاری کی کتاب التاریخ پر تنقید
۱۰۷	امام ذہلی اور امام بخاری کے درمیان اختلاف	۹۶	حافظ ابن حجر کی امام مسلم پر تنقید
۱۰۸	امام مسلم کا انصاف	۹۹	امام مسلم کا فن رجال میں درجہ
۱۰۸	امام ابو حفص صغیر	۱۰۰	حافظ محمد بن حماد الطہرانی
۱۰۹	مسئلہ خلق قرآن اور مسئلہ ایمان و عمل	۱۰۰	حافظ محمد بن حمید
۱۱۰	امام بخاری کی امام ذہلی سے روایت	۱۰۰	رہتے کے بعض دیگر محدثین
۱۱۱	حافظ ابو بکر جاردی حنفی	۱۰۱	حافظ معالی بن منصور رازی
۱۱۲	نیشاپور کے بعض دیگر محدثین	۱۰۱	اصفہان
۱۱۲	مرو	۱۰۱	حافظ ابو الحسن رستہ
۱۱۳	حافظ محمود بن غیلان مروزی	۱۰۲	ہمدان
۱۱۳	مرو کے بعض دیگر محدثین	۱۰۲	مرا بن حمویہ، ابو احمد
۱۱۳	بلخ	۱۰۲	دامغان
۱۱۳	حافظ مکی بن ابراہیم بلخی	۱۰۲	حسین بن جنید دامغانی
۱۱۴	حافظ محمد بن ابان "مردویہ"	۱۰۲	سمنان

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۲۸	لفظ "حدیث" کا استعمال قرآن پاک میں	۱۱۵	امام ابن ماجہ کے شیوخ کی تعداد
۱۲۹	حدیث کی دینی حیثیت	۱۱۵	علو اسناد
۱۲۹	قرآن پاک میں رسول اللہ کی مخصوص حیثیات کی تصریح	۱۱۶	امام ابو حنیفہ کی وحدانیات
۱۲۹	آپ مبلغ تھے	۱۱۸	امام ابو حنیفہ کی ثنائیات
۱۲۹	آپ مراد اہی کے بیان کر نیوالے ہیں	۱۱۹	امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ثلاثیات
۱۲۹	آپ معلم کتاب و حکمت ہیں	۱۱۹	شیخ بخاری سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد
۱۳۰	تحلیل و تحریر آپ کے منصب میں داخل تھا		اور جامع ترمذی میں ثلاثیات کی تعداد
۱۳۰	آپ امت کے تمام معاملات و فیصلوں میں قاضی ہیں	۱۱۹	ثلاثیات ابن ماجہ
۱۳۰	آپ امت کے تمام جھگڑوں اور فیصلوں میں حکم ہیں	۱۲۱	حافظ جبارة بن خلف
۱۳۰	آپ کی ذات قدری صفات میں ہر مومن کیلئے اسوۂ حسنہ	۱۲۲	امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات
۱۳۰	آپ کی اتباع سب پر فرض ہے	۱۲۲	وفات امام ابن ماجہ
۱۳۱	جو کچھ آپ میں اس کا لینا اور جس سے منع	۱۲۳	یحییٰ بن زکریا طرافی کامرثیہ
	فرمایا اس سے باز رہنا ضروری ہے	۱۲۳	محمد بن الاسود قرظی کامرثیہ
۱۳۱	آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے	۱۲۴	علماء کا امام ابن ماجہ کی خدمت میں خراج تحسین
۱۳۱	ہدایت آپ کی اطاعت و ایستہ ہے	۱۲۵	امام ابن ماجہ کی تصانیف
۱۳۱	آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے	۱۲۵	تفسیر قرآن
۱۳۱	کتابت حدیث	۱۲۵	مشہور تفسیرین کا ذکر بحوالہ "الاتقان"
۱۳۲	اہل عرب کی قوت حافظہ	۱۲۶	تاریخ امام ابن ماجہ
۱۳۲	رسول اللہ کے زمانہ میں حفظ و کتابت	۱۲۶	علم تاریخ و رجال کی اہمیت و افادیت
	قرآن کا اہتمام	۱۲۷	سنن ابن ماجہ
۱۳۲	حدیث اور قرآن میں مشرق	۱۲۸	کتب احادیث میں سنن ابن ماجہ کا درجہ
۱۳۳	ابتداء اسلام میں حدیث کی زبانی روایت کا حکم	۱۲۸	تاریخ فن حدیث پر ایک تفصیلی نظر
۱۳۳	کتابت حدیث کی وقتی اور عارضی مانعت کیوجہ	۱۲۸	حدیث کیلئے ہے ؟
۱۳۴	احادیث فعلیہ	۱۲۸	لفظ "حدیث" کے معنی عربی زبان میں

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۲۵	صحیفہ ہمام بن منبہ یمانی	۱۳۲	احادیث تقریری
۱۲۵	صحیفہ سعید بن جبیر	۱۳۵	کتابت حدیث کی اجازت
۱۲۶	حضرت زید بن ثابت اور مروان (امیر مدینہ)	۱۳۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
۱۲۶	حفظ حدیث		احکام و ہدایات کی اسلا
۱۲۶	پہلی صدی ہجری تک علماء کتابت برکھفا	۱۳۶	حرم محترم کی عظمت حرمت اور قتل کے
	پر کار بند تھے،		سلسلہ میں نیت قصاص پر خطبہ اور اس کی تحریر
۱۲۸	حفاظ حدیث کے تذکرے	۱۳۶	عمر بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات ویات
۱۵۲	تدوین حدیث		فرائض اور سنن کی متعلق کتاب کی تحریر
۱۵۳	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے	۱۳۸	زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام
	احادیث نبوی کی تلاش و جمع کا حکم		سے متعلق اہل یمن کے نام تحریر
۱۵۴	صحیح بخاری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے	۱۳۸	کتاب الصدقہ کی تحریر
	نسران کا ذکر	۱۳۹	قبیلہ جہینہ کے نام تحریر
۱۵۵	قاضی ابوبکر ابن حزم کی خدمات	۱۳۹	عہد رسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے
۱۵۵	عمرہ بنت عبدالرحمن	۱۴۰	کتاب "صادقہ"
۱۵۶	امام زہری کی تالیفات	۱۴۲	حضرت علیؓ کا صحیفہ
۱۵۷	امام مکحول	۱۴۲	صحیفہ علیؓ کے احکام و مسائل
۱۵۷	امام شعبی	۱۴۳	حضرت داغ بن خویجہ کی تحریرات
۱۵۸	دوسری صدی ہجری کی تصنیفات	۱۴۳	حضرت انسؓ کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی تحریر
۱۵۸	کتاب الآثار	۱۴۳	صحیفہ حضرت جابر بن عبداللہؓ
۱۵۸	فقہ میں رسول اللہؐ کی خلافت عبداللہؓ	۱۴۴	حضرت سمرقہ بن جندب کا مجموعہ احادیث
	بن مسعود کے حصہ میں آئی تھی	۱۴۴	حضرت ابو ہریرہؓ کی کتب احادیث
۱۶۱	امام ابو حنیفہ کی تصانیف امام مالک کا استفادہ	۱۴۴	حضرت ابن عباسؓ کی کتب احادیث
۱۶۱	امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے تلمذ	۱۴۵	حضرت عبداللہ بن مسعود کا نوشتہ مجموعہ احادیث
۱۶۳	موطا کا لکھنا کسی نسبت جو مسلم کو صحیح بخاری ہے	۱۴۵	عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے
		۱۴۵	بشیر بن نہیک سدوسی کی کتاب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۷۵	امام حسن بن زیاد سے کتاب الآثار کی روایت	۱۶۴	اسناد روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار
۱۷۶	امام اعظم سے کتاب الآثار کے بعض دیگر راوی		کی مرویات کا درجہ
۱۷۶	موطا	۱۶۴	صحیح احادیث میں امام اعظم کی احتیاط
۱۷۶	موطا کی ترتیب تدوین میں کتاب الآثار کا	۱۶۵	امام اعظم کی شان میں امام ابن المبارک کی نظم
	تتبع کیا گیا ہے	۱۶۶	تحصیل علم میں امام اعظم کی توجہ و کوشش
۱۷۷	موطا کی مقبولیت	۱۶۶	علم حدیث میں امام مسعر بن کدام کا درجہ
۱۷۷	موطا کی صحت کا درجہ	۱۶۷	امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت
۱۷۸	موطا اور صحیح بخاری کا موازنہ		کرنے اور اس پر عمل کرنے کے شرائط
۱۸۰	موطا کو صحیحین پر ترجیح کی وجوہات	۱۶۷	حافظ حدیث کی روایت کو غیر فظا کی روایت پر ترجیح
۱۸۲	امام عبداللہ بن ادریس	۱۶۸	امام اعظم کی شرط عمل بالحدیث
۱۸۳	موطا کا زمانہ تالیف	۱۶۸	امام اعظم کا صرف صحیح احادیث سے استدلال
۱۸۳	منصور اور امام مالک کے درمیان گفتگو	۱۶۹	کتاب الآثار کا موضوع
۱۸۳	فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتنے والوں کو مشورہ	۱۶۹	کتاب الآثار کا نمایاں امتیاز
۱۸۴	جامع سفیان ثوری	۱۷۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۸۵	امام ابو حفص کبیر	۱۷۰	کیا حدیث میں امام اعظم کی کوئی کتاب
۱۸۶	امام بخاری کا جامع سفیان کا سماع		موجود نہیں ہے ؟
۱۸۷	دوسری صدی کے بعض اور مصنفین	۱۷۱	کتاب الآثار کے نسخے
۱۸۸	قرین جرح و تعدیل کی ابتداء	۱۷۲	بروایت امام ازفر بن الہذیل
۱۸۹	احادیث کے بارے میں تابعین کے	۱۷۳	امام ازفر سے کتاب الآثار کی روایت
	آخری دور میں علماء کا طرز عمل	۱۷۳	بروایت امام ابو یوسف
۱۹۲	امام اعظم اور امام مالک کے تلامذہ اور علم حدیث	۱۷۳	امام ابو یوسف سے کتاب الآثار کی روایت
۱۹۵	حقہ حقی کیا ہے ؟	۱۷۴	بروایت امام محمد بن حسن شیبانی
۱۹۷	صاحب ہدایہ کے متعلق غلط فہمی	۱۷۴	امام محمد سے کتاب الآثار کی روایت
		۱۷۴	بروایت امام حسن بن زیاد کو کوئی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۱۵	صحیح مسلم	۱۹۸	علم حدیث تیسری صدی میں
۲۱۵	صحیح احادیث کے انتخاب میں امام مسلم کی محنت	۱۹۹	فہم اسماء الرجال کی تدوین
۲۱۶	علماء کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درجہ	۱۹۹	حدیث مرسل کی تعریف
۲۱۷	امام مسلم کے تلامذہ	۲۰۰	اس میں نادر مسائل وغیرہ مدلول صحیفوں کی تلاش
۲۱۷	ابراہیم ابن سفیان نیشاپوری	۲۰۱	قلین کی حدیث پر بحث
۲۱۷	سنن نسائی	۲۰۳	آئین بالجر کی حدیث پر بحث
۲۱۷	سنن نسائی کی بعض خصوصیات	۲۰۳	حدیث "خیار مجلس" اور حدیث "مصراتہ"
۲۱۸	اہل مغرب کے نزدیک سنن نسائی کا درجہ	۲۰۳	روایات کے باقیات اور ان روایات کے نقطہ نظر میں شرق
۲۱۹	ناقدین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام	۲۰۴	فقہاء کا طرز عمل
۲۱۹	راویان سنن نسائی	۲۰۴	ارباب روایت کا طرز عمل
۲۱۹	امام ابوالحسن طحاوی	۲۰۵	تحقیق کے نزدیک مدلول کا فیصلہ فقہی
۲۲۰	سنن صخری	۲۰۶	مسانید کی تصنیف کا آغاز
۲۲۰	سنن ابی داؤد	۲۰۶	ابواب و مسانید کا فرق
۲۲۰	امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا	۲۰۷	مصنفین مسانید کا مقصد
۲۲۰	سنن ابی داؤد کی خصوصیت	۲۰۷	روایات مسانید کی جانچ پڑتال
۲۲۱	سنن ابی داؤد کا تعارف	۲۰۸	مسند سخی بن راہویہ
۲۲۱	خود امام ابوداؤد کی زبانی	۲۰۸	مسند امام احمد
۲۲۳	سنن ابی داؤد کی افادیت پر علماء کے اقوال	۲۱۰	مسند امام احمد میں کوئی موضوع روایت
۲۲۳	راویان سنن ابی داؤد		موجود ہے یا نہیں؟
۲۲۵	امام ابوبکر جصاص	۲۱۱	صحاح ستہ کی تدوین
۲۲۶	جامع ترمذی	۲۱۲	صحیح بخاری
۲۲۶	جامع ترمذی کی ممتاز خصوصیات	۲۱۳	صحیح احادیث کے انتخاب میں امام بخاری کا راز
۲۲۸	امام بخاری کا امام ترمذی سے سماع حدیث	۲۱۳	امام بخاری کے تلامذہ
۲۲۸	احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں بعض مواقع پر	۲۱۴	حافظ ابراہیم بن معقل
۲۲۸	امام ترمذی کا امام بخاری امام مسلم سے اختلاف		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد

نام و نسب

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربیع القزوینی نسبت، اور ابن ماجہ عرف ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے، ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع مولانا ہم بالوالا القزوینی الشہیران ماجہ،

عام کتابوں میں دادا کا نام نہ کور نہیں لیکن شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں شجرہ نسب دادا تک پہنچایا ہے اور ان کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔

”ما جہ“ کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض اس کو دادا کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے، چنانچہ تلج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں:

وهناك قول آخر صحيح وهو ان ماجدة اسم لامه والله اعلم اور اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے اور اس کی بھی علانیہ تصحیح کی ہے کہ ماجدہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ واللہ اعلم۔

اور شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں سی کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ور صحیح آنست کہ ماجہ تخفیف جیم مادر او بود پس بالا، اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے) آپ کی والدہ تھیں، لہذا ابن میں الف لکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی، جس طرح سے کہ عبد اللہ بن مالک ابن بکینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں اور اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ میں کہ جو امام شافعی کے معاصر تھے۔

لفظ ”ابن“ میں الف لکھنے کا دستور ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے بھی المحطہ بذکر الصلح السنۃ اور اخاف النبلا را المتقین با حیار مائرا القہار والمحدثین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔

مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عجلانہ نافعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

وما جہ لقب پید ابو عبد اللہ است نہ لقب جد او و نہ نام ماجہ، ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں، اور ماں کا

طہ بستان المحدثین ص ۱۱۲ طبع محمدی لاہور ۱۳۸۰ طبع نظامی کراچی ۱۳۸۳۔ ص ۳۸۱ طبع نظامی ۱۳۸۵۔ لطف یہ کہ نواب صاحب موصوف نے اخاف النبلا میں بستان المحدثین کی عبارت تو بعینہ نقل کر دی مگر سلسلہ نسب میں عبد اللہ کا سرے سے نام نہیں لیا جس کی وجہ سے عبارت مذکورہ (ابن ماجہ صفت محمد است نہ صفت عبد اللہ) میں پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ عبد اللہ کون مراد ہے۔

مادر و تخفیف جیم باید خواند نہ بہ تشدید و وقع فی
ذلك اغلاط كثيرة۔ ۱۔

شاہ صاحب نے عجلہ نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت ادری عاقبتہ، اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔ محدث رافعی، تاریخ قزوین میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

”ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے، جس پر تشدید نہیں ہے، یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا

شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔“ ۲۔

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حافظ حلی کے حوالے سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جرم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا ادا کا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی تصریحات کے ہوتے ہوئے اب اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ماجہ درحقیقت آپ کے والد ماجد ہی کا لقب تھا۔ اسی لئے امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور علامہ محمد الدین میرزا آبادی نے القاموس المحیط میں اور علامہ ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صراحت کی ہے کہ ”ماجدہ آپ کے والد کا لقب تھا ادا کا نہیں۔“ اور اسی صورت میں قواعد املا کے مطابق ”ابن ماجہ“ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھنا چاہئے تاکہ اس کو محمد کی صفت سمجھا جائے، یزید یا عبد اللہ کی نہیں۔

ماجدہ جبکہ محدث رافعی نے تصریح کی ہے فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماچہ کا مغرب ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ امام ابن ماجہ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں، اس لئے ربیعہ جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت ولایت ہے۔ چنانچہ مورخ ابن خلکان نے صاف تصریح کی ہے الربیعہ بالولایت، اس زمانہ کا اسلامی دستور تھا کہ جب کوئی نو مسلم مشرف بہ اسلام ہوتا تو وہ جس قبیلہ کے کسی شخص سے عقد موالات یعنی دوستی کا عہد و پیمان کرتا اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا تھا اور اس کا حلیف اور مولیٰ کہلاتا تھا۔

ربیعہ بن نفیع را، ربیعہ بن نزار کی طرف نسبت ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ عام طور پر یہ نسبت قلیل الاستعمال ہے کیونکہ ربیعہ بن نزار ایک بہت بڑی قوم ہے جس میں بڑے بڑے قبیلے اور بہت سے خاندان اور شاخیں ہیں لہذا لوگ بجائے ربیعہ کے ان قبائل اور خاندانوں کی طرف

۱۔ ص ۲۸ طبع مجتہائی دہلی۔ ۲۔ اس صورت میں چونکہ ”بن“ میں الف مذکور نہیں اس لئے وہ دادا کا نام قرار پائے گا کیونکہ اس وقت وہ یزید کی صفت ہو گا محمد کی نہیں۔ ۳۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں تاریخ قزوین کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۵۲ طبع مصر۔ ۵۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں اپنے شیخ ابوالطیب فاسی سے ناقل ہیں کہ

”مصنف (صاحب قاموس) جس طرف گئے ہیں اسی کو ابوالحسن ابن القطان نے جرم سے بیان کیا ہے اور

بہت اشد بن زاذان وغیرہ نے ان کی رائے سے موافقت کی ہے۔“

۶۔ وفيات الاعیان تذکرہ ابن ماجہ۔ ۷۔ گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں۔

منسوب ہو جاتے ہیں۔ علامہ سحافی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جو لوگ قبیلہ ربیعۃ الاندک کی طرف منسوب ہیں ان کو بھی ربیعی کہا جاتا ہے۔ ۱۰

امام ابن ماجہ کا انتساب عرب کے ربیعہ نامی کوئے قبیلہ کی طرف ہے اس کے تعین سے تاریخ کے اوراق بالکل خاموش ہیں۔ چنانچہ مشہور مورخ قاضی شمس الدین ابن خلکان کے الفاظ اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں:

هذه النسبة الى ربیعة وهي اسم لعدة قبائل لا ادري الى ايها ينسب المذكور۔ ۱۱
یہ ربیعہ کی طرف نسبت ہے جو متعدد قبائل کا نام ہے مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن ماجہ ان میں سے کس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔ بہر حال ابن ماجہ اگرچہ عجمی النسل ہیں لیکن قبیلہ ربیعہ سے نسبت ولار کی بنا پر ان کو ربیعی اور مولیٰ ربیعہ

۱۲ کتاب الانساب ورق ۲۴۸ طبع لیڈن یورپ۔ ۱۳ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۸۸ طبع مصر ۱۹۲۸ء۔ ۱۴ چنانچہ حافظ ابن الجوزی نے المستظم (ج ۵ ص ۹۰ طبع دائرة المعارف) میں اور علامہ مورخ جمال الدین ابوالحسن ابن تغری بردی ضلی نے النجوم الزاهرة (ج ۲ طبع مصر) میں ان کو مولیٰ ربیعہ اور علامہ ابن العاد ضلی نے شذرات الذہب میں بحوالہ مورخ ابن ناصر الدین الرہبی مولانا الفزونی لکھا ہے۔ واضح رہے کہ مولیٰ کا لفظ جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ میں تصریح کی ہے اگرچہ زیادہ تر حلیف اور مولیٰ الموالاتہ ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔ تاہم چونکہ مولیٰ غلام کو بھی کہتے ہیں اس لئے لفظی شراکت کی بنا پر بعض وقت دھوکہ ہو جاتا ہے، امام ابن ماجہ کے متعلق چونکہ ہم مورخ ابن خلکان سے بصراحت نقل کر چکے ہیں کہ یہ نسبت ولار سے ہے اس لئے اب یہاں دوسرے احتمال کی قطعاً گنجائش نہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بھی بعض لوگوں کو یہی مغالطہ ہوا ہے کہ وہ مولیٰ کے معنی غلام کے سمجھے لیکن خود امام اعظم رحمہ اللہ کی تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع (یعنی شکل احادیث کی تطبیق) پر ایک بے مثل کتاب ہے، عقیدہ موالات پر بحث کرتے ہوئے امام اعظم رحمہ اللہ سے باسناد صحیح راوی ہیں:

قال عبد الله بن يزيد المقرئ فيما سمعت بكار بن قتيبة يقول قال ابو عبد الرحمن المقرئ اتيت ابا حنيفة فقال لي من الرجل فقلت رجل من الله عليه بالاسلام فقال لي لا نقل هكذا ولكن وال بعض هذه الاحياء ثم انتم اليهم فاني كنت انا كذالك، قال ابو جعفر ولم يسمع بكارا الحديث من المقرئ ولكن حدثني محمد بن جعفر بن محمد بن اعيان قال سمعت احمد بن منصور الرمادي يقول سمعت المقرئ يقول ثم ذكر هذا الحديث۔

(شکل الآثار ج ۲ ص ۵۴)

طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن

عبد اللہ بن یزید ابو عبد الرحمن مقرئ امام اعظم کے خاص شاگرد ہیں۔ انھوں نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں سنی ہیں بڑی جلالت شان کے مالک تھے۔ فن حدیث میں ان کا شمار امام بخاری کے اکابر شیوخ میں ہے۔

۱۵ علامہ کردی لکھتے ہیں عبد اللہ بن یزید المقرئ المکی سمع من الامام تسم مائة حديث (مناقب الامام الاعظم از کردی)

کہا جاتا ہے، جس طرح سے کہ امام اعظم کو تہی یا مولیٰ بنی تیم اللہ اور امام بخاری کو جعفی یا الجعفی مولا ہم کہا جاتا ہے۔ بالتقریح تو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ عقد موالات کس نے کیا تھا لیکن قیاس چاہتا ہے کہ خاندان کے مورث اول نے جو پہلے پہل مسلمان ہوئے ہوں گے یہ تعلق قائم کیا ہوگا اور چونکہ عام تاریخوں میں آپ کا سلسلہ نسب باپ تک پہنچا کر ختم کر دیا جاتا ہے اس لئے ظن غالب یہی ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار یزید نے جو ماجہ کے لقب سے مشہور ہیں، ربیعہ نامی قبیلہ کے کسی فرد سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے عہد و لا کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

قزوینی، قزوین کی طرف نسبت ہے جو عراق عجم کا مشہور شہر ہے اور جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے، یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ علامہ یا قوت حموی، معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں:

”قزوین میں قاف پرندہ، زاپر سکون، واؤ پرندہ اور دیار ساکن ہے اور یہ مشہور شہر ہے، اس کے اور رے کے درمیان ستائیس فرسخ کی مسافت ہے اور ابہر اس کے بڑے فرسخ پر ہے، یہ شہر اعلیٰ چہارم میں پچھتر درجہ طول بلد اور ستیس درجہ عرض بلد پر واقع ہے، ابن الفقیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہ پور ذوالکف تھا“۔

امام ابن ماجہ، حافظ خلیلی اور محدث رافعی نے قزوین کی تاریخ پر مفصل کتابیں لکھی ہیں جن کا ذکر صاحب کشف الظنون نے تواریخ قزوین کے صفحہ ۱۱۷ پر کیا ہے۔ رافعی کی کتاب کا نام التدوین فی اخبار قزوین ہے، شیخ علامہ ابن خطیب الانصاری کے کتب خانے میں اس کا ایک قابل اعتماد نسخہ موجود تھا جس پر حلب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتخاب کیا تھا۔ حافظ صاحب کا یہ انتخاب چند کراسوں پر مشتمل تھا۔ بعد کو جب یہ نسخہ محب بن النعمان کے پاس آیا تو اس کی متعدد نقلیں لی گئیں۔

قزوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے، آپ نے سلسلہ ہجری میں حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا انھوں نے اسی سلسلہ میں پہلے ابہر کو فتح کیا اور پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی، حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے اہل ابہر سے جن شرائط پر صلح ہوئی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں منظور کیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے لیکن جب حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ پھر حضرت براہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے پانچ سو مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کی جن میں طلحہ بن خویلد اسدی، میسرہ عابدی اور بنو تغلب کے بھی کچھ لوگ شامل تھے اور ان کو اراضی و قطعات کا

۱۔ معجم البلدان ج ۷، ص ۸۰، طبع مصر۔ ۲۔ کشف الظنون ج ۱، ص ۳۰۰، طبع جدید۔ ۳۔ ملاحظہ ہو الاعلان بالتاریخ لمن ذم النکاح از حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی ص ۱۲۸، طبع دمشق ۱۳۵۲ھ۔ ۴۔ کراسہ جزیرہ یا کاپی جو کتاب سے کم ہو۔

وہ حصہ کہ جو کسی کی ملکیت میں نہ تھا بطور جاگیر عنایت فرمایا چنانچہ ان لوگوں نے ان زمینوں کو آباد کیا وہاں
 نہریں نکالیں کنوئیں کھودے اور وہیں کے باشندے کہلائے۔ ان لوگوں کی آبادکاری کی شرطیں وی تھیں جو
 اساورہ بصرہ کی تھیں کہ جس کے ساتھ چاہیں گے رہیں گے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ وہاں سے کوفہ آگئے
 اور سرہن خویہ کے حلیف ہو گئے۔ یہاں یہ حمزہ الدلم کہلاتے تھے مگر اکثر و بیشتر قزوین ہی میں مقیم رہے،
 بعد کو جب ولید بن عقبہ کے بعد سعید بن العاصی بن امیہ، کوفہ کے والی ہوئے اور جہاد میں دہلیوں سے
 ان کے سخت خونریز معرکے ہوئے تو اس وقت انھوں نے قزوین آگئے سرے سے اسے آباد کیا اور
 جنگی ضرورتوں کے پیش نظر دہلیوں کی روک تھام کے لئے اس کو اہل کوفہ کی چھاؤنی بنا دیا۔ چنانچہ صدیوں
 تک قزوین غازیوں کا پڑاؤ بنا رہا۔ یہاں کے لوگ عام طور پر پڑے مجاہد اور جاناں مروت تھے۔ ایک دفعہ
 ہارون الرشید، خراسان کے ارادے سے ہمدان آیا ہوا تھا، اہل قزوین نے موقع کو غنیمت جان کر دوبارہ
 خلافت میں عرض کیا کہ امیر المومنین، ہمارا شہر دشمن کی سرحد پر واقع ہے ہر وقت جہاد کے لئے کمر بستہ
 رہنا پڑتا ہے اس لئے آپ ہماری مشکلات پر نظر فرما کر عسری تحفیں فرمائیں، ہارون نے یہ سنا تو خود
 قزوین آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے جامع مسجد تعمیر کرائی اور دروازہ مسجد پر اپنے نام کا کتبہ نصب کیا۔
 بہت سی دکانیں اور جاگیریں خرید کر ان کو شہری ضروریات، شہر نیاہ اور اس کے قبوں کی تعمیر کے لئے
 وقف کیا۔ ان ہی ایام میں ایک روز ہارون الرشید سیر کی غرض سے ایک قہر پر چڑھا۔ یہ قہر دروازہ
 شہر پر بنا ہوا تھا اور نہایت بلند تھا۔ خلیفہ نے بازاروں کی طرف جو نظر ڈالی تو عجیب منظر دیکھا کہ بغیر عام
 ہے اور اہل شہر دکانوں کو بند کئے ہوئے شمیر و سپر ہاتھ میں ہتھیار بدن پر سجائے پرچم اڑاتے جوق در
 جوق تیزی سے نکلے چلے جا رہے ہیں۔ ہارون الرشید یہ پرچوں منظر دیکھ کر بڑا متاثر ہوا کہنے لگا یہ لوگ
 مجاہد ہیں اور ہم پر ان کی خبر گیری واجب ہے چنانچہ خواص اور ندیموں سے مشورہ کیا سب نے اپنی اپنی
 رائے بتائی۔ ہارون الرشید نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر سے خراج بالکل ہٹا دیا جائے
 البتہ شہری ضرورتوں کے لئے جو معمولی رقم مقرر ہے وہ رہتے دی جائے چنانچہ دس ہزار درہم سالانہ
 بالاقساط مقرر کر کے سارا خراج یک قلم موقوف کر دیا۔ ۱۷

قزوین کے فضائل میں متعدد حدیثیں روایت کی جاتی ہیں، خود سنن ابن ماجہ میں بھی اس سلسلہ میں
 ایک روایت موجود ہے لیکن ناقدین فن کے نزدیک یہ تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ چنانچہ علامہ
 یاقوت حموی المتوفی ۸۰۷ھ بمعجم البلدان میں ارقام فرماتے ہیں۔

وقد سوي المحدثون في فضائل قزوین محدثین نے فضائل قزوین میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں جو حقا
 اخبار لا تصح عند الحفاظ النقاد تصحیح حدیث اور ناقدین فن کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ قزوین چونکہ
 الحث علی المقام بھا لکنھا من الثخور سرحد اسلام پر واقع ہے اس لئے ان روایتوں میں وہاں کے

۱۷ قزوین کے بارے میں یہ ساری تفصیلات بمعجم البلدان طبع مصر ۷ ص ۸۰ و ۸۱ سے لی گئی ہیں۔
 ۱۸ "اساورہ" وہ تو مسلم عجمی جنہوں نے اس زمانے میں بصرہ میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ یہ ساری عربی جمع ہے۔

واما امثله ذلك وقد تركتها كراهة
 للاطالة (ج ۷ ص ۸۱)
 قیام کی ترغیب اور اسی قسم کی باتیں مذکور ہیں چنانچہ میں نے ان روایات کو طوالت کے ناپسند ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا ہے۔

فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث یہاں کے باشندے یا تزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبد اللہ رازی المتوفی ۲۱۷ھ حافظ علی بن محمد ابو الحسن طحطافی المتوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی المتوفی ۲۳۳ھ اسمعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی خفی المتوفی ۲۴۲ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہار پیدا ہوئے جن کے ذکر سے "تواریخ قزوین" مالا مال ہیں۔

امام ابن ماجہ کا عجمی النسل ہونا قطعی ہے اور ماجہ چونکہ فارسی نام ہے اس لئے قیاس ہی چاہتا ہے کہ آپ نسل فارس سے ہوں۔ فارس کے بارے میں صحیحین اور جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اسی اشار میں سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور جب آپ نے آیت **وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ كَمَا يَكْفُوْا رِجْلَهُمْ** (اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی ان ہی میں سے جو ابھی ان میں نہیں ملے) کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نسل کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ سائل نے مکرر سہ کر دریافت کیا تب آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جو اس وقت حاضر خدمت تھے اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: **لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالُ** اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا، تو ان میں سے کچھ لوگ من ہولاء ملے۔ اس کو پالیں گے۔

اور مندا امام احمد بن حنبل میں ایک اور اسناد کے ساتھ یہ الفاظ بھی مروی ہیں: **لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالْثُّرَيَّا لَنَالَهُ نَاسٌ** اگر علم ثریا کے پاس بھی ہوا تو نسل فارس کے کچھ لوگ اس کو من انباء فارس ملے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق عام طور پر علماء امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ اخاف کو قرار دیتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ فارس و عجم میں جو قبول عام خفی مذہب کو حاصل ہوا وہ دوسرے مذاہب کو نصیب نہ ہو سکا، لیکن سرخیل اہل حدیث نواب صدیقی حسن خاں کے خیال میں اس حدیث کا مصداق مصنفین صحاح ستہ و دیگر محدثین ہیں چنانچہ وہ عون الباری محل ادلة البخاری میں لکھتے ہیں۔

قلت وهؤلاء الرجال هم امثال البخاري و مسلم والترمذي وابي داود والنسائي وابن ماجه من كتبوا اور یہ لوگ جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ ہیں۔ نیز وہ اشخاص کہ جو ان کے دھنگ پر

لے صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ، صحیح مسلم باب فضل فارس۔ جامع ترمذی کتاب التفسیر سورۃ جمعہ ابواب اللغات فی فضل العجم۔ جامع ترمذی میں یہ روایت والذی نفی بیلہ کے ساتھ مکرر قسم آئی ہے۔ ۵۴ مندا امام احمد ج ۲ ص ۲۲۲۔

رہے اور ان کے قدم بقدم چلے۔

ومن يخافهم وخذ احذ وهم۔ ۱۵

اور اتحاف النبلاء المتقين میں فرماتے ہیں،

جہادۂ محدثین مثل بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد،
و ابن ماجہ و اشال ایشان اولے ترواحی تراند مصداق
بودن آل، زیرا کہ ہمہ ایشان از عجم و سرزمین فرس
بودہ اند۔ (ص ۳۲۴)

بڑے بڑے محدثین جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد،
ابن ماجہ اور ان جیسے حضرات اس کا مصداق ہونے کے لئے
زیادہ موزوں اور زیادہ حقدار ہیں کیونکہ یہ سب کے سب عجم
اور سرزمین فارس سے ہوئے ہیں۔ ۱۵

نواب صاحب نے تو اس بشارت کو صرف محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی نے اس میں محدثین کے ساتھ فقہار کو بھی شامل کر لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

خبر دادند کہ از فارس رجال علماء پیدا خواهند شد،
کبار محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی
و ابن ماجہ و دارمی و دارقطنی و حاکم و بیہقی و غیر ایشان
ہمہ از فارس پیدا شدند طراز فقہار ابو طیب و شیخ ابو حامد
و شیخ ابواسحاق شیرازی و جوینی و امام الحرمین و امام غزالی
و غیر ایشان از فارس پیدا شدند۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فارس سے علماء پیدا
ہوں گے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین، بخاری، مسلم، ترمذی،
ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، حاکم، بیہقی،
و غیر سب فارس سے پیدا ہوئے اور فقہا میں ابو طیب، شیخ
ابو حامد، شیخ ابواسحاق شیرازی، جوینی، امام الحرمین و امام غزالی
و غیر سب فارس ہی سے پیدا ہوئے۔

بلکہ امام ابو حنیفہ و یاران ماوراء النہر و خراسانی و غیر
از اہل فارس اند و میان اس بشارت داخل، ۱۵

بلکہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ماوراء النہر و اصحاب
خراسان بھی اہل فارس سے ہیں او اس بشارت میں داخل ہیں۔

اور شاہ صاحب کے مشہور شاگرد بیہقی وقت قاضی ثنائیہ صاحب پانی پتی نے اس کو اور زیادہ
عام کر کے فقہاء و محدثین کے ساتھ مشائخ صوفیہ کو بھی اس کا مصداق بتایا ہے، چنانچہ تفسیر مظہری میں
ارقام فرماتے ہیں:

قلت و لعل فی ہذہ الاحادیث اشارۃ
الی مشائخ ماوراء النہر بحاء الدین نقشبند
وامثالہ فان هؤلاء الکرام من الاعاجم
توطنا وان کان اکثرہم من آل النبی

میں کہتا ہوں غالباً ان احادیث میں اشارہ مشائخ ماوراء النہر
حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند اور ان جیسے بزرگوں کی
طرف ہے کیونکہ یہ حضرات وطن کے اعتبار سے عجمی ہیں، گو
نسب کے لحاظ سے ان میں سے بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵ عون الباری ج ۵، ص ۵، طبع مصر برجائشہ نیل الاوطار۔ ۱۵ نواب صاحب موصوف نے عون الباری میں تو اس
پیشین گوئی کو صرف ترمذی و محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن اتحاف النبلاء میں (امام سیوطی اور حافظ شامی مصنف
سیرۃ شامیہ پر محنت برہمی کے باوجود کہ انہوں نے اس حدیث کا مصداق خاص امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو کیوں قرار دیا)
بہت کچھ چٹاں چٹیں کے بعد آخر اقرار کر لیا ہے کہ
صواب آہستہ کہ ہم امام دران داخل است و ہم جملہ
محدثین فرس باشارۃ النص واللہ اعلم (ص ۳۲۴)
میں صریح ہے کہ اشارۃ النص کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ بھی اس بشارت
میں داخل ہیں اور فارس کے سارے محدثین بھی، واللہ اعلم
۱۵ انزالہ الخاضع عن خلافتہ الخلفاء از شاہ ولی اللہ صاحب ج ۱ ص ۲۷۱ طبع صدیقی بریلی۔

صلی اللہ علیہ وسلم واصلہ صحابہ نسباً، قد
احیوا سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد
ما میتت و ما رضوا بالبدعة وان كانت
حسنة ولنعم ما قال المجاہد

سکہ کہ در ثرب و بطحا زدند

نوبت آخر بخارا زدند

و ایضا الی علماء مکرملہ النهر مثل ابی عبد اللہ البخاری
وامثالہ من المحدثین والفقہاء واللہ اعلم

بہر حال جبکہ حدیث میں رجال من ہولاء بصیغہ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی
خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں
کیا حرج ہے، گویہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل ظلم
صوفیہ ہوں یا علماء ان میں اکثریت احناف ہی کی رہی ہے، وللاکثر حکم الکمل ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت
میں داخل ہونے کے لئے صرف توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسل فارس
سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے
کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی

تعب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیقی حسن خاں نے مصنفین "مصلح ستہ" کو اہل فارس
میں شمار کیا ہے حالانکہ تاریخ سے بجز امام بخاری یا امام ابن ماجہ کے اور کسی کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں،
امام مسلم کے متعلق خود علامہ نووی کی تصریح موجود ہے "القشیری نسباً نیساوری و طناً عربی صلبیۃ"
اور امام ابو داؤد و ترمذی ہیں۔ امام ترمذی، سنی، اسی طرح محدث حاکم ضعی ہیں۔ اور امام دارمی منسوب ہیں
بنی دارم کی طرف جو قبیلہ یمیم کی مشہور شاخ ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے متعلق
صاف لکھا ہے "من بنی دارم بن مالک بن حنظلہ" شاہ صاحب نے فقہاء میں بھی جن لوگوں کے نام لئے
ہیں ان کے بارے میں بھی یقینی طور پر کہنا مشکل ہے کہ یہ سب فارسی نژاد ہیں۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ بھی اس حدیث کے عموم میں داخل ہیں۔
فی الجملہ نسبتے تو کافی بود مرا ببل ہمیں کہ قافیہ گل بودیں است

امام ابن ماجہ کی ولادت با سعادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن ادیس
ولادت نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۹۲ھ ہجری میں واقع ہوئی جو ۷۱۲ عیسوی کے مطابق ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری ۳ ص ۲۵۸ سورۃ نار طبع دہلی۔ ۲۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نووی، تذکرہ امام مسلم۔
۳۔ معجم البلدان ج ۷ ص ۸۲۔ ۴۔ عارف جامی کا یہ شعر ان کی مشہور شہرہ تحفۃ الارواح کا ہے جو انھوں نے
حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کی منقبت میں کہا ہے۔

کی آل و اصحاب کی اولاد ہیں۔ ان حضرات نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مٹ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا
اور بدعت سے (چلے وہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو) راضی نہ ہوئے
عارف جامی نے بہت خوب کہا ہے

سکہ کہ در ثرب و بطحا زدند

نوبت آخر بخارا زدند

نیز اس حدیث میں علماء ما و النہر امام بخاری اور ان کے ہم پایہ
دیگر محدثین و فقہاء کی طرف بھی اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال جبکہ حدیث میں رجال من ہولاء بصیغہ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی
خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں
کیا حرج ہے، گویہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل ظلم
صوفیہ ہوں یا علماء ان میں اکثریت احناف ہی کی رہی ہے، وللاکثر حکم الکمل ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت
میں داخل ہونے کے لئے صرف توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسل فارس
سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے
کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی

تعب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیقی حسن خاں نے مصنفین "مصلح ستہ" کو اہل فارس
میں شمار کیا ہے حالانکہ تاریخ سے بجز امام بخاری یا امام ابن ماجہ کے اور کسی کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں،
امام مسلم کے متعلق خود علامہ نووی کی تصریح موجود ہے "القشیری نسباً نیساوری و طناً عربی صلبیۃ"
اور امام ابو داؤد و ترمذی ہیں۔ امام ترمذی، سنی، اسی طرح محدث حاکم ضعی ہیں۔ اور امام دارمی منسوب ہیں
بنی دارم کی طرف جو قبیلہ یمیم کی مشہور شاخ ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے متعلق
صاف لکھا ہے "من بنی دارم بن مالک بن حنظلہ" شاہ صاحب نے فقہاء میں بھی جن لوگوں کے نام لئے
ہیں ان کے بارے میں بھی یقینی طور پر کہنا مشکل ہے کہ یہ سب فارسی نژاد ہیں۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ بھی اس حدیث کے عموم میں داخل ہیں۔
فی الجملہ نسبتے تو کافی بود مرا ببل ہمیں کہ قافیہ گل بودیں است

امام ابن ماجہ کی ولادت با سعادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن ادیس
ولادت نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۹۲ھ ہجری میں واقع ہوئی جو ۷۱۲ عیسوی کے مطابق ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری ۳ ص ۲۵۸ سورۃ نار طبع دہلی۔ ۲۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نووی، تذکرہ امام مسلم۔
۳۔ معجم البلدان ج ۷ ص ۸۲۔ ۴۔ عارف جامی کا یہ شعر ان کی مشہور شہرہ تحفۃ الارواح کا ہے جو انھوں نے
حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کی منقبت میں کہا ہے۔

اس اعتبار سے اگر فقہ ارباب صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین سے آپ کی معاشرت کا حساب لگایا جائے تو حسب ذیل ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین المتوفی ۲۴۳ھ نے جب انتقال کیا تو اس وقت امام ابن ماجہ کی عمر ۲۲ سال تھی۔

امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ

امام محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ

امام مسلم بن الحجاج المتوفی ۲۶۱ھ

امام ابو داؤد المتوفی ۲۶۵ھ کی ولادت آپ سے سات سال پہلے ہوئی اور دو سال بعد انتقال کیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۶۹ھ کی وفات آپ سے چھ سال بعد ہوئی۔

امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۲۰ھ آپ سے عمر میں چھ سال چھوٹے ہیں اور آپ سے تین سال بعد

تفصیل کی ہے۔

عہد طالب علمی امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کے لئے بارغ و بیار کا زمانہ تھا، اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ اور دو دیوان عباسی کا گل سرسبد

امون عباسی سریر آرائے خلافت بغداد تھا۔ عہد مامونی خلافت عباسیہ کے اوج شباب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے

اور یہ واقعہ ہے کہ علوم و فنون کی جیسی سرپرستی مامون نے اپنے دور حکومت میں کی مسلمان بادشاہوں میں

سے کم کسی نے کی ہوگی۔ مامون کی حکومت کا دائرہ حجاز و عراق سے لیکر شام، افریقہ، ایشیائے کوچک، ترکستان،

خراسان، ایران، افغانستان، اور سندھ تک پھیلا ہوا تھا اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مختلف

علوم و فنون کے لئے یونیورسٹی کا کام دیتا تھا۔ مامون خود بہت بڑا عالم اور علماء کا قدر شناس تھا۔

علوم و روح وقت میں سے ہر علم میں اس کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ خاص طور پر شعر و ادب، تاریخ، ایام

عرب، فقہ اور حدیث میں وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ علامہ تلج الدین بسکی، طبقات

الشافعیۃ الکبریٰ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں:

وذكر لمورخون ان كان بارعا في الفقه و

العربية وایام الناس (ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)

اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ

ولم يزل الخلفاء من بني العباس اعلم منه

اور ابو مشر بنج کہتے ہیں کہ

كان المامون اما رايا بالعدل فقيه النفس

يعد من كبار العلماء۔ ۲۷

حدیث و فقہ کی تکمیل مامون نے اس عہد کے مشہور ائمہ فن سے کی تھی، امام مالک سے موطا اور امام محمد سے

سیر کبیر پڑھی تھی علمی مباحثہ میں بڑے بڑے علماء کو ساکت کر دیتا تھا۔ چنانچہ جس زمانہ میں وہ مرو میں قیام پذیر تھا بعض مشہور محدثین سے فقہ حنفی کے بعض مسائل پر جب اس کی گفتگو ہوئی تو ان کو اس کی وسعت معلومات کے سامنے سپردانی پڑی۔

سلہ مرو میں عرصہ سے فقہ حنفی کی حکمرانی تھی اور امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کی ایک بڑی جماعت یہاں درس و افتاء میں مشغول تھی۔ علامہ نصر بن شہیل جب بصرہ سے مامونؒ کی قدر دانی کا شہرہ سن کر مرو آئے تو چونکہ وہ ارباب ظواہر میں سے تھے فقہ حنفی کا قبول عام برداشت نہ کر سکے اور بعض نوعمر محدثین کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت پر آمادہ ہو گئے چنانچہ صدر الامہؒ کی فتح بن عمرو راق سے بہ سند ناقل ہیں کہ نصر بن شہیل جس زمانہ میں مرو میں مقیم تھے میں دیکھتا تھا۔ ان لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو آب و آہ میں بھیج کر دھونا شروع کر دیا۔ خالد بن صلیح نے جو ان دنوں مرو کے قاضی تھے جب یہ واقعہ سنا تو وہ خود آل صلیح کے دیگر افراد سوار ہو کر فصل بن سہل کے پاس پہنچے (جو مامونؒ کا وزیر اعظم تھا) وراق کا بیان ہے کہ لوگ بتاتے تھے اس زمانہ میں آل صلیح میں پچاس یا اس سے بھی زائد ایسے علماء موجود تھے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے تھے، خالد کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی سوار ہوئے۔ ان سب حضرات نے آکر فصل بن سہل سے اس امر کی شکایت کی۔ فصل نے کہا کہ میں جب تک خلیفہ کو جا کر صورت واقعہ نہ بتا دوں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ کہہ کر فصل مامونؒ کے پاس آیا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔ مامونؒ نے دونوں فریقوں کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ فصل نے بتایا کہ یہ نوجیز۔ تو اسحق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں مگر نصر بن شہیل ان کے ساتھ ہیں۔ اور یہ لوگ خالد بن صلیح، سہل بن مزاحم اور ابراہیم بن رستم ہیں۔ مامونؒ نے کہا اچھا پھر کل دونوں فریق کو حاضر کرنا کہ میں ان کے باہم فیصلہ کر سکوں اور دیکھوں کہ دلیل کس فریق کے ہاتھ میں ہے۔ اسحق اور ان کے رفقاء نے مامونؒ کی گفتگو سنی تو اسحق بولے کل مامونؒ کے سامنے کون بحث کرے گا۔ ادھر نصر بن شہیل کا یہ حال تھا کہ وہ مامونؒ کے مقابلہ میں نہ کلام میں ٹھہر سکے تھے اور نہ حدیث میں۔ آخر سب کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ احمد بن زہیر، مامونؒ سے گفتگو کریں۔ چنانچہ دوسرے دن علی الصبح سب لوگ دربار میں جمع ہوئے۔ مامونؒ نے آتے ہی سلام کیا اور نصر بن شہیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کے متعلق آپ لوگوں نے یہ کیا رویہ اختیار کیا کہ انھیں آب و آہ میں بھیج کر دھو ڈالا۔ نصر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا مگر احمد بن زہیر نے عرض کیا، امیر المؤمنین اگر اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ مامونؒ نے کہا اگر تم بہتر طریقہ پر گفتگو کر سکتے ہو تو تم ہی کرو۔ وہ کہنے لگے امیر المؤمنین ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پایا مامونؒ نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کس طرح، اتنا کہہ کر خالد بن صلیح سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے کیا کہا ہے۔ خالد نے امام ممدوح کے قول پر فتویٰ بتایا۔ احمد بن زہیر اس مسئلہ کے خلاف روایت بیان کرنے لگے مگر مامونؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی تائید میں وہ احادیث پیش کیں جو ان لوگوں کے علم میں ہی نہ تھیں۔ آخر اسی قسم کی باتیں جب ان لوگوں نے زیادہ بنائیں تو مامونؒ کہنے لگا لو جو دنہا غافلہا لکتاب اللہ و سنت رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما استعملناہ۔ (اگر ہم ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پاتے تو ان پر عمل کرانے کے خواہشمند ہی کیوں ہوتے) خبردار اب آئندہ ایسی حرکت کرنے سے باز رہنا۔ اگر یہ بڑے میان نصر بن شہیل) تم میں نہ ہوتے تو میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ یاد رکھتے

دعائب امام الاعظم از صدر الامہ

اسی کے ساتھ علماء کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہد خلافت میں جب اس نے بغداد میں آکر قیام کیا ہے تو دوسو فقہ اس کے دربار میں بیٹھتے تھے دستور تھا کہ اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو دوسرے کو بلا کر اس کی جگہ پر کی جاتی تھی، مامون خود بھی ان سب میں فقہ و علم کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ مامون نے فقہاء آفاق کو جمع کر لیا تھا۔ سیوطی نے حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مسہ شنہ کا دن خاص فقہی مباحثہ کے لئے مخصوص تھا اور مامون خود بہ نفس نفیس اس مباحثہ میں حصہ لیتا تھا۔ ۱۷

مامون نے پچھنبہ ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو وفات پائی اور اس کا بھائی معتمد بادشاہ اس کی جگہ تخت خلافت پر متمکن ہوا، امام ابن ماجہ کا سن اس وقت نو سال کا تھا۔ معتمد اگرچہ علم سے بالکل عاری تھا لیکن ایسا فکروہ و دبدبہ رکھتا تھا کہ شاہان عالم کا اس کے سامنے زہرہ آب تھا۔ آذربائیجان، طبرستان، سیستان، اشیاہ، فرغانہ، طخارستان، صفہ اور کابل ان تمام ممالک کے بادشاہ اس کے دربار میں گرفتار ہو کر آچکے تھے۔ معتمد نے ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن حکومت کر کے ۸ ربیع الاول ۲۲۴ھ کو قضا کی۔ اب امام ابن ماجہ کی عمر ۸ سال کی ہو چکی تھی۔

امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفایں ہیں اور خاص طور پر بچپن کے متعلق تو کچھ معلوم ہو سکا۔ تاہم قیاس چاہتا ہے کہ عام دستور کے مطابق آپ نے لڑکپن ہی میں تعلیم کی ابتدا کی ہوگی اور شروع میں قرآن پاک پڑھا ہوگا، بعد کو سن تیز پر پہنچ جانے اور ذرا سیانے ہو جانے پر حدیث کے سماع پر متوجہ ہوئے ہوں گے، اس لئے ہم آپ کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ عہد مامون اور عہد معتمد کو قرار دیتے ہیں۔

قزوین، جو امام ابن ماجہ کا مولد و مسکن تھا جب امام موصوف نے آنکھ کھولی ہے تو تعلیم حدیث کی درس گاہ بن چکا تھا اور بڑے بڑے علمایہاں سند درس و افتاء پر جلوہ گر تھے۔ ظاہر ہے کہ امام موصوف نے علم حدیث کی تحصیل کا آغاز وطن مالوف ہی سے کیا ہوگا۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سن میں قزوین کے جن مشائخ سے احادیث روایت کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

علی بن محمد ابو الحسن طنافسی، مشہور حافظ حدیث ہیں، حافظہ ہی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا تذکرہ ان لفظوں سے کیا ہے محدث قزوین و عالمہا، اصل میں کوفہ کے رہنے والے تھے، بعد کو رے اور قزوین میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کا خاندان اہل علم کا خاندان تھا، آپ کے دونوں ماموں یعقوب بن عبید اور محمد بن عبید بھی محدث تھے، حسن بن محمد آپ کے بھائی بھی بڑے عالم تھے اور آپ کے صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے اپنے دونوں ماموں سے نیز کوفہ اور دوسرے شہروں کے مشاہیر ائمہ حدیث عبد اللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، ابو معاویہ، وکیع، ابن عیینہ اور ابن وہب وغیرہ سے حدیثیں سنی تھیں اور آپ سے ابو زرعة، ابو حاتم، ابن ماجہ اور آپ کے صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ بہت سے علماء روایت کرتے

۱۷۔ بات بھی صدر الامراء نے اسی واقعہ کے ذیل میں وراق کی زبانی نقل کی ہے۔ ۱۷ ان کے اہل الفاظ یہ ہیں وجمع الفقہاء من الافاق، تاریخ الحفاظ، ص ۲۱۲۔ ۱۷ ایضاً ص ۲۲۷۔

ہیں، حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے، محدث خلیلی کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کے
صحابی حسن دونوں قزوین کے امام ہیں اور دونوں بڑے بلند پایہ تھے، بڑے بڑے علما تحصیل علم کی خاطر ان حضرات
کے پاس سفر کر کے آیا کرتے تھے، امام ابو حاتم فرماتے ہیں،

کان ثقة صدوقا وهو صاحب الی من ابی بکر آپ ثقہ اور صدوق تھے اور مجھے ضعیف اور صلاح میں
بن ابی شیبہ فی الفضل والصلاح وابوبکر آپ ابوبکر بن ابی شیبہ سے بھی زیادہ پیارے ہیں مگر ابوبکر
اکثر حدیثا وافہم آپ سے حدیث کے علم اور اس کی فہم میں زیادہ تھے۔

آپ کی وفات مسئلہ میں ہوئی ہے، امام نسائی آپ کے بیک واسطہ شاگرد ہیں، کیونکہ انھوں نے مسند علی
میں زیاد بن ایوب طوسی کے واسطے سے آپ سے حدیث نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب)
عمرو بن رافع ابو حجاز بجلي، قزوین کے رہنے والے تھے، حفاظ حدیث میں آپ کا شمار ہے،
عبد اللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ اور شمیم وغیرہ کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابوزرہ اور ابو حاتم
کو تلمذ حاصل ہے، ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ صادق اللہ اور صحیح الحدیث حضرات سے کم لکھے کا اتفاق
ہوا ہے، ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث میں بڑے متقیم ہیں، خلیلی
نے آپ کا سنہ وفات ۲۲۷ نقل کیا ہے۔ (خلاصہ خندجی اور تہذیب التہذیب)۔

اسمعیل بن توبہ ابو سہل قزوینی، مشہور فقیہ اور محدث ہیں، آپ کی کنیت ابو سہل بھی ہے۔ پہلے
رے میں رہتے تھے پھر قزوین میں آئے، سلا آپ ثقفی ہیں اور آپ کے بزرگ طاقت کے باشندے تھے، امام
محمد، بشیم، سفیان بن عیینہ، خلف بن خلیفہ اور اسمعیل بن جعفر وغیرہ سے فن حدیث کی تکمیل کی، اور آپ سے
ابن ماجہ، ابوزرہ، ابو حاتم، حسین بن اسحق تیزی، علی بن سعید دازی، علی بن اسحاق کسائی اور محمد بن یونس اور دیگر
علما کی ایک بڑی جماعت نے حدیثیں روایت کیں، سنہ ۲۳۷ میں وفات پائی۔ امام ابو حاتم نے آپ کو صدوق
کہا ہے اور خلیلی کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں،

کان عالما کبیرا مشہورا راحلا الی یہ بڑے مشہور عالم تھے اور طلب علم میں انھوں نے
الحجاز والعراق، حجاز و عراق کا سفر کیا تھا۔

حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ مستقیم الاثر فی الحدیث
یعنی فن حدیث میں آپ پختہ کار ہیں، آپ کے آخری شاگرد ابوبکر محمد بن حجاج مقری ہیں۔

آپ کا شمار کبار ائمہ حنفیہ میں سے ہے چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے النجواہر المصنیۃ فی طبقات
الحنفیہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام محمد کی مشہور کتاب السیر الکبیر کے آپ راوی ہیں۔ امام محمد
ہارون الرشید کے شہزادگان کو جس زمانہ میں تعلیم دیتے تھے تو سیر کبیر کے درس میں یہ بھی ان کے ساتھ
شریک رہتے تھے۔

واضح رہے کہ سیر کبیر کا شمار فقہ حنفی کی ان چھ کتابوں میں ہے کہ جو کتب ظاہر الروایۃ سے موسوم
ہیں۔ (النجواہر المصنیۃ، تہذیب التہذیب)۔

ہارون بن موسیٰ بن حیان قمی، کینت ابو موسیٰ ہے، قزوین کے رہنے والے تھے، بہت سے حدیثیں سے حدیثیں شی ہیں، اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابوداؤد، ابو حاتم اور آپ کے صاحبزادے حماد نے حدیثیں نقل کی ہیں، ابن ابی حاتم نے آپ کو صدوق ثقہ کہا ہے اور خلیلی آپ کے متعلق لکھتے ہیں، ثقہ کبیر المحل مشہور بالامانة والعلم والدیانہ (ثقہ ہیں بڑے پایہ کے شخص ہیں، امانت، علم اور دیانت میں مشہور ہیں) شیعہ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)۔

محمد بن ابی خالد ابو بکر قزوینی، ان کے والد کا نام یزید ہے، آپ کو طبری بھی کہا جاتا ہے، فن حدیث میں عبدالرحمن بن مہدی، عبدالرزاق بن ہمام اور ابراہیم بن خالد کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ اور موسیٰ بن ابراہیم بن حیان قزوینی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ خلیلی نے تاریخ قزوین میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ قدیم الموت ہیں۔ (تہذیب التہذیب)۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے پہلے اساتذہ کہ جن کے پاس آپ نے تحصیل فن کا آغاز کیا ہے یہی حضرات ہیں اور ان میں بھی محمد بن ابی خالد قزوینی جیسا کہ خلیلی نے ان کے قدیم الموت ہونے کی تصریح کی ہے شاید اور بھی پہلے ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اگرچہ ان بزرگوں کی درسگاہوں سے امام ابن ماجہ کو حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل فن کے لئے بلا واسطہ کی طرف رجعت ضروری تھی تاکہ ایک حافظ حدیث کے لئے طرق و اسانید کا جتنا سرمایہ رکھا ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلب حدیث کیلئے رجعت | رجعت وہ مقدس سفر ہے جو علم دین کی تحصیل کے لئے کیا جاتا تھا۔ یہ وہ مبارک جہد تھا کہ اس میں علم نبوی کے لئے گھر چھوڑنا اور دور دراز

ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار تھا۔ علماء سلف کو اس سفر کے ساتھ جو غیر معمولی شغف تھا آج اس کا اندازہ لگانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ محدثین کے حالات پڑھنے سے لفظ "رجعت" بجائے خود ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہائے کیا مقدس تھا وہ گروہ کہ جس نے سفر کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور کیسے نہ ہوتا جبکہ خود کتاب و سنت میں اس مبارک سفر کی ترغیب و تاکید موجود ہے۔ قرآن پاک میں ایک طرف حضرت موسیٰ علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے طلب علم کی خاطر مجمع البحرین تک سفر کیا تھا اور دوسری طرف دینی تفقہ کے حصول کے لئے یہ خصوصی تاکید ہے۔

اور یہ ٹھیک نہیں کہ مسلمان سب کے سب محل کھڑے ہوں پھر کیوں نہ بنے ان کی ہر جماعت میں سے چند لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور دلائل اپنی قوم کو جب لوٹ آئیں ان کی جانب تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک

ارشاد منقول ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ، فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ .

ومن سلك طريقا يلتمس فيه علم امهل الله له
 جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر گامزن ہو تب ہی اللہ تعالیٰ
 بہ طریقہ الی الجنتہ (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول)
 اس کے صلہ میں اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادیتے ہیں۔
 اور جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى
 جو شخص طلب علم میں نکلا وہ جب تک لوٹ کر نہ آئے راہ خدا
 یرجعہ (مشکوٰۃ کتاب العلم، فصل ثانی)
 میں ہے۔

عہد رسالت میں اطراف عرب سے مختلف قبائل کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور ضروری تعلیم حاصل
 کر کے واپس ہو جاتے تھے، اصحاب صرفہ مستقل طور پر آستان رسالت پر مقیم رہتے اور ہر وقت کی تعلیمات سے
 باخبر ہوتے تھے، یہ تو عہد نبوی کا حال تھا اور آپ کی وفات کے بعد بارہا ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ ایک ایک
 حدیث کی خاطر صحابہ نے ایک ایک ماہ کی مسافت طے کر دینی ہے۔

محدثین نے تو اس عنوان پر اپنی تصانیف میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی
 صحیح میں کتاب العلم کے اندر دو باب اسی مضمون کے باندھے ہیں، پہلا باب ہے باب انھو وج فی طلب العلم
 اور ترجمہ الباب میں ذکر کرتے ہیں کہ

ورحل جابر بن عبد الله مسيرة شهر الى
 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اسیر رضی اللہ
 عنہ سے ایک حدیث سننے کی خاطر ایک ماہ کا سفر کیا تھا۔
 عبد الله بن انيس في حديث واحد۔

اور دوسرے باب کا عنوان ہے باب الرحلة في المسئلة النازلة یعنی جو مسئلہ پیش آجائے اس کے
 دریافت کرنے کے لئے سفر اختیار کرنا اور داری نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے باب الرحلة في طلب العلم
 والعناء فيه یعنی طلب علم کی غرض سے سفر کرنا اور اس میں مشقت اٹھانی۔

امام بخاری نے ترجمہ الباب میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل خود امام موصوف نے
 اپنی مشہور کتاب الادب المفرد میں اور امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مستدرکات میں بواسطہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل
 خود حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ مجھے ایک صاحب کے متعلق اطلاع
 ملی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ میں نے فوراً اونٹ خرید اس پر کچادہ کسا اور
 ان صاحب کی طرف ایک ماہ کا سفر طے کر کے سیدھا ملک شام پہنچا۔ یہ صاحب عبد اللہ بن انیس تھے۔ میں نے
 ان کے دربان سے کہا جا کر کہو جابر دروازہ پر کھڑا ہے۔ انھوں نے سنتے کے ساتھ ہی پوچھا کیا ابن عبد اللہ میں نے
 کہا جی ہاں۔ وہ فوراً باہر آئے گئے۔ میں نے کہا مجھے ایک حدیث کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ آپ نے
 اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ڈرا کہ کہیں مجھے موت آجائے اور اس حدیث مبارک کے
 سننے سے محروم رہ جاؤں۔ یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن ابی اسیر رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کر دی۔ یہ حدیث
 آخرت میں قصاص سے متعلق ہے اور امام بخاری نے اس کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری، کتاب التوحید

باب لا تتفع الشفاعة الا لمن اذن له میں بھی ذکر کیا ہے۔

امام دارمی نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی سفر کر کے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر پہنچے یہ اس وقت اپنی اؤٹنی کو چارہ کھلا رہے تھے ان کو دیکھتے ہی بولے مرحبا صحابی مذکور نے فضالہ سے کہا لم اثلک زائرا میں آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آیا بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے علم میں ہوگی فضالہ نے پوچھا ما ہو وہ کونسی حدیث ہے؟ صحابی مذکور نے کہا کذا اکثرا میں یہ یہ ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ محدث حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عقبہ بن عامر جونی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صرف ایک حدیث کی خاطر سفر کر کے مصر تشریف لے گئے تھے چنانچہ جب وہ مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے جو اس وقت مصر کے گورنر تھے تو ان کو اطلاع دی مسلمہ جلدی سے باہر آئے معانقہ کیا، پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی، فرمایا ایک حدیث میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب سولے میرے اور عقبہ کے اور کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا سننے والا باقی نہیں اس لئے کسی کو بھیجو جو مجھے ان کے مکان کا پتہ بتا دے مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فوراً آدمی ساتھ کر دیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو جلدی سے نکل کر معانقہ کیا اور پوچھنے لگے اے ابوالیوب کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں ایک حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب میرے اور تمہارے سوا اور کوئی آپ سے اس کا سننے والا باقی نہیں ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ بولے ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

من ستر علی مومن فی الدنیا علی خزیۃ
سترة الله يوم القيامة۔
جو دنیا میں کسی رسوائی پر مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا
اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر سواری کا رخ کیا اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کو واپس ہو گئے۔ واپسی میں اتنی جلدی کی کہ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جو تذراہ ان کو بھیجا تھا وہ بھی غرضت مصر میں ان کو ملا۔

یہ دو صحابہؓ کے چند واقعات تھے جو بطور نمونہ گلے از گلزارِ ہدیہ ناظرین کے لئے تیار کیا گیا تو اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی۔ خطیب بغدادی نے عبید اللہ بن عدی سے جو کبار تابعین سے ہیں نقل کیا ہے کہ مجھے ایک حدیث کی بابت پتہ چلا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہے۔ ساتھ ہی خدشہ گذرا کہ کہیں خدا نخواستہ ان کا انتقال ہو گیا تو پھر کسی اور سے وہ حدیث معلوم نہ ہو سکے گی۔ بس فوراً سفر شروع کر دیا اور آپ کی خدمت میں عراق پہنچ کر دم لیا۔

کثیرین قیس کہتے ہیں میں مسجد دمشق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا رفعتا

سنن دارمی ص ۵۵ طبع نظامی کانپور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۱ ص ۱۵۹) میں اس کو بحوالہ ابوداؤد نقل کیا ہے
ص ۵۷ و ۵۸ طبع مصر۔ سنن فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۹۔

ایک شخص نے ان سے آکر عرض کیا ابو الدرداء! میں مدینۃ الرسول (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے چل کر تمہارے پاس آیا ہوں اور کسی حاجت و ضرورت سے نہیں آیا صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فضیلتِ علم کے بارے میں جو حدیث انھوں نے سنی تھی اس شخص سے بیان کی۔ ۱۷

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ علامۃ التابعین عامر شعبی نے ایک بار ایک حدیث بیان کی اور پھر سائل سے (جو خراسان کا رہنے والا تھا) کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں مفت بتا دیا ہے ورنہ اس سے بھی کم کے لئے تو مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔ دارمی نے سند صحیح بصری سے روایت کیا ہے کہ میں صرف ایک حدیث کی خاطر شہر شہر کا سفر کیا کرتا تھا۔ اور ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی روایات سنتے مگر جب تک مدینہ طیبہ جا کر خود ان کی زبانی نہ سن لیتے راضی نہ ہوتے۔ سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دن اور کئی کئی رات کا سفر کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسنادِ عالی کی طلب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، فرمانے لگے اسنادِ عالی کا طلب کرنا سلف کی سنت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ (آپ سے علم حاصل کرنے اور حدیثیں سن لینے کے باوجود) مدینہ کا سفر کرتے اور وہاں جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علم سیکھتے اور حدیثیں سنتے تھے۔ ۱۸

ائمہ اربعہ میں بجز امام مالک کے کہ آپ نے کبھی طلبِ علم کے لئے مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا (کیونکہ اس وقت خود مدینہ دارالعلم تھا اور تمام مالک کے شیوخ و اساتذہ خود آستانہ نبوی پر حاضر ہوتے تھے) بقیہ تمام ائمہ کے اسفارِ علمیہ ثابت ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کو فی ثلث طلبِ علم میں میں مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال سال بھر کے قریب کم و بیش قیام رہتا تھا۔ اس زمانے میں حج بھی افادہ و استفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ مالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور وہیں وفاق کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابو الحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے بچپن میں حج کئے تھے، علاوہ انہیں سنہ ۳۰۰ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔

۱۹ یہ پوری حدیث مع اس واقعہ کی تفصیل کے مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل ثانی میں بحوالہ احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی مذکور ہے۔ ۲۰ باب تعلیم الرجل ائمۃ والہ۔ واضح رہے کہ امام شعبی کی طبیعت میں مزاج تھا۔ ۲۱ سنن دارمی ص ۴۰۔ ۲۲ معرفۃ علوم علوم الحدیث ص ۸، مناقب الامام احمد ابن حنبل ص ۲۰۳ طبع مصر۔ ۲۳ مناقب الامام الاعظم زبیر اللہ بن مونی ج ۱ ص ۵۹۔ ۲۴ ایضاً ص ۲۵۳۔ ۲۵ ایضاً ص ۲۴۔ ۲۶ ظاہر بیہوش کو شاید امام اعظم کی قبرست کمالات میں حج کی یہ تعداد مبالغہ آمیز نظر آئے۔ مگر تاریخ اسلام میں یہ کوئی عجیب بات نہیں ہم متعدد شخصوں کے نام بتا سکتے ہیں کہ جن کے حج کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنے شرح علی بن منذر سے خود سنا ہے کہ انھوں نے انھوں حج کئے تھے اور ان میں بھی بیشتر پیادہ پا ہی تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب صید الکلب) محدث ابن جوزی نے مناقب احمد (ص ۸۷) میں سعید بن سلمان ابو عثمان واسطی معروف بہ سعدیہ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ساٹھ حج کئے تھے۔ اور حافظ عبدالقادر قرشی نے ابوالہر المصنف فی طبقات الخلفاء میں سعید بن عیینہ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ستر حج کئے تھے۔

امام شافعیؒ کے حدود سفر میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے حسب ذیل مقامات کے نام لئے ہیں۔ مدینہ، یمن، عراق اور مصر۔ امام احمد بن حنبلؒ نے طلب حدیث میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا تھا۔ اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے عراق و حجاز اور دیگر ممالک کے بہت سے مشائخ سے حدیث کی تحصیل کی ہے۔ اور امام محمدؒ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، شام اور بلاد عراق میں جا کر حدیث کا سماع کیا تھا، حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں خود امام محمدؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار نحو اور شرعی تحصیل پر صرف کئے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تکمیل پر۔

بہر حال علم کی دھن میں ملکوں ملکوں پھرنا سیکڑوں میل پایا دھڑے کر لینا برا عظم اور سمندر کو پار کر لینا اس دور کے علماء کے نزدیک معمولی بات تھی۔ اسی عہد کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت خلف بن ایوبؒ سے جو

۱۵ تالی التاسیس بحالی ابن ادریس از حافظ ابن حجر ص ۵۳ طبع میرہ مصر۔ ۱۶ مناقب امام احمد از ابن جوزی ص ۲۲ طبع مصر۔ ۱۷ ملاحظہ ہو حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی از محدث کوثری ص ۵۴ طبع مصر۔

۱۸ نیل الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی۔ از محدث کوثری ص ۶ طبع مصر۔ ۱۹ کتاب مذکور طبع مصر ص ۵۴۔

۲۰ اہل بلخ کے امام ہیں بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے آپ کا شمار اپنے وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں ہے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں آپ کا تذکرہ ان لغظوں سے شروع کیا ہے۔ خلف بن ایوب العامری البلیخی ابو سعید احمد الفقہاء الاعلام، بلخی، محدث حاکم کے الفاظ ہیں فقیہ اہل بلخ و زاہد ہم، حافظ خلیل لکھتے ہیں،

صدوق مشہور کان یوصف بالستر والصلاح حدیث میں بڑے صادق اور مشہور ہیں، ستر و صلاح اور زہد سے والزہد و کان فقیہاً علی رای الکوفیین۔ موصوف تھے اور کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے۔

ذہبی فرماتے ہیں،

کان ذا علم وعمل وتالہ، زارہ سلطان آپ صاحب علم و عمل اور اشر والے تھے، سلطان بلخ آپ کی بلخ فاعرض عندہ۔ زیارت کے لئے آیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔

حاکم نے لکھا ہے کہ فقہ کی تعلیم آپ نے امام ابو یوسفؒ اور ابن ابی لیلیٰ سے پائی اور زہد و تصوف حضرت ابراہیم بن ادریسؒ اخذ کیا، حافظ عبد القادر قرشی نے انجواہ المصنیۃ فی طبقات المتخلفین میں لکھا ہے کہ آپ امام محمدؒ اور امام زفر کے تلامذہ میں سے تھے۔ ایک بار کسی نے آپ سے کہا کہ حسن بن زیاد کے ساتھ آپ کو بڑی شیفتگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انھوں نے نماز کو سبک کر دیا ہے یعنی رکوع اور سجود پورا پورا کرتے ہیں اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے سبک تر نماز ادا فرماتے تھے۔ ابن جان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔

حدیث کا سماع آپ کو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفر اور ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ عوف اعرابی، قیس بن الرزیع، اسرئیل بن یونس، اسد بن عمرو بجلی، جریر بن عبد الحمید اور دیگر علماء کی ایک جماعت سے حاصل ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ سے امام احمد ابو کریب اور ایک مخلوق نے حدیث روایت کی ہیں۔ حاکم لکھتے ہیں کہ مسئلہ میں آپ نیشاپور شریف لائے تھے تو ہمارے یہاں کے مشائخ نے آپ سے حدیثیں لکھی تھیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام احمد کے علاوہ امام یحییٰ بن معین اور مشہور فقیہ اور زہاد حضرت ایوب بن حسن حنفی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اپنی جامع میں ابو کریب محمد بن العلاء کے واسطے سے آپ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

(باقی برصغیر آئندہ)

بلخ میں تھے اگر ایک مسئلہ دریافت کیا وہ کہنے لگے کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ سائل نے کہا پھر کسی ایسے شخص کو بتائیے جسے یہ مسئلہ معلوم ہو۔ کہنے لگے ایسے تو حسن بن زیاد ہیں جو کوفہ میں ہیں۔ اس پر سائل نے کہا کوفہ تو بہت دور ہے۔ خلف نے کیا عمدہ جواب دیا۔

من همہ الدین فالکوفۃ الید قریبۃ جے دین کا فکر ہو اس کے لئے کوفہ قریب ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جو اس زمانے میں طلب علم میں قطع منازل سے گھبراتا وہ طعن ملامت کا نشانہ بنتا تھا چنانچہ امام یحییٰ بن معین جو سید الحفاظ اور ناقد فن کہلاتے ہیں فرماتے ہیں جو محدث اپنے ہی شہر میں حدیثیں لکھا کرے اور سفر نہ کرے اس میں تم کبھی بھلائی محسوس نہ کرو گے اس عہد میں یہ سفر کتنا مبارک سمجھا جاتا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ جو اپنے وقت کے کبار اولیاء اللہ میں سے تھے یوں فرماتے ہیں کہ ان الله تعالى يدفع البلاء عن هذه الامم برحلة الله تعالى محدثين کے سفر کی برکت سے اس امت کی بلاؤں اصحاب الحدیث (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۰ طبع حلب) کو دفع فرما رہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمعت ولا فقه فی الدین (باب ما جاری فی فضل الفقه علی العبادۃ) دو خصلتیں ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں ایک اچھا رویہ اور دوسرے دین کی سمجھ۔

افسوس ہے کہ امام ترمذی کو حضرت خلف کے حالات پر اطلاع نہ ہو سکی چنانچہ وہ اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں کہ سوائے محمد بن الحاکم کے اور کسی کو میں نے ان سے روایت کرتے نہیں دیکھا اور مجھے یہ نہیں کہ وہ کیسے شخص تھے؟ امام ذہبی ترمذی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں، حدث عنه جماعة (ان سے تو ایک جماعت نے حدیثیں بیان کی ہیں) صدر الامم لکھتے ہیں:

آپ اپنے اہل عصر میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے، عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں جب آپ پہنچے تو انھوں نے آپ سے معافہ کیا اور بڑے اکرام سے پیش آئے اور جب اٹھ کر چلنے لگے تو فرمایا اس شخص کا طرز اہل جنت کے طرز سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ حارث بن اسلمؒ کے پاس گئے جب وہیں سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو حاکم کی زبان سے نکلا اس شخص کا طرز اپنی کتنا اچھا ہے۔ خراسان سے کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر نہ ملے پاس نہیں آیا۔ سنہ ۱۰۰ میں وفات پائی۔ جب جنازہ اٹھایا جانے لگا تو نوح بن اسد دانی بلخ نے بڑھ کر جنازہ کو کاٹ دیا اور مصلے (وہ جگہ جو نماز جنازہ کے لئے مخصوص ہوتی ہے) تک، ٹھائے لئے چلا گیا اور خود ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سلام پھیرا تو فضا سے آواز سنائی دی اے نوح بن اسد تو نے روئے زمین کے بہترین شخص پر نماز پڑھی، تو نے خلف بن ابوسبیرؒ پر نماز پڑھی، تو فاجر المرام ہے۔ (مناقب الامام الاعظم ص ۲۱۱ و ۲۱۲)۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا سنہ وفات ۱۱۵ لکھا ہے اور ابن جوزی نے المنتظم میں ۱۲۵ ذکر کیا ہے مگر صدر الامم نے جو سنہ وفات بیان کیا ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، الجواہر المضمیہ)

(حاشیہ صفحہ ۱۸) طے معرفۃ علوم الحدیث از حاکم نیشاپوری ص ۹ طبع مصر

طے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، ابراہیم بن ادہم بن منصور علی، بعض میسبتاتے ہیں، ابواسحاق آپ کی کنیت ہے۔ بلخ کے رہنے والے تھے۔ پھر کوفہ آکر رہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تحصیل کی۔ اور بعد کو ملک شام میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔ امام کردی لکھتے ہیں صاحب الامام ورحی عندہ ونصحہ الامام (مناقب امام اعظم از کردی ج ۲ ص ۲۴۲) یعنی آپ امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام صاحب نے آپ کو نصیحت بھی کی تھی۔ امام صاحب کی نصیحت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

طلب حدیث میں رحلت کے لئے جو روایات اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں:

واذا اخذ فيه فليقتصر عن ساق جده و
اجتهاده وابدأ بالسماع من اسند شيوخ مصر
ومن الاولى فالاولى من حيث العلم والشهرة
او الشرف او غير ذلك واذا فرغ من سماع
العوالي والمهمات التي ببلده فليرحل الى
غيره - (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۰)

اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

وصفة الرحلة حيث يبتدئ بحدیث اهل
بلده فيستوعبه ثم يرحل فيحصل في الرحلة
ماليس عنده - (شرح منہج)

امام ابن ماجہ نے بھی جب فن حدیث پر توجہ کی تو اسی قاعدہ کے بموجب سب سے پہلے اپنے شہر کے اساتذہ
فن کے سامنے زانوئے شاگردی کیا اور اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز میں تحصیل علم میں مصروف رہے
پھر جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلت علمیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو کی
مگر علامہ صفی الدین خردجی نے خلاصہ تہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارۃ ابو الحسن الرقی کے
ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

انما رحل ابن ماجہ بعدا لثلاثین (ص ۳۳۳ طبع مصر)

جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً عمر عزیز کے تیسویں سال آپ نے راہ طلب میں وطن مالوف سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

یا ابراہیم انك قد رقت من العبادة شيئا صاعدا
فليكن العلم من بالك فانه من العبادة وبه
قوام الامور (مناقب صدرالائمہ ج ۲ ص ۹۱)

صدرالائمہ نے لکھا ہے کہ آپ نے امام ابو حنیفہ، اعش، محمد بن زیاد و طان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے؟
(رج ۱ ص ۹۱) اور آپ سے امام ابو زنازی را و جردیکہ وہ عمر میں آپ سے بڑے تھے، سفیان ثوری، ابراہیم بن بشار، بقیہ بن
الولید اور حضرت شفیق الحنفی روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے اپنی سنن میں کتاب الطہارۃ کے اندر آپ سے ایک حدیث
تعلیقا نقل کی ہے۔ امام نسائی، دارقطنی، ابن معین، ابن نمیر نے آپ کو ثقہ کہا ہے اور ابن حبان کتاب الثقات میں آپ کے
اوصاف کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

كان صابرا على المجهد والفقہ والورع الدائم
والسجاء الواخر الى ان مات -

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کان من خيار الافاضل، امام نسائی فرماتے ہیں ثقة مامون احد الزهاد
۱۶۲ ھ میں بلا دردم میں آپ نے وفات پائی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ (تہذیب التہذیب)

قدم باہر نکالے، یہ وہ زمانہ ہے کہ محدثین اطراف عالم میں پھیل چکے تھے اور جا بجا اسناد و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے تمام بلاد اسلامیہ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں درس گاہیں قائم تھیں اور بڑے زور شور سے حدیث پاک کا درس جاری تھا۔ اس زمانہ میں عامہ مسلمانین میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک ہو جانا معمولی بات تھی۔ حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں آٹھویں طبقہ کے (جو امام ابن ماجہ کے شیوخ کا طبقہ ہے) ایک سو تیس اکابر حفاظ حدیث کا ذکر کر کے لکھے ہیں:

و لعل قد اهلنا طائفة من نظرنا فيهم فان
المجلس الواحد في هذا الوقت كان يجتمع فيه
ازيد من عشرة آلاف محبرة يكتوبون الآثار
النبوية ويعتقون بهذا الشأن وبينهم نحو من
مائتي امام قد برزوا و اهلوا للفتيا (ص ۱۱۰ طبع جدید)

اور غالباً ہم سو ان ہی کے ہم پایہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس عہد میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار سے زائد دواقی جمع ہوتی تھیں اور لوگ احادیث نبوی کی کتابت میں مصروف اور اس فن پر متوجہ تھے اور ان میں تقریباً دو سو امام ایسے تھے جو بالکل نمایاں تھے اور فتوے دینے کے اہل تھے۔

حافظ ذہبی نے دس ہزار طلبہ کی جو تعداد بتائی ہے یہ عام حلقہ ہائے درس کی ہے ورنہ خاص خاص ائمہ حفاظ کی مجلس املا میں یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہوتی تھی جو کبھی ایک لاکھ سے بھی اوپر پہنچ جاتی تھی، چنانچہ سند عراق امام حافظ ابو الحسن علی بن عاصم واسطی جو امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد ہیں ان کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زیادہ کا اجتماع ہوتا تھا، ان ہی کے صاحبزادے ہیں امام ابو الحسین عاصم بن علی واسطی المتوفی ۲۱۷ھ

لے تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ علی بن عاصم یہی وہ حلقہ درس تھا کہ جس میں بڑے بڑے نامور ائمہ حدیث مثلاً امام احمد بن حنبل محمد بن یحییٰ ذہبی، عبد بن حمید، یعقوب بن شیبہ، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ نے حاضر ہو کر آپ کے سامنے زانوئے شاگردی کیا ہے۔ امام موصوف کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار نے ایک لاکھ درم محمد کو دیے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ جاؤ اب قبول ایک لاکھ حدیثوں کے ہیں تمہاری صورت نہ دیکھنے پاؤں۔ ہونہار فرزند نے باپ کی توقع کو ضائع نہیں کیا اور اپنی سچی بیعت سے اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ برابر علم سے آپ کو مستند العراق اور اکامام الحفاظ کے خطابات عطا کئے گئے۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جب آپ کا تذکرہ لکھا تو ان ہی نظروں سے شروع کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علی بن عاصم، امام اعظم کے خصوصاً تلامذہ میں سے تھے۔ حدیث و فقہ کا بیشتر علم انھوں نے امام صاحب ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ صدر الامم موفق بن احمد کی المتوفی ۳۶۹ھ مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں،

و علی بن عاصم هذا امام اهل واسط في الحديث
والفقهاء اوعا العلوم اكثر عن ابي حنيفة مما يتاخذون
والفقه - (ص ۲۵۳)

یہ علی بن عاصم حدیث فقہ اور دیگر انواع علوم میں اہل واسط کے امام ہیں۔ انھوں نے امام ابو حنیفہ سے حدیث و فقہ کی بکثرت روایت کی ہے۔

چونکہ انھوں نے امام صاحب سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا تھا اس لئے ان کو امام صاحب کے علم پر رائے قائم کرنے کا کافی موقع ملا تھا، ان کا قول ہے، نوون من علم ابي حنيفة باهل زمانه لم يجمع علم ابي حنيفة، اگر ابو حنیفہ کے علم کا ان کے اہل زمانہ کے علم تک ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو حنیفہ کے علم کا پورا بھاری رہے گا۔

ان کو امام اعظم سے تعلق اور محبت اس درجہ تھی کہ ان کے شاگرد جب یہ محسوس کرتے کہ استاد تازہ دم ہو کر بھر طلبہ کی طرف متوجہ ہوں اور درس کا سلسلہ دینے لگ جائے تو فوراً امام صاحب اور غیرہ بن عاصم کو فہ کے مشہور فضیہ جو امام صاحب کے حاضر تھے کا ذکر چھیڑ دیتے اور بتا دیتے کہ بکثرت سے روایتیں بیان کرنا شروع کر دیتے (مناقب موفق ۲ ص ۲۴۱) شایں یہاں سے اور ان کے بیانات سے پائی۔

جو امام بخاری کے بھی شیوخ ہیں اور ان سے انھوں نے اپنی صحیح میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کے متعلق حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں رقمطراز ہیں:

قدم بغداد واملی بھا وتزاحموا علیہ
یہ بغداد آئے، وہاں حدیث کی املا کرائی، اور لوگوں کا ان کے پاس اثر دام لگ گیا۔

ابو احیٰ بن المبارک کا بیان ہے کہ ان کی مجلس درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ نفوس سے اوپر کا کیا جاتا تھا۔ ہارون نامی مستطی کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر ان کی طرف سے مستطی (نائب جو شیخ کے الفاظ کو دہرے دور تک پہنچا سکے) ہوتے تھے، عمر بن حفص سدوسی کہتے ہیں کہ شہزادہ معصم نے (جو آگے چل کر مامون کے بعد خلیفہ ہوا) ایک بار اپنے کارندوں کو ہمارے شیخ عاصم کی مجلس املا میں جو ”رجبہ النخل“ (بغداد کے نخلستان کا وسیع میدان) میں منعقد ہوا کرتی تھی شرکاء درس کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا، عاصم چھت پر بیٹھ کر عام آدمیوں کو سنایا کرتے تھے (خلقت کے ہجوم کی یہ کیفیت تھی) کہ خود میں نے ایک دن سنا کہ وہ کہتے جاتے تھے حدیثنا اللیث بن سعد اور کثرت اثر دام کے باعث چونکہ لوگوں کے کانوں تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے وہ برابر ان سے پوچھتے جاتے تھے یہاں تک کہ یہی کلمہ ان کو چودہ دفعہ دہرانا پڑا۔ اس مجلس میں ہارون مستطی بھی ایک خمدار کھجور کے درخت پر چڑھ کر ان کی آواز پہنچا رہے تھے۔ معصم کے کارندوں نے جب اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کیا تو حاضرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار پہنچی۔ ان ہی کے متعلق عجلی کہتے ہیں کہ میں عاصم بن علی کی مجلس درس میں شریک تھا اس روز جب لوگوں نے اس مجلس کے حاضرین کا اندازہ لگایا تو ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھے۔ ۳۵

امام اعظم ہی کے ایک اور شاگرد خاص ہیں یزید بن ہارون جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کے متعلق یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، اس وقت لوگ ان کے درس میں ستر ہزار حاضرین کی تعداد بتایا کرتے تھے۔ ۳۶

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب المتوفی ۲۲۳ (کہ جن کا شمار مشہور حفاظ حدیث میں ہے)

۳۵ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عاصم بن علی بن عاصم۔ ۳۶ تہذیب التہذیب تذکرہ امام موصوف۔ ۳۷ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ یزید بن ہارون۔ حافظ ذہبی نے ان کا بڑا بسوط تذکرہ لکھا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے ”الحفاظ القذوقۃ شیخ الاسلام علی بن مدینی کا قول ہے کہ میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں پایا، ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم نے یزید سے زیادہ حفظ میں کچھ کسی کو نہیں دیکھا۔ علی بن عاصم کا بیان ہے کہ یزید رات بھر نوافل میں مصروف رہتے تھے انھوں نے کچھ اوپر چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ۳۸ یا مثلاً میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۳۹ میں وفات پائی۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنی فی طبقات الخلفاء میں آپ کا ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ یزید بن ہارون نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں، یہ امام صاحب فضل کمال اور عظیم حدیث کے نہایت محترف تھے چنانچہ محدث صمیری (جو حدیث میں خطیب بغدادی کے استاد ہیں) اپنی مشہور تصنیف مناقب الامام بن حنیفہ میں یہ سندان جو ناقل ہیں کان ابو حنیفہ تقیما نقیبا زہدا عالما صدق اللسان احفظ اهل زمانہ (امام ابو حنیفہ، متقی، پاکیزہ اور صاحب زہاد، عالم، صداقت شعار، اور اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے) مناقب صمیری کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانے میں کراچی میں موجود ہے اور ہم نے اسی سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

کی مجلس درس میں شریک تھا۔ حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار لگا یا گیا۔ قصر مامون کے پیلوں میں ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی۔ سلیمان نے اس پر چڑھ کر درس دیا۔ خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے۔ سلیمان جو املا کر رہے تھے۔ مامون خود بھی اس کو لکھتے جاتے تھے۔ ۱۵

احمد بن جعفر خلی کہتے ہیں کہ حافظ ابو مسلم کجی صاحب السنن المتوفی ۱۹۲ھ جب بغداد آئے اور انھوں نے ”رحمہ عنان“ (عنان کا چوک) میں حدیث کی املا کرائی تو اس وقت ان کی مجلس میں سات مستملیوں کو اس طرح کھڑا ہونا پڑا کہ ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچا سکے، کثرت اثر و عام کے سبب لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھ رہے تھے، درس کے بعد جب ”رحمہ“ کی پیمائش کی گئی اور صرف ان لوگوں کو گنا گیا کہ جو دوا تیں لیکر آئے تھے تو کچھ اوپر چالیس ہزار نفوس تھے اور جو لوگ لکھتے تھے صرف سواٹھ شریک تھے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ ذہبی نے اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہذا حکایت ثابتہ فراہا الخطیب فی تاریخہ عن بسر القاتنی انہ سمعہم یختمون یقولہا یعنی یہ صحیح واقعہ ہے اس کو خطیب نے اپنی تاریخ میں بسر قاتنی سے نقل کیا ہے اور انھوں نے خود خلی سے سنا ہے۔ ۱۶

حافظ جعفر فریابی المتوفی ۳۸۰ھ کا جب بغداد میں ورود ہوا تو طویل و دامہ سے ان کا استقبال کیا گیا اور لوگوں میں اعلان ہوا کہ ”شامع مبارک“ بغداد کی مشہور شاہراہ میں ان کا درس حدیث ہوگا پھر جب حاضرین درس کا اندازہ لگایا گیا تو تیس ہزار کے قریب تخمینہ ہوا اور مستملیوں کی تعداد تین سو سولہ تھی۔ ابو الفضل زہری کا بیان ہے کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سنی ہے تو ان کی مجلس میں دس ہزار کے قریب وہ لوگ موجود تھے جو لکھنے کیلئے دوا تیں اپنے ساتھ لائے تھے اور جو لوگ نہیں لکھ رہے تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو الفضل نے فریابی سے ۳۹۰ھ میں حدیث کا سماع کیا ہے۔ ۱۷

امام علامہ حافظ الحدیث ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری، جامع منہ امام ابو حنیفہ المتوفی ۲۴۰ھ کے جن کو دربار علم سے فن حدیث میں عبد اللہ الامتاز کا ممتاز خطاب ملا تھا جب اپنی مشہور تصنیف کشف الاثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ کا املا کراتے تھے تو آپ کی مجلس الامار میں چار سو مستملی ہوتے تھے۔ خیال کیجئے کہ جب

۱۵ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ سلیمان بن حرب۔ ۱۶ ایضاً تذکرہ فریابی۔ ۱۷ الجواہر المصنیہ فی طبقات الحنفیہ از حافظ عبد القادر قرشی اور الاثار النجینیہ فی طبقات الحنفیہ از محدث ملا علی قاری ان دونوں کتابوں میں امام موصوف کا تذکرہ ملاحظہ ہو، ان دونوں اکابر کے متفقہ الفاظ میں ولما املی مناقب ابی حنیفہ کان یستعمل علیہ اربع مائتہ مستمل، الاثار النجینیہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں ملا علی قاری کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ امام حارثی مشاہیر ائمہ اخاف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانتباه میں آپ کو اصحاب الوجہ میں سے شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں فقہار حقیقہ کا مرجع تھے۔ ۱۸ اصحاب الوجہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان ہے۔ فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابو حنیفہ سے کی تھی اور انھوں نے اپنے والد ماجد امام ابو حنیفہ کبیر سے جو امام محمد کے مشاہیر ثلاثہ میں سے ہیں۔ اور علم حدیث کیلئے آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے مختلف شہروں کا سفر کیا تھا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔ حافظ سمائی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

امام اعظم کے بیان مناقب میں مستفیوں کی یہ تعداد ہوتی تھی تو آپ کی مسند کے درس میں خدا جانے یہ تعداد کہاں سے کہاں جا پہنچی ہوگی۔

اور یہ تو وہ حضرات ائمہ تھے کہ جن کی مجلس درس کے حاضرین کا خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ ہی لیکن بہر حال شمار کر دیا گیا مگر ائمہ شاہیر میں بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن کو خدا نے وہ قبول عام بخشا تھا کہ ان کے حضار مجلس کا شمار بھی دشوار تھا ان ہی خوش قسمت بزرگوں میں صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) بھی داخل ہیں۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشیؒ، ابوجاہر المصنف کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) رحل الی خراسان والعراق والحجاز وادریک الشیوخ۔ اور حافظ جلی کے الفاظ ہیں یعرف بالاساذلہ معرفۃ ہذا الشان (استاذ مشہور میں اور اس فن کی انھیں معرفت حاصل ہے) حافظ سماعنی لکھتے ہیں کان شیخا مکثرا من الحدیث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے) اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصمغ کے ترجمہ میں بعض وفیات متقدمان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے :

وفیہا مات عالم ماوراء النہر ومحمد ثمالام العلامة اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے کہ بڑے الاستاذ الحارثی البخاری الملقب بالاساذلہ جمع مسند ابی حنیفہ الامام ولہ اثنتان وثلاثون سنۃ

یہ مسند کس شان کی ہے اس کے متعلق محدث محمد بن محمود بخاری المتوفی ۵۱۱ھ جامع مسانید الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں۔

ومن طالع مسندہ الذی جمعه للامام ابی حنیفہ علم تھمہ فی علم الحدیث واحاطۃ بمعرفۃ الطرق والمتون - (ص ۲۵ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ (ص ۵ مطبوعہ دارۃ المعارف) میں آپ کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے، بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقیل، حافظ ابوبکر جابی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔ افسوس ہے کہ ایسا بلند پایہ حافظ حدیث اور امام وقت بھی دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا اور بعض متعصب محدثین نے جن کو حنفیہ کی تنقیص میں مزہ آتا ہے ان پر بھی جرح کر ڈالی، بلکہ ابن جوزی نے تو ابو سعید رواس سے آپ کے خعلق بہت ہی سخت دیدار کر نقل کر ڈالا۔ آخر حافظ عبد القادر قرشیؒ کو لکھنا پڑا کہ

عبد اللہ بن محمد اکبر واجل من ابی سعید الخراسانی۔ امام عبد اللہ کا رتبہ ابن جوزی اور ابو سعید دونوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

(کتاب الانساب سماعنی تذکرۃ الحفاظ لسان المیزان، ابوجاہر المصنف، الفوائد البہیہ)

(حاشیہ صفحہ ۱۷) آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے، حافظ ابن ہب نے کتب الحفاظ میں آپ کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل ہے اور اس میں صرف ان ہی خوش قسمت لوگوں کا تذکرہ ہے جو حدیث کے حفاظ شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی۔ سلسلہ نسب یہ ہے عبد القادر بن محمد بن نصر الدین سالم بن ابی الوزار القرشی الحنفی۔ حدیث کی تحصیل اس عصر کے مشاہیر اساتذہ فن سے کی۔ حافظ دیلمی نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ ابن ہب نے آپ کا تذکرہ الامام العلامة الحفاظ کے الفاظ سے کیا ہے، حدیث کے علاوہ فقہ اور دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

واصحاب الامالی الذین روھا عن ابی یوسف امام ابو یوسف سے جن لوگوں نے ان کی امالی کو روایت کیا
لا یحصىون۔ وہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔

امام محمد جب کوفہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے۔ موطا
کی عراق میں اسی مقبولیت کو دیکھ کر سعد بن مالک نے کہا تھا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) علامہ کفوی، طبقات الخفیفہ میں لکھتے ہیں کان عالما فاضلا جامعاً للعلوم
ابن قہر قہر ازہم۔ و تنفق و برع و اقی و حدیث و صنفت و جمع۔ تفقہ حاصل کیا، ممتاز ہوئے، فتویٰ دیا، درس
دیا، تصنیف کی اور مدون کیا۔

بڑے بڑے حفاظ حدیث اور نامور فضلاء نے آپ سے فن حدیث کی تحصیل کی، ابن قہر کی تصریح ہے وحدث و
سمع منہ الحفاظ والعضلاء، شہ میں وفات پائی، اور حسب ذیل نادر تصانیف آپ نے یادگار چھوڑیں۔ (۱) المحاوی
فی بیان آثار الطحاوی (۲) الدر المنیقہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ۔ (۳) الحناہ فی تخریج احادیث
الہدایہ۔ (۴) تہذیب الاسماء الواقعہ فی الہدایہ و الخلاصہ۔ (۵) البستان فی فضائل الشہان۔ (۶) ادبام الہدایہ۔ (۷) الاعتقاد
فی شرح الاعتقالات۔ (۸) الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل (۹) شرح الخلاصہ (۱۰) مختصر فی علوم الحدیث۔
(۱۱) کتاب فی الموقوفہ قلوبہم۔ (۱۲) الرقیات (۱۳) الجوامع المصنیقہ طبقات الخفیفہ (لحوظ اللاحاظ، القوائد الہبیہ)

(حاشیہ صفحہ ۲۴) طے یہ واقعہ امام مالک کی وفات کے بعد کلمہ جس کی تفصیل امام اسد بن فرات اس طرح بیان کرتے
ہیں کہ ہم ایک دن امام محمد بن حسن کے حلقہ درس میں موجود تھے دھنہ ایک شخص گردنوں کو پھلا لگتا ہوا سیدھا امام محمد کے پاس
پہنچا اور ہم نے امام موصوف کی زبان سے یہ کلمات سنے:

انا لله وانا الیہ راجعون مصیبتہ ما اعظمها مات
مالک بن انس امیر المؤمنین فی الحدیث۔

پھر خبر مسجد میں پھیلی اور لوگوں کو امام مالک کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ اسد کا بیان ہے کہ

وکان اذا حدث عن مالک بعد ذلك اجتمع
علیہ الناس وانسدت الیہ الطرق وخبۃ منہم

فی حدیث مالک و اذا حدث عن غیرہ لم
یجئہ الا الخواص۔ رتبہ الامانی از محدث

کوثری، نقلاً عن معالم الایمان ۲۸

غالباً اسی زمانے کے قریب امام شافعی بھی تحصیل علم کی غرض سے آپ کے استاد پر حاضر ہوئے تھے کیونکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

کان یوم بن الحسن اذا حدث عن مالک استلأ
منزلہ وکثروا حتی یضیق بہم الموضع و اذا حدث

عن غیرہ لم یأتہ الا البسیر۔ (مناقب ابی حنیفہ
وصاحبہ للذہبی، ص ۵۲ طبع مصر)

قدرتی طور پر امام محمد کو لوگوں کا یہ طرز عمل گراں گزرتا تھا، امام شافعی کا بیان ہے کہ ایک بار وہ حاضرین سے اس انداز
میں شکوہ فرماتے تھے۔
ما اعلم احدنا اسواء علی اصحابہ منکم اذا
میرے علم میں تم سے بڑھ کر اپنے شیوخ کا ناقدر کوئی نہیں، جب میں
(باقی صفحہ آئندہ)

و ما به اهل الحجاز تفاخروا * ان الموطا فی العراق محبب
اور منجملہ ان باتوں کے کہ جن پر اہل حجاز کو فخر ہے ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا، عراق میں محبوب ہے۔ لہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ حدیثکم عن مالک
ملا تدر علی الموضوع واذا حدیثکم عن اصحابکم
انما تاتون متکارہین۔ (حوالہ بالا)

مگر اہل کوفہ اس سلسلہ میں مجبور تھے کیونکہ ان کے شیوخ کی حدیثوں سے سارے عراق بھرا پڑا تھا اور ان شیوخ کے تلامذہ ہر جگہ
بکثرت موجود تھے جن میں بہت سے وہ بھی تھے کہ جو امام محمد سے طبقہ میں بڑے تھے ایسی صورت میں کوفہ کے دیگر اساتذہ کے حلقہ
درس کو چھوڑ کر ان کے یہاں آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی چنانچہ جب تک امام مالک زندہ رہے اور لوگوں کو یہ امید رہی کہ خود ان
کی خدمت میں جا کر موطا کا سماع کیا جاسکتا ہے اس وقت تک امام محمد کے یہاں موطا کے درس میں بھی وہ هجوم نہیں ہوتا تھا، لیکن اب
امام مالک کی وفات کے یک دم بعد چونکہ کوفہ میں امام موصوف کے تلامذہ میں سے کوئی اس پایہ کا جلیل المرتبت شخص موجود نہ تھا
اس لئے ان کے آستانہ پر طالبان حدیث مالک کا هجوم ایک قدرتی امر تھا۔

اور کوفہ ہی کی کیا تخصیص ہے غور سے دیکھا جائے تو چہنچہ بھی لوگوں نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے ان میں
کوئی بھی جلالت شان میں امام محمد کا ہمسر نہیں، بلاشبہ امام شافعی بھی موطا کے رواق میں داخل ہیں لیکن قطع نظر اس بات کے کہ
ان سے موطا کا کوئی نسخہ مروی نہیں، ان کو بھی امام محمد سے وہی نسبت ہے جو امام مالک سے ہے کیونکہ امام شافعی نے ہر دو ائمہ سے
یکساں فیض اٹھایا ہے۔ اور گواہوں نے امام محمد سے حدیث کا علم بھی بہت کچھ حاصل کیا تھا (اور اپنی تصانیف میں جا بجا ان
کی احادیث بطور سند بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں تصریح ہے۔

واما الشافعی رحمہ اللہ فاحقر محمد بن الحسن اور امام شافعی رحمہ اللہ سوا انھوں نے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ
فی الحدیث۔ (ص ۵۹ طبع مصر)

لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ فقہ میں وہ خاص طور پر امام محمد ہی کے تربیت یافتہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حد سے
زیادہ ان کی تعظیم کرتے اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث خطیب بغدادی
اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں

امن الناس علی فی الفقہ محمد بن الحسن۔ فقہ کے بارے میں محمد پر سب سے زیادہ احسان محمد بن حسن
کا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۶۱ طبع مصر)

اور حافظ سمعانی، بولطی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں۔
اعانتی اللہ برجلین بآبن عیینہ فی الحدیث اسرقانی نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ

و بھن فی الفقہ (بلوغ الامانی ص ۲۳) کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔
آج بھی موطا کے دوسے نسخے متداول ہیں ایک یحییٰ بن یحییٰ مصری کا اور دوسرا امام محمد کا جن کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں:

کان من یجوز العلم والفقہ قویاً فی مالک۔ علم اور فقہ کے سمندروں میں سے تھے اور مالک کی روایت میں
ربزان الاعتدال ترجمہ امام محمد) قوی۔

امام مالک کے سارے تلامذہ میں امام محمد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے امام مالک کی ساری حدیثوں کو خود ان کی
زبان سے سنا تھا، ورنہ عام طور پر امام مالک کے یہاں شاگرد پڑھتے تھے اور وہ خود سنتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو موطا
کے سماع میں پورے تین سال لگے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۵) لہٰذا یہ شعر سعدون کے مشہور قصیدہ کا ہے جو اس نے موطا کی تعریف میں نظم کیا ہے۔ سعدون کا قصیدہ
۴۴

۴۴ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔

دفعہ کیوں جائے خود امام ابن ماجہ کے شیوخ میں حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور ان کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ اس پایہ کے محدث گذرے ہیں کہ جن کے حلقہ درس میں تیس تیس ہزار نفوس کا اجتماع ہوتا تھا۔ چنانچہ ابو الفرج عبد الرحمن بن جندی، مناقب الامام احمد بن حنبل میں ابراہیم بن محمد بن عرقہ سے بسند نقل کرتے ہیں کہ:

”مسئلہ جبری میں خلیفہ المتوکل عباسی نے جن فقہاء اور محدثین کو طلب کیا تھا ان میں مصعب زہری، اسحق بن ابی اسریل، ابراہیم بن عبد اللہ مروی اور ابو شیبہ کے دونوں صاحبزادے عبد اللہ اور عثمان بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان حضرات کو صلہ تقسیم کئے گئے اور ان کے لئے مدد معاش مقرر کی گئی، اور متوکل نے ان سے فرمائش کی کہ نفع عام کے لئے یہ اپنی مجالس درس قائم کریں اور لوگوں سے وہ حدیث بیان کریں کہ جن میں معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے، نیز روایت باری کی احادیث بھی روایت کریں۔“

چنانچہ عثمان بن ابی شیبہ نے مدینۃ المنصور (بغداد کے غریب حصے) میں مجلس درس منعقد کی، ان کے لئے منبر نصب کیا گیا اور تیس ہزار کے قریب لوگ ان کے درس میں جمع ہو گئے اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے مسجد صافہ (بغداد کے شرقی حصہ کی جامع مسجد جو بہت بڑی تھی) میں اپنی مجلس درس قائم کی تو ان کے یہاں بھی تیس ہزار ہی کے قریب لوگ اکٹھے ہو گئے۔“ لے

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس زمانہ میں حدیث پاک کا عامہ مسلمانوں میں کیا ذوق و شوق تھا۔ اور اس کی کیسی سچی طلب تھی۔ محدثین اور حفاظ حدیث کی کثرت کا اس زمانہ میں کیا عالم ہو گا اس کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ امام ابو داؤد سجستانی فرماتے ہیں کہ حافظ مسلم بن ابراہیم فراسیدی بصری المتوفی ۲۴۱ھ نے تقریباً ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھیں اور سفر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یعنی ایک ہی شہر میں ایک ہزار کے قریب ان کو ایسے اساتذہ حدیث مل گئے کہ جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے۔ اور حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ تاسعہ جس کے بعد وائے طبقہ میں امام ابن ماجہ کا شمار ہے) کے ایک سو چھ حفاظ حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

ولقد کان فی هذا العصر وما قاربہ
من ائمة الحدیث النبوی خلق کثیر
وما ذکرنا عشر ہم واکثرہم مذکورہ
فی تاریخہ۔ لے

اس دور میں اور جو اس کے قریب کا دور تھا، حدیث نبوی کے اماموں کی ایک بڑی خلقت موجود تھی جن کا ہم دسواں حصہ بھی ذکر نہ کر سکے اور ان میں سے اکثر کا تذکرہ میری تاریخ میں آگیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر محدثین کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی، عللہ سلف میں ایسے بہت سے گذرے ہیں کہ جن کے اساتذہ ایک ہزار سے اوپر تھے بلکہ بعض بعض کے شیوخ کی تعداد تو چار ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ عباس بن مصعب نے تاریخ مروی میں امام عبد اللہ بن مبارک کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر ایک ہزار سے روایت کی۔ عباس کا بیان ہے کہ ان میں سے

۱۔ مناقب احمد ص ۳۵۷ و ۳۵۸ طبع مصر۔ ۲۔ تہذیب التہذیب، تذکرہ مسلم بن ابراہیم۔ ۳۔ ج ۲ ص ۸۲ طبع جدید۔ ۴۔ امام عبد اللہ بن مبارک کا شمار بھی ”صاحبین“ یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرح مذہب حنفی کے مجتہدین میں ہوتا اور فقہ حنفی کی کتابوں میں عام طور پر ان کے اقوال اور روایات منقول ہیں۔

آٹھ سو شیوخ کی روایات مجھے بھی ملی ہیں۔ صدر الائمہ کی شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی زنجری سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حفص صغیر کے زمانے میں ایک بار خفیوں اور شافعیوں میں اس بات پر بحث چھڑ گئی کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی، ان دونوں میں افضل کون ہے۔ امام ابو حفص نے فرمایا کہ دونوں کے اساتذہ شمار کر لو۔ چنانچہ امام شافعی کے اساتذہ کو شمار کیا تو اسی ہوئے پھر امام اعظم کے مشائخ کا حساب لگایا تو چار ہزار نکلتے۔ حافظ کبیر ابو طایسی المتونی سنہ ۱۰۰۰ھ میں نے ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کتبت عن الف وثمانین نفساً لیس فیہم میں نے ایک ہزار اسی نفوس سے حدیثیں لکھی ہیں اور ان میں الا صاحب حدیث۔ ۵ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو محدث نہ ہو۔

حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان قسوی المتوفی ۲۰۵ھ کا بیان ہے کہ میں نے تیس سال مسلسل رحلت میں بسر کئے اور ایک ہزار سے زائد ایسے شیوخ سے حدیثیں نقل کیں جو سب کے سب ثقہ تھے۔ ۱۵ مسلمانوں کے زمانہ عروج میں محدثین طلب حدیث کے لئے جن مقامات کی طرف رحلت کیا کرتے تھے

۱۵ تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ عبد اللہ بن مبارک۔ ۱۵ زنجری (فتح زاد اور ہر دو کو کون فون و فتح جم) زنجری کی طرف نسبت ہے جو زنگر کا معرب ہے۔ یہ بخارا کا ایک گاؤں تھا۔ آپ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اطالہ میں سے ہیں جو مشہور صحابی ہیں، فقہ کی تعلیم آپ نے شمس الائمہ حلوانی سے حاصل کی تھی اور اس فن میں وہ کمال پہنچایا تھا کہ اس دیار میں آپ ابو حنیفہ اصغر کہلاتے تھے۔ فقہ حنفی کے حفظ میں ضرب المثل تھے اور روایات اس درجہ اذیتیں کہ طالب علموں کی خواہش ہر فقہ کا درس جہاں سے چاہتے بغیر کتاب کے مطالعہ اور اس کی طرف مراجعت کے شروع کر دیتے تھے۔ فقہاء کو جب کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے فیصلے کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔ فقہ کے علاوہ حدیث، تواریخ اور انساب آپ کے خصوصی فن تھے۔ حافظ سمعانی لکھتے ہیں وکان من معرفۃ بالانساب والتواریخ۔ عرطویل پانی اور حدیث کی خوب نشر و اشاعت کی۔ ۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور شعبان ۲۸۵ھ میں وفات ہوئی۔ سمعانی کے الفاظ ہیں:

عمر العمر الطویل جق انت شرعہ العلم وحدث بالکثیر واصلی۔ اتنی عرطویل پانی کہ علم کی آپ سے خوب نشر و اشاعت ہوئی حدیث کا بہت زیادہ درس دیا اور اہل کرائی۔

سمعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کتابیں آپ کے پاس اتنی عالی سند سے تھیں کہ ان کی روایت ہم کو صرف انہی سے مل سکی منجملہ ان کے ایک صحیح بخاری (بروایتہ عن ابی اسمعیل احمد بن علی الابیوردی سند مستوار بعین طریق مائتہ عن ابی علی اسمعیل بن احمد النکشانی عن القزیری عن البخاری) اور دوسری کتاب اللؤلؤیات مصنف ابو طایس محول بن الفضل النسفی (بروایتہ عن ابی القاسم میمون بن علی بن میمون المیمونی عن ابی بکر احمد بن محمد بن اسمعیل البخاری) الی اسمعیل عن المصنف) حافظ سمعانی کو آپ نے ۲۰۵ھ میں حدیث کی اجازت لکھ کر دی تھی، بعد کو سمعانی نے آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت کے واسطے سے آپ سے احادیث کی روایت کی سمعانی نے کتاب الانساب، ذیل تاریخ بغداد اور اپنی نجم شیوخ میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے اور آپ کے شیوخ و تلامذہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (الجواہر المصنیۃ، کتاب الانساب)

۱۵ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ۱ ص ۳۸۔ ۱۵ تذکرۃ الحفاظ از جہ ابو طایسی۔ ۱۵ مقدمہ فتح الباری ص ۲۷۹ طبع میر مصر۔ ۱۵ تہذیب التہذیب، ترجمہ قسوی مذکور۔

حافظ ذہبی نے ان ممالک اور اضلاع کے بیان میں ایک مستقل رسالہ سپر قلم فرمایا ہے جس کا نام ہے الامصار
ذوات الآثار یعنی "حدیثوں کے شہر" یہ پورا رسالہ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوثیح لمن ذم الناس میں نقل
کر دیا ہے۔ اس میں جن مقامات کے نام خصوصیت سے مذکور ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، بیت المقدس،
دمشق (جس سے یہاں پورا ملک شام مراد ہے) مصر (جو ایک وسیع مملکت ہے) اسکندریہ، بغداد، حمص، کوفہ،
بصرہ، یمن (جس میں اس زمانہ میں تہامہ اور نجد بھی داخل تھا) اندلس (جس میں قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، بلنسیہ
جیسے علی مرکز تھے) اقلیم مغرب (یعنی افریقہ جس کا صدر مقام قیروان تھا اور جس میں بجایہ، تلمسان، قاس
اور مراکش بھی داخل ہیں) جزیرہ (جس کا سب سے بڑا شہر موصول تھا اور جس میں تیج، بلس، ہما، حران اور رقیہ
جیسے شہر بھی تھے جہاں کی خاک سے بڑے بڑے حدیثیں پیدا ہوتے) دیور، حیدان، رے۔ قزوین، جرجان
نیشاپور، طوس، ہرات، مرو، بلخ، بخارا، سمرقند، شاف، فراب، خوارزم، شرار، کرمان، سجستان،
ایران، تشر، قومس، وامغان، سمنان، ہسٹام، قہستان، زنجان، اہر، عراق، فارس، ایران، جیلان
آرمینیہ، آذربائیجان، جبال، خراسان، اصفہان۔

امام ابن ماجہ نے طلب حدیث میں کن کن ملکوں کا سفر کیا، مورخین نے اس سلسلہ میں حسب
ذیل ممالک کے نام بالتصریح لکھے ہیں، خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، اور شہروں میں خصوصیت کے
ساتھ رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، اور دمشق کا ذکر کیا ہے چنانچہ حافظ ابوعلی غلیلی لکھتے ہیں
ارتحل الى العراق ومصر والشام۔ کہ
ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔

اور حافظ ابن جری رخصت ازہیں:

رجل الى مكة والبصرة والكوفة وبغداد و
الشام ومصر والري۔ کہ

اور مورخ شمس الدین بن خلکان کے الفاظ ہیں،

ارتحل الى العراق والبصرة والكوفة وبغداد و
مكة والشام ومصر والري نكتب الحديث۔ کہ
اور حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

سمع بخراسان والعراق والحجاز ومصر والشام
وغیرہا من البلاد۔ کہ

تاریخ درجال کی کتابوں میں تو عام طور پر ان ہی ملکوں اور شہروں کے نام مذکور ہیں، لیکن حافظ ابن حجر
نے جو انہیں تصریح کی ہے وغیرہا من البلاد اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک

۱۔ کتب مذکورہ ص ۱۳۶ لغایت ۱۳۶۔ طبع دمشق ۱۳۳۱۔ کہ البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۸۸ طبع
۲۔ التلخیص فی تاریخ الملوک والامم ج ۵ ص ۹۰۔ طبع دائرة المعارف جلد ۱۲۰۰۔ کہ دقیات الاعیان، تذکرہ
امام ابو ماجہ۔ کہ تہذیب التہذیب، ترجمہ امام مصروف۔

محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چنانچہ امام موصوف کے شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ حسب ذیل مقامات کے رہنے والے یا نزیل تھے۔ اصفہان، ابرار، ایلہ، باکسیا، بالس، بغداد، بصرہ، شہ، بیت المقدس، تیس، طبرستان، حران، حدیثہ، حمص، دمشق، طمعان، رقه، رثہ، رے، سامرا، سنان، عسقلان، کوفہ، مدینہ، مکہ، مرقہ، مصر، نیشاپور، ہمدان، واپسٹ افسوس ہے کہ تاریخ کی کتابوں سے یہ بالکل پتہ نہیں چلا کہ امام ابن ماجہ نے اس مبارک سفر میں پہلے کن ملک کا رخ کیا اور وطن سے نکل کر پہلے کن شہروں میں تحصیل کی غرض سے قیام فرمایا۔ بہر حال ترتیب سفر کچھ بھی رہی ہو، یہی وہ اضلاع و ممالک تھے جو اس زمانے میں علوم دینیہ کے مرکز تھے۔ بالخصوص حرین، کوفہ، بصرہ، اور شام تو وہ مقامات ہیں جہاں سے علم نبوی کے چشے اہل اہل کرسارے عالم میں رواں ہوئے ہیں حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فہنہ الامصار الخمسة، الحجاز والعراق سورہ پانچ شہر، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام وہ ہیں والشام ہی التي خرج منها علوم النبوة من العلوم جہاں سے علوم نبوت، علوم ایمانی، علوم قرآنی اور علوم الایمانیۃ والقرانیۃ والشرعیۃ۔ ۱۰ فریعت نکلتے ہیں۔

مدینہ طیبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور نبوت کی اخیر قرار گاہ تھا، اسلئے علم نبوت کا اصل مخزن اور منبع و معدن ہونے کا فخر اسی مبارک شہر کو حاصل ہے، چنانچہ عہد نبوی سے لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز ہی تھا، بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہو گیا ہوگا اس کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی۔ تاہم امام مالک کے زمانہ تک اس کا علمی امتیاز مسلم تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح موطا میں فرماتے ہیں:

بایدانست کہ مدینہ مشرفہ و دوزان او پیشتر از زمان متاخر جاننا چاہئے کہ مدینہ شریف امام مالک کے زمانہ میں اخیر دورہ بلاشبہ مرجع فضلاء و محط رجال علماء بودہ است۔ ۱۱ سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرد گاہ تھا۔ اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

دارالہجرة مدینہ میں عہد صحابہ میں قرآن و سنن کا علم بہت زیادہ تھا اور زمان تابعین میں فقہاء ساجدہ

۱۲ منابع السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعہ والتقدیر ج ۳ ص ۱۴۲ طبع میر مصر۔ ۱۳ مصنفی ج ۱ ص ۶ طبع دہلی ۱۲۳۶ھ ۱۴ حافظ عبد القادر قرطبی، فرماتے ہیں:

فقہاء ساجدہ (حسب ذیل حضرات ہیں) سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، خازم بن زید بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقیب بن مسعود، سلیمان بن یسار، اور ساتویں کی تعین میں تین اقوال ہیں: (۱) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، حاکم ابو عبد اللہ نے اکثر علماء حجاز کا یہی قول نقل کیا ہے۔ (۲) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، یہ ابن مبارک کا قول ہے۔ (۳) ابوبکر بن عبد الرحمن

جیسے حضرات موجود تھے، صفار تابعین کے دور میں عبید اللہ بن عمر، ابن ابی ذئب، ابن عجلان اور جعفر صادق تھے، پھر امام مالک، قاضی مدینہ نافع، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن بلال، اور اسمعیل بن جعفر ہوئے۔
اسی کے بعد قاضی کی تصریح ہے کہ

ثم تناقص العلم جدا بما في الطبقة التي
بعدهم ثم تلاشي۔
پھر ان کے بعد علم طہق میں وہاں علم بہت ہی کم ہو گیا اور
اس کے بعد تو بالکل ہی جاتا رہا۔

اسمعیل بن جعفر کی وفات سنہ ۱۸۱ میں ہوئی اور ابراہیم بن سعد اگرچہ ان کے تین سال بعد تک زندہ رہے
مگر وہ اخیر عمر میں بغداد میں قاضی ہو گئے تھے، اسی لئے یوں سمجھا جاوے کہ سنہ ۱۸۱ تک مدینہ طیبہ کی حیثیت دارالعلم
کی باقی تھی، امام مالک کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وثوق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے۔
امام ابن ماجہ کا زمانہ اگرچہ مدینہ شریف کے علمی انحطاط کا زمانہ ہے تاہم ابھی تک وہ محدثین سے

ربقہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ بن الحارث بن ہشام، یہ ابو الزناد کا قول ہے اور اسی قول کے مطابق کئی ضاعف
نے ان سب کو جمع کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:

الا ان من لا يقتدى بأئمة
فقد ضل من الحق خارجه
فخذهم عبيد الله عروة قاسم
سعيد أبو بكر سليمان خارجه
عبيد الله بن عتبة بن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں، اور ان سے زہری اور ابو الزناد، سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی۔ سووی لہ الجمعۃ (یعنی ساری)
ارباب صحاح ستہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔
عروہ بن الزہری، حوام اپنے والد ماجد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی
اولاد اور زہری اور ایک خلعت نے روایت کی ہے۔ سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری
سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی سووی لہ الجمعۃ۔
سعيد بن المسيب، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام
زہری، سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ۔

أبو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور امام زہری، سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی۔ سووی لہ الجمعۃ
سليمان بن يسار، امام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، امام المؤمنین اور حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے محمد بن سعید اور سعید بن مسدد میں وفات پائی۔ سووی لہ الجمعۃ۔
خارجہ بن زيد بن ثابت، اپنے والد ماجد اور حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں اور ان سے
ان کے صاحبزادے سلیمان، سنہ ۱۸۱ میں وفات پائی، سووی لہ الجمعۃ (الحوار المحض ص ۲۸۱ و ۲۸۲)

یہ ساتوں فقہ اکرام وہ ہیں جو اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ میں علم فقہ و حدیث کا مرجع تھے۔ امام ابن مبارک کا بیان ہے کہ جب کوئی
مسئلہ آئے سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ ان کے سامنے پیش ہو کر طے نہ ہو جاتا، قاضی اس کی بابت
کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا۔ (فتح المغیث از سخاوی ص ۳۹۹ طبع لکھنؤ ہند)

بالکل خالی نہیں ہوا تھا اور امام مالک اور ان کے معاصر علماء مذکورین کے اخیر تلامذہ علم کی آخری بہار دکھا رہے تھے چنانچہ ان ہفتا ہل علم میں جن حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا وہ درج ذیل ہیں۔

حافظ ابو مصعب زہری احمد بن ابی بکر العوفی المدنی، حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: احد الاثبات وشيخ اهل المدينة وقاضيه ومحدثهم فقہ میں امام مالک کے شاگرد ہیں اور موطا کے اخیر راویوں میں سے ہیں، ابن خرم نے تصریح کی ہے کہ ان کے نسخہ موطا میں اور نفل کی بہ نسبت سو حدیثیں زیادہ ہیں۔ بجز نسائی کے سب مصنفین صحاح ستہ کو آپ سے براہ راست تلمذ حاصل ہے۔ سنہ ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۰ سال کی عمر میں جب کہ آپ مدینہ طیبہ میں عہدۂ قضا پر فائز تھے سنہ ۳۲۲ھ میں قضا کی۔

حافظ ابراہیم بن المنذر ابو اسحق الحزامی الاسدی المدینی، مدینہ منورہ کے تمام شیوخ میں ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو امام المحدث الثقة لکھا ہے۔ امام بخاری بھی ان کے شاگرد تھے، محرم ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

حافظ اسحق بن موسیٰ الانصاری الحطی المدینی ابو موسیٰ قاضی نیشاپور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ الفقیہ الحافظ الثبت جیسے شاندار اوصاف کے ساتھ شروع کیا ہے۔ حدیث میں یہ سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن حرب اور معین بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں اور ان سے امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ واضح رہے کہ امام ترمذی جہاں اپنی جامع میں حدیث انصاری کہتے ہیں یہی مراد ہوتے ہیں، ابو حاتم رازی، امام نسائی اور خطیب بغدادی نے ان کو ثقہ کہا ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان من ائمة الحديث صاحب سنة۔ سنہ ۲۳۲ھ میں دمشق سے لوٹے ہوئے بمقام جوہیہ جو محض کا ایک قصبہ ہے وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان تینوں حضرات کا شمار تو حفاظ حدیث میں ہے اور باقی شیوخ یہ ہیں (۱) بکر بن عبد الوہاب المدنی خواہر زادہ واقدی المتوفی بعد ۲۵۰ھ (۲) حسن بن داؤد ابو محمد المدنی المنکدری المتوفی ۲۳۶ھ (۳) محمد بن عبید بن میمون المدنی التبان۔

لکھ معظمہ

وہ حرم پاک جہاں سے وحی نبوت کا آغاز ہوا اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تیرہ سال گزارے، اسلام کی ابتدائی دو صدیوں پر بھی دارالعلم تھا، ذہبی لکھتے ہیں۔

عہد صحابہ میں یہاں علم کم تھا پھر صحابہ کے اخیر دور میں اس کی کثرت ہوئی اور اسی طرح عہد تابعین میں مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، اور ابن ابی ملیکہ اور پھر ان کے شاگردوں کے دور میں عبداللہ بن ابی مجیح، قاری ابن کثیر، حنظلہ بن ابی سفیان اور ابن جریر، اور ہارون رشید کے وقت میں مسلم زنجی، فضیل ابن عیینہ، ابو عبد الرحمن مرقی، ازرقی، حمیدی اور سعید بن منصور جیسے علما ہوئے ہیں۔

اس کے بعد حافظ قرسی کے الفاظ میں:

ثم في اثناء المائة الثالثة تناقص علم الحرمين
پھر تیسری صدی کے درمیان میں حرمین کا علم تو گھٹ گیا اور
و کثر بغیر ہما۔
دوسرے مقامات میں کثرت سے ہو گیا۔

امام بخاری کو حرمین کے علم پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ انھوں نے اپنی صحیح میں
ایک مستقل باب باندھا ہے "باب ما ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اہل العلم وما
اجتمع علیہ ائمہ فان مکة والمدینۃ" علامہ کرمانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ

عبارة البخاری مشعرة بان اتفاق اہل
امام بخاری کی عبارت یہ بتاتی ہے (کہ ان کے نزدیک) اہل
حرمین کے کسی مسئلہ پر متفق ہو جانے سے اجملع منعقد ہو جاتا ہے۔
الحرمین اجماع۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ

لعله اراد الترجیح لا دعوی الاجماع۔
شاید امام موصوف کا مقصد (وہاں کے مسئلہ کی) ترجیح ہونہ کہ
اس کے متعلق اجملع کا دعوی۔

بہر حال امام بخاری کی عبارت کا چاہے کچھ بھی مطلب نکالا جائے اتنی بات ظاہر ہے کہ اختلافی مسائل
میں ان کے نزدیک وہی مسئلہ قابل ترجیح ہے جس پر علماء حرمین متفق ہوں۔

فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۲۵۷ طبع میر مصر۔ ۱۳۵۰ مریہ طیبہ کے بابوں میں تو ظاہر ہے کہ تمام اکابر
صحابہ جو علوم نبوی کے خازن و امین تھے ایک زمانے میں یہیں جمع تھے، لیکن اہل مکہ کے اجملع کا دوسرا اسلامی شہروں کے
اجملع کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہونا اس کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جس پایہ کے علماء یہاں موجود تھے اور شہروں کی
بھی تھے۔ علاوہ ازیں مہاجرین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم صحبت یافتہ تھے ان میں سے پھر کسی ایک نے کہ مکرّمہ
آکر دوبارہ قیام نہیں کیا کیونکہ اس کی ان کو شرف اجازت تھی، علم کا شیور بھی وہاں صحابہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے
چنانچہ وہاں کی جو کچھ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کے دم سے تھی، وہاں مریہ طیبہ میں
جب تک کہ صحابہ کا اجتماع رہا اور وہ بلاد و امصار میں متفرق نہیں ہوئے اس وقت تک بے شک اہل مریہ کا کسی مسئلہ پر متفق
ہو جانا یقیناً تمام مسلمانوں کے لئے اس مسئلہ کی ترجیح کے لئے کافی ہے لیکن بحث اس میں ہے کہ جب صحابہ کی بڑی کثرت سے
دوسرے شہروں میں جا بے آیا اس وقت بھی کسی مسئلہ کے متعلق اہل مریہ یا اہل حرمین کے اتفاق اور تعامل کی وہی حیثیت باقی
رہتی ہے یا نہیں، اس بارے میں امام بخاری کی رائے آپ کی نظر سے گزری، اب دوسرے علماء کی رائے ملاحظہ فرمائیے، حافظ
ابن حجر عسقلانی فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں باب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں:

وفضل المدینۃ ثابت لا یحتاج الی اقامۃ دلیل
خاص..... وانما المراد هنا تقدم اهلها
فی العلم علی غیرہم فان کان المراد بذلك
تقدمہم فی بعض الاعصار وهو العصر
الذی کان فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقیم
بہا فیر والعصر الذی بعدہ من قبل ان
یتفرق الصحابة فی الامصار فلا شک فی تقدیم
مریہ شریف کی فضیلت و اوقات ہے جس کے لئے کسی خاص
دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں، یہاں جو کچھ مقصود ہے
وہ صرف یہ ہے کہ اہل مریہ کا تقدم علی دوسروں پر ثابت ہو
سواء کسی خاص زمانہ میں ان کی فوقیت مراد ہے یعنی جس زمانہ
میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرماتے تھے نیز آپ کے
بعد کا وہ زمانہ کہ جو صحابہ کے دوسرے شہروں میں منتقل ہونے
سے پہلے پہلے کا تھا (باقی بر صفحہ ائمہ)

تیسری صدی ہجری میں اگرچہ مدینہ طیبہ کی طرح مکہ معظمہ کی بھی وہ پہلی سی علمی رونق باقی نہ رہی تھی تاہم بقایائے اہل علم میں سے جن حضرات کی بدولت ابھی ندرگوں کی یاد تازہ تھی ان میں حسب ذیل حفاظ حدیث کا شمار ہے۔

تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان دونوں مذکورہ زمانوں میں وہاں کے علماء کو دوسرے مقامات کے علماء پر فوقیت تھی اور یہی چیز احادیث باب وغیرہ سے مستفاد ہوتی ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہزاران میں علمی لحاظ سے فوقیت حاصل ہے تو یہ بات محل نزاع ہے اور ایسے عام ادعا کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) (العصرین)
المدن کورین علی غیرہم وہوالذی یستفاد من
احادیث الباب وغیرہا وان کان الملکداستمر
ذلک بحجیم من سکنتہا فی کل عصر فهو محل
النزاع ولا سہیل الی تعمیم القول بذلک۔

(ج ۱۳ ص ۲۶۳)

اور علامہ ابن القیم، اعلام الموقعین میں ارقام فرماتے ہیں:-

ترجمہ اقوال کے سلسلہ میں دیواروں، مکانات اور جگہوں سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اثر تو وہاں کے اہل اور باشندوں کا ہوتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قرآن پاک نازل ہوا اور وہ اس کی صحیح مراد کے جاننے والے ہیں اور علم کے اس مقام پر فائز ہیں کہ جو ان کے بعد والوں کو نصیب نہ ہو سکا لہذا جس طرح وہ فضیلت اور دین میں مقدم ہیں اسی طرح علم میں بھی مقدم ہیں اور ان ہی کا عمل ایسا عمل ہے کہ جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اب صورت حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مدینہ شریف سے منتقل ہو کر دوسرے شہروں میں پھیل گئے، بلکہ مدینہ کے اکثر علماء جیسے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن مسعود، عبادہ بن الصامت، ابو الدرداء، عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کوفہ، بصرہ اور شام چلے گئے تھے۔

کوفہ اور بصرہ کی طرف تقریباً تین سو سے زیادہ صحابہ منتقل ہوئے اور اتنے ہی شام اور مصر کی طرف، سو سے کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ کا عمل جب تک یہ مدینہ میں ہو تو حقائق کے نکتے ایسا معتبر ہو کہ اگر دوسروں سے اختلاف ہو تو حقائق کے عمل کا اعتبار نہ ہو، پھر جو ہی انہوں نے مدینہ کی دیواروں کو چھوڑا وہاں رہ جانے والوں کا عمل معتبر قرار پایا اور وہاں سے منتقل ہونے والوں کا اختلاف غیر معتبر ہو گیا۔ یہ ایک مستحب بات ہے، جلالہ وہاں باقی رہ جانے والوں کے عمل کو (باقی صفحہ آئندہ)

والجہد للذات والمساکن والبقاع لا تأثیر لہا فی ترجمہ الاقوال، وانما التأثير لہا وسکانتھا، ومعلوم ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد التanzیل وعرفوا التاویل وظفر وامن العلم عالم یظفر بہ من بعدہم فہم المقدمون فی العلم علی من سواہم کما ہم المقدمون فی الفضل والدين وعلمہم هو العمل انذی لا یخالف وقلا تنقل اکثرہم عن المدینۃ و تفرقوا فی الامصار بل اکثر علما تھا صاروا الی الکوفۃ والبصرۃ والشام مثل علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ وابی موسیٰ وعبداللہ بن مسعود وعبادۃ بن الصامت وابی الدرداء وعمر بن العاص ومعاویۃ بن ابی سفیان ومعاذ بن جبل وانتقل الی الکوفۃ والبصرۃ نحو ثلثمائۃ صحابی ونیعت والی الشام ومصر نحو مہم فکیف یکون عمل هؤلاء معتبرا ما داموا فی المدینۃ فاذا خالفوا غیرہم لم یکن عمل من خالفوا معتبرا فاذا قاروا بحد ران المدینۃ کان عمل من بقی فیہا هوالمعتبر ولم یکن خلاف من انتقل عنہا۔ اعتبارا ہذا من الممتنع وليس جعل عمل الباقین معتبرا اولی من جعل عمل المفارقین معتبرا

حافظ خلوانی امام ابو محمد حسن بن علی بن محمد الخلال، اصل میں تو ہے حلوان کے رہنے والے ہیں جو عراق کا مشہور شہر ہے مگر بعد کو مکہ معظمہ میں اقامت گزیر ہو گئے تھے اسی نے یہ محدث مکہ کہلاتے ہیں۔
 ذہبی لکھتے ہیں صنف وتعب فی هذا العلم (یعنی انھوں نے اس علم میں تصنیف کی ہے اور مشقت اٹھائی ہے) ابراہیم بن اورمہ کہا کرتے تھے کہ آج دنیا میں صرف تین حافظ حدیث باقی ہیں، خراسان میں ذہبی، اصفہان میں ابن القرات اور مکہ مکرمہ میں خلوانی۔ بجز خراسانی کے چار مصنفین صحاح ستہ آپ کے شاگرد ہیں یعقوب بن شیبہ کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان ثقة ثبتا متقنا۔ ابن عدی نے لکھا ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی تھی، مسئلہ میں وفات پائی۔

حافظ زبیر بن بکارجہ ابو عبد اللہ بن ابی بکر قریشی اسدی مکی۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ النسابة قاضي مكة، خطيب لکھتے ہیں کان ثقة ثبتا عالما بالنسب واخبار المتقدمين قریش کے نسب پر ان کی تصنیف مشہور ہے، یہ اصل میں مدینہ کے رہنے والے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے بعد کو مکہ معظمہ میں قاضی ہو گئے اور وہیں چوبیس سال کی عمر میں ۱۶۵ھ میں انتقال کیا۔ مصنفین صحاح ستہ میں بجز امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں ہے۔

معتبر قرار دینا وہاں سے منتقل ہو جانے والوں کے عمل کو معتبر قرار دینے سے اولیٰ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی منقطع ہو چکی اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور چیز باقی نہ رہی لہذا جس کے پاس سنت ہے اسی کا عمل حقیقت میں معتبر ہے پھر عمل غیر معصوم کی بنا پر سنت معصومہ کو کس طرح ترک کیا جاسکتا ہے۔

پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ ذرا یہ تو دیکھئے کہ اگر کسی ایسے شہر والوں کا کہ جہاں صحابہ منتقل ہو گئے تھے وہاں کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق کوئی عمل مستمر چلا آتا ہے تو اس عمل میں اور اہل مدینہ کے اس عمل میں کہ جو مدینہ کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق برابر جاری ہے کیا فرق ہے، حالانکہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کی طرف منسوب ہوتا ہے، پھر یہ کیا کتاب کا وہ قول اور فعل تو موجب عمل ہو کہ جس کو وہ حضرات بتائیں کہ جو مدینہ میں ہوئے اور وہ قول اور فعل موجب عمل ہو کہ جس کو دوسرے بیان کریں اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ عمل اہل مدینہ کے ساتھ نص بھی موجود ہو ورنہ جس صورت میں کہ اوہوں کے پاس نص ہو اور اہل مدینہ کے پاس اس کے مقابلہ میں کوئی نص بھی نہ ہو محض عمل ہی عمل ہو تو اس صورت میں کیا ہو گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) فات
 الوحی انقطع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبق الا کتاب اللہ وسنت رسولہ فمن کانت السنۃ معہ فعملہ هو العمل المعتبر حقاً ثم کیف یترفع السنۃ المعصومۃ لعمل غیر المعصوم۔

ثم یقال ارایتم لو استقر عمل اهل مصر من الامصار التي انتقل اليها الصحابة على ما اداه اليهم من بھامن الصحابة ما الفرق بينه وبين عمل اهل المدينة المستمرة على ما اداه اليهم من بھامن الصحابة والعمل اما استند الى قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفعله فكيف يكون قوله وفعله الذي اداه من المدينة موجبا للعمل دون قوله وفعله الذي اداه غيرهم، هذا اذا كان النص مع عمل اهل المدينة فكيف اذا كان مع غيرهم النص ليس معهم نص یعارضہ لیس معهم الا مجرد العمل۔

(اعلام الموقعین عن العلیین ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ شرف المطابع دہلی)

حافظ سلمہ بن شیبہ النسابوری ابو عبد الرحمن الحجری السعفی نزہل مکہ۔ یہ اصل میں نیشاپور کے رہنے والے تھے، بعد کو حرم مکہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی، عبد الرزاق بن ہمام اور ابو عبد الرحمن مقرئ وغیرہم سے علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ مقرئ کے متلی بھی رہے ہیں، بحسن امام بخاری کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ الجوالی کا لقب دیا ہے، ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ احد الثقات حدث عنه الائمة والقدماء (ثقات میں سے ہیں اور ان سے ائمہ حدیث اور مقدمین نے روایتیں کی ہیں)۔ حاکم کے الفاظ میں ہو وحدث اہل مکہ والمتفق علی اتقائه وصدقہ (یہ اہل مکہ کے محدث ہیں اور ان کے رسولخ علی اور صداقت پر اتفاق ہے) ماہ رمضان المبارک ۲۴۶ھ میں فالودہ کے کھانے سے ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ عدنی ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر، مکہ معظمہ میں مجاورت اختیار کر لی تھی، ان کی مسند مشہور ہے۔ اپنے زمانہ میں شیخ الحرم تھے، سترج کے، بڑے صالح اور عابد تھے۔ ہر وقت طواف میں مصروف رہتے، امام مسلم اور ترمذی بھی آپ کے شاگرد ہیں، صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے دو سو سولہ حدیثیں منقول ہیں، سنۃ کے آخر میں انتقال ہوا۔

حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب، یہ بھی مدنی ہیں لیکن بعد میں مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: "الامام المحدث عالم المدینۃ ونزہل مکہ" امام بخاری بھی ان کے شاگرد ہیں، چنانچہ اپنی صحیح میں شہداء بدر اور صلح کے باب میں ان سے حدیثیں نقل کی ہیں ابو حاتم نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ سنۃ میں وفات پائی۔

یہ چار تو حفاظ حدیث تھے اور بقیہ شیوخ یہ ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد بن العباس الواسحاقی الشافعی المکی المتوفی سنۃ ۲۳۷ھ۔ یہ امام شافعی کے چچا زاد

بھائی تھے۔ (۲) حسین بن حسن بن حرب السلی المرزوی تریل مکہ المتوفی سنۃ ۲۴۰ھ۔ (۳) محمد بن عبد اللہ

بن یزید العدوی الوکیحی المقرئ المکی المتوفی سنۃ ۲۴۰ھ۔ (۴) محمد بن عثمان بن خالد الاموی البومروان العثماني

المدنی نزہل مکہ المتوفی سنۃ ۲۴۰ھ (۵) محمد بن میمون الحیاظ البزاز ابو عبد اللہ المکی المتوفی سنۃ ۲۵۲ھ۔ یہ اُمّی تھے

(۶) محرز بن سلمہ المکی العدنی المتوفی سنۃ ۲۴۰ھ انھوں نے اسی حج کئے تھے اور عمر نوے سال سے متجاوز

تھی۔ (۷) یزید بن عبد اللہ بن یزید البیہامی ابو محمد نزہل مکہ المتوفی سنۃ ۲۴۰ھ۔ ابن حبان نے کتاب الثقات

میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے ان تمام شیوخ میں امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب زیادہ حفاظ

حلوئی اور ابومروان عثمانی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

سہ کتاب الثقات کے متعدد قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس وقت یہ کتاب پیش نظر نہیں، اور اس کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ تہذیب التہذیب سے منقول ہیں۔

کوفہ

وہ عظیم الشان اسلامی شہر جو صدیوں تک علوم اسلامیہ کا دارالعلوم بنارہا اور جو عہدِ رضوی سے لیکر بغداد کے تعمیر ہونے تک وسعتِ علم اور کثرتِ حدیث میں تمام بلادِ اسلامیہ میں ممتاز تھا جس کو علامہ نووی دار الفضل والفضلہ بتاتے ہیں اور صاحب قاموس قبة الاسلام ودار ہجرة المسلمين لکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجتہ اللہ الباقیہ میں فرماتے ہیں:

کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ ۱۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیشتر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں رقمطراز ہیں:

۱۱ "وقضایاے بسیار در ایام خلافت بردست او ظاہر شدند"

اور حافظ ابن تیمیہ، منہلج السنہ میں لکھتے ہیں:

و اما ظہر علم علی وفقہہ فی الکوفۃ بحسب مقامہ فیہا عند ہم مدۃ خلافتہ ۱۲ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور آپ کی فقہ کوفہ میں اسی قدر ظاہر ہوئی جتنا کہ آپ نے اپنی مدتِ خلافت میں کوفہ میں ان کے یہاں قیام فرمایا۔

حافظ ابن حزم نے فضائل اہل اندلس پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں جناب امیر کے قیام کوفہ کی مدت پانچ سال اور چند ماہ بیان کی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے حاشیہ پر تصریح کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ مدت چار سال ہے۔ صوابہ اربعۃ اعوام۔ ۱۱

اس میں شک نہیں کہ "باب مدینۃ العلم" کی آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے تھے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے عہد فاروقی ہی میں قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا چنانچہ حافظ ابن تیمیہ کی تصریحات اس بارے میں حسب ذیل ہیں:

(۱) و اما کان غالب علمہ فی الکوفۃ ومع ہذا فاعل الکوفۃ کانوا یعلمون القرآن والسنتہ قبل ان یتولی عثمان فضلاً عن علی۔ ۱۳ اور بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیشتر علم کوفہ ہی میں رہا تاہم اہل کوفہ حضرت علیؑ کے وقت تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے بھی بیشتر قرآن و سنت کا علم رکھتے تھے۔

(۲) فان اهل الکوفۃ التی کانت دارہ کوفہ جو آپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا گھر تھا، وہاں کے

۱۴ شرح صحیح مسلم از علامہ نووی باب القراءة فی الطہر والعصر ۱۵ حجتہ اللہ الباقیہ ص ۱۳۲ طبع منیر مصر۔ ۱۶ قرۃ العینین ص ۱۴۰ طبع مجتہبی دہلی۔ ۱۷ منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۴ طبع میرہ مصر۔ ۱۸ پورسالہ علامہ ابن حجر بن محمد مرقی التوفی شمس اللہ نے نفع الطیب من فہم الاثر لمرطیب کے باب سابع میں نقل کر دیا ہے۔ ۱۹ نفع الطیب ج ۲ ص ۱۴۱ طبع مصر ۱۳۶۳ھ ۲۰ حدیث میں آتا ہوا نامدینۃ العلم وعلی بابھا (میں علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ) ۲۱ منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۳۹۔

کانوا قد تعلموا الايمان والقرآن وتفسيره
والفقه والسنة عن ابن مسعود وغيره قبل
ان يقدم على الكوفة له

(۳) ولما ذهب الى الكوفة كان اهل
الكوفة قبل ان ياتيهم قد اخذوا الدين عن
سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحدثيفه
وعمار وابی موسی وغيرهم عن ارسله عمر
الى الكوفة - ۱۱

لوگ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت
عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے حضرت علی
رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تقریباً دسی سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے۔
جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے ہیں تو
اہل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن
ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت
عمار، حضرت ابو موسی وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے جن کو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے۔

فقہاء کوفہ میں اس کا خاص اہتمام تھا کہ جب کسی صحابی کی وہاں آمد ہوتی تو اس کے پاس آکر جمع
ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے سننے کی خواہش ظاہر کرتے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ
میں امام شعبی سے روایت ہے کہ

حضرت عدی بن حاتم جب کوفہ تشریف لائے تو ہم فقہاء کی
ایک جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے
عرض کرنے لگے کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے ہم سے بھی بیان فرمائیے۔

لما قدم عدی بن حاتم الكوفة اتبعناه
فی نفر من فقہاء اهل الكوفة فقلنا له حدثنا
ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم
(باب فی القدر)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بایں وسعت نظر ہمیشہ اس بات کے وسیع رہتے کہ جب کوفہ میں کوئی نامور
محدث آئے تو اس کی معلومات سے اپنے علم میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ امام نصر بن محمد مروزی جو امام صاحب
کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں،

میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی شخص کو حدیث سے اعتبار
کرنے والا نہیں دیکھا، ایک دفعہ ہمارے پاس یحییٰ بن سعید انصاری
ہشام بن عروہ اور سعید بن ابی عروبہ آئے تو امام ابو حنیفہ ہم سے
فرمانے لگے کہ دیکھو تو ان لوگوں کے پاس تمہیں کوئی ایسی چیز بھی
ملتی ہے کہ جس کا ہم بھی سماع کریں۔

لما راہ جلا الزم للآخر من ابی حنیفة
قدم علینا یحیی بن سعید الانصاری و
ہشام بن عروہ وسعید بن ابی عروبة فقال
لنا ابو حنیفة انظر واتحدون عند هؤلاء
شیئا نسمعہ ۱۲

امام اعظم کے ایک اور شاگرد محدث عبد العزیز بن ابی رزمہ کا بیان بھی اسی کے قریب قریب ہے
چنانچہ امام عبد اللہ حارثی بسند ناقل ہیں کہ

عبد العزیز بن ابی رزمہ نے امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کا تذکرہ
چھیڑا اور اسی سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک
محدث آئے تو امام ابو حنیفہ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے

حدثنا داود بن ابی العوام سمعت حذیف
بن زعمرة سمعت عبد العزیز بن ابی رزمة
وذكر علم ابی حنیفة بالحدیث فقال قدم

الکوفة محدث فقال ابو حنيفة لا صحابه
انظر واهل عترة شئ من الحديث ليس
عندنا قال وقدم علينا محدث اخر فقال
لا صحابه مثل ذلك . ۱۷

دیکھو تو ان کے پاس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جو
ہمارے پاس نہیں ہے۔ عبد العزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ
ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے
اصحاب سے ہی فرمایا۔ ۱۸

کوفہ میں کتنے صحابہ نے اگرچہ دو بابش اختیار کی اس کے متعلق حافظ ابو بشر دولاہی اتقارہ سے
جن کا شمار کبار تابعین میں ہے بسند ناقل ہیں کہ

۱۹ مناقب الامام الاعظم، از صدر الائمہ علی ج ۸۳۔

کے دولاہی، دولاہی کی طرف نسبت ہے یہ متعدد مواضع کا نام ہے منجملہ ان کے ایک بغداد کی شرقی جانب
واقع تھا اور دوسرے کا ایک مشہور قریہ تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے
”الحافظ العالم ابو بشیر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الدلاہی
الوراق“ اور میزان الاعتدال میں صراحت کے ساتھ ان کے لئے من اهل المری کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قریہ دولاہ واقع رہے کے رہنے والے تھے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان میں مسلم
بن قاسم سے ناقل ہیں کہ ان کا مسکن دولاہ واقع بغداد تھا، انصاری بھی نسلاً نہیں ہیں بلکہ ولادہ ہیں۔ دولاہی حدیث
کے مشہور حفاظ میں سے ہیں اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ طلب حدیث میں حسب تصریح ذہبی، حرین، عراقی
مصر اور شام کا سفر کیا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی، ابن الجوزی، المنتظم میں لکھتے وحدث
عن اشیاخ فیہم کثرة (اتنے شیوخ سے حدیث بیان کی کہ جو بکثرت ہیں) امام بخاری اور امام نسائی سے
بھی تلمذ حاصل ہے۔ چنانچہ امام بخاری سے ان کی کتاب الضعفاء الصغیر کے بھی راوی ہیں۔ حافظ ابن یونس لکھتے
ہیں، کان الدولاہی من اهل الصنعة حسن التصنيف (دولاہی اہل فن میں سے ہیں اور عمدہ مصنف
ہیں) حافظ مسلم بن قاسم فرماتے ہیں کان مقدما فی العلم الروایة ومعرفۃ الاخبار (یہ علم و
روایت اور معرفت احادیث میں مقدم ہیں) مسلم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ فقہ میں یہ حنفی مذہب کے پیرو تھے
چنانچہ ان کے الفاظ ہیں جالس العلماء وتفقه لابی حنیفة رحمہ اللہ (علماء کی خدمت میں رہے اور
امام ابو حنیفہ کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا)۔ فن حدیث میں جن اکابر حفاظ نے آپ کے آگے زانوئے شاگردی کیا
ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقرئ، ابو بکر ہندس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

افسوس ہے کہ ابن عدی وغیرہ بعض متعصب محدثین نے مخالفت مذہبی کی بنا پر یہاں کہ حنفیہ کے بارے میں
ان لوگوں کی عام عادت ہے ان پر بھی کلام کیا ہے لیکن غنیمت ہے کہ ان ہی میں سے خود محدث دارقطنی نے ان
کی تردید کر دی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں تکلموا فیہ ما تبین من امرہ الا خیر (لوگوں نے ان کے بارے میں
چہ میگوئیاں کی ہیں مگر ان میں بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا) ۲۰۳۲ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۳۱۳ میں ذہبی
کے مہینہ میں بمقام عرج حرمہ اور مدینہ کے مابین بے وفات پائی (رحمہ اللہ تعالیٰ) انھوں نے متعدد تصانیف
یا دیگر چھوٹی ہیں جن میں سے کتاب الکئی والاسمار دو جلدوں میں حیدرآباد دکن سے مجلس دائرة المعارف نے طبع کر کے
شائع کر دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، لسان المیزان، المنتظم)

حدیثی ابراہیم بن الجندیختی قال حدیثا نصر
بن علی الازدی قال حدیثا نوح بن قیس عن ابی
الرجاء محمد بن سید عن قتادة قال نزل الکوفۃ الف
وخمسون رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واریقۃ
وہضرون من اہل بدر۔ (کتاب النبی والاسامی ص ۱۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے
ایک ہزار پچاس شخص اور چوبیس وہ بزرگ کہ جو
غزوہ بدر میں آپ کے ہمراہ رہے تھے۔ کوفہ میں
اگر فروکش ہوئے تھے۔

اور امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ علی المتوفی ۲۴۱ھ (جو فن رجال میں امام احمد بن حنبل اور امام محمد بن
کے ہمراہ شمار کئے جاتے ہیں) اپنی تاریخ میں اس سے بھی زیادہ تعداد بتاتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ
نزل الکوفۃ الف وخمسمائة من الصحابة ۱۵

امام ابو عبد اللہ حاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین نے اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث کی اشع
الثانی والاربعین میں ان مشاہیر صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
مدینہ شریف سے دوسرے اسلامی شہروں میں منتقل ہو گئے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے سب سے
پہلے کوفہ سے ابتداء کی ہے اور سب سے زیادہ تعداد یہی آنے والوں کی ذکر کی ہے۔ منجملہ ان کے عشرہ مبشرہ
میں سے حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے نام بھی
لکھے ہیں۔ بقیہ شہروں کے نام یہ ہیں، مکہ، مکرّمہ، بصرہ، مصر، شام، جریرہ، خراسان۔

صحابہ کی اس کثرت کے باوجود علماء کوفہ کے شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ وہ برابر مدینہ طیبہ کا سفر کیا کرتے
اور وہاں کے اکابر صحابہ کے فیض علمی سے مستفیع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ رحلت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ
امام احمد بن حنبل نے طلب اسناد عالی کو جب سلف کی سنت بتایا تھا تو اس کی سند میں حضرت عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہی کے سفر کا تذکرہ کیا تھا۔ اور علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں فرماتے ہیں۔

هو یعنی ابوعبد الرحمن السی و غیرہ من علماء
الکوفۃ مثل علقمۃ والاسود والحارث
اللیثی وزید بن جیش الذی قرأ علیہ
عاصم بن ابی النجود اخذوا القرآن عن ابن
مسعود وکانوا ینزلون الی المدینۃ
فیأخذون عن عمرو عائشۃ ولم یأخذوا
عن علی کما أخذوا عن عمرو عائشۃ و
شریح قاضیہ اما تفقہ علی معاذ بن
جبل باليمن۔ ۱۵

ابو عبد الرحمن سلی اور دیگر علماء کوفہ جیسے کہ علقمہ، اسود،
حارث لیثی، زید بن جیش، کہ جن کے پاس عاصم بن ابی النجود
نے قرآن پاک کی قرأت کی ہے ان سب لوگوں نے حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک سیکھا ہے، نیز یہ
لوگ مدینہ طیبہ جا کر حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے علم کی تحصیل کیا کرتے تھے بلکہ ان حضرات نے
حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جتنا علم اخذ کیا
اتنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا اور کوفہ کے قاضی شریح
نے فقہ کی تعلیم حضرت معاذ بن جبل سے یمن میں حاصل کی تھی۔

۱۵ فتح القدیر امام ابن ہمام ج ۲ ص ۲۲ طبع نو کشور لکھنؤ، ۱۵ یہ کتاب مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ کے زیر اہتمام قاہرہ
کے مطبع دار الکتب المصریہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ ۱۵ منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۲۲

اور پھر خداوندی کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واصحاب ابن مسعود کا نوا یا خذون
عن عمر بن علی والی الدرداء
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ حضرت عمر
حضرت علی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔
اسی کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کوفہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں کی فضا کو علم سے معمور پایا چنانچہ امام ابو بکر عتیق بن داؤد یسافی
فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کوفہ میں ورود
ہوا، یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں
مصرف تھے، جناب امیر نے مسجد کوفہ میں اگر دیکھا تو چار سو کے قریب روایتیں رکھی ہوئی تھیں اور
طلباء کتابت علم میں مصروف تھے یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

لقد ترك ابن ام عبد یعنی ابن مسعود
رضی اللہ عنہ ہوا، سراج الکوفۃ۔
بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان
لوگوں کو کوفہ کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔

تفقہ کا درجہ علوم شرعیہ کا آخری درجہ ہے اس لئے جب متعلین فقہ کی تعداد یہ تھی تو ظاہر ہے کہ
طلبہ حدیث کی تعداد اس سے کئی گنی زیادہ ہوگی چنانچہ حافظ سیوطی نے تدریب الراوی میں ابن سیرین سے
جواکبر تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ
قدمت الکوفۃ وعبا اربعة الاف یطلبون الخ یعنی کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم موجود تھے۔

محدث حاکم نیشاپوری نے معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع التاسع والاربعین" میں زیر عنوان "معرفۃ
الائمة الثقات المشہورین من التابعین واتباعہم من یجمع حدیثہم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک
بہم وبنوا کرہم من المشرق الی المغرب" (یعنی تابعین اور تبع تابعین کے ان مشاہیر ائمہ ثقات کی معرفت
کہ جن کی حدیث حفظ اور مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا ذکر
مشرق سے لیکر مغرب تک ہے) بلاد اسلامیہ کے ان تمام نامور ائمہ کو نام بنام گنایا ہے کہ جو اس عنوان کے
تحت آئے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے محدثین کی فہرست دی ہے۔ مدینہ، مکہ، مصر،
شام، یمن، یامامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط، خراسان، (بغداد کے علماء محدثین کا ذکر نوع ثانی وابعین)
ہی میں کہ چکے ہیں جو چند سطروں سے زائد نہیں ہے) مگر آپ کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہو کہ ان تمام مذکورہ
مقامات میں یہ امتیاز صرف کوفہ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں کے ائمہ ثقات کی فہرست پورے ساڑھے تین صفحات
پر مشتمل ہے، جبکہ بصرہ کے (کہ وہاں کے ائمہ محدثین کے نام تو بلاشبہ ایک صفحہ میں آئے ہیں) باقی کسی شہر کے
مشاہیر کی فہرست ایک صفحہ کو بھی پر نہ کر سکی۔ اسی طرح طبقات ابن سعد میں کسی مقام کے اتنے علماء مذکور

فہم نہاج السنہ ج ۲ ص ۱۵۱۔ مکہ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ کی ج ۲ ص ۱۳۰۔ تدریب الراوی ص ۲۷۵
طبع مصر۔ مکہ حاکم نے ان ائمہ ثقات مشہورین کی فہرست میں امام ابو حنیفہ اور امام زفر کا بھی نام لیا ہے۔

نہیں جتنے کہ کوفہ کے ہیں چنانچہ تمام بلاد اسلامیہ میں یہ خصوصیت صرف کوفین کی ہے کہ طبقات کی پوری ایک ضخیم جلد صرف انہی کے تراجم پر مشتمل ہے، اس سے آپ کوفہ کی علمی منزلت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قرار سبعہ میں سے عاصم، حمزہ اور کسایی تینوں کو فی ہیں۔ تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو علامہ ابن تیمیہ نے "اعلم الناس بالتفسیر" لکھا ہے۔ سعید بن جبیر بن کوفہ تمام تابعین میں تفسیر کا سب سے بڑا عالم مانتے ہیں۔ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

حدیث کی نشر و اشاعت کا وہاں یہ عالم تھا کہ حافظ ابو محمد حسن بن خلاد راہرمزی، الحدیث الفاصل بین الراوی والواعی میں محدث بغداد حافظ عفان بن مسلم سے (کہ جن کو بھی بن معین فن حدیث میں امام مالک، ابن جریر، سفیان ثوری اور شعبہ کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں) بسند ناقل ہیں کہ

حد ثنا عبد اللہ بن احمد بن معدان انہوں نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم فلاں فلاں کی کتابیں حد ثنا محمد بن سلیمان الواسطی قال سمعت نقل کر چکے ہیں، اس پر فرمانے لگے کہ ہماری رائے میں اس

ملہ قرآن پاک کے وہ سات قاری کہ جن کی قرأت کے مطابق ساری دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، حافظ عبد القادر قرشی، ابوالجوارہ المصنیہ میں فرماتے ہیں:

"سات ماہتاب جو ائمہ قرار ہیں یہ ہیں"

(۱) عبد اللہ بن کثیر بن المطلب القرشی مولانا اسم ابو عبدہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع کیا ہے۔ مکہ معظمہ میں سلسلہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے سنہ وفات ۱۲۲ بتایا ہے۔

(۲) نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم مولیٰ جعونہ بن شعیب اللیثی، مدنی ہیں، ان کے بزرگ اصحاب ان کے رہنے والے تھے، ابو جیم کثرت ہے، سلسلہ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

(۳) ابن عمارہ عبد اللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ الحصبی الدمشقی ہیں دمشق کے قاضی تھے کبار تابعین میں سے ہیں سلسلہ کے افائل میں پیدا ہوئے اور عاشورہ کے دن سلسلہ میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ شہد جبری میں ان کی ولادت ہوئی تھی اس قول پر ان کی عمر ایک سو دس برس کی ہوتی ہے۔

(۴) ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن عبد اللہ المقرئ البصری، ان کا نام کسی نے ریان کسی نے عریان کسی نے یحییٰ کسی نے عثمان کسی نے محبوب اور کسی نے کچھ اور بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، سلسلہ میں کوفہ میں انتقال کیا۔

(۵) عاصم بن ابی النجود (بفتح نون) ابو بکر الاسدی، سلسلہ میں کوفہ میں وفات پائی بعض نے سنہ وفات ۱۲۸ بیان کیا ہے، امام سفیان اور امام احمد نے کہا ہے کہ بہلول، ابو النجود کا نام ہے اور عمرو بن علی الفلاس کہتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام ہے مگر ابو بکر بن ابی داؤد نے اس کو غلط بتایا ہے۔

(۶) حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسمعیل الزیات البیہی مولانا اسم الکوفی ابو عمارہ، بمقام حلوان سلسلہ میں وفات پائی۔

(۷) کسایی ابو الحسن علی بن حمزہ الاسدی مولانا اسم الکوفی سلسلہ میں وفات پائی انہوں نے حمزہ اسدی کے پاس قرأت کی تھی۔

ان ساتوں میں بحر ابن عمار اور ابو عمرو کے کوئی عرب نہیں، ابوالجوارہ المصنیہ ج ۲ ص ۲۷۲ و ۲۷۳

ملاحظہ فرمائیں کہ ان سب کا نام کوفہ میں ہے اور ان سب کا نام کوفہ میں ہے اور ان سب کا نام کوفہ میں ہے

قسم کے لوگ کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ ہمارا تو یہ دستور تھا کہ جب اس استاد کے پاس آتے تو اس سے وہ روایتیں سنتے جو اس استاد کے پاس نہ ہوتیں اور اس سے وہ سنتے جو اس کے پاس نہ ہوتیں۔ چنانچہ جب ہم کو فدائے توحید چار ماہ قیام رہا اور اگر ہم یہ چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھ لیں تو لکھ سکتے تھے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں ہی لکھیں اور پھر کسی سے اطلاع کے علاوہ راضی نہ ہوئے۔ سوائے شریک کے کہ انھوں نے ہم سے انکار کر دیا اور ہم نے کو فدیس کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو رد کر کے۔

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں قدوة المحدثین حافظ ابو بکر بن ابی داؤد سجستانی کی زبانی ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں جب کو فدیس آیا تو میرے پاس ایک ہی درہم رہ گیا تھا سو میں نے اس درہم کا تیس درہم قرض لیا، پھر ایک درکھانا اور اس سے ایک ہزار حدیثیں لکھ لیتا۔ اس طرح ایک مہینہ میں میں نے تیس ہزار حدیثیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل ہیں لکھ لیں۔

عفان یقول، وسمع قوما یقولون نستخاکتک فلان ونستخاکتک فلان، فسمعتہ یقول نری هذا الضرب من الناس لا یفلحون، کنا ناتی هذا فسمع منہ مالیس عند هذا وسمع من هذا مالیس عند هذا فقد منّا الکوفۃ فاقمنا ربعۃ اشھر وادارنا ان نکتب مائۃ الف حدیث لکتبناھا فما کتبنا الا قدر خمسين الف حدیث ومارضینا من احد الا بالاملاء الا شریکا، فانه ابی علینا ومارائنا بالکوفۃ فحاننا فجوزا ۱۱ ھ

دخلت الکوفۃ ومعی درہم واحد فاشتریت بہ ثلاثین مدا باقلاء فکنت اکل مدا واکتب عن الا شہم فکتبت عند فی الشہر ثلاثین الف حدیث مابین مقطوع ومرسل۔ ۱۱ ھ

ذرا تصویر کیجئے اس شہر کی کثرت حدیث کا کہ جہاں عفان جیسا حافظ حدیث چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث

۱۱ ھ تقدم نصب الراية في هذه عبارت اس طرح منقول ہے کہ ومارضینا من احد الا بالاملاء فکنت اکل مدا واکتب عن الا شہم فکتبت عند فی الشہر ثلاثین الف حدیث مابین مقطوع ومرسل۔ ۱۱ ھ

۱۲ ھ اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر خندو حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس وقت یہ عبارت ہم نے محدث گوثری نے امام زبلی کی نصب الراية پر جو مقدمہ لکھا ہے اس سے نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ نصب الراية ص ۳۵ مطبوعہ) طبقات الشافعیۃ ج ۲ ص ۲۳۰ طبع حیدرہ۔

۱۳ ھ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد متون احادیث نہیں بلکہ طرق و اسانید ہوتے ہیں۔ نیز سلف کا دستور تھا کہ وہ آثار صحابہ و تابعین اور ان کے فسادے کے لئے بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ حافظ سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

اور اسی طرح اس تعداد میں (کررات و موقوفات کے علاوہ صحابہ و تابعین وغیرہ کے آثار و فتاویٰ بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کیلئے مستقیم حدیث کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وکن ان آثارا لصحابۃ والتابعین وغیرہم و فتاویہم ما کان السلف یطلقون علی کل حدیثا۔ (ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ)

لکھ لے (کہ چونکہ احمد جسی ضمیمہ کتاب کی روایات سے بھی تعداد میں کہیں زیادہ ہیں) اور حافظ ابو بکر بن ابی داؤد ایک ہی ماہ میں تیس ہزار حدیثیں ایک ہی شیخ سے لکھ لیں وہاں حدیث و سنت کی اشاعت کا کیا عالم ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل سے جب ان کے صاحب زادے عبد اللہ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہئے آیا ایک ہی صاحب علم کی خدمت میں برابر حاضر رہ کر اسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا ان مقامات کا رخ کرے کہ جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے حدیث کی تحصیل کرے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ لے سفر کرنا چاہئے اور دوسرے مقامات کے علماء سے حدیثیں لکھنی چاہئیں اور ان علماء میں سب سے پہلے امام موصوف نے نہ کوفین ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: یرحل ویکتب عن الکوفیین والبصریین واهل المدینۃ ومکہ۔ امام بخاری نے طلب حدیث میں بخارا سے لیکر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا۔ دو دفعہ جزیرہ گئے۔ چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بخارا کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

لا احصى کم دخلت الی الکوفۃ و بخداد
میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بخارا میں مجھے حدیث کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔

مع المحدثین۔ ۱۰۰
فن حدیث کی ترویج سب سے پہلے اسی شہر میں ہوئی۔ صحیح احادیث کا مجموعہ بھی سب سے پہلے یہیں مرتب ہوا۔ ۱۰۰

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے بعد سخاوی لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو سوسندوں کے ساتھ مروی ہیں اور حدیث انما الاعمال بالنیات کے متعلق تو حافظ ابواسمعیل انصاری ہروی سے منقول ہے کہ انہوں نے حدیث مذکور کو اس کے صرف ایک راوی یحییٰ بن سعید انصاری سے ان کے سات سوشاگردوں کی سند سے لکھا ہے۔

آج کل کے منکرین حدیث نے اہل فری کے لئے یہ شور مچا رکھا ہے کہ موجودہ حدیث کی کتابوں میں چند ہزار سے زائد احادیث کی تعداد پائی نہیں جاتی اور محدثین یہ کہتے ہیں کہ ہم نے لاکھوں حدیثوں سے ان کا انتخاب کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث کی بڑی تعداد خود محدثین کے بیانات کے مطابق خود ساختہ ہے لہذا ایسی صورت میں ان چند ہزار کا بھی کیا اعتبار رو جاتا ہے کہ جن کو لاکھوں موضوعات سے چھانٹ کر مجمع قرار دیا گیا ہو۔ اس لئے آپ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ ایک بہت ہی بڑا سنگین مغالطہ ہے جو بیچارے ناواقف عوام کو دیا جا رہا ہے، کیونکہ محدثین کے یہاں تو احادیث کی تعداد کا حساب ان کی اسانید کے اعتبار سے ہوتا تھا کہ عقول کے لحاظ سے پس اگر کسی حدیث کی مثلاً سواستادیں ہیں تو اس کی تعداد اپنی اسانید کے اعتبار سے ہو ہوگی چنانچہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا جب شمار لگائیں گے تو اس کی سات سواستادوں کے اعتبار سے سات سوشمار کریں گے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷۱) طبع تدریب الراوی از سوطی ص ۱۷۷ و فتح المغیث از سخاوی ص ۳۲۱
۱۰۰ مقدمہ فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۹ طبع میرہ مصر۔ ۱۰۰ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اور فقہ کے متعلق تو پوچھنا ہی کیا، امام ابو حنیفہؒ نے اس کو معدن العلم والفقہ کا لقب دیا ہے اور سفیان بن عیینہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کہا کرتے تھے۔

من اراد المخازی فالدینۃ ومن اراد المناسک مفانزی کے لئے مدینہ، مناسک کے لئے مکہ اور فقہ فمکۃ ومن اراد الفقہ فالکوفۃ۔ ۱۷ کے لئے کوفہ ہے۔

فقہ حنفی جس پر بارہ سو برس سے اسلامی دنیا کا تقریباً دوثلث حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے اس کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔

عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ ان ہی دو شہروں میں ہوئی ہے چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں بجز ان دو مقامات کے عام طور پر اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ۱۸

”کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت غمار بن یاسر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، جیسے حضرات نیز صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ایک خلقت آکر انہی، پھر وہاں علقمہ، مسروق، عبیدہ اور اسود جیسے ائمہ تابعین پیدا ہوئے، پھر شعبی، نخعی، حکم بن عتیبہ، حماد، ابوالحسن منصور، اعش اور ان کے اصحاب ہوئے۔“

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وما زال العلم یحیا متوفراً الی زمان ابن عقیل۔ اور ابن عقیل کے زمانے تک برابر وہاں علم کی وسعت و کثرت ہی چلی آئی۔

حافظ عصر ابن عقیل کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے اس حساب سے متواتر تین سو سال تک کوفہ حدیث کا دارالعلم رہا ہے، محدث حاکم نیشاپوری نے کوفہ کا پہلا سفر ابن عقیل کی وفات کے نو برس بعد لکھتے ہیں کیا تھا۔ اس وقت تک صحابہ کی درسگاہوں کے نشانات موجود تھے چنانچہ اس سلسلہ میں ان کا بیان حسب ذیل ہے:

”میں کوفہ میں سب سے پہلے ۳۱۱ھ میں داخل ہوا، ابوالحسن بن عقبہ شیبانی مجھے صحابی کی مساجد بتاتے جاتے تھے چنانچہ میں بہت سی مسجدوں میں گیا، یہ مساجد اس وقت تک آباد تھیں، ہم نے اپنا ٹھکانا محلہ بجلیہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مسجد کو بنایا تھا۔“

اس کے بعد ۳۲۵ھ میں پھر کوفہ آنا ہوا تو ابن عقبہ کی مسجد ویران ہو چکی تھی، اب ابوالقاسم سکونی

۱۷ ص ۵۶۔ لکھ ایضاً ج ۲ ص ۶۴ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کوفہ کے ذکر میں سفیان بن عیینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں خذوا المناسک عن اهل مکة وخذوا القراءة عن اهل المدينة وخذوا التحلال و التحرام عن اهل الکوفة (یعنی مناسک اہل مکہ سے حاصل کرو اور قرات اہل مدینہ سے اور حلال و حرام کا علم اہل کوفہ سے)۔ لکھ عبداللہ بن عمر عثمانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیشتر قیام کوفہ ہی میں رہا۔ چنانچہ علامہ ذہبی، میزان الاعتدال میں اصبن بن خلیل کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں انہ کان فی غالب دولتیہما بالکوفۃ (بلاشبہ یہ ان دونوں کے زیادہ خلافت میں بیشتر کوفہ ہی میں رہے)۔

میرا تھ پکڑ کر میرے ساتھ جامع مسجد کے ستونوں کے گرد گھومتے اور تاتے چلاتے تھے کہ ہذا
اسطوانۃ جبرین، ہذا اسطوانۃ عبد اللہ، ہذا اسطوانۃ البراء، یہ حضرت جبر
رضی اللہ عنہ کا ستون ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ حضرت براء رضی اللہ عنہ
کا ہے (جہاں یہ حضرات درس دیا کرتے تھے)۔ ۱۰

امام ابن ماجہ نے جس زمانہ میں کوفہ کا سفر کیا ہے اس کی علی روایت پر دستور قائم تھی اور یہ
محدثین و حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ ان میں سے جن حضرات کے سامنے آپ نے زانوے شاکر کی
ع کیا وہ حسب ذیل ہیں:

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، ابراہیم بن عثمان العیسیٰ، مولاہم الکوفی
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے "ابوبکر بن ابی شیبہ الحافظ
عظیم النظر الثبت الثقی" بہت بڑے نامور محدث تھے، مصنفین صالح ستہ میں سے امام بخاری، مسلم،
ابوداؤد اور ابن ماجہ ان کے خاص شاگرد تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تیس اور صحیح مسلم میں ایک ہزار پانچ سو
چالیس حدیثیں ان کی سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں بھی بکثرت ان سے حدیثیں منقول ہیں
اور سنن ابن ماجہ میں تو غالباً سب سے زیادہ ان ہی کی روایتیں درج ہیں۔ عمرو بن علی فلاس کا بیان ہے
کہ ان سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا، ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ حدیث کا علم چار
شخصوں پر آکر منتہی ہوا جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ، توحسین ادار میں، اور احمد بن حنبل تفقہ میں اور یحییٰ بن
معین جامعیت میں اور علی بن مدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں، ایک اور
موقع پر ابوعبید نے ان چاروں کے مابین ان الفاظ میں موازنہ کیا ہے کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں،
جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم احمد بن حنبل اور روانی و حسن سیاق میں سب سے اچھے علی بن
مدینی اور تصنیف میں سب سے خوش سلیقہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور صحیح اور غیر صحیح حدیثوں کا سب سے
زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں۔ ابو علی صالح بن محمد بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے جن لوگوں کو پایا
ان میں حدیث اور اس علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی اور فقہ حدیث میں سب سے بڑھ کر
احمد بن حنبل اور تصحیف و تخریج سے سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور نوادر کے وقت سب سے زیادہ
یادداشت رکھنے والے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن ابی شیبہ سے ایک لاکھ
حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن خراش کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابوزرعہ کو یہ کہنے سنا کہ ما رأیت احفظ من ابن
ابی شیبہ (میں نے ابن ابی شیبہ سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا) اس پر میں بول اٹھا کہ اصحابنا
البعث ادیین (ہمارے بغداد کے اصحاب بھی نہیں کہنے لگے دع اصحابك اصحاب بخاری (ارے
ان تمہارے چمٹروں والے اصحاب کو رہنے بھی دو)۔ محرم ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا آپ نے متعدد تصانیف

۱۰ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر۔ ۱۱ تہذیب التہذیب ترجمہ ابن ابی شیبہ۔ ۱۲ تہذیب الراوی ص ۲۵
۱۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن موسیٰ ابوالحسن الرازی القناری۔

یادگار جھوٹے میں مستند اور مصنف زیادہ مشہور ہیں :-

مصنف کا شمار حدیث کی ان چند بے مثال تالیفات میں ہے کہ جو اسلام کا کارنامہ فخر خیال کی جاتی ہیں، چنانچہ حافظ ابن کثیر و مشنی، البدایہ والنہایہ میں ابن ابی شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وصاحب المصنف الذی لم یصنف احد مثله یہ اس مصنف کے مصنف ہیں کہ اس کی مثل کسی نے کبھی قضا لا قبلہ ولا بعدہ (ج ۱۰ ص ۳۱۵) تصنیف نہیں کی، نہ ان سے پہلے اور نہ ان سے بعد۔

اور حافظ ابن خزم اندلسی نے اس کتاب کو عظمت کے اعتبار سے موطا امام مالک سے بھی مقدم رکھا ہے۔ اور فی الواقع صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، اور سنن ابن ماجہ میں جس کثرت سے اس کتاب کی روایتیں منقول ہیں موطا کی منقول نہیں۔

مصنف میں صرف احادیث احکام کو جمع کیا گیا ہے یعنی جن سے کوئی فقہ کا مسئلہ معلوم ہو سکے اور یہ اس کتاب کا خاص امتیاز ہے کہ اس میں کسی مذہب فقہی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا گیا بلکہ اہل حجاز اور اہل عراق دونوں کی جتنی روایات مصنف کو مل سکیں ان سب کو نہایت ہی غیر جانبداری کے ساتھ یکجا جمع کر دیا ہے جس سے ہر فقیہ کو نہایت آسانی کے ساتھ بغیر کسی تاثر کے اس مسئلہ کے بارے میں آزادی کے ساتھ رائے قائم کرنے کا موقع باقی رہتا ہے افسوس ہے کہ بعد کے مصنفین ابن ابی شیبہ کے اس غیر جانبدار طرز کو قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں یا تو صرف اپنے ہی مذہب فقہی کی روایات کے جمع کرنے پر اکتفا کیا یا دوسرے مذاہب کی روایات انہیں تو جہان تک ممکن ہو سکا ان پر جمع بھی کر ڈالی جس کی وجہ سے جب تک قدریہ کی کتابیں پیش نظر نہ ہوں کسی مسئلہ پر غیر جانبداری کے ساتھ رائے قائم کرنا دشوار ہو گیا۔ حدیث کی بعض متداول کتابوں کے مطالعہ سے جو ظاہر بنیوں کو مذہب خفی سے عقیدت کم ہو جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ بہر حال قدریہ کی تصانیف میں احادیث احکام پر جامع ترین کتاب ہے۔ دوسری ایک اور اہم خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں حدیث نبوی کے پہلو پہلو صحابہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ بھی جمع ہیں جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر حدیث کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پر سلف امت کی تلقین رہی ہے یا نہیں اور دوسرے صحابہ و تابعین میں اس روایت پر عمل درآمد کیا یا نہیں اور یہ اس کتاب کی وہ خصوصیت افتادیت ہے کہ جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتی، اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب فقہاء محدثین میں برابر متداول چلی آتی ہے چنانچہ کتب حدیث و فقہ کی وہ شروح کہ جن میں احادیث احکام سے بحث کی جاتی ہے ان میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے کہ جس میں اس کے حوالے درج نہ ہوں اور اس کی احادیث پر بحث نہ ہو۔ صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے:

هو کتاب کبیر جمع فیہ فتاویٰ التابعین و یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے جس میں فتاویٰ تابعین، اقوال الصحابہ و احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محدثین

نے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ علامہ ابن خزم۔

کے طریقہ پر اسانید کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور ترتیب فقہی پر اس کی کتب و ابواب کو مرتب کیا ہے۔

علی طریقۃ المحدثین بالاسانید مرتباً علی الکتاب والابواب علی ترتیب الفقہ۔

اور محدث ناقد محمد زابد کوثری رقمطراز ہیں۔

سانید و مراسیل اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کی جو جامع کتابیں ہیں ان میں ایک فقہ کو سب سے زیادہ جس کتاب کی احتیاج ہے وہ مصنف ہے جس کو ابواب پر مرتب کیا ہے تاکہ اس کا مطالعہ کرنے والا سہولت کے ساتھ اتفاق و اختلاف کے مواقع سے واقف ہو جائے۔ یہ کتاب فقہاء بالخصوص اہل عراق کے دلائل کی جامع ترین کتابوں میں سے ہے۔

والمصنف احوج ما یكون الفقیہ الیہ من الکتب الجامعة للسانید المراسیل و فتاویٰ الصحابة و التابعین، رتبہ علی الابواب لیقف المطالع علی موطن الاتفاق والاختلاف بسهولۃ و هو من اجمع الکتب لاحدۃ الفقہاء خاصۃ اهل العراق۔ ۱۵

ابن ابی شیبہ نے اس کتاب میں ایک مستقل باب امام ابو حنیفہ کے رد میں بھی لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

۱۵ حواشی ذیل تذکرۃ الحفاظ از محدث موصوفہ ص ۵۵ طبع دمشق۔

۱۵ ظاہر نہیں کہ اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے اور ہر فرقہ کو دوسرے کے مسائل پر تنقید کا پورا حق حاصل ہے اگر کسی فن میں تنقید کو ممنوع قرار دیدیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ فن بھی ترقی نہیں کر سکتا مسلمانوں نے فن استنباط و اجتہاد کو جو اس درجہ اوج کمال پر پہنچایا کہ زندگی کے ہر مسئلہ کا حل وہ شریعت کی روشنی میں تلاش کر لیتے ہیں اور ان کا قانون فقہ ہر حیثیت سے مکمل اور جامع ہے اس کی اصل وجہ ان کی پی علی بحث و تحقیق ہے جس سے انھیں ہر غور کرنے اور ان سے استنباط مسائل کے ساتھ طریقے منع ہو کر اور کھرامت کے سامنے آگئے، زیادہ سلف میں اکثر ان کے ایک دوسرے کے مسائل پر تنقید و اعتراض کیا ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مکے لیے شمار کئے کہ جو سب کے سب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ خود امام شافعی نے امام مالک کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ان کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔ امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا دریا چھ نقل کیا ہے، حافظ ابن حرم اندلسی جو ابواب ظواہر کے امام ہیں اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں لکھتے ہیں کہ موطا میں ستر سے اور ایسی حدیثیں ہیں کہ جن پر خود امام مالک نے عمل نہیں کیا ہے۔ اور بعض مغارب نے ایک مستقل کتاب میں ان مسائل کو جمع بھی کر دیا ہے کہ جن میں مالکیہ کا کل موطا کی احادیث کے صریح خلاف ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مالکی نے جو مصر کے مشہور فقیہ اور محدث تھے اور امام شافعی کے بھی شاگرد رہ چکے تھے۔ امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنة یعنی ان مسائل میں شافعی کا رد کہ جن میں ان سے کتاب و سنت کے خلاف ہوا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جاسکے کہ العیاذ باللہ یہ سب ائمہ حدیث کی مخالفت کیا کرتے تھے، نہیں اگر ایسا کرتے تو ان کی امامت تو کیا خردان کے اسلام پر کلام ہوتا۔ بات یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں ضروری نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابل قبول ہو وہ دوسرے کے نزدیک بھی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس کے علم میں اس کی سند میں کوئی خرابی موجود ہو یا اس کی تحقیق میں وہ منسوخ ہو یا پھر اس کے ذہن میں اس کی کوئی اور توجیہ ہو چنانچہ علامہ ابن عبد البر مالکی جامع بیان احکام میں فرماتے ہیں:

۱۵ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۲۸ طبع منیر مصر۔ ۱۶ تدبیر الراوی ص ۲۲۔ ۱۷ تخیل المنفعہ بزوائد رجال الاربعہ از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۲ طبع دائرة المعارف جدید آباد دکن۔ ۱۸ طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۱ ص ۲۲۲۔

هذا ما خالف به ابو حنيفة الاثر الذي جاء
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم -
یہ وہ ہے جس میں ابو حنیفہ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے
کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہے۔

اس باب میں ابن ابی شیبہ نے ایک سو پچیس مسائل کی بابت دعویٰ کیا ہے کہ احادیث و آثار سے تو یہ ثابت
ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول اس کے برخلاف ہے، لیکن آپ کو علمائے احناف کی اس وسعت صدر
پر شاید تعجب ہو کہ اس کے باوجود اس کتاب کی علمی وقعت ان کی نظر میں قدری کمی نہیں ہوئی۔ لیکن یہی کتاب

رباقي حاشية از صفحه گذشتہ) ليس لاحد من
علماء الامة يثبت حديثا عن النبي صلى الله عليه وسلم
ثم يردّه دون ادعاء نسخ عليه باثر مثله او باجماع
او بعمل يجب على اصله الا نقياد اليه او طعن
في سنده ولو فعل ذلك احد سقطت عدالته
فضلا ان يتخذ اماما ولزمه اثم الفسق -
علماء امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک حدیث کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت مانتے ہوئے پھر اس کو بغیر ادعاء نسخ
کے رو کر دے خواہ اس نسخ کے ثبوت میں اسی درجہ کی حدیث
پیش کرے یا اجماع کو یا کسی ایسے عمل کو کہ جس کا تسلیم کرنا اس کے
اصول پر ضروری ہے یا پھر اس حدیث کی سند میں طعن کو ثابت کرے
ورنہ اگر یوں ہی رو کر دے تو اس کا امام بننا تو درکنار اس کی عدالت ہی
سرسے ساقط ہو جائے اور فسق کا گناہ اس پر عائد ہو جائے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ کے اس باب ہی کو لے لیجئے اور جن ائمہ حدیث نے اس کا جواب لکھا ہے وہ بھی انھیں لیجئے
اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ ان مسائل میں امام ابو حنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے یا ابن ابی شیبہ کے مذہب فقہی کے
ہمیں اب تک جن علماء کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا مفصل جواب لکھا ہے وہ
یہ ہیں (۱) حافظ عبد القادر قرطبی مصنف الخواصر المضية فی طبقات الخفیه، ان کی تصنیف کا نام ہے الدرر المنیفة
فی الری علی ابن ابی شیبہ فیما أوردہ علی ابی حنیفة، (۲) حافظ قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۷۷۱ھ ان کی کتاب
کا نام ہے الاجوبۃ المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفة، علامہ قاسم کا فن حدیث میں جو
پایہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی جو ان کے استاد بھی ہیں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے
ہیں: "الامام العلامة المحدث الفقیہ" اور "الشیخ الفاضل المحدث الکامل الاوحد"۔ (۳)
علامہ محمد زاهد کوثری المتوفی ۱۲۳۷ھ ان کی تصنیف کا نام ہے "النکت الطریفة فی التحدیث عن سادات
ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفة" یہ کتاب مصنف کی حیات ہی میں ۱۲۶۵ھ میں مصر سے طبع ہو کر اہل علم کے
ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔

حافظ محمد بن یوسف صاحبی شافعی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الجہان میں لکھا ہے کہ خود انھوں نے بھی ابن
ابی شیبہ کے رد میں ایک مستقل تالیف شروع کی تھی اور دس حدیثوں تک جواب بھی لکھ لیا تھا مگر بعد کو جب یہ اندازہ
ہوا کہ جس پیمانہ پر انھوں نے جواب لکھنا شروع کیا ہے وہ دو جلدوں میں آئے گا تو قلم روک لیا کیونکہ اس زمانہ میں یہ
سیرت شامیہ کی تکمیل میں مصروف تھے۔

ملا کاتب چلبی نے کشف الظنون میں حافظ قرطبی اور حافظ قاسم کی تالیفات کے علاوہ اس سلسلہ میں ایک اور تصنیف
کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام ہے "الری علی من رآ علی ابی حنیفة واقفہ بہ وجعلہ بابا فی کتابہ" ملا صاحب نے
اس کتاب کے مصنف کا نام ذکر نہیں کیا مگر یہ لکھا ہے کہ یہ ایک مختصر کتاب ہے جس کا ابتدائی جلد الحمد للہ الذی ہدانا
الی الصراط المستقیم ہے۔ اس کتاب میں اولاً ابن ابی شیبہ کے مسائل کو مع دلائل ذکر کیا ہے اور پھر اصل مسئلہ
کی تقریر مع جوابات کے قلمبند کی ہے۔

جب ابن ابی شیبہ کے نامور شاگرد شیخ الاسلام بقی بن مخلد جن کو حافظ بن خرم اندلسی اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں امام بخاری و مسلم کا ہمسر بتاتے ہیں، اندلس میں لیکر داخل ہوئے اور ان کے پاس لوگوں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو وہاں کے فقہاء کی ایک جماعت اپنے مسائل سے اختلاف کی تاب نہ لا کر نہایت سختی سے مخالفت پر آمادہ ہو گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ عوام نے شیخ الاسلام پر پورش کر کے کتاب کی قرارت کو موقوف کر دیا۔ اس زمانہ میں محمد بن عبد الرحمن اموی، اندلس کا فرمانروا تھا جو علم و علماء کا نہایت قدردان اور بڑا ذی علم تھا، اسے جب اس ہنگامہ کا پتہ چلا تو فوراً ہی شیخ الاسلام کو مع فریق مخالف کے اپنے حضور میں طلب کیا اور مصنف کے ایک ایک جز کا اول سے آخر تک خوب جائزہ لیا۔ بعد ازاں اپنے خازن کتب کو حکم دیا کہ

هذا الكتاب لا تستغنى خزائننا عنه
فانظر في شفعه لنا۔
یہ وہ کتاب ہے جس سے ہمارا کتب خانہ بھی مستغنی نہیں ہو سکتا
لہذا اس کی نقل کا بندوبست کرو۔

پھر امام بقی بن مخلد کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ اپنے علم کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں اور جو روایات آپ کے پاس موجود ہیں ان کو بیان فرمائیں اور فریق مخالف کو ہدایت کر دیں کہ آئندہ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔

اس زمانہ میں اندلس میں فقہ مالکی کی حکمرانی تھی اور مصنف میں اگرچہ امام ابو حنیفہ کی طرح امام مالک کے رد میں کوئی باب بھی نہیں ہے تاہم حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ چونکہ کوئی تھے اور اس بنا پر انھوں نے اہل عراق کی روایات اور ان کے دلائل کو بھی یہ تفصیل بیان کیا ہے، اور اندلس کے لوگ عام طور پر موطا اور احادیث اہل مدینہ کے علاوہ اور روایات سے نا آشنا تھے۔ ساتھ ہی ذہن میں یہ غلط مفروضہ قائم کر رکھا تھا کہ اہل عراق قلیل الحدیث ہیں اور ان کی معلومات حدیث میں برائے نام ہیں، اس لئے خلاف توقع جب یہ کتاب ان کے سامنے آئی تو اس کی روایات پر فقہاء مالکیہ میں سخت شورش پیدا ہوئی جو فریق حدیث سے ناواقفیت کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس جماعت کے سرخیل فقہ اصمغ بن خلیل قرطبی کو مصنف سے اس قدر برہمی تھی کہ کہا کرتے تھے:

لان يكون في تابوتي راس خنزير احب الي
من ان يكون فيه مصنف ابن ابی شيبه۔
اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے
بہ نسبت اس کے کہ ان میں مصنف ابن ابی شیبہ ہو۔

قاسم بن اصمغ جو مشہور حفاظ حدیث میں ہیں اکثر اصمغ بن خلیل کو بددعا دیتے اور کہا کرتے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے بقی بن مخلد سے حدیث نہ سننے دی کیونکہ یہ میرے باپ کو کہا کرتا تھا کہ اس کو بقی کے پاس نہ جانے دینا۔ یہ اصمغ بن خلیل کو فقہاء مالکیہ میں نہایت نامور ہیں مگر علم حدیث سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ حافظ ابن الفرغی لکھتے ہیں:

لے نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب۔ ج ۲ ص ۲۴۳ طبع جدید۔ لے میزان الاعتدال امام ذہبی، ترجمہ
اصمغ بن خلیل۔ لے لسان المیزان، ترجمہ اصمغ مذکور۔

کان اصبح بن الخلیل حافظا للرای علی مذهب مالک فقیہا فی الشریع بصیرا بالعقود و دیارات علیہ الفقیاء ولم یکن لہ علم بالحدیث۔ ۱۷
 اصبح بن خلیل، مذہب مالک پر مسائل کے حافظ تھے۔ شریعہ مالک فقیہا فی الشریع بصیرا بالعقود و دیارات میں فقیہ تھے اور معاملات پر بڑی گہری بصیرت رکھتے تھے۔
 فتویٰ کا ان پر دار و مدار تھا، لیکن حدیث کا علم ان کو نہ تھا۔
مصنف کے قلمی نسخے ہندوستان اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ
 کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن میں اس کا ایک قلمی نسخہ ہماری نظر سے بھی گزرا ہے، مولوی عبدالکتاب ملتانی مرحوم کا ارادہ تھا کہ اس کو طبع کر کے شائع کر دیا جائے چنانچہ انھوں نے اس کے پندرہ اجزاء میں سے جزء اول و ثانی و رابع کو ملتان سے طبع کر کے شائع بھی کیا مگر پھر ان کا انتقال ہو گیا اور کتاب کی طباعت مکمل نہ ہو سکی اور مولوی صاحب موصوف کے پاس چونکہ اس کی طباعت کا کوئی مناسب انتظام نہ تھا اس لئے ان اجزاء کی طباعت بھی نہایت ناقص اور بیدار خراب ہے، جس کی وجہ سے بہت سی جگہ کتاب مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

شیخ الاسلام اشج۔ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو سعید ہے۔ یہ وہی ہیں جن سے ابو بکر بن ابی داؤد نے ایک ماہ میں تیس ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے: **الاشجہ الامام شیخ الاسلام ابو سعید عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی الکوفی** لحافظ محمد بن الکوفی و صاحب التفسیر و التصانیف، تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن احمد بن بلال شطری کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں **الاشجہ امام زمانہ**۔ ربیع الاول ۲۷۷ھ میں جب کہ آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی انتقال فرمایا رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ، یہ ابو بکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے بڑے بھائی ہیں، ان سے بھی امام ابن ماجہ نے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ ذہبی کے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں: **احد ائمة الحدیث الاعلام کاخیه ابی بدو** یعنی اپنے بھائی ابو بکر کی طرح یہ بھی مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاری مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ سب آپ کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ان کی مرویات میں افراد و غرائب موجود ہیں حالانکہ امام بخاری ان سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔ مزاج میں بڑا مزاح تھا حتیٰ کہ قرآن پاک کی آیات کی تصحیف سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ ۳۹۷ھ کے اوائل میں انتقال ہوا۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے مسند اور تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ۔

(تذکرۃ الحفاظ۔ میزان الاعتدال)

دُرّة العراق حافظ محمد بن عبد اللہ بن نمیر، ابو عبد الرحمن الہمدانی النخاری الکوفی - یہ اوران کے والد عبد اللہ دونوں بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دونوں کا تذکرہ لکھا ہے، امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعظیم کرتے اور ان کو دُرّة العراق (عراق کا موتی) کہا کرتے تھے۔ علی بن الحسین بن الجندی کہتے ہیں ما رأیت بالکوفة مثله جمع العلم والفہم والسنة والرهدة (کوفہ میں میں نے ان کی نظیر نہیں دیکھی۔ علم، فہم، سنت اور زہد سب کے جامع تھے)۔ احمد بن صالح مصری کا بیان ہے کہ عراق میں میں نے ان دو شخصوں کے مثل نہ دیکھا۔ بغداد میں تو امام احمد کی اور کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن نمیر کی۔ یہ دونوں جامع شخص تھے جن کی نظیر سارے عراق میں میری نظر سے نہیں گزری۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے پانچ سو تہتر حدیثیں منقول ہیں اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ سلسلہ میں ماہ شعبان یا رمضان میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ۔ تہذیب التہذیب)۔

محدث کوفہ ابو کریب محمد بن العلاء بن کریم الہمدانی الکوفی - کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ابن عقدہ ان کو تمام مشائخ پر حفظ و کثرت حدیث میں مقدم رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان سے کوفہ میں تین لاکھ حدیثیں شائع ہوئی ہیں۔ موسیٰ بن اسحق کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیثیں سنی ہیں۔ ابن نمیر کا قول ہے کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہیں اور سارے شہر کی حدیثوں کا جاننے والا بھی ان سے زیادہ کوئی نہیں۔ ابراہیم بن ابی طالب کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ نے پوچھا کہ تم نے عراق میں سب سے بڑا حافظ حدیث کس کو دیکھا تو میں نے کہا کہ احمد بن حنبل کے بعد ابو کریب کے برابر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کان ثقة مجتمعا علیہ (یہ متفق علیہ ثقہ ہیں)۔ صحیح بخاری میں پچتر اور صحیح مسلم میں پانچ سو چھپن حدیثیں ان سے منقول ہیں، امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ ۲۷۰ ہجری اولیٰ سلسلہ کو ششاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر کوفہ)۔

شیخ الکوفہ ہشاد، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے، ہشاد بن السری بن مصعب، الحافظ القدوة النراہد، شیخ الکوفہ ابوالسری القیمی الدارمی المحدث، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کی بلکہ اپنی دوسری تصنیف خلق افعال العباد میں کی ہے۔ امام احمد سے سوال ہوا تھا کہ کوفہ میں کس سے حدیثیں لکھی جائیں۔ کہنے لگے علیکم ہشاد (ہشاد کو

سلسلہ حافظ عبد اللہ بن نمیر، امام ابو حنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ حافظ عبد القادر فرشی نے ابجواہر المنیہ فی طبقات الخفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں ان کے واسطے امام ابو حنیفہ کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ۱۵۰ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۲۱ طبع مصر

کہا ہے (ربو) قتیہ کا بیان ہے کہ میں نے وکیع کو ان کی جتنی تعظیم کرتے دیکھا کسی کی نہ دیکھا، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ "راہب کوفہ" کہلاتے تھے۔ زہد پران کی ایک بہت بڑی تصنیف بھی ہے، اکا نوے سال کی عمر میں ربیع الآخر ۳۳۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ولی بن شجاع ابوہام بن ابی بدر السکونی الکوفی۔ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے فن حدیث میں استاد ہیں۔ یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیث ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے اگرچہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ابوہام بن ابی بدر السکونی الکوفی الحافظ صدوق۔ ۳۳۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال)۔

حافظ ہارون بن اسحق بن محمد بن الہمدانی ابو القاسم الکوفی۔ امام بخاری، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ امام بخاری نے جز الفرائد میں ان سے روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے، مگر حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کان من حیار عباد اللہ۔ ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصۃ تہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ کوفہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کی تحصیل کی ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

- (۱) احمد بن حنبل بن قریش ابو جعفر الیامی قاضی الکوفہ المتوفی ۲۴۱ھ (۲) احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابی السفر الہمدانی ابو عبیدۃ الکوفی المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۳) احمد بن عبد الرحمن القرطبی الخرمی الکوفی المقرئ۔ (۴) احمد بن عثمان بن حکیم الاودی ابو عبد اللہ الکوفی المتوفی ۲۶۱ھ (۵) ابراہیم بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم ابوشیبہ۔ یہ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے صاحبزادے ہیں۔ (۶) اسمعیل بن ہیرام بن یحییٰ الہمدانی ثم الخندقی الراشار الکوفی المتوفی ۲۷۱ھ۔ (۷) اسمعیل بن محمد بن اسمعیل التیمی الطلی الکوفی المتوفی ۲۷۲ھ۔ (۸) اسمعیل بن موسیٰ الفراری ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۷۲ھ۔ (۹) جبارہ بن المغلس الکوفی ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۷۴ھ (۱۰) حسن بن علی بن عفان الحارثی ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۷۷ھ۔ (۱۱) سفیان بن وکیع بن الحراح الرفاسی ابو محمد الکوفی المتوفی ۲۷۷ھ۔ (۱۲) سلم بن جادۃ بن سلم السوائی العامری ابو السائب الکوفی المتوفی ۲۷۷ھ۔ (۱۳) عباد بن یعقوب الرواحی الاسدی ابو سعید الکوفی المتوفی ۲۷۷ھ (۱۴) عبد اللہ بن الحکم بن ابی زیاد

۱۵ امام ابن ماجہ نے جیسا کہ سابق میں گزرا ۳۳۷ھ کے بعد رحلت علمی کی ہے اور اسمعیل طلی نے ۲۷۲ھ میں قضا کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً امام ابن ماجہ، قزوین سے نکل کر تحصیل حدیث کے لئے پہلے کوفہ ہی آئے ہیں، کیونکہ یہ ان کے بیرونی شیوخ میں سب سے قدیم الوقات ہیں۔

القطواني ابو عبد الرحمن الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ (۱۵) عبد الله بن سالم ابو محمد الكوفي القزاز المعروف بالمفلوج
المتوفى ۲۳۵ھ (۱۶) عبد الله بن عامر بن بزاز الاشعري ابو عامر الكوفي - (۱۷) عبد الله بن عامر بن زرارة الحضرمي
مولاهم ابو محمد الكوفي المتوفى ۲۳۷ھ (۱۸) عبيد بن اسباط بن محمد القرشي مولاهم ابو محمد الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ
(۱۹) علقمة بن عمرو بن الحصين التميمي الداري العطاردي ابو الفضل الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ - (۲۰)
علي بن محمد بن ابی الخصب القرشي الوشاء الكوفي المتوفى ۲۵۸ھ - (۲۱) علي بن المنذر بن زيد الاودي
ابو الحسن الكوفي الطريقي المتوفى ۲۵۶ھ - (۲۲) عمرو بن عبد الله بن حفص الاودي الكوفي - (۲۳) قاسم
بن زكريا بن دينار القرشي ابو محمد الطحان الكوفي المتوفى ۲۳۵ھ - (۲۴) محمد بن اسحق بن عون البكائي ثم
العامري ابو بكر الكوفي المتوفى ۲۶۲ھ - (۲۵) محمد بن اسمعيل بن سمرة الاحمسي ابو جعفر الكوفي السراج
المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۶) محمد بن ثواب بن سديد ابياري ابو عبد الله الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۷) محمد بن
جابر بن بكير بن عقبه الحاربي ابو بكير الكوفي المتوفى ۲۵۸ھ - (۲۸) محمد بن طريف بن خليفة البجلي ابو جعفر
الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۲۹) محمد بن عبيد بن عقبه الكندي ابو جعفر الكوفي - (۳۰) محمد بن عبيد بن محمد
العامري الكوفي المعروف بالحوث - (۳۱) محمد بن عثمان بن كرامته البجلي مولاهم الكوفي المتوفى ۲۵۸ھ
(۳۲) محمد بن عمر بن هيارج الهمداني الصائدي ابو عبيد الله الكوفي المتوفى ۲۵۵ھ - (۳۳) محمد بن عمر
بن الوليد الكندي ابو جعفر الكوفي المتوفى ۲۵۶ھ - (۳۴) محمد بن يزيد بن محمد البجلي ابو هشام الرضاعي
الكوفي قاضي بغداد المتوفى ۲۶۶ھ - (۳۵) مسروق بن المرزبان بن مسروق الكندي ابو سعيد بن
ابي النعمان الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ - (۳۶) موسى بن عبد الرحمن بن سعيد الكندي المسروقي ابو عيسى الكوفي
المتوفى ۲۵۵ھ - (۳۷) نصر بن عبد الرحمن بن بكار الناجي ابو سليمان الكوفي الوشاء المتوفى ۲۶۵ھ (۳۸)
واصل بن عبد الله بن هلال الاسدي ابو القاسم الكوفي المتوفى ۲۶۶ھ -

حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں (باستثناء جبارہ، سفیان، عباد اور محمد بن جابر)
ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان تمام محدثین میں سب سے زیادہ اسمعيل بن
سوی قزازی، علی بن منذر اودی اور عبد الله بن عامر بن زرارة کو فی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

بصرہ

وہ مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی ہجری تک علوم اسلامیہ کا گہوارہ خیال کیا جاتا تھا اور جس کو
وسعت علم و کثرت حدیث اور دیگر فضائل و کمالات کے لحاظ سے نہایت ممتاز مقام حاصل تھا چنانچہ
حافظ ابن خزم اندلسی، اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں لکھتے ہیں۔

وهذه بغداد حاضرة الدنيا ومعدن
كل فضيلة والمحلة التي سبق اهلها الى
حل الوية المعارف والتدقيق في تصريف
اور یہ بغداد جو دنیا کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے
اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے
پرچم بلند کرنے میں اور علوم میں وقت نظر لطافت

العلوم ورقۃ الاخلاق والنباهۃ والذکاء وحدة الافکار ونفاذ الخواطر، وهذه البصرة
وهی عین المعمور فی کل ما ذکرنا۔
اور حافظ نبی فرماتے ہیں:

”بصرہ“ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس اور متعدد صحابہ کرام اگر فروکش ہوئے، جن میں سب سے اخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص اور کم سن صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حسن، ابن سیرین، ابو العالیہ پھر قتادہ، ایوب، ثابت بنانی، یونس، ابن عون، پھر حاد بن سلمہ، حاد بن زید اور ان دونوں کے تلامذہ ہوئے ہیں۔
اس کے بعد نبی لکھتے ہیں:

وما زال هذا الشأن واقفا الى رأس المائة الثالثة وتناقص جدا الى ان تلاشي۔
یہ یعنی علم حدیث وہاں تیسری صدی کے شروع تک خوب رہا اور پھر بہت ہی گھٹ گیا یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔
بصرہ میں محدثین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ مسند مسلم بن ابراہیم بصری کہتے ہیں:
کتبت عن ثمانمائة شيخ وما جرت المجتہد میں نے آٹھ سو شیوخ سے حدیثیں لکھیں اور پل ان کے نہیں گیا۔
اہل فضل و کمال کا یہاں اتنا بڑا مجمع تھا کہ جب امام ادب نصر بن سمیل، بصرہ سے خراسان کو جانے لگے تو ان کی مشایعت کو تین ہزار کے قریب ایسے اشخاص بکھلے جو یا نخوی تھے یا عروسی یا محدث یا اخباری۔

خلیل بصری کی مشہور تصنیف کتاب العین جو عربی علم لغت کی سب سے پہلی کتاب ہے
میں لکھی گئی اور نحو کا سب سے پہلا مصنف سیبویہ اسی بصرہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ ائمہ مجتہدین میں سے
حسن بصری، جن کے متعلق امام ابو حنیفہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں
سمعت ابا جعفر ما بالعراق مثل الحسن میں نے ابو جعفر یعنی امام باقر سے سنا کہ عراق میں حسن بصری
البصری۔
یہیں کے رہنے والے تھے۔

بصرہ کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں:

حافظ طحان حسن بن مدرک بن بشر السدوسی ابو علی البصری، امام بخاری، نسائی اور
ابن ماجہ کے استاذ ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان من حفاظ البصرة۔ امام نسائی اپنے اسماء شیوخ

۱۔ فتح الطیب ج ۲ ص ۱۵۹۔ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ مسلم بن ابراہیم۔ ۳۔ دجلہ کا پل مراد ہے جو بصرہ
دس میل پر تھا۔ ۴۔ وفیات الاعیان از قاضی ابن خلکان، ترجمہ نصر بن سمیل۔ ۵۔ کتاب الآثار، بروایت
امام ابویوسف، ص ۲۰۹ طبع مصر ۱۳۵۵ھ

میں ان کے متعلق فرماتے ہیں لا باس بہ، لیکن امام ابو داؤد کا بیان ہے کہ کذاب ہے فہد بن عوف کی حدیثیں لیکر یحییٰ بن حماد کو بتلایا کرتا تھا، تاہم صحیح بخاری میں ان سے بروایت یحییٰ بن حماد حدیثیں منقول ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کو الحافظ لکھا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

حافظ زید بن احزم ابوطالب الطائی البصری، سوائے امام مسلم کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو الامام الحافظ لکھا ہے اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۲۵۴ھ میں جب زنگیوں نے بصرہ کو تاخت و تاراج کیا تھا تو انھیں شہید کر ڈالا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ عباس غنبری، بصرہ کے عقلا و فضلا اور معزز ترین لوگوں میں ان کا شمار تھا حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے، العنبري الامام الثبت ابو الفضل العباس بن عبد العظيم البصري الحافظ، محمد بن المنثري السمرقندي کہتے ہیں کان من سادات المسلمين۔ نسائی ان کے متعلق فرماتے ہیں ثقة مأمون۔ تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہوا۔ ۲۵۴ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ عباس بھرائی بن یزید بن ابی جیب البصری۔ ان کا لقب عباسیہ اور عرف عبدی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ الامام الحافظ کہہ کر شروع کیا ہے اور لکھا ہے کہ احد من جمع بین علو الرأية ومعرفتها الحديث (یہ ان علماء میں سے ہیں کہ جو علو روایت اور معرفت حدیث کے جامع تھے)۔ وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق اور بہت سے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر ائمہ محدثین نے حدیثیں سنی ہیں۔ اصفہان میں ایک مدت تک ان کا قیام رہا۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ اصفہان کے مشہور حافظ حدیث محمد بن اسحاق مسوحی تحصیل علم کی غرض سے بصرہ آئے وہاں کے محدثین نے انھیں دیکھا تو کہنے لگے عندکما العباس بن یزید البھرائی فما تصنع عندنا (تمہارے پاس تو عباس بن یزید بھرائی موجود ہیں تم ہمارے یہاں رہ کر کیا کرو گے) دارقطنی ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں ثقة مأمون۔ ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں بصری من الحفاظ۔ حافظ صالح بن احمد کا بیان ہے کہ بھرائی جب ہمدان آئے تو انھوں نے علم حدیث میں اپنی بہت سی تصنیفات کی روایت کی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے ہیں اور انھوں نے ہمدان، بغداد اور اصفہان میں حدیث کا درس دیا ہے۔ ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ بدیعہ عبد اللہ بن اسحق ابو محمد الجھری، "بدعت" ان کا لقب ہے، یہ امام ابو حنیفہ کے

مشہور شاگرد امام ابو عاصم النبیل کے مستفی تھے۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کو مستقیم الحدیث لکھا ہے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ عبد الباقی بن قانع نے تصریح کی ہے کہ کان حافظاً ۳۵۳ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تہذیب التہذیب)۔

حافظ عقیقہ بن مکرم بن افح العمی ابو عبد الملک البصری، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ ان کے تلامذہ ہیں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ

ابو عاصم نبیل مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ محدث صیمری نے ان کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبد القادر قرشی نے الجواهر المصیۃ فی طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کا نام ضحاک بن مخلد اور نبیل لقب ہے نبیل کے معنی معزز کے ہیں۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہوا۔ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں لیکن امام طحاوی اور حافظ دولابی نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفر کے یہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی، اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے ایک اور شخص بھی آیا کرتے تھے جن کی وضع قطع بالکل گئی گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انھوں نے حسب معمول امام زفر کے دروازہ پر دستک دی، لونڈی نے آکر پوچھا کون، جواب ملا ابو عاصم۔ لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابو عاصم دروازہ پر حاضر ہیں۔ امام زفر نے دریافت فرمایا ان دونوں میں سے کون سے ابو عاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا النبیل منہما (جو ان دونوں میں معزز ہیں) ابو عاصم اجازت لیکر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے نہیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے خیال میں تم سے کبھی جدا نہ ہوگا اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے ابو عاصم کا بیان ہے کہ اس روز میرے لقب پڑ گیا۔ حافظ ابن ابی العوام نے بھی اس واقعہ کو بسطہ متصل نقل کیا ہے۔ ابو عاصم کی وفات ۲۸۳ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ رحمہ اللہ۔ امام بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ فقہاء میں بھی بڑے نامور تھے۔ ابن سعد ان کے متعلق لکھتے ہیں کان ثقة فقیہاً۔ علی کہتے ہیں ثقة کثیر الحدیث وکان له فقه، الجواهر المصیۃ، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، لمحات النظر فی سیرۃ الملم زفر از محدث کوثری)۔

۳۵۴ حافظ عبد الباقی بن قانع بھی فقہاء حقیقہ میں سے ہیں اور شاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے، عبد الباقی بن قانع بن مہزوق بن واثق الحافظ العالم المصنف ابو الحسین الاموی، مولا ہمدان البغدادی صاحب مجموعہ الصحابة، اس کے بعد ان کے شیوخ کو گنا کر لکھتے ہیں کان واسع الرحلة کثیر الحدیث۔ فن حدیث میں محدث دارقطنی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی الجواهر المصیۃ میں لکھتے ہیں کہ ان کو امام ابو بکر جصاص رازی سے بڑی خصوصیت تھی چنانچہ انھوں نے احکام القرآن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ مرنے سے دو سال پہلے ان کا حافظہ بڑھ گیا تھا۔ مجمل الصحابہ کے علاوہ وفیات پر بھی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے جس کے حوالے رجال کی کتابوں میں بکثرت آتے ہیں۔ چنانچہ بدرعہ کے متعلق جو تصریح ہم نے نقل کی وہ بھی اسی کتاب سے منقول ہے۔ ابن قانع کی ولادت ۲۶۵ھ میں ہوئی اور وفات ۳۵۳ھ میں۔

(تذکرۃ الحفاظ، الجواهر المصیۃ، الاعلان بالتواریخ ص ۱۶۰)

جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ حدیث شمار کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں عقبہ بن مکرم ثقة ثقة من ثقات الناس فوق بندار فی الثقة عندی (عقبہ بن مکرم ثقہ میں ثقہ میں ان کا شمار ثقات میں ہے اور میرے نزدیک یہ ثقاہت میں بندار سے بھی اونچے ہیں۔ سلسلہ میں انتقال کیا۔)

حافظ عمر بن شیبہ بن عبیدہ ابو زید الخیر البصری۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے الحافظ العلامة الکخاری الثقة اور پھر ان کے شیوخ و تلامذہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کان بصیر بالسیرو والمغازی وایام الناس، صاحب تصانیف تھے۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے تاریخ بصرہ اور اخبار مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے بحر امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں۔ حافظ ابن جبان، کتاب الثقات میں ان کے متعلق لکھتے ہیں مستقیم الحدیث وکان صاحب ادب و شعر و اخبار و معرفۃ بایام الناس۔ خطیب لکھتے ہیں کان ثقة عالما بالسیرو وایام الناس۔ اخیر عمر میں سامریں متقل ہو گئے تھے اور وہیں ۸۹ سال کی عمر میں جمادی الآخرہ ۲۲۳ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ عمرو بن علی فلاس، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عمرو بن علی بن جحر بن کثیر الحافظ الثبت ابو حفص الباہلی البصری الصریفی احد الاعلام، سند، علل اور تاریخ کے مصنف ہیں تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ابو زید کا بیان ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ہم نے ان سے اور ابن مدینی اور شاذ کوئی سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ اور ابو حاتم ان کو علی بن مدینی سے بھی بصیرت فن میں زیادہ بتاتے ہیں۔ ایک بازنحی بن سعید القطان جو حدیث کے اکابر ائمہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں ایک حدیث غلط بیان کر گئے۔ دوسرے روز جب ان کے شاگردوں کا جمع ہوا تو اس میں علی بن مدینی جیسے لوگ بھی موجود تھے مگر انھوں نے سب کو چھوڑ کر صرف ان ہی کو خطا فرمایا کہ میں ایک حدیث میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہو پھر بھی نہیں ٹوکتے۔ آپ کا انتقال مقام سائر میں زیقہ ۲۲۳ھ میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ کبیر بن بشار امام ابو بکر محمد بن بشار بن عثمان الجدی البصری۔ یہ نسلج یعنی نوریاف تھے۔ تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابو داؤد سجستانی کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے پچاس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ بندار کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پانچ نسلوں (دادا سے لیکر پوتوں، پر پوتوں تک) نے حدیث کی تحصیل کی ہے۔ میں نے اٹھارہ سال ہی کی عمر سے حدیث کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور اس مجلس درس میں اس وقت آکر بیٹھا ہوں کہ جس وقت میں نے اپنی تمام روایات کو ازبر کر لیا تھا۔

لہٰذا "بندار" فارسی لفظ ہے۔ بندر جہڑ اور دفتر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اور جس شخص کے پاس مالگزار ی وغیرہ کا رجسٹر رکھا رہتا ہے وہ "بندار" کہلاتا ہے، محمد بن بشار کا لقب "بندار" بایں معنی ہے کہ یہ بھی حدیث کے "بندار" تھے کیونکہ انھوں نے اپنے شہر کی حدیثوں کو جمع کر لیا تھا۔

امام ابن خزمیہ نے کتاب التوحید میں جہاں ان سے حدیث نقل کی ان کا نام ان الفاظ میں لیا ہے حدیثاً امام اہل زمانہ فی العلم والخبار محمد بن بشار۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تصریح کی ہے کہ چونکہ انھوں نے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کی خاطر بصرہ سے طلب حدیث کے لئے رحلت نہیں کی اس لئے بہت سے اکابر سے اس فن کی تحصیل نہ کر سکے اور علماء بصرہ ہی پر قناعت کرنی پڑی۔ بعد کو سفر بھی کیا تو بہت اخیر میں کیا۔ ۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں دو سو پانچ اور صحیح مسلم میں چار سو ساٹھ حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

حافظ محمد بن المثنیٰ رحمہ اللہ۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے، محمد بن المثنیٰ الحافظ الحجۃ ابو موسیٰ لغزنی الثمن محدث البصرة۔ سارے مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صراح جزرہ کہتے ہیں کہ میں ان کو بندار سے بھی مقدم سمجھتا ہوں، ابو عمرو حرانی کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابو موسیٰ اور یحییٰ بن حکیم سے اثبت (زیادہ پکا) کسی کو نہ دیکھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ ان کی ولادت، وفات اور طلب حدیث کے سین وہی ہیں جو ان کے مہوطن حافظ بندار مذکور کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک سو تین اور صحیح مسلم میں سات سو بہتر حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

حافظ محمد بن یحییٰ۔ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ القیس البصری۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں البحر فی الحفاظ، الثقة، ابو عمرو کہتے ہیں کبیر من اہل الصناعتہ (اکابر اہل فن میں سے ہیں) تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ۱۹۷ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ نصر بن علی ابو عمرو الازدی الجہضمی البصری۔ ذہبی ان کو الحافظ العلامة لکھتے ہیں۔ تمام مصنفین صحاح ستہ کے استاد ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ مجھے یہ فلاس سے زیادہ پسند ہیں نیز یہ ان سے زیادہ حافظ اور زیادہ ثقہ ہیں۔ ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ خلیفہ المستعین باللہ نے ان کے متعلق فرمان بھیجا تھا کہ عہدہ قضا کے لئے انھیں دار الخلافہ کو بھیج دیا جائے۔ بصرہ کے گورنر نے حسب حکم ان کو بلا کر خلیفہ کے حکم سے اطلاع دی۔ کہنے لگے اچھا ذرا میں استخارہ کر لوں۔ یہ کہہ کر واپس ہوئے، دو گانہ پڑھ کر دعا کی اللھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک (خدا یا اگر تیرے یہاں میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے یہاں ہی اٹھالے) یہ دعا کی اور سو گئے۔ لوگوں نے جگایا تو روح عالم بالا کو پرواز کر رہی تھی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۲۵۷ھ کا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ یحییٰ بن حکیم ابو سعید البصری المقوم، امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ تینوں ان کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ صاحب تصنیف تھے۔ امام ابو داؤد ان کے متعلق فرماتے ہیں کان حافظاً متقناً۔ امام نسائی کہتے ہیں ثقہ حافظ ۲۵۶ھ میں جب کہ ان کی عمر اسی سال کی ہو چکی تھی انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

ان حفاظ کے علاوہ بصرہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کو اخذ کیا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

- (۱) احمد بن ثابت البکری البصری المتوفی بعد ۲۵۵ھ (۲) احمد بن عبدہ بن موسیٰ الضبی ابو عبد اللہ البصری المتوفی ۲۵۲ھ (۳) احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان ابو سعید البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔ یہ امام ناقد یحییٰ بن سعید القطان کے پوتے ہیں۔ (۴) احمد بن المقدام بن سلیمان العجلی ابو الاشعث البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۵) ابراہیم بن محمد الزہری الحلبی نزیل البصرہ۔
- (۶) ابراہیم بن محمد بن اسلم الہذلی الناجی العروقی الواسطی البصری۔ (۷) ازہر بن مروان الرقاشی النوا۔ مولیٰ بنی ہاشم ملقب بہ فریح البصری المتوفی ۲۵۲ھ (۸) اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید الشہیدی ابو یعقوب البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۹) اسحاق بن ابراہیم بن داؤد السواق البصری۔
- (۱۰) اسمعیل بن بشر بن منصور السیمی ابو بشر البصری المتوفی ۲۵۵ھ (۱۱) اسمعیل بن حفص بن عمر الایلی ابو بکر الاودی البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۱۲) ایوب بن محمد بن ایوب الہاشمی البصری المعروف بالقلب (۱۳) بشر بن آدم بن یزید البصری الاصغر ابو عبد الرحمن المتوفی ۲۵۲ھ (۱۴) بشر بن معاذ العقدي ابو سہل البصری الضریر المتوفی ۲۵۲ھ (۱۵) بشر بن ہلال الصواف ابو محمد النیری البصری المتوفی ۲۵۲ھ
- (۱۶) بکر بن خلف البصری ابو بشر المتوفی ۲۵۲ھ یہ حافظ ابو عبد الرحمن مقری کے داماد تھے۔ (۱۷) حاتم بن بکر بن غیلان الضبی ابو عمرو البصری الصیرفی۔ (۱۸) حسن بن قزعة بن عبید الہاشمی ابو علی المتوفی ۲۵۲ھ
- (۱۹) حسین بن سلمہ بن اسمعیل الازدی الطحان البصری۔ (۲۰) الحسین بن جہدی بن مالک الایلی ابو سعید البصری المتوفی ۲۵۲ھ (۲۱) حفص بن عمرو بن ربیع ابو عمر الرقاشی البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔
- (۲۲) حمید بن مسعد بن المبارک السامی الباہلی ابو علی البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲۳) حوثرہ بن محمد بن قدید المقری ابو الازہر البصری الوراق المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲۴) زیاد بن یحییٰ بن حسان الحسانی ابو الخطاب الشکری العدنی البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲۵) سفیان بن زیاد بن آدم العقیلی ابو سعید البصری البلدی الموزن۔ (۲۶) صالح بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان۔ یہ بھی امام ناقد یحییٰ القطان کے پوتے ہیں۔ (۲۷) عبد ربیع بن خالد بن عبد الملک النیری ابو المغلس البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲۸) عبد الرحمن بن عبد اسلم بن سلم ابو محمد ابن الفرز الجزری الملقب بعبویہ نزیل البصرہ۔ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۹) عبد الرحمن بن عبد الوہاب العمری البصری الصیرفی۔ (۳۰) عبد القدوس بن محمد ابو بکر البجائی المعولی العطار البصری۔ (۳۱) عبد اسد بن محمد بن عبد الرحمن بن السور الزہری البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۳۲) عبد اسد بن معاویہ بن موسیٰ البکری ابو جعفر البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۳۳) عبد الوارث بن عبد الصمد اعبری البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۳۴) عبیدہ بن عبد اسد بن عبیدہ الخرمی السفار ابو سہل البصری کوفی الاصل المتوفی ۲۵۵ھ (۳۵) عبید اللہ بن الجهم الانطاکی البصری المتوفی بعد ۲۵۲ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں کل دو روایتیں کی ہیں۔ (۳۶) عبید اللہ بن یوسف البجیری ابو حفص البصری

المتوفی ۲۵۰ھ (۳۷) عمار بن طاووت بن عباد الجحدری البصری۔ (۳۸) عمران بن موسى بن جبان الليثی
 ابو عمرو البصری القزاز المتوفی بعد شکستہ (۳۹) فضل بن یعقوب البصری ابو العباس المعروف بالجزری
 المتوفی ۲۵۶ھ (۴۰) محمد بن ثعلبہ السدوسی البصری۔ (۴۱) محمد بن خلاد بن کثیر الباطنی ابو بکر البصری
 المتوفی ۲۵۷ھ (۴۲) محمد بن زیاد بن عبید اللہ الزیادی ابو عبد اللہ البصری الملقب بـ یزید المتوفی ۲۵۸ھ
 (۴۳) محمد بن سعید بن یزید بن ابراہیم التستری ابو بکر البصری (۴۴) محمد بن عباد بن آدم البزلی ابو عبد اللہ
 البصری المتوفی ۲۵۸ھ (۴۵) محمد بن عبد الاعلیٰ الصنعانی القیسی ابو عبد اللہ البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔
 (۴۶) محمد بن عبد اللہ بن حفص بن ہشام بن زید بن النس بن مالک الانصاری البصری (۴۷) محمد بن
 عبد اللہ بن عبید البزلی ابو مسعود البصری۔ (۴۸) محمد بن عبد الملک بن ابی الثوراب محمد بن عبد اللہ
 القرشی الاموی ابو عبد اللہ الباطنی البصری المتوفی ۲۵۹ھ محمد بن عمر بن علی المقدمی ابو عبد اللہ البصری۔
 (۵۰) محمد بن فراس الضبعی ابو ہریرۃ الصیرفی البصری المتوفی ۲۵۹ھ (۵۱) محمد بن محمد بن مرزوق البساطی
 البصری المتوفی ۲۶۰ھ (۵۲) محمد بن المؤمل العسبی ابو القاسم البصری المتوفی ۲۶۰ھ (۵۳) محمد بن الولید
 بن عبد الحمید القرشی البصری الملقب بـ محمدان البصری المتوفی بعد ۲۶۰ھ (۵۴) محمد بن یزید بن عبد الملک
 الاسفاطی ابو عبد اللہ البصری الاغور (۵۵) مجزاة بن سفیان الشقی البصری امام ابن ماجہ کا بیان ہے کہ
 ان کے پاس کل تین حدیثیں تھیں۔ (۵۶) ولید بن عمرو الضبعی ابو العباس البصری (۵۷) یحییٰ بن حبیب
 بن عربی الحارثی البصری المتوفی ۲۶۰ھ (۵۸) یحییٰ بن خدام العنبری ابو زکریا السفطی البصری المتوفی ۲۶۱ھ
 (۵۹) یحییٰ بن خلف الباطنی ابو سلمۃ البصری المعروف بالجباری المتوفی ۲۶۲ھ (۶۰) یحییٰ بن درست
 الباشمی البصری (۶۱) یحییٰ بن الفضل العنبری ابو زکریا البصری المعروف بالخرقی المتوفی ۲۶۶ھ (۶۲)
 یوسف بن حاد المعنی ابو یعقوب البصری المتوفی ۲۶۵ھ۔

حافظ ابن جبان نے کتاب الثقات میں (باستثنائے ایوب، حاتم، صلح، عبید اللہ بن ابیہم
 عبد الرحمن، محمد بن ثعلبہ، محمد بن عباد، محمد بن عبد الملک، محمد بن المؤمل، محمد بن عبد اللہ بن عبید، محمد بن فراس
 مجزاة، ولید، یحییٰ بن درست) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے اور امام ابن ماجہ نے ان تمام محدثین
 میں سب سے زیادہ جن سے روایتیں کی ہیں وہ یہ ہیں۔ احمد بن عبدۃ القنی، بشر بن ہلال الصواف، بکر بن
 خلف ابو بشر، محمد بن خلاد ابو بکر الباطنی۔

بغداد

وہ مشہور و معروف شہر جو خلفاء عباسیہ کے زمانہ عروج میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور
 ان کے علوم و فنون کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز رہ چکا ہے، جس کو محدث حاکم نیشاپوری مدینۃ العلم
 و موسم العلماء والا فاضل فرماتے ہیں اور علامۃ تلج الدین بسکی محلة العلماء و دار الدنیا و

حاضرة الربيع العام مرکز الاخلاقۃ، اور دار علم و بیت ریاست کے شاندار الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن حزم اندلسی نے بغداد کا ذکر جس عظمت کے ساتھ کیا ہے وہ آپ بصرہ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں، اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

”بغداد جو عراق کا سب سے بڑا شہر ہے، اس کی بنیاد تابعین کے اخیر دور میں پڑی۔ سب سے پہلے جس نے یہاں حدیث کی اشاعت کی وہ ہشام بن عروہ ہیں اور ان کے بعد شعبہ اور شیم۔“
اس کے بعد ذہبی رقمطراز ہیں:-

وكثر بها هذا الشأن فلم تزل معمورة بالاشتر
والخبر والى زمان الامام احمد ثم اصحابه
وهي دار الاسناد العالي والحفظ ومنزل
الخلافة والعلم الى ان استوصلت في
كاشنة التار الكفرة۔
اور وہاں اس فن کی خوب کثرت رہی چنانچہ یہ شہر امام احمد
بن حنبل اور ان کے تلامذہ کے زمانہ تک برابر حدیث و اثر
سے معمور رہا۔ اور یہ اسناد عالی اور حفظ حدیث کا گھر، اور
خلافت اور علم کا مستقر تھا تا آنکہ تاتاری کفار کے حادثہ
میں اس کا استیصال ہو گیا۔

حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کی ”النوع الثانی والاربعین“ میں جو رواۃ حدیث کے بلدان و
اوطان کے بیان پر مشتمل ہے تصریح کی ہے کہ ”مدینۃ السلام“ (بغداد) میں اگرچہ کچھ علم میں کسی صحابی کی
وفات نہیں ہوئی تاہم تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت یہاں آکر فروکش ہوئی اور انھوں نے یہیں
وفات پائی۔ چنانچہ ان میں سے میں شاہیر علماء محدثین کو حاکم نے نام بنام گنایا ہے۔ جن میں امام ابو حنیفہ،
امام ابو یوسف قاضی اور امام اسد بن عمر و خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بغداد کے تمام محدثین میں امام ابو یوسف کی یہ شان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے جب تحصیل حدیث
شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں۔ فن حدیث

لے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از سبکی ج ۱ ص ۱۷۲ و ۱۷۳۔ ۵۲ شیم امام ابو حنیفہ کے شاہیر تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ
امام بخاری نے تابع کبیر میں امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں جن ائمہ حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ
سے حدیث کی روایت کی ہے ان میں ان کا بھی نام ہے۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ
میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے الحافظ الکبیر محدث العصر اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ لا
نزاع فی انه من الحفاظ الثقات یعنی اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ یہ حفاظ ثقات میں سے ہیں۔ ۵۳ ع میں
وفات پائی۔ ۵۴ ظاہر منوں کو شاید اس پر تعجب ہو لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام احمد نے اس سلسلہ میں جو
قدم اٹھایا وہ آئین طلب کے عین مطابق تھا۔ سابق میں طلب حدیث کے آداب میں ہم ابن صلاح کے حوالہ سے
لکھ چکے ہیں کہ حدیث کے طالب العلم کو سب سے پہلے اس شخص سے علم حدیث اخذ کرنا چاہیے کہ جو اپنے شہر کے تمام
محدثین میں اسناد و روایت، علم و شہرت اور شرف میں بڑھا ہوا ہو۔ چونکہ امام ابو یوسف میں حق تعالیٰ نے یہ تمام
اوصاف یکجا جمع کر دیئے تھے اس لئے امام احمد کو کجا طور پر سب سے پہلے امام مدوح ہی کے آستانہ پر حاضر ہونا تھا
اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حافظ ابن الجوزی، مناقب الامام احمد میں بسند متصل ناقل ہیں کہ:-

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہیں امام موصوف کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہوتا تو ان کے ہر درو نامور شاگرد امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کی شہادتیں اس باب میں کافی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ کان ابو یوسف منصفاً فی الحدیث۔ اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔

ما رأیت فی اصحاب الراۃ اثبت فی الحدیث میں نے اصحاب الراۃ (فقہاء) میں امام ابو یوسف کو اثبت (زیادہ) ولا احفظ ولا اصحہ شراۃ من ابی یوسفؒ (بکمال) اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث اور صحیح الروایۃ نہیں دیکھا۔

اسی طرح امام اسد بن عمرو بھی بہت بڑے رتبے کے شخص ہیں اور علم حدیث میں ان کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ حافظ ابن عدی جیسا کثر شخص بھی ان کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے:

ابا حاد شہ ورحم ایا تہ باس، ولیس فی اصحاب الراۃ بعد ابی حنیفۃ اکثر حدیثا منہ (ان کی احادیث روایات میں کوئی خرابی نہیں اور اصحاب الراۃ (فقہاء) میں امام ابو حنیفہ کے بعد ان سے بڑھ کر کثیر الحدیث کوئی شخص نہیں)

اور ابن سعد لکھتے ہیں: کان عندہ حدیث کثیر وھو ثقۃ انشاء اللہ ان کے پاس حدیث بہت تھی اور یہ انشاء اللہ ثقہ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اخبرنا ابو منصور عبد الرحمن بن محمد القزاز قال اخبرنا ابو بکر احمد بن علی بن ثابت قال انا الازھری قال ثنا عبد الرحمن بن عمر قال ثنا محمد بن یعقوب قال حدثنی جادی قال سمعت احمد بن حنبل یقول اول من کتبت عند الحدیث ابو یوسف (ص ۲۲ و ۲۳)

اور حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ میں حافظ عباس دوری سے نقل کرتے ہیں کہ سمعت احمد بن حنبل یقول اول ما کتبت الحدیث

اختلفت الی ابی یوسف القاضی فکتبت عندہ ثم اختلفت بعد الی الناس۔ (ص ۲۰)

یہ مسئلہ کا واقعہ ہے جبکہ امام احمد اپنی عمر کے سواہیں سال میں تھے (مناقب احمد از ابن جوزی ص ۲۳) امام احمد نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے تین قسط (وہ صندوق یا کس کہ جس میں کتاب کو بحفاظت تمام رکھا جاتا ہے) بھر کر علم دین کی کتاب کی تھی چنانچہ حافظ ابو الفتح بن سید الناس یحییٰ بن عمری مصری شافعی اپنی مشہور کتاب عیون الاثر فی فہم المغازی والسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابراہیم بن جعفر حدثنی عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال کتب الی عن ابی یوسف و محمد ثلاثۃ قضاط، قلت لہ کان یظن فیہا قال کان ربما یظن فیہا۔ (ج ۱ ص ۲۰ طبع مصر ۱۲۵۶ھ)

(حاشیہ صفحہ ۷۵) طہ مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ از ذہبی ص ۴۱۔ ۴۲ ایضاً ص ۴۰۔ ۴۱ لسان المیزان ترجمہ امام موصوف امام احمد بن حنبل بھی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے اور ان کو ”صدوق و صالح الحدیث“ فرمایا کرتے تھے۔ محرت میمری نے ابو نعیم فضل بن دین سے سند نقل کیا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ کی کتابیں سب سے پہلے جس نے لکھیں وہ اسد بن عمرو ہیں۔ اول حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: صحب ابا حنیفۃ و تفقہ علیہ من اهل الکوفۃ فقد تم

بعد ادو تولی قضاء الشرقیہ (انہوں نے امام ابو حنیفہ کی صحبت اٹھائی اور ان ہی سے فقہ کی تحصیل کی، کوفہ کے رہنے والے تھے پھر بغداد آئے اور شہر کے شرقی حصہ کا عہدہ قضا ان کو تفویض ہوا) ۱۹۰ھ میں وفات پائی۔

بغداد میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزار ہا طلبہ کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ کے متعدد واقعات تاریخ و رجال کی معتبر کتابوں سے ہم سابق میں ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں۔

فقہ کے وہ چار امام کہ جن کے اجتہادی مسائل پر تمام دنیا کے اسلام ان کے زمانے سے لے کر آج تک کاربند چلی آتی ہے ان میں سے اخیر امام یعنی امام احمد بن حنبل اسی بغداد کے رہنے والے تھے۔ امام شافعی کا مذہب قدیم جس کے راوی، زعفرانی، ابو ثور، امام احمد اور کراچیسی ہیں۔ اس کی تدوین ہوئی اور اسی لئے امام شافعی کی اس کتاب کو جو آپ کے مذہب قدیم پر مشتمل ہے بغدادی اور عراقی کہا جاتا ہے۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو ثور المتوفی ۲۴۰ھ، امام داؤد ظاہری المتوفی ۳۸۰ھ اور امام محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۲۰ھ ان سب کا وطن بھی بغداد ہے۔

امام طبری کی وہ مشہور تفسیر یہیں لکھی گئی ہے کہ جس کے متعلق حافظ ذہبی اور علامہ تلح الدین سبکی دونوں کی منفقہ تصریح ہے کہ لم یصنف مثله (یعنی اس کی مثل تصنیف نہ ہوئی) اور جس کے بارے میں علامہ ابو حامد اسفرائینی کا قول ہے کہ "اگر کوئی اس تفسیر کے حاصل کرنے کے لئے چین تک کا سفر اختیار کرے تو کچھ زیادہ نہیں ہے"۔

امام ابن ماجہ نے جس وقت رحلت علمی کے لئے وطن سے باہر قدم نکالا ہے اس وقت الواثق بادشاہ عباسی سربراہانے خلافت بغداد تھا۔ واثق بادشاہ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے مامون صغر کہلاتا تھا۔ واثق کے فضل و کمال کی وجہ سے خود خلیفہ مامون اس کی بڑی قدر کرتا اور اس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ علامہ تریذی کا بیان ہے کہ مامون نے تو علم عرب کے ساتھ اپنی معلومات میں علوم و اہل یعنی نجوم، طب اور منطق کی بھی آمیزش کر لی تھی لیکن واثق کے علوم خالص عربی علوم تھے۔ واثق نے ۲۴۰ھ ذی الحجہ ۳۲۰ھ میں چار شنبہ کے دن وفات پائی اور اس کی جگہ المتوکل علی اللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا محدثین متوکل کی تعریف میں بڑے رطب اللسان ہیں کیونکہ اس نے مامون، معتصم اور واثق کے زمانے سے جو لوگوں پر خلق قرآن کے بارے میں مظالم ہو رہے تھے ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا تھا اور ۳۲۰ھ ہجری میں تمام قلم و خلافت میں فرماں بھیجا تھا کہ آئندہ سے اس مسئلہ کے متعلق کسی شخص سے باز پرس نہ کی جائے۔ ساتھ ہی محدثین کو سامرا بلا کر ان کے لئے عطایا اور وظائف جاری کئے اور بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور ان کو حکم دیا کہ صفات باری اور دیدار الہی کی احادیث لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ اس طرح معتزلہ کا جو زور شورا اس کے پیشرو ہرہ خلفاء کے زمانے میں تھا اس کے

۱۔ الاعلان بالتونج لمن ذم التایخ از علامہ سخاوی ص ۹۹۔ ۲۔ الاستقرار فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہار از علامہ ابن عبد البر ص ۱۰۵ طبع مصر اور طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۰۔ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ اور طبقات الشافعیہ میں امام ابن جریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۸ طبع مجتبیٰ دہلی۔ ۵۔ ایک کچھ تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔

عہد میں بالکل ختم ہو گیا۔ یہی زمانہ ہے جب امام ابن ماجہ، بغداد آئے ہیں اس وقت یہاں جا بجا حدیث و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے اور محدثین و حفاظ حدیث کا درس خوب زور و شور سے جاری تھا۔ امام موصوف نے یہاں آکر جن حفاظ حدیث سے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

حافظ کبیر احمد دورق، شجرہ نسب یہ ہے احمد بن ابراہیم بن کثیر ابو عبد اللہ العبدی النکری البغدادی الدوری، یہ حافظ یعقوب دورق کے چھوٹے بھائی ہیں، اللہ عزوجل کا ایسا کرم تھا کہ دونوں بھائی حافظ الحدیث ہوئے۔ صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ ان دونوں بھائیوں میں احمد کثرت حدیث اور اس کی معلومات میں زیادہ تھے اور یعقوب اسناد و روایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں۔ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان حفاظ اہم احسن التألیف (یعنی یہ حفاظ حدیث، صاحب فہم اور عمدہ مصنف تھے) امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ چاروں ائمہ ان کے شاگرد ہیں ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۸ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ رمادی، ابو بکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک البغدادی، حدیث میں مسند ان کی تصنیف ہے، ابراہیم اصہبانی حفظ حدیث میں ان کو ابو بکر بن ابی شیبہ کا ہمسر بتاتے ہیں مصنفین صحاح ستہ میں صرف امام ابن ماجہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ حدیث نبویؐ سے ان کو اس قدر شغف تھا کہ جب کبھی بیمار ہوتے محدثین کو بلوا کر ان سے حدیثیں پڑھواتے۔ ربیع الآخر ۲۶۵ھ ہجری میں تراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب)۔

حافظ احمد بن شیخ ابو جعفر البغوی ثم البغدادی الاصبہانی، اصل میں بغشور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مرو و روز کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر ہے بعد کو بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور ان سے تمام ارباب صحاح ستہ کو تلمذ حاصل ہے لیکن صحیح بخاری میں ان سے بالواسطہ روایت ہے اور خارج صحیح میں بغیر واسطہ۔ محدث خلیلی نے تصریح کی ہے کہ یہ علم میں امام احمد بن حنبل اور ان کے اقران کے ہم پلہ ہیں۔ چالیس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے روز قرآن پاک ختم کر دیا کرتے تھے۔ فن حدیث میں ان کی مسند مشہور و معروف ہے جس کو ان کے نامور شاگرد اسحاق بن ابراہیم بن جمیل ان سے روایت کرتے ہیں، سنہ ۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۸ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ ان کی وفات پر جب ان کا متروکہ فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان ۲۴۴ درہم کا ہوا۔ (تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، ترجمہ امام ابو یوسف)

۱۷۰ھ "نکری" بضم نون بنی نحر کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ عبدالقیس کی مشہور شاخ ہے اور دورق "یا تو شہر دورق کی طرف نسبت ہے جو امواز کے اطراف میں واقع ہے جہاں کی لمبی ٹوپیاں "دورق" کے نام سے مشہور ہیں اور یہاں ٹوپوں کی صنعت کی طرف نسبت ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے والد بڑے عابد و زاہد تھے اور اس زمانہ میں جو شخص زہد و عبادت میں مصروف ہوتا اس کو دورق کہا جاتا تھا۔ لاکانی کا بیان ہے کہ یہ لمبی ٹوپی اور تھے تھے اس لئے "دورق" کہلاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)۔

امام ابو ثور، ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ابو ثور ان کا لقب ہے اور ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ مشہور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں اور بہت سے مسائل میں جمہور سے متفق ہیں۔ سید الطائفة حضرت جنید بغدادی ان ہی کے مذہب پر فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ پہلے اہل عراق کے مسلک پر تھے بعد کو جب امام شافعی بغداد آئے تو ان کی شاگردی اختیار کی اور بہت سے مسائل میں ان کی طرف مائل ہو گئے چنانچہ علامہ ابن عبد البر الانباری فی فضائل الثلاثة الائمۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک مستقل تصنیف میں امام مالک اور امام شافعی کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور اس میں اپنا مذہب بھی ساتھ ساتھ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ ان کا اس کتاب میں اور اپنی دوسری تصانیف میں امام شافعی کی طرف زیادہ میلان ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں پچاس سال سے ان سے واقف ہوں کہ یہ سنت پر عامل ہیں اور میرے نزدیک یہ ثوری کے مقام پر ہیں۔ ایک دفعہ امام احمد کے کسی نے مسئلہ دریافت کیا فرمانے لگے فقہار سے پوچھو، جاؤ ابو ثور سے پوچھو، امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ تینوں آپ کے شاگرد ہیں مگر امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو اکامام المجتہد الحفاظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیہ اہل بغداد ومفتیہم فی عصرہ واحد اعیان المحدثین المتقین (یعنی یہ اپنے زمانہ میں اہل بغداد کے فقیہ اور مفتی اور متقن اور نامور محدثین میں سے تھے) تاہم جبکہ بعض متقنات ارباب روایت کی عادت ہے کہ وہ عام طور پر تفریع احکام اور استنباط خبریات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور اس بنا پر فقہار طعن کیا کرتے ہیں بعض محدثین نے ان پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ ابوحاتم رازی ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ

یتکلم بالرای فیخطی ویصیب ولیس
یعملہ عمل المصمیین فی الحدیث۔
یہ رائے (فقہ) سے کلام کرتے ہیں اس لئے غلط بھی کہہ دیتے
ہیں اور صحیح بھی، اور ان کا وہ مقام نہیں جو حدیث پر
مستوجہ ہونے والوں کا ہوتا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی، ابوحاتم کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

هذا غلو من ابی حاتم ولیس الکلام فی
الرای موجبا للقدح۔
یہ ابوحاتم کا غلو ہے اور رائے (فقہ) میں کلام کرنا موجب
قدح نہیں۔

بعض علماء نے ابوحاتم کے بیان میں المصمیین کی بجائے المتسعين نقل کیا ہے اس صورت میں اس
فقہ کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کا وہ مقام نہیں جو حدیث میں وسعت نظر رکھنے والوں کا ہوتا ہے۔

علامہ تلج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ میں بسند نقل کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں یحییٰ بن معین ابو حنیفہ
زہیر بن حرب، خلف بن سالم اور دیگر محدثین کی ایک جماعت موجود تھی اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری
تھا۔ اتفاق سے ایک عورت اکھڑی ہوئی اور اس نے جوان لوگوں کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور سراجہ فلاں (اس کو فلاں نے روایت کیا ہے) اور ماحدث

بغیر فلاں (اس کو فلاں کے سوا اور کوئی نہیں بیان کرتا) کہتے سنا تو ان سے یہ مسئلہ پوچھ بیٹھی کہ کیا جائزہ عورت مرد سے کو نہلا سکتی ہے۔ یہ عورت مرد سے نہلا یا کرتی تھی۔ اس عورت کے مسئلہ کا جواب پوری جماعت میں سے کسی سے نہ بن سکا اور ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ حسن اتفاق کہ ابو ثور سامنے سے آنکے، انھیں دیکھ کر سب اس عورت سے کہنے لگے کہ یہ صاحب جو سامنے سے آرہے ہیں ان سے دریافت کرو۔ عورت نے ادھر رخ کیا تو یہ اب اس کے قریب آچکے تھے اس نے مسئلہ پوچھا، ابو ثور نے باا توقف جواب دیا کہ ہاں کیونکہ قاسم (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے) کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ان حیضتک لیست فی یدک (تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایام ماہواری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پانی ڈال کر مانگ نکالا کرتی تھی۔ اس لئے جب زندہ کے سر پر پانی ڈالا جاسکتا ہے تو مردہ پر تو بدرجہ اولیٰ ڈالا جاسکتا ہے، اس پر سب لوگ کہنے لگے جی ہاں، مگر اہ فلاں (اس کو تو فلاں نے روایت کیا) اور اخبہ فلاں (ہم سے فلاں نے بیان کیا ہے) اور یہ ہمیں فلاں سند سے معلوم ہے اور پھر اس کے متعلق ان لوگوں نے روایت و اسانید کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس عورت کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ فاین انقم الی الا ان (تم اب تک کیا کر رہے تھے)۔

امام ابو ثور نے ستر سال کی عمر میں ۲۷ صفر سنہ ۱۸۷ میں انتقال فرمایا (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تہذیب التہذیب، طبقات کبریٰ از شعرائی ترجمہ حضرت جنید بغدادی)۔
حافظ جوہری، ابراہیم بن سعید ابو اسحق الطبری ثم البغدادی، ہجر امام بخاری کے تمام ارباب صالح ستہ ان کے شاگرد ہیں ان کا قول تھا کہ جو حدیث میرے پاس سو سندوں سے مروی نہ ہو میں اس میں یتیم ہوں۔ ذہبی نے ان کو الحافظ العلامۃ لکھا ہے۔ علم حدیث میں سند تصنیف کی تھی۔ سنہ ۲۷۷ میں بمقام عین زربہ جو مصیصہ کی سرحد پر واقع ہے اور جہاں یہ جہاد کی غرض سے مقیم تھے انتقال فرمایا رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ کثیر ابو اسحاق ہروی، ابراہیم بن عبد اللہ بن حاتم، ہرات کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد میں آکر متوطن ہو گئے تھے، امام ترمذی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، ہیشیم کی حدیث کے یہ سب بڑے عالم تھے کہا کرتے تھے کہ ہیشیم کی کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس کو میں نے ان سے بیس مرتبہ یا اس سے زیادہ دفعہ نہ سنا ہو۔ ذہبی کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں کان صدوقاً زاهداً صواماً عابداً کبیر القدر۔ رمضان سنہ ۳۱۷ میں جبکہ ان کی عمر نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی انتقال فرمایا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

فقہ کبیر حافظ زعفرانی، ابو علی حسن بن محمد بن صباح البغدادی، زعفرانیہ بغداد کے قریب ایک قریہ تھا۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے، فقہ کی تعلیم امام شافعی سے حاصل کی اور ان کے مذہب

قدیم کے راوی ہیں، بغداد میں امام شافعی کی مجلس درس میں ان کے سوا اور کوئی قرأت نہیں کرتا تھا۔ اس درس میں امام احمد اور امام ابو ثور بھی حاضر ہوتے تھے یہ پڑھتے تھے اور سب لوگ سنتے تھے۔ امام شافعی کی کتاب الرسالہ کی جب انھوں نے قرأت شروع کی تو امام موصوف نے ان سے دریافت فرمایا تم عرب کے کس قبیلہ سے ہو، کہنے لگے میں عربی نہیں میں تو قریہ زعفرانیہ کا رہنے والا ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا انت سید هذه القرية (تم تو اس قریہ کے سردار ہو)۔ بجز امام مسلم کے تمام صنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں ان کی ثقاہت کی بڑے بڑے محدثین نے شہادت دی ہے (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ رجا بن مرخی بن رافع الغفاری ابو محمد السمرقندی الحافظ نزیل بغداد۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر الحافظ العلاء اور مفید بغداد کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ حدیث میں امام ابو داؤد اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ دارقطنی ان کو ثقہ حافظ کہتے ہیں۔ ابن حبان لکھتے ہیں کان متیقظاً من جمع وصنف (ہو شہد تھے اور اہل تصنیف و تالیف میں سے تھے) حلیب کے الفاظ ہیں، کان ثقة ثبتاً امامانی علیہ الحدیث وحفظہ والمعرفة بہ، یہ اصل میں مروی گئے رہنے والے تھے۔ چونکہ سمرقند میں بود و باش اختیار کر لی تھی اس لئے سمرقندی کہلاتے ہیں، بعد کو بغداد میں آگئے اور وہیں اقامت گزین ہو گئے اور آخر وہیں ماہ جمادی الاولیٰ ۳۸۸ھ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابو خلیثمہ زہیر بن حرب، النسائی نزیل بغداد، فن حدیث میں عبد اللہ بن ادریس سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق بن ہمام، حفص بن غیاث اور شیم وغیرہ بہت سے محدثین کے شاگرد ہیں، اور ان سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یہ امام احمد اور یحییٰ بن معین کے ہم پلہ ہیں۔ یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر ان کو حافظ ابو یکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں ثقة مأمون خطیب بغدادی لکھتے ہیں کان ثقة ثبتاً حجة حافظاً متقناً۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سوا کا سی حدیثیں مروی ہیں، سنہ ۳۸۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۳۸۸ھ میں جو ہر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ زہیر بن محمد بن قیس۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ القدوة ابو محمد المرحوم نزیل بغداد۔ ابو القاسم کا بیان ہے کہ امام احمد کے بعد میں نے ان سے افضل نہیں دیکھا۔ ان کے صاحبزادے محمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد ماہ رمضان المبارک میں قرآن پاک کے نوے ختم کیا کرتے تھے۔ ارباب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، اخیر عمر میں جہاد کی غرض سے طرطوس میں مرابط ہو گئے تھے اور وہیں ۳۸۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ عباسؑ دوری بن محمد بن حاتم ابو الفضل الباشی مولا ہم البغدادی۔ ذہبی نے ان کو الحافظ
الامام لکھا ہے، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور اسی لئے صاحب یحییٰ بن معین
کہلاتے ہیں۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ فن رجال
میں ایک نہایت ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں انھوں نے اپنے شیخ امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین
کے اقوال کو رجال کے متعلق جمع کر دیا ہے۔ ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک مفید کتاب ہے اور
اس فن میں ان کی بصیرت کا پتہ دیتی ہے، صفر ۳۸۵ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی الاموی مولا ہم
البغدادی ۳۸۵ میں پیدا ہوئے، احمد دورق، علی بن جعد جوہری، زبیر بن حرب، ابو عبیدہ قاسم بن
سلام، داؤد بن رشید خوارزمی، محمد بن سعد کاتب واقفی، امام بخاری اور امام ابو داؤد وغیرہ سے
فن حدیث کی تعلیم پائی اور ان سے امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر میں ان کے
روایتیں کی ہیں لیکن سنن میں کوئی حدیث ان کی روایت سے منقول نہیں ہے۔ یہ بڑے مشہور مصنف
ہوئے ہیں۔ زبیری عروج بھی خوب پایا۔ شہزادگان خلفائے عباسیہ کے اتالیق رہے۔ خلیفہ معتز
بائش کی تربیت بھی ان ہی کی اتالیقی میں ہوئی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں
میں شروع کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا المحدث العالم الصدوق اور حافظ جمال الدین میری کے
تہذیب الکمال میں یہ الفاظ ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا البغدادی الحافظ صاحب التصانیف
المشہورۃ ومودب اولاد الخلفاء۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں ان کے
حدیثیں لکھی ہیں اور والد نے ان کو صدوق کہا ہے۔ ۳۸۵ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔
(تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابوقلابہؑ عبد الملک رقاشی۔ یہ مہل میں بصرہ کے محدث ہیں، بعد کو بغداد میں
متوطن ہو گئے تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے ابوقلابہ
الحافظ العالم المسند عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ الرقاشی الراشد محدث البصرة۔
بچپن ہی میں باپ کی تحریریں اور اپنی قوت ذکر کی بنا پر علم حدیث پر توجہ کی، قاضی احمد بن کامل کا بیان
ہے کہ یہ دن رات میں چار سو رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے اور اپنے حفظ سے انھوں نے ساٹھ ہزار
حدیثیں بیان کی تھیں۔ امام محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا
مسلمہ کا بیان ہے کہ انھیں شعبہ کی حدیثیں اس طرح یاد تھیں جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورت یاد
ہوتی ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت
کی ہیں۔ ۳۸۵ میں ان کی ولادت ہوئی اور باہ شوال ۳۸۵ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ،
تہذیب التہذیب)۔ ۱۳

حافظ رخامی ابو العباس فضل بن یعقوب البغدادی۔ امام بخاری اور ابن ماجہ کے

استاذ ہیں۔ محدث دارقطنی نے ان کو "ثقة حافظ" کہا ہے۔ یکم جمادی الاولیٰ ۲۵۵ھ میں انتقال ہوا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابو بکر رضا غانی۔ محمد بن اسحاق بن جعفر زبیل بغدادی۔ حافظ بنی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ الصاغانی الحافظ الحجۃ محدث بغداد ابو بکر محمد بن اسحاق۔ ابو مزاحم خاقانی کا بیان ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں امام یحییٰ بن معین کے مشابہ تھے۔ ہجر امام بخاری کے جملہ مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صفر ۲۵۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ محمد بن عبد الملک بن زنجویہ البغدادی ابو بکر غزال۔ یہ بغداد میں امام احمد بن حنبل کے پیروی تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کو "واسع الرحۃ" لکھا ہے یعنی طلب حدیث میں انھوں نے بڑا سفر کیا تھا۔ امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ جمادی الآخرہ ۲۵۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابو الاحوص محمد بن ابیثمیر بن حماد البغدادی۔ حکیم ہیں جو بغداد سے دس فرسخ پر واقع ہے قاضی تھے۔ دارقطنی نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ ان من الحفاظ الثقات، جملہ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ایک حدیث ان سے استقار میں نقل کی ہے۔ جمادی اولیٰ ۲۵۹ھ میں عکبرائی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ہارون حمال۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے الحافظ الامام الثقة ابو موسیٰ ہارون بن عبد اللہ بن مرہان البغدادی البزاز المعروف بالحمال۔ ابراہیم حمالی ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اگر جمبوٹ بولنا رواہ تائب بھی یہ پاکیزگی کے خیال سے اسے چھوڑ دیتے۔ یہ پہلے بزاز تھے پھر جب زہد اختیار کیا تو اجرت پر حمالی کرنے لگے اس لئے "حمال" کہلاتے ہیں۔ سوائے امام بخاری کے بقیہ تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ۱۹ شوال ۲۵۷ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ ولادت معلوم یا معلومہ ہے۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ یعقوب دورقی۔ یہ حافظ احمد بن ابراہیم دورقی مذکور کے بڑے بھائی ہیں۔ عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔ حافظ بنی نے ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے الحافظ البکیر المعمر الامام محدث العراق ابو یوسف العبدی۔ تمام ارباب صحاح ستہ کے فن حدیث میں استاذ ہیں، سند بھی تصنیف کی تھی۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، اور تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ بغداد کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں۔
(۱) احمد بن اسمعیل ابو حرافۃ السہمی المدنی زبیل بغدادی المتوفی ۲۵۹ھ۔ یہ امام مالک سے

موطار کے آخری روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ (۲) احمد بن عاصم بن غنیمہ البغدادی ابوصالح خزیمہ
بغداد۔ (۳) احمد بن عبد الرحمن بن بکار ابوالولید البصری العامری الدمشقی نزیل بغداد المتوفی ۲۴۸ھ
(۴) اسمعیل بن ابی الحارث اسد بن شاہین البغدادی ابواسحق المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۵) حبیب بن بشر
الثقفی ابو عبد اللہ الفقیہ الطوسی نزیل بغداد المتوفی ۲۵۸ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک
حدیث کتاب النکاح میں روایت کی ہے۔ (۶) الحسن بن حماد بن کسب الحضرمی ابو علی البغدادی
المعروف بسجادہ المتوفی ۲۵۸ھ۔ یہ فقیہ حنفی ہیں اور امام محمد کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ عبد القادر
قرشی نے جواہر المضیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ (۷) الحسن بن عرفہ ابو علی العبدی البغدادی المتوفی
۲۵۸ھ۔ (۸) الحسن بن یحییٰ بن الجعد العبدی ابو علی بن ابی الزبج الحجازی البغدادی المتوفی ۲۶۲ھ
(۹) الحسین بن بیان البغدادی۔ (۱۰) حمدون بن عمارہ البغدادی ابو جعفر البزار۔ ان کا نام محمد اور لقب
حمدون ہے، امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے۔ (۱۱) الخلیل بن عمرو الثقفی ابو عمرو
البنزاز البغوی نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۲) داؤد بن رشید (یا تصغیر) الباشمی مولایم الخوارزمی
البغدادی ابو الفضل المتوفی ۲۶۲ھ۔ یہ امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں اور فقہ حنفی میں کتاب النوادر
ان کی تصنیف ہے۔ (۱۳) رزق اللہ بن موسیٰ الناجی ابو بکر البغدادی الاسکافی الکلوذانی المتوفی ۲۵۶ھ
(۱۴) روح بن الفرخ البزار ابو الحسن البغدادی المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۱۵) سلیمان بن توبہ النہروانی ابو داؤد
البغدادی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۱۶) شجاع بن مخلد الفلاس ابو الفضل البغوی نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ھ
انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ (۱۷) عباد بن الولید الثوری ابو عبدہ البغدادی المتوفی ۲۵۸ھ۔
(۱۸) عباس بن جعفر ابو محمد بن ابی طالب البغدادی مولیٰ آل العباس المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۱۹) عبد اللہ بن
اسحق بن محمد النافذ ابو جعفر الواسطی نزیل بغداد۔ (۲۰) العلاء بن سالم الطبری ابو الحسن الواسطی ثم البغدادی
الحذار المتوفی ۲۵۵ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۱) علی بن
الحسین بن ابراہیم العامری ابو الحسن بن اشکاب البغدادی المتوفی ۲۶۶ھ۔ یہ بھی فقیہ حنفی ہیں۔ ان کے
والد امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے تھے اور انہوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل
کی ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ (۲۲) علی بن داؤد بن یزید
القیسی القنطری ابو الحسن بن ابی سلیمان البغدادی الادمی المتوفی ۲۶۲ھ۔ (۲۳) علی بن عمرو بن الحارث
الانصاری البوسیری البغدادی المتوفی ۲۵۹ھ۔ (۲۴) فضل بن الصلاح البغدادی ابو العباس السمر
المتوفی ۲۴۸ھ۔ (۲۵) قاسم بن محمد بن عباد الازدی ابو محمد البصری نزیل بغداد۔ (۲۶) محمد بن اسمعیل بن
الجفری الحنفی ابو عبید اللہ الواسطی الضریر نزیل بغداد المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۷) محمد بن حسان بن فیروز
الشیبانی الازرق ابو جعفر البغدادی المتوفی ۲۵۵ھ۔ (۲۸) محمد بن خالد بن خداش المہلبی مولایم ابو بکر
الضریر البصری ثم البغدادی۔ (۲۹) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابو یحییٰ العطار الضریر المتوفی ۲۶۶ھ
ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۳۰) محمد بن سلیمان بن ہشام الیشکری ابو جعفر

الشطوی البغدادی النخراز المعروف باخی ہشام المتوفی ۳۶۵ھ (۳۱) محمد بن ہارون بن ابراہیم الرجبی
ابو جعفر البغدادی البزاز المعروف بابی نشیط المتوفی ۳۵۸ھ ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں
روایت کی ہے۔ (۳۲) محمد بن یحییٰ بن عبد الکریم الازدی ابو عبد اللہ بن ابی حاتم البصری نزیل بغداد المتوفی
۳۵۲ھ (۳۳) مجاہد بن موسیٰ النخارزمی ابو علی النخلی نزیل بغداد المتوفی ۳۴۴ھ (۳۴) محمود بن خداش
الطالقانی ابو محمد نزیل بغداد المتوفی ۳۵۲ھ۔ (۳۵) مصعب بن عبد اللہ بن مصعب الزمیری ابو عبد اللہ
المدنی نزیل بغداد المتوفی ۳۶۱ھ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۳۶)
یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان ابو یعقوب الکوفی ثم الرازی ثم البغدادی المتوفی ۳۵۳ھ۔
حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء احمد بن اسمعیل، حسین، حدان، روح، سلیمان
اور محمد بن سلیمان) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

واسط

عراق کا مشہور شہر جو کوفہ اور بصرہ کے عین وسط میں ہے اور دونوں اس سے یکساں فاصلہ پر
ہوئے پچاس پچاس فرسخ پر واقع ہیں۔ حجاج بن یوسف نے ۳۳ھ ہجری میں اس شہر کی بنیاد رکھی تھی
یہاں فن حدیث کے بہت سے ائمہ گزرے ہیں چنانچہ محدث حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کی ۱۰۰۰۰۰
الاصح والاربعین میں ان میں سے بعض مشاہیر کے نام لکھے ہیں۔ امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن محدثین
سے حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں۔

حافظ احمد بن سنان بن اسد بن حبان القطان ابو جعفر الواسطی، صاحب سند ہیں۔
حافظ زہبی نے ان کو الحافظ الحجۃ لکھا ہے۔ ابو حاتم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ہو امام
اصل زمانہ۔ بجز امام ترمذی کے سارے ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا میں
ہر مروتی کو محدثین سے بغض ہوتا ہے اور جب انسان کسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث
کے ثبوت جاتی رہتی ہے۔ ۳۵۹ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

(۲) اسحق بن وہب بن زیاد العلاف ابو یعقوب الواسطی المتوفی بعد ۳۵۵ھ (۳) اسمعیل بن
حبان بن واقد الثقفی ابواسحاق القطان الواسطی۔ (۴) ایوب بن حسان الواسطی ابوسلیمان الدقاق۔
(۵) یحییٰ بن المنتصر الباشمی مولا ہم الواسطی المتوفی ۳۴۴ھ۔ (۶) الحسین بن محمد بن شنبہ الواسطی ابو عبد اللہ
البزاز ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" کے آخر میں روایت کی ہے۔ (۷)
خلف بن محمد بن عیسیٰ الخشاب القافلانی ابوالحسین بن ابی عبد اللہ الواسطی المعروف بکرویس المتوفی
۳۵۲ھ۔ ان سے بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث ابواب الطہارات، باب الرجل یتعین علی
وضوہ فیصب علیہ میں روایت کی ہے۔ (۸) سعید بن یحییٰ بن الازہر الواسطی ابو عثمان المتوفی ۳۴۴ھ
(۹) سہل بن اسحق بن ابراہیم المازنی ابوشام الواسطی، ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے

(۱۰) صالح بن ابیہثم الواسطی ابو شعیب الصیرفی الطحان۔ (۱۱) عبد المجید بن بیان ابو الحسن السکری العطاس الواسطی المتوفی ۲۶۴ھ۔ (۱۲) عبد اللہ بن عبد المؤمن بن عثمان الادجی الواسطی الطویل۔ ان سے امام ابن حجر نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" میں نقل کی ہے۔ (۱۳) عمار بن خالد بن زید الواسطی التمار ابو الفضل المتوفی ۲۶۶ھ۔ (۱۴) محمد بن خالد بن عبد اللہ الواسطی الطحان مولی النعمان بن مقرن المتوفی ۲۶۳ھ۔ (۱۵) محمد بن شان الواسطی، لیکن حافظ مزی نے تصریح کی ہے کہ مجھے ان کی روایت نہ مل سکی (۱۶) محمد بن عبادہ بن البختری الواسطی۔ (۱۷) محمد بن عبد الملک بن مروان الواسطی ابو جعفر الدقیقی المتوفی ۲۶۶ھ۔ (۱۸) محمد بن موسی بن عمران القطان ابو جعفر الواسطی۔ یہ حافظ احمد بن سنان مذکور کے چھوٹی زاد بھائی ہیں (۱۹) یحییٰ بن داؤد بن میمون الواسطی المتوفی ۲۶۴ھ۔

محدث ابن جان نے کتاب الثقات میں بحر محمد بن شاذان کے ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

سَامِرًا

جس کو سمر بن رای اور عسکر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دجلہ کے مشرق میں بغداد اور تکریت کے درمیان بغداد سے تیس فرسخ پر بڑا شاندار شہر تھا جس کو خلیفہ معتمد باللہ نے اپنی فوجی ضروریات کے لئے تعمیر کیا تھا اور معتمد سے لیکر معتمد باللہ کے عہد تک خلفائے عباسیہ کا مستقر رہا ہے۔ بعد کو معتضد باللہ یہاں سے پھر بغداد میں منتقل ہو گیا۔ امام ابن ماجہ کی رحلت علی کا زمانہ سامرہ کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ امام مصنف نے یہاں کے حسب ذیل محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے۔

حافظ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری ابو عبد اللہ العسکر المعروف بالتسری۔ حدیث میں عبد اللہ بن وہب اور اسی طبقہ کے دیگر محدثین کے شاگرد ہیں اور ان سے امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: کان بالعسکر لیسى به بأس (یعنی یہ عسکر میں مقیم تھے اور ان میں کچھ خرابی نہیں) لیکن امام یحییٰ بن معین نے ان پر سخت جرح کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابو ذر نے امام مسلم پر اپنی صحیح میں ان سے روایت کرنے پر بڑا اعتراض کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن میزان الاعتدال میں ان کا ذکر الحافظ کے وصف کے ساتھ کیا ہے اور ان الفاظ پر ان کا تذکرہ ختم کیا ہے کہ قد احقر به ارباب الصحاح ولم ار له حدیثا منکرا فافرح و قد اعلم ان سے ارباب صحاح نے احتجاج کیا ہے اور میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی کہ جس کو بیان کروں آگے اللہ زیادہ جانتا ہے) ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

(۲) حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہیب الازدی ابو عمر الدوری المقرئ الضری الاصفہانی سَامِرًا المتوفی ۲۶۴ھ۔ (۳) داؤد بن سلیمان بن حفص العسکر ابو ہریر الدقاق السامری مولیٰ بنی ہاشم المعروف بہ بنان (۴) یحییٰ بن یزید العسکر ابو الصقر الوراق۔ یہ امام احمد کے اصحاب میں سے تھے۔

جرجریا

یہ علاقہ نہروان میں واسط اور بغداد کے درمیان جانب مشرق میں ایک شہر تھا جو بعد کو ویران ہو گیا۔ یہاں کے صرف ان دو محدثوں سے امام ابن ماجہ نے روایتیں کی ہیں۔ (۱) الحسین بن عبدالرحمن ابو علی الجرجری المتوفی ۲۷۷ھ۔ (۲) محمد بن الصبیح بن سفیان الجرجری ابو جعفر التاجر مولیٰ عسر بن عبدالعزیز المتوفی ۲۸۷ھ، موخر الذکر سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث

یہ قرأت کے کنارے پرانہار سے چند فرسخ پر واقع تھا۔ اور حدیث النورہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں کے محدثین میں سوید بن سعید حدثنی بہت بڑے نامور محدث گذرے ہیں جو امام مسلم اور ابن ماجہ کے استاد تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ امام مالک سے موطا کے راوی ہیں۔ عمر طویل پائی تھی اور طلب حدیث میں بڑا سفر کیا تھا۔ اسی لئے ذہبی نے ان کو الحافظ الرحال لکھا ہے۔ اخیر عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا اس بنا پر بعض محدثین نے ان کی تضعیف بھی کی ہے چنانچہ ابو زرعمہ کا قول ہے کہ ان کے نوشتے تو صحیح ہیں مگر جب یہ اپنے حافظہ سے کسی حدیث کو بیان کریں تو صحیح نہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں: ”یہ علم کا مخزن تھے پیرائے سالی میں بیمار رہنے کی وجہ سے حافظہ کمزور پڑ گیا اس لئے ان کی روایات میں منکر احادیث آنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم ان کی منکر روایات کو چھوڑ کر ان کے معتبر نوشتوں سے احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں، شوال ۲۸۷ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔“

باکسایا

بضم کاف، یہ نہروان کے علاقہ میں بغداد اور واسط کے درمیان ایک شہر تھا۔ یہاں کے مشہور ائمہ حدیث میں سے ابو محمد عباس بن عبد اللہ بن ابی عیسیٰ الترقی الباکسائی ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بھی ایک حدیث اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اگرچہ ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں صحابی کے حوالہ سے ان کے حافظہ وحدیث ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ یاقوت رومی نے معجم البلدان میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے ”احد الاثمة الاعیان المکثرین ومن العباد المجتہدین کثیر الحدیث واسم الرایة ثقة صدوق حافظ“ انہوں نے طلب حدیث میں شام کا سفر کیا تھا۔ یہ اصل میں ترقف کے رہنے والے تھے جو واسط کے اطراف میں ایک شہر تھا۔ پھر باکسایا میں متوطن ہو گئے تھے ۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

دش

جو ملک شام کا صدر مقام اور خلافتِ امیہ کا پایہ تخت رہا ہے۔ شام کی سرزمین وہ مبارک سرزمین ہے جہاں ایک زبان میں دس ہزار ایسے نفوس قدسی موجود تھے کہ جن کی آنکھیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے منور ہو چکی تھیں چنانچہ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۴۵ھ تاریخ دمشق میں ولید بن مسلم سے جو امام اوزاعی کے نہایت نامور شاگرد تھے بسند ناقل ہیں کہ

دخلت الشام عشرة آلاف عين رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم. ۱
ملک شام میں دس ہزار اصحاب ایسے داخل ہوئے کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانانِ شام کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت معاذ بن جبل اور عبادہ بن الصامت جیسے اکابر صحابہ کو بھیجا تھا چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اپنی مشہور و معروف کتاب منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعة والقدریۃ میں لکھتے ہیں،

فان عمر رضی اللہ عنہ کان قد ارسل الى كل مصر من يعلمهم القرآن والسنة وارسل الى اهل الشام معاذ بن جبل وعبادة بن الصامت وغيرهما وارسل الى الحلق ابن مسعود وحذيفة وغيرهما. ۲
کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں علماء کو روانہ کیا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں چنانچہ اہل شام کی طرف حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما وغیرہ کو اور عراق کی طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کو روانہ کیا تھا۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں،

قد علم بالاضطرار ان اكثر المسلمين بلغهم القرآن والسنة بدون نقل على فان عمر رضی اللہ عنہ لما فقه الامصار بعث الى الشام والحلق من علماء الصحابة من علمهم وفقههم وواتصل العلم من اولئك الى سائر المسلمين ولكن ما بلغه على المسلمين اعظم ما بلغه ابن مسعود ومعاذ بن جبل وامثالهما وهذا امر معلوم. ۳
یہ بات براہِ شا معلوم ہے کہ اکثر اہل اسلام کو قرآن و سنت کا علم بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کے حاصل ہوا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو شام اور عراق کی طرف علماء صحابہ میں سے کچھ حضرات کو روانہ کیا جنہوں نے ان لوگوں کو علم سکھایا اور فقہ کی تعلیم دی اور پھر ان ہی لوگوں سے سارے مسلمانوں کو علم پہنچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کو جس قدر علم پہنچایا وہ اس سے زیادہ تھا جتنا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات نے پہنچایا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔

۳

فتن و ملاحم کی احادیث میں اہل شام کی خصوصیت سے شہرت ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالفتح بن عساکر فرماتے ہیں:

الغالب علی اهل الشام احادیث الفتن والملاحم۔ اہل شام کی حدیثوں میں فتن و ملاحم کی احادیث غالب ہیں۔ حافظ ابن عساکر امام شافعی سے بسند ناقل ہیں:

ان اردت الصلاة فعليك باهل المدينة وان اردت المناسك فعليك باهل مكة وان اردت الملاحم فعليك باهل الشام والى عن اهل الكوفة۔
اگر نماز سیکھنا چاہتے ہو تو اہل مدینہ کے پاس جاؤ اور اگر مناسک حج معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو اہل مکہ کا رخ کرو اور اگر ملاحم کی خواہش ہو تو اہل شام سے سیکھو اور رائے (یعنی فقہ) کو اہل کوفہ سے حاصل کرو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

” دمشق بلاد شام میں سے ہے جو ایک وسیع مملکت ہے اور متعدد شہر قضبات اور دیہات پر مشتمل ہے۔ یہاں متعدد صحابہ اگر فروکش ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلیفہ عبد الملک اور اس کی اولاد کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں فقہاء محدثین اور قراء برابر ہوتے رہے، پھر ابو مسہر، مروان بن محمد الطاطری، ہشام، وحیم، سلیمان ابن بنت شرجیل کے دور میں اور بعد کو ان کے شاگردوں کے زمانے تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔“

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وهی دار قرآن وحديث وفقه و مناقص بها العلم فی المائة الرابعة والخامسة۔ یہ قرآن، حدیث اور فقہ کا گھر ہے اور چوتھی اور پانچویں صدی میں جا کر یہاں علم کم ہو گیا۔

ائمہ مجتہدین میں سے امام اوزاعی ہیں کے رہنے والے تھے جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں مانج رہی اور جن کے متعلق ملک المحدثین امام الحجرج والتعدیل یحییٰ بن عیین فرماتے ہیں کہ

العلماء اربعة الثوري وابو حنيفة ومالك والاوزاعي۔ علماء چار ہیں، امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی۔

امام ابن ماجہ جس زمانے میں دمشق آئے ہیں ہشام اور وحیم کا درس بچے زور شور سے جاری تھا۔ بچوں اس عہد کے نہایت نامور محدث گزرے ہیں۔ امام موصوف ان دونوں کے درس میں حاضر ہوئے اور دونوں سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔

حافظ وحیم عبد الرحمن بن ابراہیم بن عمرو بن ہیمون الاموی مولیٰ آل عثمان ابوسعید الدمشقی القاضی المعروف بدحیم الحافظ ابن الیتیم۔ فقہ میں امام اوزاعی کے مذہب پر تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں شروع کیا ہے: الحافظ الفقیہ الکبیر ابوسعید

۱۔ تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۴۸۔ ۲۔ ایضاً ج ۱ ص ۲۱۷۔ ۳۔ البدایہ والنہایا ج ۱ ص ۱۰۱۔ ۴۔ طبع مصر

الاموی مولانا دمشق الاذاعی المذهب محدث الشام، ہجر امام ترمذی کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ طلب حدیث میں مصر، شام، حجاز، کوفہ اور بصرہ کا سفر کیا تھا۔ محدث غلیلی، الارطاد میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کان احد حفاظ الائمة متفق علیہ (یہ ان ائمہ حفاظ میں سے ایک ہیں کہ جن کے ثقہ ہونے پر اتفاق عام ہے)۔ حسن بن علی بن بکر کلیان ہے کہ ۲۳۳ھ میں جب یہ بغداد آئے تو میں نے اپنے والد بزرگوار اور امام احمد و یحییٰ بن معین اور خلف بن سالم کو ان کے سامنے اس طرح بالادب بیٹھے دیکھا کہ جیسے بچے بیٹھے ہوں۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ دمشق میں اپنے زبانی میں ان کی نظیر نہ تھی۔ پہلے اردن میں اور پھر فلسطین میں عرصہ تک عہدہ قضاہ یا مورر رہے بعد کو مصر میں قاضی القضاۃ کے منصب پر ان کی طلبی ہوئی تھی کہ پیام اجل آگیا اور ۲۳۵ھ رمضان المبارک کو بقیام فلسطین انتقال فرمایا، سہ دلاوت، ہے، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

شیخ الاسلام ہشام بن عمار ابو الولید السلی، حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے العلامة شیخ الاسلام ابو الولید السلی دمشقی خطیب دمشق و مقرئاً و محدثاً و مفتیہا۔ امام بخاری، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں، ابو زرعمہ رازی کہا کرتے تھے کہ جس نے ہشام بن عمار کی شاگروی نہ کی اسے دس ہزار حدیثیں نازل اسناد سے روایت کرنی پڑیں گی۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ہشام حدیث شریف کے دس ہجرت لیا کرتے تھے اور ہر دو ورق پر ایک ورم مقرر کر رکھا تھا۔ نیز ان کی بعض روایات میں منکر حدیثیں بھی آگئی ہیں ان وجہ سے بعض محدثین نے جن میں امام احمد اور ابو داؤد بھی شامل ہیں ان پر جرح کی ہے لیکن حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ ولہ جلالۃ فی الاسلام و ما زال العلماء الاقلان یتعلم بعضہم فی بعض بحسب اجتہادہم و کل احد یؤخذ من قولہ و یتروک الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو اسلام میں جلالت شان حاصل ہے اور علماء معاصرین ہمیشہ سے ایک دوسرے پر اپنے اجتہاد کے موافق کلام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ہر شخص ایسا ہے کہ اس کی کوئی بات لی جاتی ہے اور کوئی چھوڑ دی جاتی ہے) ہشام، دمشق کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال سے کسی خطبہ کو دوبارہ نہیں پڑھا۔ ایک بار خطبہ میں کہنے لگے قولوا الحق ینزلکم الحق منازل اہل الحق یوم لا یقضی الا بالحق (حق کہا کرو حق تعالیٰ تمہیں اہل حق کے مقامات میں اس روز جگہ دے گا جس روز حق کے سوا اور کچھ فیصلہ نہ کیا جائے گا)۔ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں ان سے چار حدیثیں مروی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

دمشق میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابن ماجہ نے دیگر جن محدثین سے علم حدیث کو اخذ کیا

لے امام ابو حاتم رازی نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اخیر عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور جس طرح لوگ انہیں تلقین کرتے یہ باور کر لیتے تھے لیکن اس سے پہلے یہ بڑے صحیح الرواء تھے۔

وہ یہ ہیں (۱) احمد بن عبد اللہ بن میمون الثعلبی ابو الحسن بن ابی الحواری الدمشقی النطفانی الزاہر کو فی
 الاصل المتوفی ۳۲۹ھ۔ (۲) اسمعیل بن عبد اللہ بن خالد القرشی العبدی ابو عبد اللہ المعروف بالسکری
 قاضی دمشق المتوفی بعد ۳۳۰ھ۔ (۳) عباس بن عثمان بن محمد البجلی ابو الفضل الدمشقی الراہبی المعلم
 المتوفی ۳۳۹ھ۔ (۴) عباس بن الولید بن صبح الخلال السلی ابو الفضل الدمشقی المتوفی ۳۴۵ھ۔
 (۵) عبد اللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البهرانی ابو عمرو الدمشقی المقرئ امام الجامع المتوفی ۳۴۲ھ ہجری۔
 (۶) عثمان بن اسمعیل بن عمران الہمدانی ابو محمد الدمشقی۔ (۷) عمرو بن الضحاک بن محمد المتوفی ۳۴۲ھ۔
 یہ ابو عاصم النبیل کے صاحبزادے ہیں۔ (۸) غیاث بن جعفر الشامی الرحبی۔ (۹) محمد بن ابراہیم بن
 العلاء الشامی الدمشقی ابو عبد اللہ الزاہر موملے فیط نزل عبادان۔ (۱۰) محمد بن عبد الرحمن بن الحسن
 البجفی ابو بکر الکوفی نزل دمشق المتوفی ۳۴۲ھ۔ (۱۱) محمود بن خالد بن ابی خالد بن زید السلی ابو علی الدمشقی
 المتوفی ۳۴۹ھ۔ (۱۲) ہشام بن خالد بن زید الانرق ابو مروان الدمشقی السامی المتوفی ۳۴۹ھ۔
 حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (یا استثناء عثمان و محمد بن ابراہیم) ان سب محدثین
 کا تذکرہ لکھا ہے۔

حمص

ملک شام کا نہایت مشہور اور قدیم ترین شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:
 "حمص میں صحابہ کی ایک خلقت آکر تری، تابعین کے عہد میں پہلی حدیث کی خوب نشر و
 اشاعت ہوئی جو حریر بن عثمان، شعیب بن ابی حمزہ اور ان کے بعد اسمعیل بن عیاش بقیہ
 ابو المغیرہ اور ابو الیمان اور پھر ان کے شاگردوں کے دور تک قائم رہی پھر چوتھی صدی
 میں گھٹ کر کچھ نہ رہی اور بعد میں بالکلیہ معدوم ہو گئی۔
 امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن اساتذہ فن سے اس علم کو حاصل کیا وہ یہ ہیں:
 حافظ عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں
 میں شروع کیا ہے الحافظ الثقة محدث حمص، امام ابو داؤد، نسائی، اور ابن ماجہ ان کے
 شاگرد ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو علم و اتقان کے ساتھ علو اسناد بھی
 حاصل تھا اور اسی طرح ان کے بھائی یحییٰ بن عثمان بھی ثقہ اور عالی اسناد تھے ۳۵۰ھ میں انتقال کیا
 رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔
 حافظ محمد بن مصفی بن بطلال القرشی ابو عبد اللہ الحمصی، امام ابو داؤد، نسائی، اور
 ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ جمال الدین
 مغزی نے تہذیب الکمال میں ان کے حافظ ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں
 ان کے متعلق لکھتے ہیں، کان ابن مصفی ثقة صاحب سنتہ من علماء الحدیث امام ابن ماجہ

نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ **مسئلہ ۳** میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابو الشنفی ہشام بن عبد الملک البزفی المحضی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو **المحافظ المجدد** اور محدث محض لکھا ہے۔ ابو حاتم نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ کان متقناً فی الحدیث۔ امام ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، **مسئلہ ۴** میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ) ان حفاظ کے علاوہ بقیہ شیوخ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) **عبدالوہاب بن الضحاک بن ایان السلی العرضی** ابو الحارث المحضی المتوفی ۲۲۵ھ۔ (۲) **کثیر بن سعید بن نسیر المذحجی ابو الحسن المحضی** الخزاز المقرئ امام جامع محض المتوفی ۲۵۵ھ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ساتھ برس تک انھوں نے محض کی جامع مسجد میں امامت کی مگر کبھی سجدہ سہو کی ضرورت پیش نہ آئی اور جب ان سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے کہ میں نے کبھی مسجد کے دروازہ میں اس حال میں قدم نہیں رکھا کہ میرے دل میں غیر اللہ کا خیال موجود ہو۔ (۳) **نصر بن محمد بن سلیمان بن ابی ضرہ ابو القاسم السلی المحضی**۔ (۴) **یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار القرشی** ابو سلیمان المحضی المتوفی ۲۵۵ھ یہ حافظ عمر بن عثمان مذکور کے بھائی ہیں۔

حافظ ابن حبان نے بحر عبدالوہاب کے ان سب کا تذکرہ کتاب الثقات میں لکھا ہے۔

عسقلان

فلسطین کے اطراف میں شام کا مشہور ساحلی شہر جو "عروس الشام" کہلاتا تھا علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ

"یہاں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور ایک خلیفہ کثیر نے یہاں درس حدیث دیا"

عسقلان ۳۵۵ھ تک بڑا بارونق شہر تھا پھر صلیبی جنگوں کی نذر ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔ امام ابن حبان نے یہاں کے صرف دو محدثوں سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) **حسین بن ابی السری متوکل بن عبد الرحمن بن حسان الباشمی** مولا ہم العسقلانی المتوفی ۲۲۵ھ
(۲) **محمد بن خلف بن عمار العسقلانی** المتوفی ۲۲۵ھ۔

رملہ

بیت المقدس سے اٹھارہ میل پر شام کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں (۱) **راشد بن سعید بن راشد القرشی** ابو بکر الرملی المتوفی بعد ۳۵۵ھ (۲) **عیسیٰ بن محمد بن اسحاق ابو عمیر بن النحاس الرملی** المتوفی ۲۵۵ھ (۳) **عیسیٰ بن یونس بن ایان** البحر ابو یوسی الرملی المتوفی ۳۵۵ھ۔

الیہ

اس کا شمار بھی بلاد شام میں ہے۔ یہ ساحل بحر قزقم پر جہاں حجاز کی سرحد ختم ہو کر شام کی سرحد شروع ہوتی ہے واقع تھا۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف (۱) اسحق بن اسماعیل بن عبد اللہ اعلیٰ المتوفی ۲۵۵ھ اور (۲) محمد بن غزیز بن عبد اللہ بن زیاد الدیلمی ابو عبد اللہ العقیلی مولیٰ بنی امیہ المتوفی ۲۶۵ھ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

بیت المقدس

شام کا مشہور و معروف شہر جس کو بیت سے انبیاء کا موطن و مدفن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ حافظ زہبی لکھتے ہیں:

بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ بن الصلوات، خدا بن اوس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت آ کر فروکش ہوئی اور وہاں اگرچہ علم کی چنداں کثرت نہ ہوئی تاہم اس کا سلسلہ برابر جاری رہا جو بعد کو حاکم یا کمل کم ہو گیا اور پھر نوے سال تک نصاریٰ کے زیر نگین رہنے کے بعد آخراں سے اس شہر کو واپس لیا گیا۔

علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ہی قلیلة العلماء (اس شہر میں علماء کم ہوئے ہیں) امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک شیخ سے جن کا نام ابراہیم بن محمد بن یوسف ہے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ ابراہیم بھی یہاں کے باشندہ نہیں بلکہ نزیل تھے۔ یہ ۹۱ میں قریاب کے رہنے والے تھے جو ترکستان میں واقع ہے۔

بالس

ملک شام میں حلب اور رقیہ کے مابین واقع تھا، یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے صرف اسماعیل بن ابی یحییٰ الماسی المتوفی ۲۸۵ھ سے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔

مصر

جہاں تین سو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مبارک قدم آئے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی نے الدر السحابہ فی من دخل مصر من الصحابہ میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

الحافظ سیوطی نے اس رسالہ کو اپنی مشہور تصنیف حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں بہ تمام و کمال نقل کر دیا ہے۔ حسن المحاضرہ، مصر میں بار بار طبع ہو چکا ہے۔

”مصر ایک عظیم شہر اور وسیع اقلیم ہے جو اضلاع شرقی و غربی اور صعیدا علی و صعیدا دنی پر مشتمل ہے اس کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا۔ صحابہ کرام کی ایک خلقت یہاں آکر سکونت گزری ہوئی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی۔ پھر عمرو بن الحارث، یحییٰ بن ایوب، حیوہ بن شریح، لیث بن سعد، ابن لبیہ کے دور میں اور زیادتی ہوئی جو ابن وہب، شافعی، ابن القاسم اور ان کے تلامذہ کے زمانے تک باقی رہی۔“

اس کے بعد ہی لکھتے ہیں،

وما نزل بها علم جم الی ان ضعف ذلك باستیلاء العبدین الرافضیة علیها
اور وہاں برابر خوب علم رہا تا آنکہ مشہد میں عبیدی رافضیوں کے استیلاء کی بنا پر اس میں ضعف آگیا۔
۳۵۸ شمان و حسین و ثمانیۃ۔

امام شافعی کا مذہب جدید جس کے راوی حنفی، ربیع حنفی، ربیع مرادی، بوعلی، حرملہ اور پولس بن عبد اللہ علی ہیں اس کی تدوین یہیں ہوئی۔ امام مجتہدین میں سے امام لیث بن سعد

۱۷۱ یا قوت رومی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں،

”مصر صعیدا ایک بڑے وسیع و عریض علاقہ کا نام ہے جس میں کئی بڑے بڑے شہر آباد ہیں جن میں اسوان (جو اس کی جنوبی سرحد کا سب سے پہلا شہر ہے) قوص، قفط، انجم اور ہنسہ وغیرہ داخل ہیں۔ صعید تین ضلعوں پر تقسیم ہے، پہلا صعیدا علی جس کی حدود اسوان سے شروع ہو کر انجم کے قریب ختم ہوتی ہیں۔ دوسرا ضلع انجم سے لیکر ہنسہ تک ہے اور تیسرا صعیدا دنی جو ہنسہ سے قفط تک ہے۔“

۱۷۱ الاطلاق بالتوخیج لمن ذم القاصم ص ۱۳۹۔ امام لیث بن سعد کو اکثر اہل علم نے علماء حنفیہ میں شمار کیا ہے چنانچہ قاضی ابن خلکان نے دیات الاعیان میں اور شیخ الاسلام زکریا انصاری نے شرح بکاری میں ان کے حنفی ہونے کی تصریح کی ہے، امام لیث، امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان کا معمول تھا کہ اکثر حج کے موقع پر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے اور فقہ کی تحصیل کرتے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ امام ابو محمد حارثی پر سند ذیل فقہ مصر عبد الرحمن بن القاسم کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

حدثنا العباس بن عزیز القطان حدثنی زکریا الاشقری الا سکندی انی سمعت عبد الرحمن بن القاسم سمعت اللیث بن سعد قال بلغنی ان اباحنیفۃ یرید ان یخرج فرحت الیہ قاصداً فلقیته بمکہ فسالته عن مسائل کثیرة فی ابواب متفرقة و سالته عن مسائل الجنایات وعن قتل الخطاء و شبہ العمد۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الا

مائل بھی پوچھے۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

کی۔ ج ۲ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)

ہیں کے رہنے والے تھے جن کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:

اللیث افقه من مالک ضعیفہ لیث، امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے پر ان کے تلامذہ نے اصحابہ سے انھیں ضائع کر دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ضائع کر دینے سے امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ کی ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے شاگردوں نے نہ کی۔ صدر الامم موقوف بن احمد کی نے مناقب الامام الاعظم میں امام شافعی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں جیسی کہ لیث بن سعد کے متعلق ہے کیونکہ میں نے ان کا زبانا پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا جس کی حسرت دل میں باقی رہ گئی۔

امام ابن ماجہ نے مصر کے جن حفاظ سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:-

حافظ ابن السرح احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولانا ابو الطاہر المصري۔ یہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ موطا کی شرح بھی تصنیف کی تھی۔ امام مسلم، ابو داؤد

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) امام حارثی نے ابن القاسم کی زبانی اگلے سال بھی امام لیث کا امام صاحب کی خدمت میں حج کے سلسلہ میں آنا اور ان سے استفادہ کرنا نقل کیا ہے۔

اور مفتی حجاز علامہ ابن حجر کی شافعی شارح مشکوٰۃ، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم النعمان میں امام ابو حنیفہ کے فضائل کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

وتلمذہ کبار من المشائخ الائمة المجتہدین و العلماء الراغبین کالامام الجلیل المجتہد علی جلالته وبراعته وتقدمه وزهد عبد الله بن المبارك والامام الليث بن سعد والامام مالک بن انس، وناهیك جملة الائمة۔

(ص ۶ طبع مصر ۱۳۲۶ھ)

امام لیث نے امام ابو حنیفہ کی بعض احادیث امام یوسف کے واسطے سے بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ امام طحاوی

حانی الآثار میں راوی ہیں: حدثنا احمد بن عبد الرحمن قال حدثنا حمی عبد الله بن وهب قال اخبرني

الليث عن يعقوب عن النعمان عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الا امام له فقرأه (ج ۱ ص ۱۲۸ - طبع مصطفى)

اس حدیث کو حاکم نے بھی معرفۃ علوم الحدیث (ص ۷۸) میں روایت کیا ہے۔ اس سند کی ایک خاص خصوصیت

یہ ہے کہ اس میں چار ائمہ فقہ مجتہدین جمع ہو گئے ہیں۔ (۱) امام عبد اللہ بن وہب۔ (۲) امام لیث بن سعد۔

(۳) امام ابو یوسف یعقوب۔ (۴) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان۔ ائمہ مجتہدین کا ایسا اجتماع شاذ نادر کی کسی اسناد

میں ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۸۰) ۱۔ الرحمة الغنیة فی الترجمة الليثية از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۶ طبع میر ۱۳۰۱ھ

۲۔ مناقب صدر الامم ج ۲ ص ۱۵۲۔

نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ان میں کبار العلماء ابن یونس کہتے ہیں کہ ان فقیہا من الصالحین الاثبات۔ ذقعدہ مشکہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

فقیہ حرمہ۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے حرمہ بن یحییٰ الحافظ العلامة ابو حفص التجیبی مولانا مصری الفقیہ صاحب الشافعی، انھوں نے عبد اللہ بن وہب سے ایک لاکھ کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی حدیثوں کی بڑی جہان بین کی مگر ان کی حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں پائی کہ جس کی بنا پر تضعیف کی جاسکے۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں : کان اماما جلیلا رفیع الشأن بکلمۃ میں پیدا ہوئے اور مشکہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ)

محدث مصر ربیع مرادی۔ حافظ ذہبی ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں الحافظ الامام محدث الدیار المصریۃ ابو محمد الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل مولیٰ بنی مراد الموذن صاحب الشافعی وناقل علمہ، مشکہ میں پیدا ہوئے۔ فسطاط کی جامع مسجد کے جو جامع عمرو بن العاص کہلاتی ہے موزن تھے۔ امام شافعی کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور علامہ شافعیہ کے یہاں اس درجہ معتد علیہ ہیں کہ اگر امام شافعی سے کسی مسئلہ فقہی کے نقل کرنے میں ان کے اور مرنی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو باوجود مرنی کی جلالت شان کے ان ہی کی روایت کو ترجیح ہوگی امام شافعی کو ان سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک بار ان سے فرمانے لگے، ربیع اگر علم کھلایا جاسکتا تو میں تمہیں اسے کھلا دیتا۔ فقال نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ربیع نہایت کند ذہن تھے ایک بار امام شافعی نے ایک مسئلہ کو ان کے سامنے چالیس بار دہرایا مگر یہ نہ سمجھ سکے۔ آخر شرم کے مارے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے لیکن امام شافعی نے انھیں خلوت میں بلا کر اس مسئلہ کو ان کے سامنے یہاں تک دہرایا کہ آخر ان کی سمجھ میں آگیا۔ یہ امام شافعی کی تصنیفات کے سب سے بڑے ناقل ہیں۔ حدیث میں امام ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ربیع کا بیان ہے کہ ابن وہب کے بعد مصر میں جس محدث نے بھی حدیث کا درس دیا میں اس کا ستمی رہا۔ خلیلی نے الارشاد میں ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ متفق علیہ ثقہ ہیں۔ دو شنبہ کے دن بتاریخ ۲۰ شوال ۲۳۸ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

حافظ محمد بن ربیع بن المہاجر بن محرز بن سالم التجیبی مولانا ابو عبد اللہ المصری، حافظ جمال الدین مرنی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ الحدیث لکھا ہے لیکن ذہبی نے ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا۔ حدیث میں امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ ان سے ایک حدیث میں بھی غلطی نہیں ہوئی۔ ابن یونس کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقہ ثبت

سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ جعفر نے
محرم ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔

رَفِیَّہ

یہ جزیرہ کا مشہور شہر ہے جو قرأت کی شرقی جانب حُرّان سے صرف تین دن کی مسافت پر واقع ہے
۸۰۰ھ ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا بایہ تخت یہیں منتقل کر لیا تھا۔ امام محمد نے اپنی تصنیف
الرقیات کی اطلاع یہیں کرائی تھی۔ اس کتاب میں وہ مسائل مذکور ہیں جو امام موصوف نے رقبہ میں اپنی
مرتب تصانیف کے دوران میں استنباط کئے تھے۔ امام موصوف سے اس کتاب کے راوی آپ کے مشہور شاگرد
حافظ محمد بن سمانہ ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

”جزیرہ کا سب سے بڑا شہر موصیل (بروزن شیح) ہے اور بلس اور رما کہ جہاں سے محدثین کی
ایک جماعت نکلی، اور حُرّان اور رقبہ وغیرہ کہ جہاں حفاظ حدیث اور ائمہ پیدا ہوئے، بعد کو وہاں
علم میں کمی آگئی اور پھر اس کی بساط ہی الٹ گئی۔“

امام ابن ماجہ نے رقبہ کے جن محدثین سے اس فن میں استفادہ کیا وہ یہ ہیں:-

حافظ ابو یوسف صیدلانی محمد بن احمد بن محمد بن الحجاج بن میسرۃ القرشی المکیزی مولانا
الحجزری الرقی، ان کو صیدلانی بھی کہا جاتا ہے۔ امام نسائی اور ابن ماجہ کو فن حدیث میں ان سے تلمذ حاصل ہے
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا، لیکن حافظ جمال الدین مزی نے ان کو حافظ الحدیث

۱۰۰ھ دجلہ اور قرأت کے درمیان دوا بے کا علاقہ جزیرہ کہلاتا ہے۔ ۱۰۰ھ یہ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد)
کے مشہور تلامذہ ہیں سے اور ان سے ابانی اور نوادر کے راوی ہیں۔ حدیث کا علم امام ابو یوسف، امام محمد، امام لیث بن
سعد، معلی بن خالد رازی اور مصیب بن شریک سے حاصل کیا تھا۔ علامہ صفی الدین خربجی نے خلاصہ تہذیب تہذیب
الکمال میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے ”محمد بن سماعۃ بن عبید اللہ بن ہلال الثقفی ابو عبد اللہ الکوفی
من اهل الراي والحفاظ الاثبات المصنفين تفقه بأبي يوسف ومحمد اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ...
تہذیب التہذیب میں محدث صیبری سے ان کے متعلق یہ الفاظ نقل کئے ہیں ”وهو من الحفاظ الثقات“ ۱۹۲ھ میں بغداد کے
قاضی بنائے گئے اور ایک مدت تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے بعد کو ضعف بصر کی بنا پر استعفی ہو گئے۔ محدث
خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ سندان سے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے چالیس سال تک بھی میری تکبیر تحریرِ فوت
نہیں ہوئی۔ البتہ جس روز والدہ کا انتقال ہوا تو ایک وقت کی نماز جماعت سے ادا نہ کر سکا اور پھر پچیس دفعہ اس نماز کو
پڑھا تا کہ اجر پڑھ جائے اسی اشار میں غوردگی آگئی اور کسی نے خواب میں آکر کہا کہ پچیس نمازیں تو پڑھ ڈالیں مگر
فرشتوں کی آئین کا کیا کرو گے۔ ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تہذیب)

۱۰۰ھ حدیث میں آتا ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس گنا ملتا ہے۔ ۱۰۰ھ حدیث میں آتا ہے کہ امام جب ولا الضالین
کہہ چکے تو تم آئیں کہو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آئیں کہتے ہیں اور جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے ساتھ ہوتی ہے
اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

لکھا ہے اور ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں، ابو یوسف الرقی من حفاظ اهل الجزيرة و متقنيهم و محدث ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کی تاریخ وفات ۳۱۴ھ درج کی ہے، رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب)۔
 (۲) ایوب بن محمد بن زیاد الوزان ابو محمد الرقی المتوفی ۳۲۹ھ۔ (۳) علی بن میمون الرقی ابو الحسن العطار المتوفی ۳۴۴ھ۔ (۴) محمد بن عبد اللہ بن ساہور النجار الرقی۔ (۵) موسیٰ بن مروان ابو عمران التمار البغدادی ثم الکوفی ثم الرقی المتوفی ۳۴۴ھ، حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان سب کا ترجمہ لکھا ہے۔

حَرَّان

یہ جزیرہ کا نہایت مشہور اور بہت بڑا شہر ہے جو موصل اور شام کے راستہ پر پڑتا ہے۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے ان دو حضرات سے اپنی سنن میں روایت کی ہے (۱) اسمعیل بن جمیل بن عمر بن ابی کریمہ الاموی مولا ہم ابو احمد الکحرانی المتوفی ۳۴۴ھ سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ اسمعیل کی دارقطنی اور ابن جان نے توثیق کی ہے۔ (۲) ہاشم بن القاسم بن شیبہ بن اسمعیل بن شیبہ القرشی مولا ہم ابو محمد الکحرانی المتوفی ۳۴۴ھ۔ حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

امواز

جو خوزستان کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں کے شیوخ میں صرف جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی العتکی الکجھضمی ابو الحسن البصری زبیل الامواز سے امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ جمیل کے متعلق ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ یہ کثیر الروایہ تھے اور ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

رے

عراق عجم کا صدر مقام تھا اور طبرستان سے جو ایران کا موجودہ دار السلطنت ہے چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ یہ اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے لیکن اس زمانے میں آبادی کے لحاظ سے بغداد کے بعد اسی کا نمبر تھا۔ چنانچہ ابواسحق اصفہری نے لکھا ہے
 الرقی مدینۃ لبیس بعد بغداد فی المشرق رتے وہ شہر ہے کہ مشرق میں بغداد کے بعد اس سے اعمر منہا۔ ۳۴
 زبیرہ آباد کوئی شہر نہیں۔
 اجمعی جو لغت عربیت کے امام ہیں رے کو اس کی دلفری کی بنا پر عروس الدنیاء کہا کرتے تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

۳۴ خوزستان، اس علاقہ کا نام تھا جو عراق و فارس کے درمیان واقع ہے۔
 ۳۵ معجم البلدان ذکر رے۔

”رے، جریر بن عبد الحمید اور ان جیسے حضرات اور پھر ان کے بعد ابن حمید، ابن ہریر، جمال
ابراہیم بن موسیٰ، سہل بن زحجلہ اور پھر ابن واہ، ابو زرہ، ابو حاتم اور ان کے صاحبزادے
(عبد الرحمن بن ابی حاتم) کی بدولت دارالعلم بنا رہا اور چوتھی صدی کے وسط تک رہا۔ پھر
اس کی یہ حیثیت جاتی رہی۔“

امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن حفاظ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:
حافظ سہل بن زحجلہ ابو عمر و الرازی المختلط الاثر، ان کو سہل بن ابی سہل بھی کہا جاتا ہے
فن حدیث میں انھوں نے کتاب السنن بھی تالیف کی تھی۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام
ابن ماجہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے اور انھوں نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایتیں درج کی ہیں
علامہ ذہبی نے ان کو الحافظ الامام لکھا ہے، غلی کا بیان ہے کہ ”یہ ثقہ اور حجت ہیں۔ دوبارہ
انھوں نے طلب حدیث میں رحلت کی تھی۔ صاحب تصانیف تھے اور دیانت و تقان میں اس
عہد کے تمام معاصرین میں کوئی ان سے مقدم نہ تھا۔“ علامہ خزرجی نے خلاصہ میں ان کی وفات سن ۱۷۵
کے حدود میں بیان کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، خلاصۃ ترمذیہ التہذیب)۔

حافظ عصر امام ابو زرہ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن یزید بن قروخ الرازی، علم حدیث
کے مشہور امام ہیں اور اس فن میں امام بخاری کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں۔ امام مسلم، ترمذی، نسائی اور
ابن ماجہ نے ان کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کتاب الاستغاثہ میں جو
جبری کی تردید میں انھوں نے سپرد قلم فرمائی ہے رقمطراز ہیں۔

وکلام یحییٰ بن معین والبخاری ومسلم امام یحییٰ بن معین، بخاری، مسلم، ابو حاتم، ابو زرہ، نسائی

لے حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۱) میں ان کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ
عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنیۃ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ فقہ و حدیث دونوں علوم میں
امام اعظم کے شاگرد تھے چنانچہ حافظ قرشی لکھتے ہیں اخذ الفقہ عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ، اور حافظ
ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ میں ان محدثین و فقہار کی فہرست میں کہ جنھوں نے امام صاحب سے حدیث روایت کی
ہیں ان کا بھی نام لیا ہے، جریر بہت بڑے حافظ الحدیث تھے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ
ان لفظوں میں شروع کیا ہے جریر بن عبد الحمید الحافظ الکحجۃ ابو عبد اللہ الضبی الکوفی
محدث الری۔ امام احمد بن حنبل۔ اسحق بن راہویہ، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، ابو بکر بن ابی شیبہ، جیسے اکابر
اللہ فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ تمام ارباب صحاح ستہ نے ان کی احادیث سے احتیاج کیا ہے۔ علامہ
ذہبی لکھتے ہیں رحل الیہ المحدثون لثقتہ وحفظہ وسعۃ علمہ (محدثین نے ان کی ثقافت، حفظ اور وسعت
علم کی بنا پر طلب علم کے لئے ان کی خدمت میں سفر کیا) ہبۃ اسطبری کہتے ہیں کہ محمد بن علی ثقتہ (ان کی ثقافت
پر اتفاق ہے) سن ۱۷۵ ہجری میں اصغرہان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے جس کا نام آج بھی تھا۔ ان کی نشو و نما مائتر
کوفہ میں ہوئی بعد کوفہ سے وہاں جا رہے تھے اور وہیں اہتر سال کی عمر میں سن ۱۷۵ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ
(تذکرۃ الحفاظ - الجواہر المصنیۃ)

ابو احمد بن عدی، دارقطنی اور ان جیسے حضرات کے کلام کی حیثیت رجال اور صحیح وضعیف احادیث کے بارے میں وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور شافعی اور ان جیسے حضرات کے کلام کی احکام اور حلال و حرام کی معرفت کے باب میں ہے۔

اور ائمہ میں ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں کہ جو محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی اور دونوں جماعتوں میں شامل ہیں گویا ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔

اور حدیث وفقہ کے اکثر امام جیسے کہ مالک شافعی احمد اور اسحق بن راہویہ اور اسی طرح اوزاعی، ثوری، اور لیث ایسے ہی تھے اور اسی طرح ابویوسف صاحب ابی حنیفہ اور خود امام ابو حنیفہ کا بھی وہی مرتبہ ہے کہ جو ان کے شاہان ہیں، لیکن ان میں سے بعض کو دونوں صنف کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے کہ جو دوسرے کو نہیں ہے اور بعض میں کسی ایک صنف کی معرفت میں وہ ضعف بھی ہے کہ جو دوسرے میں نہیں ہے پس اسے تعالیٰ تمام اہل علم و ایمان سے راضی ہو۔

ابی حاتم و ابی زرعت و النسائی و ابی احمد بن عدی و الدارقطنی و امثالہ فی الرجال و صحیح الحدیث و وضعیفہ و مثل کلام مالک و الثوری و الاوزاعی و الشافعی امثالہم فی الاحکام و معرفۃ الحلال و الحرام، و فی الامۃ من ہوا امام مع ہولاء و ہولاء مشارع للطائفتین و ان کان باحد الصنفین اجدد۔

و اکثر ائمۃ الحدیث و الفقہ مالک و الشافعی و احمد و اسحق بن راہویہ و ابی عبید و کذلک الاوزاعی و الثوری و الیث ہولاء و کذلک ابی یوسف صاحب ابی حنیفہ و ابی حنیفہ ایضاً مالک من ذلک و لکن لبعضہم فی الامامۃ فی الصنفین مالس للآخر و فی بعضہم من صنف المعرفۃ باحد الصنفین مالس فی الآخر فرضی اللہ عن جمیع اہل العلم و الایمان۔

لہ

لے تلخیص کتاب الاستغاثۃ المعروف بالرد علی البکری طبع مصر ۱۳۱۳ھ ظاہر بینوں کو شاید اس پر تعجب ہو کہ حافظ ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ کو محدثین کا امام کس طرح مان لیا لیکن انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ صرف ابن تیمیہ نہیں بلکہ تمام ارباب فن کے نزدیک امام صاحب کی یہ حیثیت مسلم ہے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی الجوابر المصنیہ میں رقمطراز ہیں:-

معلوم رہے کہ جرح و تعدیل کے باب میں امام ابو حنیفہ کا قول تسلیم کیا گیا ہے اور اس فن کے علماء آپ کے قول کو اسی طرح مانتے اور اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں کہ جس طرح وہ امام احمد، بخاری، ابن معین، علی بن المدینی اور دیگر اساتذہ فن کے قول کو مانتے ہیں، اور اس سے تہیں امام صاحب کی عظمت شان، وسعت علم اور بڑی کاپتہ چلے گا۔

اعلم ان الامام ابی حنیفۃ قد قبل قوله فی الجرح و التعدیل و تلقوه عنہ علماء هذا الفن و عملوا بہ کتلیقہم عن الامام احمد و البخاری ابن معین و ابن المدینی و غیرہم من شیوخ الصنفۃ و هذا یدلک علی عظمتہ شأنہ وسعۃ علمہ و سیادتہ (رج ۱ ص ۳۰)

اس کے بعد حافظ قرشی نے رجال کے متعلق امام صاحب کے جوا قول امام ترمذی اور بیہقی وغیرہ نے باسناد نقل کئے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابو حاتم، ابو زرعہ اور ابن وارہ یہ تین شخص رتے میں ایسے تھے کہ جن کی نظر اس وقت روئے زمین پر موجود نہ تھی۔ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان من افراد الدھر حفظاً و ذکاۃ و ابو زرعہ، حفظ حدیث، ذکاوت، دینداری اور علم و عمل کے لحاظ دینا و علماً و عملاً۔
سے ان لوگوں میں سے تھے جو یکلے زمانہ ہوئے ہیں۔

ابو زرعہ نے طلب حدیث میں حرمین، عراق، شام، جزیرہ، خراسان اور مصر کی طرف رحلت کی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے لکھی ہیں۔ ایک بار ایک شخص قسم کھا بیٹھا کہ اگر ابو زرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ بعد میں ان سے اگر صورت حال بیان کی تو فرمانے لگے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے ہی پاس رکھو۔ ابو بکر بن ابی شیبہ ان کے شیخ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اسحق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ اور ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث اس بل پر سے نہیں گزرا۔ امام احمد کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ ایک بار ابو زرعہ امام موصوف کے یہاں آکر مہمان ہوئے دوران قیام میں دونوں بزرگوں کے مابین حدیث پاک کا خوب مذاکرہ رہتا ان ہی دنوں امام احمد نے ایک روز اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا کہ میں نے آج فرضوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی اور اپنے نوافل پر ابو زرعہ کے مذاکرہ کو ترجیح دی۔ ایک بار امام احمد نے فرمایا کہ صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے اور اس نوجوان (یعنی ابو زرعہ) نے چھ لاکھ حدیثیں حفظ کر لی ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا قول ہے کہ ابو زرعہ جس حدیث کو نہیں جانتے اس کی کچھ اصل نہیں۔ ابو زرعہ کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو "قل ہو اللہ" یاد ہوتی ہے۔ ایک بار فرمانے لگے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ پچاس سال سے میرے گھر میں رکھا ہوا ہے اور جب سے لکھا کبھی اس کو مطالعہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم مجھے یہ علم ہے کہ کونسی حدیث کس کتاب کے کس ورق کس صفحہ اور کس سطر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یہ سب اقوال ان رجال کے تذکرہ میں حافظ مزی کی تہذیب الکمال اور حافظ ذہبی کی میزان الاعتدال اور دیگر کتب رجال میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ (ج ۲ ص ۱۹۴) میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ اعلم و افقہ من الطحاوی و امثالہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ، امام طحاوی اور ان کے امثال سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ تھے اور امام طحاوی کے بارے میں خود ابن تیمیہ کو تسلیم ہے کہ کان کثیر الحدیث فقیہاً عالماً۔

(حاشیہ صفحہ ۷۸) طے تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن وارہ۔ لکھ بغداد کا بل مراد ہے جو دریائے دجلہ پر تھا۔ لکھ مناقب احمد ابن جوزی ص ۲۸۹۔ لکھ ایضاً ص ۲۸۹۔ امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ امام احمد نے جو صحیح روایات کی یہ تعداد بتائی ہے اس سے ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ ان سب کا مجموعہ ہے، کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں حدیث کا لفظ ان سب کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ ابو زرعہ)۔

میں ہے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک بار ابو زرہ کے پاس محمد بن مسلم یعنی ابن وارہ اور فضل بن العباس معروف بہ فضلک موجود تھے اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری تھا۔ اسی اثنا میں محمد بن مسلم نے ایک حدیث ذکر کی اور فضلک صانع نے اس پر انکار کیا کہ یہ اس طرح سے نہیں۔ محمد بن مسلم نے پوچھا پھر کس طرح ہے، فضلک نے دوسری طرح سے اس کو روایت کیا۔ اب محمد بن مسلم، ابو زرہ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ابو زرہ خاموش رہے انھوں نے اصرار کیا تو کہنے لگے کہ میرے بھتیجے ابوالقاسم کو بلاؤ وہ آئے تو ابو زرہ نے ان سے کہا کہ کتب خانہ میں جاؤ اور پہلے دوسرے تیسرے قسط کو چھوڑ کر سولہ جزو تک شمار کر کے ستر ہواں جزو نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ حسب الحکم اس جلد کو لے آئے ابو زرہ نے حدیث تلاش کر کے محمد بن مسلم کے حوالہ کی اور یہ اس کو پڑھ کر کہنے لگے نحمدہ غلطنہ (ہاں ہم نے ہی غلطی کی) حافظ عبداللہ بن وہب دینوری کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو زرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک خراسانی شخص ان کے سامنے موضوعات بیان کر رہا ہے اور یہ ان روایات کو باطل کہہ رہے ہیں اور وہ شخص ان کی باتوں پر ہنسنا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ وہ کیا خوب جو روایت یاد نہیں اسے باطل کہہ دیا۔ اس پر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تیرا کیا مذہب ہے کہنے لگا حنفی۔ میں نے اس سے پوچھا ما اسند ابو حنیفہ عن حماد (امام ابو حنیفہ نے حماد کی سند سے کونسی حدیثیں روایت کی ہیں) اب وہ نہ چل سکا۔ تب میں نے ابو زرہ سے کہا کہ ماتحفظ لابی حنیفہ عن حماد (آپ کو حماد کی سند سے امام ابو حنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں) اس پر ابو زرہ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ اب میں نے اس سے پوچھا کہ سے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی تو موضوعات کو لیکر امام المسلمین کے منہ آتا ہے اور تیری حالت یہ ہے کہ تجھے اپنے امام تک کی حدیثیں یاد نہیں۔

ابو زرہ اور ابو حاتم دونوں قائلہ زاد بھائی تھے۔ امام ابو حاتم نے ابو زرہ کے متعلق ان الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے کہ لا اعلم فی المشرق والمغرب من کان ینہد عن هذا الشأن مثله (میرے علم میں مشرق و مغرب میں کوئی نہیں کہ جو فہم حدیث میں ابو زرہ کو پہنچتا ہو۔) ابو زرہ کی ولادت سنہ ۶۴ میں ہوئی اور ذی الحجہ کی آخری تاریخ ۶۴ھ کو انتقال کیا۔ ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے ابو جعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے لقنوا موتاكم لا اله الا الله (اپنے مردوں کو لا اله الا الله کی تلقین کیا کرو) مگر ابو زرہ سے شراب رہے تھے

۱۔ امام حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت کیا کرتے تھے جن میں دو ہزار حماد کی حدیثیں تھیں اور دو ہزار بقیہ مشائخ کی۔ مناقب الامام الاعظم از صدر اللہ موقی بن احمد کی ص ۹۶۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حافظ ابن وہب دینوری۔

اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی آخر سب سے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی حدیثنا الضحاك بن مخلد عن عبد الحميد بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی اس پر ابو زرہ نے اسی جاکھنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا حدیثنا ابوعاصم حدیثنا عبد الحميد بن جعفر عن صالح بن ابی عرب عن كثير بن مرة الحضرمي عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان آخر كلامه لا اله الا الله اتناهي عن ما كان يشرع قضا عنصري من عالم قدسي کی طرف پرواز کر گیا۔ پوری حدیث یوں ہے من کان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا اله الا الله نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا)۔ جو ان اس کی خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان سعید روحوں کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ دم واپس تک علم و عمل کا ساتھ رہا۔ فی (تذکرۃ الحفاظ: تہذیب التہذیب طبقات الحنابلہ لابن ابی نعیم)۔

حافظ کنیر امام ابو حاتم رازی محمد بن ادریس بن المنذر انخطی۔ فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہیں اور علم حدیث میں امام بخاری کے ہم پلہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ سے مشائخ وقت سے حدیثیں لکھنی شروع کیں، ابھی سبزہ آغا نہیں ہوا تھا کہ طلب حدیث میں سفر اختیار کیا اور ایک زمانہ دراز اسی رحلت میں بسر کیا۔ ان کا بیان ہے کہ پہلے پہل جب میں نے رحلت کی تو سات سال تک اپنی پیادہ روی کا حساب لگانا یا اس دوران میں ایک ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت طے کر چکا تھا لیکن یہ ان کے سفر کی انتہا نہیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ پھر میں نے فرسخ کا شمار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ امام ممدوح کا بیان ہے کہ میں نے بحرین سے مصر مصر سے رملہ رملہ سے دمشق اور وہاں سے طرسوں تک پیدل سفر کیا۔ پھر حصص کو لوٹنا ہوا رملہ آبا اور وہاں سے سوار ہو کر عراق پہنچا اور یہ سارا سفر جس وقت میں نے طے کیا ہے اس وقت میں بیس سال کا تھا۔ عراق پہنچنے کے بعد آٹھ ماہ تک بصرہ میں قیام کیا۔ یہ ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں تنگدستی سے یہ نوبت بھیجی کہ کپڑے تک بیچ کھائے جب کپڑے بھی نہیں رہے تو دو روز تک فاقے کئے تاہم شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں اسی فاقہ کی حالت میں اٹھ کر اپنے رفیق کے ساتھ شیوخ کے حلقہ درس میں حاضری دیتا رہا۔ رات ہوئی تو رفیق اپنا شام کا کھانا لیکر اپنی فروغ گاہ کو واپس ہو گیا اور میں نے مارے بھوک کے پانی سے پیٹ بھرنا شروع کیا صبح ہوئی تو کل کی طرح آج بھی اپنے رفیق کی محبت میں باوجود بھوک کی سخت شدت کے سارے اسباق میں شرکت کی اور اسی طرح بھوکا واپس چلا آیا۔ آخر اسی حالت میں تیسرا دن ہوا اور رفیق حسب دستور علی الصبح اٹھ گیا۔ اب طاقت طاق ہو چکی تھی مجبوراً اس سے کہنا پڑا کہ آج تو میں بہت ہی ناتوان ہوں تمہارے ساتھ نہ چل سکوں گا۔ اس نے پوچھا خیر ہے، میں نے کہا تم سے کیا چھپاؤں دو دن سے کچھ کھانے کو نہ مل سکا ہے۔ ہمدرد رفیق نے کہا میرے پاس

لے ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔

ایک دینار باقی ہے، نصف تم نے لو اور باقی نصف کو ہم کرایہ میں خرچ کریں گے۔ اس کے بعد امام
الوحاتم بصرہ سے چل کھڑے ہوئے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ امام موصوف کو ایک دفعہ ایک بحری سفر کے سلسلہ میں بھی پیش آیا تھا جہاز سے اترے تو زادراہ ختم ہو چکا دو رفیق اور بھی تھے مگر سب کا مضمون واحد تھا۔ بین دن تک پیادہ پامسافت طے کرتے رہے اور کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ آخر تھک کر گر پڑے۔ ساتھیوں میں ایک بیچارہ بوڑھا شخص بھی تھا وہ تو گرتے ہی بیہوش ہو گیا مجبوراً اس کو اسی حال میں چھوڑ کر آگے کی راہ لی کوئی ایک فرسنگ طے کیا ہو گا کہ ابو حاتم بھی غش کھا کر گرے۔ رفیق نے بوڑھے کی طرح ان کو بھی یہیں چھوڑا اور خود بہت کر کے آگے بڑھا خوش قسمتی سے ذرا دور پیاس کو ایک کشتی نظر آئی جس سے ساحل پر کچھ لوگ اتر رہے تھے یہ دیکھ کر اس نے اظہارِ مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑائی مسافروں کی نظر پڑی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے پاس آکر اسے پانی پلایا تب اس نے انھیں بتایا کہ میرے دو رفیق جو بیہوش ہو کر پیچھے کر چکے ہیں پہلے ان کی خبر لو۔ مہربان مسافر یہ سنتے ہی ان کی تلاش میں دوڑے ابو حاتم فرماتے ہیں میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے منہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے جب مجھ کو ہوش آیا تو اس نے مجھے پانی پلایا اس کے بعد اس بڑھے کے پاس پہنچے اور اس کی خبر گیری کی پھر ایک مقام پر ٹھہر کر ہم نے چند روز آرام کیا تب کہیں جا کر ہماری جان بس جان آئی۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ طلبِ حدیث میں مجھے کرفسے اتنی بار بغداد کو جانا پڑا کہ میں شمار بھی نہیں کر سکتا حافظ ابن الجوزی نے المنتظم میں ابو حاتم کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے :

کان احمد الاثمة الحفاظ والاثبات العارفين
بجلال الحدیث والمجرح والتعدیل۔

حافظ قسبی ان کے متعلق لکھتے ہیں الامام الحافظ الکبیر احد الاعلام، قاضی موسیٰ بن اسحق
انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا حافظ احمد بن سلمہ کا بیان ہے
کہ اسحق بن راہویہ اور محمد بن یحییٰ کے بعد ابو حاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث اور اس کے معانی کا عالم
میری نظر سے نہیں گزرا۔ ابو نعیم کی تصریح ہے کہ ابو حاتم امام فی الحفظ۔ عثمان بن خزادہ کہتے ہیں کہ جب
لوگ میری نظر سے گزرے ان میں چار شخص سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے (۱) ابراہیم بن عرعرو

در ۲) محمد بن المنہال الضریریہ (۳) ابو زرہ (۴) ابو حاتم۔ ایک بار حجاج بن الشاعر کے سامنے ابو زرہ سے، ابو حاتم، ابن دارہ اور ابو جعفر داری کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ مشرق میں ان سے بڑھ کر لوگ نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ ابو حاتم نے ابو الولید طرابلسی کے دروازہ پر جو اس زمانہ میں فن حدیث کے مشہور اساتذہ میں سے شمار کئے جاتے تھے اعلان کیا کہ جو شخص بھی مجھے کوئی ایسی غریب مسند صحیح حدیث بتائے گا کہ جس کو میں نے مشائخ سے ابھی تک نہیں سنا ہے تو اس کو ہر حدیث کے عوض میری طرف سے ایک درم بطولہ انعام ملے گا۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس وقت ابو الولید کے آستانے پر مخلوق حلق در حلق جمع تھی اور ابو زرہ

اور ان کے علاوہ بھی لوگ موجود تھے تاہم کوئی شخص بھی ایک حدیث ایسی نہ پیش کر سکا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کوئی اس کا بندہ شاید کوئی ایسی روایت میرے سامنے پیش کر دے کہ جو میں نے اب تک نہ سنی ہو اور بتا دے کہ وہ فلاں محدث کے پاس ہے تو میں اسے جا کر سن لوں۔ یونس بن عبدالاعلیٰ نے ایک بار ابو زرہ اور ابوجاتم کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے کہ یہ دونوں خراسان کے امام ہیں اور ان کی بقا ہی میں مسلمانوں کی فلاح ہے۔ ابوجاتم کا بیان ہے کہ میں نے نفیلی سے چودہ ہزار کے قریب احادیث لکھی ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ جب محمد بن یحییٰ نیشاپوری رے تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے زہری کی تیرہ حدیثیں پیش کیں جن میں سے صرف تین کے متعلق ان کو معلوم حاصل تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وهذا يدل على حفظ عظيم فان
الداهلي شهد له مشايخه واهل عصره
بالتحري في معرفة حديث الزهري ومع
ذلك فاغرب عليه ابو حاتم -

اس چیز سے ان کے عظیم حافظہ کا پتہ چلتا ہے کیونکہ دہلی (محمد بن یحییٰ نیشاپوری) کے متعلق ان کے شارح اور معاصرین نے زہری کی احادیث میں معرفت کے سلسلہ میں تبحر کی شہادت دی ہے اور باوجود اس کے ابوجاتم نے ان کے سامنے وہ روایات رکھ دیں کہ جو ان کے لئے نادر تھیں۔

حافظ مسلم بن قاسم نے، الصلہ میں ابوجاتم کے متعلق لکھا ہے کہ
كان ثقة وكان شيعياً مفرطاً وحدثه مستقيم -
یہ ثقہ تھے اور کچھ شیعہ مگر ان کی حدیثیں سب ٹھیک ہیں۔
حافظ ابن حجر نے اس کو نقل کر کے لکھا ہے:

سوائے اس شخص کے اور کسی کو میں نے نہیں دیکھا کہ جس نے ان کو تشیع کی طرف منسوب کیا ہو
ہاں سلیمان بن ابی اسلمہ نے ان کے صاحبزادے عبدالرحمن کا ذکر اس قسم کے شیعوں میں کیا ہے کہ جو حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم رکھتے ہیں جیسے کہ اعمش اور عبدالرزاق نے
سو شاید یہ بات صاحبزادے نے اپنے والد سے لی ہوگی اور اس تحریر بھی با این ہمہ جلالت قدر
اسی کے قابل تھے۔

امام ابوجاتم سے امام بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ اور علامہ تاج الدین سیلی
نے اگرچہ طبقات الشافعیہ میں امام بخاری اور ابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوجاتم

لہ علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

”ابابان رے، اہل السنۃ والجماعت ہی تھے تا آنکہ وہاں احمد بن الحسن ماروانی نے تغلب کر کے قبضہ
جمالیہ اور پھر اس نے مذہب شیعہ کی وہاں اشاعت کی۔ یہ اہل شیعہ کے ساتھ بڑے اکرام اور تفریب کا معاملہ
کرتا تھا اس لئے لوگوں نے اس سلسلہ میں کتابیں تصنیف کر کے اس کا تقرب حاصل کیا چنانچہ عبدالرحمن بن
ابی حاتم نے بھی ”فضائل اہل بیت وغیرہ“ پر کتابیں تصنیف کیں۔ یہ مضمون کے بعد کا واقعہ ہے اور رے پر اس
کا تغلب مشہور ہے اس سے پہلے یہ احمد بن الحسن، کوئین بن سائین کی خدمت میں تھا پھر رے
پر تغلب کر کے اس نے وہاں مذہب شیعہ کو رواج دیا جو آج تک قائم ہے“

ان دونوں کا روایت کرنا ثابت نہیں۔ لیکن یہ علامہ موصوف کی غلطی ہے، حافظ ابو الجراح مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے اور سنن ابن ماجہ میں باب فی الايمان اور باب فی فرائض الجہد میں ان کی حدیثیں موجود ہیں، اسی طرح خود صحیح بخاری میں ان کی روایت موجود ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کے مشائخ کے طبقات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الطبقة الرابعة رفاقه في الطلب و
من سمع قبله قبيلا لمحمد بن يحيى
الذهلي وابو حاتم الرازي۔
چوتھا طبقہ امام بخاری کے شیوخ کا ان لوگوں کا ہے جو طلب

حدیث میں امام موصوف کے رفیق رہ چکے ہیں اور ان ہی میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے حدیث کا سماع امام بخاری سے کچھ پہلے کیا ہے جیسے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابو حاتم رازی۔
ان شیوخ سے امام بخاری نے کس قسم کی حدیثیں نقل کی ہیں اس کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصریح ہے کہ
وانما يخرج من هؤلاء ما فاته عن مشائخه
اور ان سے امام بخاری صرف وہی روایت درج کرتے ہیں کہ جن روایات کا سماع ان کو اپنے اساتذہ سے فوت ہو گیا تھا یا جو روایتیں ان کے علاوہ دیگر علما سے انہیں نہ مل سکیں۔

واضح رہے کہ ایک زمانے تک امام بخاری اور امام ابو زرعہ و امام ابو حاتم کے درمیان تعلقات نہایت ہی شگفتہ اور خوشگوار رہے چنانچہ ابو بکر محمد بن حرب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابو زرعہ سے محمد بن حمید کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ترکہ ابو عبد اللہ (اس کی حدیث تو ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری ترک کر چکے ہیں) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس قصہ کا ذکر امام بخاری سے کیا تو فرمانے لگے کہ بڑھ لانا قد بعد (ابو زرعہ کا حسن سلوک تو ہمارے ساتھ پرانا ہے) اور اسحاق بن احمد زریک کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم کو فرماتے سنا کہ عراق میں جتنے بھی لوگ گئے محمد بن اسماعیل ان سب میں زیادہ عالم ہیں۔ اسحق مذکور کا بیان ہے حاکم میں ہم سے امام ابو حاتم فرمانے لگے کہ خراسان سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آ رہا ہے کہ جس سے بڑا حافظ حدیث اس نواح سے پیدا نہیں ہوا چنانچہ ان کے فرمانے کے مطابق چند ماہ بعد ہی امام بخاری کا وہاں ورود ہو گیا۔ حسین بن محمد بن حاتم معروف بہ عبید اللہ الجہل کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ اور ابو حاتم کو خود دیکھا ہے کہ وہ امام بخاری کی بات کو نہایت توجہ سے سنا کرتے تھے محبت و صداقت کا یہ روح پرور سلسلہ ان ائمہ کے مابین تقریباً ۷۰ سال تک برقرار قائم رہا۔ بعد کو جب امام ذہلی نے امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کو لکھ بھیجا کہ امام بخاری تاليف القرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں تو سابقہ تعلقات کی خوشگواہی سخت ناگواری میں تبدیل ہو گئی تھی کہ ان دونوں اماموں نے امام بخاری سے حدیث کی روایت تک بند کر دی چنانچہ امام ابن ابی حاتم۔ کتاب الجرح والتعديل میں

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ میں رہے میں آئے تھے، یہ عبد بن مروزی ابوہام صلت بن محمد فریابی اور ابن ابی الویس سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے میرے والد (امام ابو حاتم) اور ابو زرعہ نے بھی حدیثیں سنی تھیں لیکن جب ان کو محمد بن یحییٰ نیشاپوری (امام ذہبی) نے یہ لکھ کر بھیجا کہ بخاری نے ان کے یہاں اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ قرآن پاک نے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے ہیں وہ مخلوق میں تو ان دونوں حضرات نے بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا۔ ۱۰۰

یہ بھی واضح رہے کہ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم نے تاریخ و رجال کے سلسلہ میں امام بخاری کی ستی غلطیاں نکالی ہیں چنانچہ حافظ ابن ابی حاتم نے امام بخاری کے تاریخی اوہام پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے "کتاب خطا البخاری" اس کتاب میں ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے بیشتر استفادہ کیا ہے۔ حافظ زین الدین عراقی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جمع فیہ اوہام فی التاریخ۔
ابن ابی حاتم نے اس کتاب میں امام بخاری کی تاریخی غلطیاں جمع کر دی ہیں۔ ۱۰۰

اور علامہ سخاوی، الاعلان بالنورخ میں ارقام فرماتے ہیں:

لا بن ابی حاتم جزء کبیر عندی انتقد فیہ علی البخاری۔ (ص ۱۱۰)
میرے پاس ابن ابی حاتم کا تصنیف کردہ ایک برو موجود ہے جس میں انہوں نے بخاری (کی تاریخ) پر تنقید کی ہے۔

تہذیب التہذیب اور لسان المیران میں بھی اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ کی تصنیف بالکل نو عمری میں کی تھی جب کہ امام موصوف کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ اس لئے اس میں بہت سے غلطاطرہ گئے علاوہ انہیں بہت سے نام امام موصوف کو ایسے نوشتوں سے نقل کرنے پڑے کہ جن پر یہ نقطے لگے ہوئے تھے اور نہ ان کو ضبط کیا گیا تھا چنانچہ حافظ صالح جزرہ نے ایک موقع پر امام ابو زرعہ کے روبرو امام بخاری کی طرف سے یہی غدر پیش کیا تھا ان کا بیان ہے کہ ایک بار ابو زرعہ رازی مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابو علی (یہ صالح جزرہ کی کنیت ہے) اسماء الرجال پر محمد بن اسماعیل کی کتاب التاریخ میری نظر سے گزری اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا مصیبت یہ ہے کہ ان کے پاس بخارا کا جب کوئی شخص عراق سے ہو کر آتا تھا یہ اس کی کتابیں لیکر دیکھتے تھے۔ اہل بخارا کی عادت ہے کہ نہ تو وہ اس کا ضبط کرتے ہیں اور نہ ان پر نقطے دیتے ہیں لہذا جب ان کی نظر سے کوئی ایسا نام گذرنا کہ

۱۔ کتاب البحر والتعذیل ج ۳ قسم ۲ ص ۱۹۱، طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن۔ ۲۔ التفتیہ والایضاح لما اطلق واغلق من مقدمۃ ابن الصلاح از حافظ عراقی ص ۱۲۲۔ طبع حلب ۱۳۳۴ھ۔ ۳۔ چونکہ یہ چھوٹی سی عمر میں امام بخاری کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اس لئے ان کے استاد امام احمد بن راہویہ نے اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور حوصلہ افزائی کے خیال سے اس کتاب کو عبد اللہ بن طاہر والی خراسان کے دیہات میں لے جا کر ان الفاظ میں پیش کیا ایما الامیر الا اریک سحر۔ (اسے امیر تہیں ایک جادو نہ دکھاؤں)۔ (مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۸۴)۔

جس سے یہ پہلے سے واقف نہ ہوتے اور نہ وہ ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہوتا تو یہ اسے غلط طور پر اپنی کتاب میں نقل کر لیتے تھے ورنہ خراسانیوں میں ان سے زیادہ سمجھ دار میں نے کسی کو نہیں پایا یہ

افسوس ہے کہ امام بخاری کے بعض حامیوں نے بجائے اس کے کہ ان تنقیدات کا علمی جواب دیتے اس سلسلہ میں امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور امام مسلم پر نہایت ہی یک رنگ الزامات لگائے۔ چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں امام بخاری کے تذکرہ میں حافظ ابوالواحد نیشاپوری معروف بہ حاکم کبیر المتوفی ۴۵۰ھ کی کتاب، لکھنے کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

و کتاب محمد بن اسماعیل فی التاریخ کتاب لم یسبق الیہ ومن الف بعدہ شیثاً فی التاریخ و الاسماء و الکئی لم یستغن عنه فمنهم من نسبہ الی نفسه مثل ابی زرعة و ابی حاتم و مسلم و منهم من حکاه عنه فانه یرحمہ فانه الذی اصل الاصول۔

تاریخ میں محمد بن اسماعیل کی کتاب ایسی ہے کہ اس پر کوئی کتاب صفت نہ بجا سکی اور ان کے بعد جس نے بھی تاریخ یا اسماء کوئی پر کوئی تالیف کی وہ اس سے بے نیاز نہ رہ سکا پھر بعض نے تو جیسے کہ ابو زرعه، ابو حاتم اور مسلم ہی اس کو اپنی جانب ہی منسوب کر لیا اور بعض نے ان ہی کے حوالہ سے نقل کیا۔ سوا صد بخاری پر رحم کرے کہ انھوں نے ہی اس کے اصل کی دماغ بیل ڈالی۔

ابوالواحد نیشاپوری کو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ برسی امام مسلم پر ہے چنانچہ اسی عبارت سے پہلے عبدالسودیلے کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں۔

عبدالله الدیلی ابوبشر، وقال البخاری و مسلم فیما ابوبشر یثین مجمعة قال الحاکم و کلاما اخطا فی علی انما هو ابوبشر خلق ان یكون محمد بن اسماعیل مع جلالتہ و معرفتہ بالحدیث اشبه علیہ فلما نقلہ مسلم من کتابہ تابعہ علی زلفہ و من تأمل کتاب مسلم فی الاسماء و الکئی علم انه منقول من کتاب محمد بن اسماعیل حد و القدم بالقدم حق لا یزید علیہ فیہ الا ما یسهل

عبدالسودیلے ابوبشر بخاری اور مسلم نے اس کو ابوبشر بشیر مجہد ہی کہا ہے اور میرے علم میں ان دونوں نے غلطی کی کہونکہ یہ (ابوبشر نہیں بلکہ ابوسیر ہے) اور بالکل ممکن ہے کہ محمد بن اسماعیل کو باپیں ہمہ جلالت و معرفت حدیث شنبہ ہو گیا ہو اور مسلم نے جب اس کو ان کی کتاب سے نقل کیا ہو تو اس غلطی میں ان کی پیروی کی ہو۔

اور جو شخص بھی مسلم کی کتاب الاسماء و الکئی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ مسلم کی کتاب قدم بہ قدم محمد بن اسماعیل کی کتاب سے منقول ہے حتیٰ کہ انھوں نے

سے تہذیب التہذیب، ترجمہ امام بخاری، اصل عبارت یہ ہے قال صالح جذرة قال لی ابو زرعة یا ابا علی نظرت فی کتاب محمد بن اسماعیل هذا الاسماء الرجال فاذا فیہ خطأ کثیر، فقلت لمریلة امر رجل کل من یقدم علیہ من العراق من اهل بخاری نظری فی کتبہم فاذا راى اسماء لا یرفہ و لیس عندہ فی کتبہ و هم لا یضبطون ولا ینقطنون فیضعہ فی کتابہ خطأ و الا فما رأیت خراسانیا اقلہ منہ۔

اسے مسلم کی کتاب الاسماء و الکئی کا قلمی نسخہ و مشق کے کتب خانہ ظاہر یہ میں موجود ہے۔

عدہ و تجلید فی نقلہ حق الجلاۃ اذلم
بمنسبہ الی قائلہ۔

اپنی تصنیف میں جو کچھ اس کتاب پر اضافہ کیا ہے وہ آپ مانی
شمار کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کی نقل میں پوری طرح دھڑائی
سے کام لیا کہ کہیں ان کا حوالہ تک نہیں دیا۔

لیکن یہ حاکم کبیر کی محض بدگمانی ہے جو سر اسر خلافت واقعہ ہے۔ تعجب ہے بعض لوگوں نے خود امام
بخاری کے متعلق بھی اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے، چنانچہ ان ہی حاکم کبیر کے معاصر حافظ مسلم بن قاسم
اندلسی المتوفی ۳۵۲ھ کتاب الصلۃ میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے استاد عیسیٰ بن المدینی کی کتاب العلل
کو ان کے غیاب میں ان کے کسی صاحبزادے کو مال کی طبع دلا کر حاصل کیا اور پھر اسی کتاب کی عبارتوں کو
اپنی طرف سے ابن المدینی کے سامنے پیش کرتے رہے اور آخر اسی کی بدولت درس سے بے نیاز ہو کر
خراسان کی راوی بنے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کی جامع صحیح کے فضائل کو بیان کرتے ہوئے ابواحمد
حاکم کی مذکورہ عبارت خود صحیح مسلم کے متعلق نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔
قال الحاکم ابواحمد رحمہ اللہ محمد بن اسماعیل
فانہ الذی الف الاصول و بین للناس و
کل من عمل بعدہ فانما اخذہ من کتابہ
کمسلم فراق اکثر کتابہ فی کتابہ و تجلید
فیہ حق الجلاۃ حیث لم ینسبہ الیہ۔

حافظ صاحب موصوف کو اس عبارت کے نقل کرنے پر بھی صبر نہیں آیا سبوتاگے فرماتے ہیں۔
وقال ابواحمد الحسن الدارقطنی الحافظ
لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء وقال
ایضاً انما اخذ مسلم کتاب البخاری فعمل
مستخرجاً وزاد فیہ احادیث۔

مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۱
ہم اس بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتے جن اہل علم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اس
فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس بارے میں ان کے نزدیک ابواحمد دارقطنی کی رائے کا کیا وزن ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قال مسلمة والف علي بن المديني كتاب
العلل وكان ضئيلاً به فغاب يوماً في بعض
ضياعه فجاء البخاري إلى بعض بنييه و
راغبه بالمال علي أن يري الكتاب يوماً
وإحداً فأعطاه له فدفعه إلى النساخ
فكتبوه له ورددوا إليه فلمّا حضر علي

مسلم نے کہا ہے کہ علی بن المدینی نے کتاب العلل تالیف کی
تھی اور وہ اس کو دو سروس کو دکھانے میں بڑے بخل تھے اتفاق
سے ایک روز وہ اپنی کسی زمین پر جانے کے باعث درس سے
غیر حاضر رہے۔ امام بخاری فوراً ان کے کسی صاحبزادے کے پاس
پہنچے اور اسے مال کا لالچ دیا کہ وہ انھیں صرف ایک روز
کیلئے اس کتاب کو دکھارے۔ (باقی جابشیہ صفحہ آئندہ)

فن جرح و تعدیل اور اسماء الرجال میں امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور امام مسلم کا جو پایہ ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان بزرگوں کی نسبت اس قسم کی خیانت علمی اور سرقہ کا کون گمان کر سکتا ہے۔ غور کیجئے تاریخ رجال میں راویوں کے نام ان کے شیوخ و تلامذہ، اوطان، سنین ولادت و وفات اور جرح و تعدیل کا بیان ہوتا ہے۔ اب راویوں کے نام وہی شیوخ و تلامذہ وہی وطن وہی سنین ولادت و وفات وہی، اور جرح و تعدیل میں اکثر و بیشتر اتفاق رائے پھر ایسی صورت میں جب کہ یہ سب امور یکساں اور متحد ہیں معاصرین ائمہ فن کی تصنیفات میں اکثر و بیشتر معلومات کا مشترک ہو جانا کونسی تعجب کی بات ہے۔

دوراء رو کہ یہ ایک رہ رو بندریک سمت عجب نہ باشد اگر او فتد پے بر پے
ظاہر ہے کہ امام بخاری کو اس فن کی معلومات جن اساتذہ سے حاصل ہوئی تھیں وہی اساتذہ قریب قریب ان کے بھی تھے اور حدیث و روایت کا جو مجموعہ امام بخاری کے پیش نظر تھا وہی کم و بیش ان کے بھی سامنے تھا۔ امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی وغیرہ کی جس قدر تصانیف اس فن میں امام بخاری کی نظر سے گزری تھیں ان کی نظر سے بھی گزری تھیں پھر جس طرح امام بخاری نے فن رجال میں کتابیں لکھیں انھوں نے بھی لکھیں بلکہ ان حضرات کی تصنیفات میں ان سے بھی زیادہ معلومات ہیں چنانچہ ابھی خود حاکم کبیر کے بیان میں آپ کی نظر سے گزرا کہ امام مسلم کی کتاب الکفنی میں

صاحبزادے نے کتاب ان کے حوالہ کی۔ امام بخاری نے اس کو لیکر کتابوں کے سیر کیا اور انھوں نے اسے نقل کر دیا اور پھر وہ کتاب اس کو واپس کر دی بعد کو جب علی آئے اور انھوں نے اس موضوع پر کچھ کلام کیا تو بخاری نے بارہا بالکل ان ہی کی عبارت میں جوابات دیئے ابن المدینی بھی سمجھ گئے کہ قضیہ کیا ہے اور اس پر سخت رنجیدہ ہوئے اور آخر اسی رنج و غم میں کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ اور بخاری نے اس کتاب کی بدولت ان سے مستغنی ہو کر خراسان کی راہ لی۔ اور کتاب الصصحیح کی تالیف کی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تکلم بشی
فاجابه البخاری بنص کلامہ مرا انا
ففهم القضية واغتم لذلك فلم
يزل مغمو ما حتى مات بعد يسيرا
استغنى البخاري عنه بذلك الكتاب
وخرج الى خراسان ووضع كتابه
الصحيح۔

حافظ صاحب اس قصہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ
واما القصة التي حكاه فيما يتعلق
بالحل لابن المديني فانها غنية عن الـ
ظهور فسادها۔

اور سلسلہ نے جو قصہ کہ ابن المدینی کی علل کے متعلق نقل کیا ہے اس کی خرابی اتنی ظاہر ہے کہ اس کی تردید کی بھی حاجت نہیں۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے تفصیل سے اس قصہ کے غلط ہونے کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ امام بخاری کے متعلق تو حافظ صاحب کو اس قصہ کی خرابی فوراً ظاہر ہو گئی لیکن امام مسلم کے متعلق اسی قسم کی باتیں خود مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔

اضافہ بھی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ ناقد کے لئے جس مصنف پر کہ وہ تنقید کر رہا ہے اس سے زیادہ اس فن میں بصیرت موزنا ضروری ہے۔ پھر یہ کہنا کس قدر بجا ہے کہ امام ابو زرعہ، امام ابو حاتم اور امام مسلم جیسے اکابر ائمہ نے جو کچھ اس فن میں لکھا وہ امام بخاری سے لے کر نقل کر ڈالا اور اس پر بھی ان ہندگوں کی غلطی بددیانتی کا یہ عالم تھا کہ بجائے امام بخاری کا حوالہ دینے کے سب کچھ اپنی طرف منسوب کر ڈالا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ان ائمہ نے اپنی تصنیفات میں امام بخاری کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر کتاب سامنے نہ ہوتی تو تنقید کس پر کرتے بلکہ ترتیب بھی وہی اختیار کی ہے اور اسی حاکم کبیر کو شبہ ہو گیا کہ یہ امام بخاری کی کتاب کو اپنے نام سے منسوب کر رہے ہیں، چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین ان ہی حاکم کبیر سے ناقل ہیں کہ

میں نے ان سے سنا کہتے تھے میں رہے میں تھا کہ ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ ابو محمد بن ابی حاتم کے پاس کتاب التجرع والتعذیل پڑھ رہے ہیں پھر جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوئے تو میں نے ابن عبدویہ وراق سے کہا کہ یہ کیا ہنسی کر رکھی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب تاریخ کو اس کتاب کی شکل میں اپنے استاد کے سامنے پڑھ رہے ہو حالانکہ تم اسے ابو زرعہ اور ابو حاتم کی بتاتے ہو۔ اس پر وراق نے کہا کہ ابواحمد تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس وقت ابو زرعہ اور ابو حاتم کے پاس یہ کتاب (تاریخ بخاری) لائی گئی ہے تو ان حضرات نے فرمایا کہ یہ علم خوب ہے اس سے بے نیاز نہیں رہا جاسکتا اور ہم لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہم اسے دوسرے سے نقل کریں اس لئے ان دونوں حضرات نے ابو محمد عبد الرحمن رازی کو ٹھایا اور وہ یکے بعد دیگرے ایک ایک راوی کے متعلق ان سے پوچھتے گئے اور پھر یہ دونوں حضرات کہیں اس کتاب سے زیادہ اور کہیں اس سے کم بیان کرتے چلے گئے۔

سمعتہ یقول کنت بالری فلیتہم یوما یقرؤن علی ابی محمد بن ابی حاتم کتاب التجرع والتعذیل فلما فرغوا قلت لابن عبدویہ والوراق ما هذه الضحکة اراکم تقرؤن کتاب تاریخ لمحمد بن اسماعیل البخاری علی شیخکم علی هذا الوجه وقد نسبتہموا الی ابی زرعة وابی حاتم فقال یا ابا احمد اعلم ان ابان زرعة و ابا حاتم لما حمل الیہما هذا الکتاب قالاهذا علم حسن لا یتغنی عنه ولا یحسن بنا ان نذکرہ عن غیرنا فاقعد ابا محمد عبد الرحمن الرازی حتی سألہما عن رجل معہ رجل و زادافیہ ونقصامنہ۔

لہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے خود حاکم کبیر کے بیان کے بموجب صورت واقعہ کیا ہے۔ امام بخاری کی تاریخ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے سامنے آتی ہے اور ان کی غیرت علمی اس امر کو گوارا نہیں لے معہ البلدان، ذکر ہے، حافظ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں ابواحمد حاکم کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

کرتی کہ ان کے دیار کا علمی حلقہ اس فن میں دوسرے کا محتاج رہے لہذا یہ اسی بیچ پر عبدالرحمن کو بٹھا کر (جو امام ابو حاتم کے صاحبزادے اور ابو زرعہ کے برادر زادے تھے) اس فن پر ایک مستقل کتاب لکھوا دیتے ہیں جو معلومات کے لحاظ سے کہیں امام بخاری کی تاریخ سے زیادہ ہے اور کہیں کم۔ یہ کتاب کس پایہ کی ہو اس کے متعلق حافظ ذہبی جو فن رجال میں تمام متاخرین کے پیشوا خیال کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

قلت کتابہ فی الجرح والتعديل یقضی لہ
بالرتبة المتقدمة فی الحفظ۔ ۱۷

یہ بھی واضح رہے کہ فن رجال میں امام ابو حاتم کو امام بخاری سے زیادہ محتاط اور زیادہ سخت خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علی ابن الصلاح میں لکھتے ہیں۔

ومن الرابعة ابو حاتم و البخاری و ابو حاتم
اشد من البخاری۔ ۱۸

اور امام مسلم کا فن رجال میں جو درجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حافظ عصر ابو العباس بن عقدہ جن کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ کان الیہ المنتہی فی قوة الحفظ و كثرة الحديث قوت حافظ اور کثرت حدیث کا ان پر خاتمہ تھا) اور جو امام بخاری کی کتاب تاریخ کے استقدر گرویدہ تھے کہ فرماتے ہیں:

وان رجلا کتب ثلاثین الف حدیث لما
استخفی عن تاریخ محمد بن اسماعیل۔ ۱۹

ان سے ایک بار ابو عمرو بن حمدان نے سوال کیا تھا کہ ایما احفظ البخاری او مسلم (بخاری اور مسلم ان دونوں میں حدیث کا کون زیادہ حافظ ہے) جواب دیا محمد عالم و مسلم عالم (بخاری بھی عالم ہیں اور مسلم بھی عالم ہیں) ابو عمرو بن حمدان کہتے ہیں کہ میں نے بار بار ان سے یہی سوال کیا تو کہنے لگے۔

يقع لمحمد الخلط في اهل الشام وذلك
لانه اخذ كتبهم ونظر فيها فرمما ذكر
الرجل بكنيته ويذكر في موضع آخر
يظنهما اثنين واما مسلم فقلما يوجد له
غلط في العلل لانه كتب المسانيد ولم يكتب
المقاطيع والمراسيل۔ ۲۰

۱۷ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ ابن ابی حاتم۔ ۱۸ اس کتاب کا قلمی نسخہ پر محمد زود (صلح حیدر آباد سندھ) میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور مطبوعہ کتابوں میں حافظ سیوطی نے زیر الرئی علی الجہتی کے مقدمہ میں اور حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج کے خاتمہ میں اس کو نقل کیا ہے۔ ۱۹ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن عقدہ۔ ۲۰ تہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری و مقدمہ فتح الباری۔ ۲۱ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام مسلم۔

حدیثیں لکھی تھیں اور مقطوع اور مرسل روایتیں نہیں لکھیں۔

امام ابو حاتم رازی کی وفات ماہ شعبان ۲۴۵ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی، رحمہ اللہ
(تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ وغیرہ)۔

حافظ محمد بن حماد الطہرانی، ابو عبد اللہ الرازی، یہ طہران کے رہنے والے تھے جو اس زمانہ
میں رے کا ایک قریہ تھا اور آج ایران کا پایہ تخت ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان
لفظوں میں شروع کیا ہے: المحدث الحافظ الجوال فی الافاق ابو عبد اللہ الرازی العبد
الصالح النزیل عسقلان، عراق، شام اور یمن میں حدیث کی تحصیل کی۔ ارباب صحاح ستہ میں ان سے
صرف امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے غالباً رے ہی میں حدیث کا سماع کیا ہے
کیونکہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ میں نے ان سے رے، بغداد اور اسکندریہ میں حدیثیں لکھی ہیں۔ اس
سے معلوم ہوا کہ ابن ابی حاتم کے ابتدائی زمانے تک ان کا قیام رے میں رہا ہے۔ مسلم بن قاسم کہتے ہیں
کہ یہ عبدالرزاق کے اصحاب میں سے تھے اور حافظ الحدیث اور ثقہ تھے اور اکثر حدیثیں انھوں نے اپنے
حفظ ہی سے روایت کی ہیں۔ منصور فقیہ کا بیان ہے کہ میں نے جتنے بھی شیوخ دیکھے ان میں سے صرف
تین کے متعلق مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں بھی فضیلت میں ان جیسا ہوتا پھر ان تین میں بھی سب سے
پہلے ان ہی کا نام لیا۔ محمد بن یعقوب فرجی کہا کرتے تھے کہ جن کو احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور اس پایہ
کے لوگوں کو دیکھا ہو وہ ابن الطہرانی کو دیکھ لے۔ ان کی وفات عسقلان میں ربیع الآخر ۲۴۵ھ میں ہوئی،
رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر طہران)۔

حافظ محمد بن حمید بن حیان التیمی ابو عبد اللہ الرازی، امام ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ
نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ یہ اگرچہ حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے مگر قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان
کی بہت سی روایات ثقات کے خلاف ہیں حافظ ذہبی لکھتے ہیں وہومن مجور العلم لکنہ غیب
معتقد یأتی بمناکیر کثیرۃ (یہ علم کے سمندروں میں سے تھے مگر غیر معتد ہیں کیونکہ منکر روایات بہت
لاتے ہیں) امام ابو زرعة نے ان ہی ابن حمید کے متعلق کہا تھا کہ بخاری نے ان کی حدیث ترک کر دی ہے
ان کا انتقال ۲۴۵ھ میں ہوا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے رے کے جن شیوخ حدیث سے حدیثیں روایت

کیں وہ یہ ہیں:

- (۱) عبد السلام بن عاصم الجعفی السجانی الرازی، سجستان کے ایک قریہ ہے۔ (۲) عبد اللہ
- بن عمران بن ابی علی الاسدی ابو محمد الاصبہانی نزہل الرے۔ (۳) علی بن احسن الہرمی الرازی، ان سے
- امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۴) محمد بن اسمعیل بن ابی ضرار الضرائری ابو صالح
- الرازی، ان سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (۵) محمد بن عمرو بن بکر بن سالم التیمی
- العدوی ابو غسان الرازی الطیالسی المعروف بزینج المتوفی ۲۴۵ھ۔ (۶) یحییٰ بن معلی بن منصور

ابو زکریا رازی، یہ فقہاء حنفیہ میں سے ہیں، خطیب نے ان کو ثقہ کہا ہے اور حاکم اپنے شیخ ابو علی حاکم سے ان کے متعلق ناقل ہیں کہ کان صاحب حدیث حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المصنیہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ ذہبی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث رتال ثقة، امام مسلم کا بیان ہے کہ انھوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی یہ

اصفہان

عراق عجم میں رہنے کے بعد سب سے بڑا شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: واصفہان التي كانت تضاهي بغداد في العلو والكثرة۔ اور اصفہان جو کہ علو اسناد اور کثرت حدیث میں بغداد کے مشابہ تھا۔

امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک محدث عبد الرحمن بن عمر بن یزید بن کثیر الزہری ابو الحسن الاصبہانی الازرق سے کہ جن کا لقب رستہ ہے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر

لے ان کے والد معلی بن منصور رازی، فقہاء حنفیہ میں نہایت بلند پایہ اور اپنے وقت کے حفاظ حدیث میں سے گذرے ہیں چنانچہ حافظ ابو الجحاج مزی، تہذیب الکمال میں امام احمد بن حنبل سے ان کے متعلق الفاظ نقل کرتے ہیں معلی بن منصور من كبار اصحاب ابي يوسف ومحمد ومن ثقاتهم في النقل والرواية۔ اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لغظوں میں شروع کیا ہے معلی بن منصور الحافظ ابو یعلی الرازی ثم البغدادی الفقیہ احد الاعلام، اس کے بعد لکھتے ہیں کان من اوجیة العلم دہ علم کے خزانوں میں سے ہے (ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، محلی کہتے ہیں ثقہ نبیل صاحباً مستطابوہ للقضاء غیاں مرقہ فابی (ثقہ ہیں، معزز ہیں، بارہا ان کو عہدہ قضا کے لئے طلب کرتے رہے مگر انھوں نے اسے منظور نہیں فرمایا) یعقوب سدوسی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقہ متقن فقیہ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ ابن سعد نے ان کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ان کا ترجمہ ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ محدثی فی الکتب کلہا جمع الامامة فی الراوی والحدیث اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، تمام کتابوں (صحاح ستہ وغیرہ) میں ان کی حدیث موجود ہے۔ انھوں نے فقہ اور حدیث دونوں میں امامت کو جمیع کیا تھا) اور میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں تفقد علی القاصف ابی یوسف و برع فانقن الحدیث والراوی (انھوں نے قاضی ابو یوسف سے فقہ کی تعلیم پائی اور نمایاں مرتبہ حاصل کیا اور حدیث و فقہ میں اتقان پیدا کیا) ذہبی نے میزان میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کچھ حدیثیں سنی تھیں۔ نماز میں ان پر خشوع و خضوع کی عجب کیفیت طاری رہتی تھی۔ امام عجمی بن معین فرماتے ہیں کہ ایک بار یہ نماز پڑھ رہے تھے دفعتاً بھڑوں کا ایک چھتہ ان کے سر پر آگرا مگر یہ پیکر وقار اسی طرح اپنی نماز میں مصروف رہا کیا مجال کہ ذرا توجہ بٹ جائے یا پائے ثبات کو حرکت ہو جائے آخر اسی حالت میں نماز ختم کی جب فارغ ہوئے اور لوگوں نے دیکھا تو سر پھول کر اتنا ہوجکا تھا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

لے الجواہر المصنیہ، تہذیب التہذیب۔ لے معجم البلدان، ذکر رہے۔

ان کی روایات میں افراد و غرائب بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر شیخ صفی الدین خزرجی نے خلاصۃ تہذیب التہذیب میں ان کو الحافظ کا لقب دیا ہے اور ابوالشیخ سے نقل کیا ہے کہ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن ہمدی کی سند سے ان کے پاس تیس ہزار حدیثیں موجود تھیں، ۲۶۷ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

ہمدان

یہ بھی عراقی عجم کا مشہور شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

«ہمدان، دار السنہ» تھا جہاں سنۃ ہجری سے برابر علما ہوتے چلے آئے تا آنکہ ابوالعلاء عطار اور ان کی اولاد جیسے حفاظ حدیث پر ان کا خاتمہ ہوا، اور اس کے بعد جنگیز خانی تاتاریوں نے اس کو تاراج کر ڈالا»

یہاں کے محدثین میں بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک محدث مرار بن حمویہ الثقفی ابوالاحمد ہمدانی سے حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ محدث اور فقیہ دونوں تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں ان کو الفقیہ الحافظ لکھا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقۃ حافظ فقیہ، فضلان بن صالح نے ابوزرعہ سے سوال کیا تھا کہ حدیث کے آپ زیادہ حفاظ ہیں یا مرار۔ کہنے لگے حفظ میں تو میں ان سے زیادہ ہوں اور فقہ میں وہ مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۲۶۸ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

دامغان

یہ ولایت قوس کا بڑا مشہور شہر ہے جو رے اور نیشاپور کے درمیان واقع تھا۔ یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے حسین بن جنید الدامغانی القومسی سے اپنی سنن میں روایت کی ہے، یہ بڑے ثقہ اور مرد وصل تھے۔ حافظ ابن جان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

سمنان

پیرے اور دامغان کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ بعض جغرافیہ نویس اس کو ولایت قوس میں شمار کرتے ہیں اور بعض اقلیم رے میں۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے محمد بن جعفر السمنانی القومسی ابو جعفر بن ابی الحسین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ حافظ مزنی نے ان کو بھی حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے لیکن حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے۔

نیشاپور

خراسان کا وہ مشہور و معروف شہر جس کو علامہ یاقوت حموی معدن الفضلاء و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قد خرج منها من ائمة العلم من لا يحصى۔
 اور علامہ تاج الدین سیکی، رقمطراز ہیں کہ قد كانت نيسابور من اجل البلاد و اعظمها لم يكن بعد بغداد مثلها۔
 اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: نیشاپور جو ابراہیم بن جہان، حفص بن عبد اللہ، اور ان کے بعد یحییٰ بن یحییٰ، ابن راہویہ، محمد بن

سہ واضح رہے کہ خراسان جس کو حافظ ذہبی دار الآثار (حدیث و روایت کا گھر) سے تعبیر کرتے ہیں ایک وسیع اقلیم کا نام تھا جو چار علاقوں پر منقسم تھی، پہلے علاقہ کا صدر مقام نیشاپور، دوسرے کامرو، تیسرے کامہرات اور چوتھے کا بلخ تھا۔ علامہ تاج الدین سیکی لکھتے ہیں: وخراسان عند تمام ادائن اربعة كانما هي قوائمه البنية عليها وهي مرو و نيسابور و بلخ و هرات، هذه مدنها العظام و لا ملام عليك لو قلت بل هي مدن الاسلام اذ هي كانت ديار العلم على اختلاف فنونه و الملك و الوزارة على عظمتها اذ ذلك۔ (طبقات الشافعية ج ۱ ص ۱۴۳)

سہ بحکم البلدان، ذکر نیشاپور۔ سہ طبقات الشافعية الكبرى ج ۱ ص ۱۴۳۔
 لکھ یہ بھی امام اعظم کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور اکابر ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، ان کے فخر کے لئے یہ کافی ہے کہ خراسان امام اعظم نے بھی ان سے حدیث کی روایت کی ہے چنانچہ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں وحدث عنه من شیوخہ صفوان بن سلیم و ابو حنیفۃ الامام (اور ان کے اساتذہ میں سے خود صفوان بن سلیم اور امام ابو حنیفہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے) محدثین اس قسم کی رعایات کو روایت الاکابر عن الاصاغر میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے انجواہر المصنوعہ فی طبقات الخلفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے ابراہیم بن طہمان الامام الحافظ ابو سعید الہروی ثم النیسابوری عالم خراسان۔ امام ابن المبارک نے ان کو صحیح الحدیث کہا ہے قاضی یحییٰ بن ائیم کا بیان ہے کہ کان ابنل من حدث بخراسان و العراق و الحجاز و او ثقف و و اسعمر علما۔ (خراسان، عراق اور حجاز میں جن لوگوں نے حدیث بیان کی ان سب میں زیادہ معزز زیادہ ثقہ اور زیادہ وسیع العلم تھے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

رافع، عبدالرحمن بن بشر، عبداللہ بن ہاشم، ذہبی، احمد بن یوسف، مسلم، ابراہیم بن ابی طالب، ابو عبداللہ بخاری، اور پھر ابن خزمیہ، ابوالعباس السراج، ابن الشرقي، اور علمائے ایک خلافت کی بدولت دارالسنن والحوالی (سنن اور عالی اسانید کا گھر) بن گیا تھا اور جس کی طرف آثار یوں کے طور تک طلب حدیث کیلئے رحلت کی جاتی رہی اور جس کے آخری شیخ ابو الطوسی تھے اور جو پھر ایسا ہو گیا کہ گویا کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا۔

یہاں کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ حسب ذیل ہیں:

حافظ ابوالآزمہ نیشاپوری احمد بن الازہر بن یحییٰ بن سلیط العبدی۔ فن حدیث میں امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، لیکن صحیحین میں ان کی سند سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے "الحافظ الثقة الرعایا النجوال۔ پھر ان کے شیوخ و تلامذہ کے نام بیان کر کے لکھتے ہیں "وكان ابوالآزمہ من علماء المحدثين۔ حافظ ابوالاحمد بن الشرقي کو کسی محدث نے مشورہ دیا تھا کہ تم عراق کی طرف رحلت

ر بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ان صحیح الحدیث حسن الرایۃ کثیر السماع و کان یخبر اسان، اکثر حدیثیں آئندہ (صحیح الحدیث تھے۔ روایت میں آچھے تھے حدیث کا بہت سہل کیا تھا اور فراسان میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہ تھا) عثمان بن سعید دارمی کہتے ہیں کہ ان ثقة فی الحدیث لم یزل الائمة یشقون حدیثہ ویرغبون فیہ و یوثقونہ (یہ حدیث میں ثقہ تھے، ائمہ حدیث پر ایمان کی احادیث کی چاہت کرتے ان کی طرف رغبت کرتے اور ان کی توثیق کرتے چلے آئے ہیں) انھوں نے کہ کیا باکمال اور بلند پایہ محدث بھی ارباب نظر اس کے حمل سے نہیں بچا۔ چونکہ یہ امام عظیم کے شاگرد تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ ایمان و عمل دو جہاگانہ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے؟ اس بنا پر بہت سے محدثین نے ان کو مرجع کہا اور ان پر کلام کیا چنانچہ دارقطنی کہتے ہیں کہ ثقة انما تکلموا فیہ للارحاء (یہ ثقہ ہیں اور ان پر جو کچھ کلام کیا گیا ہے وہ ان کے ارحاء کی وجہ سے ہے) تاہم مخالفین کی کچھ پیش نہ گئی اور حافظ ذہبی کو میزان الاعتدال میں تصریح کرنا پڑی کہ فلا عبرۃ بقول مضعفہ (ان کی تضعیف کرنے والے کی بات کا کوئی اعتبار نہیں) چنانچہ اس مزعومہ راہ جہا کے باوجود تمام ابواب صحیح سنن ان کی حدیث سے احتجاج پر متفق ہیں اور صالح بن محمد اقرار کرتے ہیں کہ ثقة حسن الحدیث یصل شیئا الی الارحاء فی الایمان جب اللہ حدیث الی الناس جید الرایۃ (یہ ثقہ ہیں، حسن الحدیث ہیں، ایمان کے مسئلہ میں کچھ کچھ ارحاء کی طرف مائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حدیث لوگوں کو محبوب بنا دی ہے، یہ جید الروایہ ہیں)۔ امام احمد بن حنبل کے دلیں ان کی اس قدر عظمت تھی کہ ایک بار ان کی مجلس میں ان کا تذکرہ چھڑ گیا امام ممدوح اس وقت بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے فوراً سیدے ہو بیٹھے اور فرمانے لگے کہ لا ینبغی ان ینزل الیہم لیسوا یخون فیتکاد (کہ صاحبین کا جب ذکر آئے تو ٹیک لگائے رہنا منع نہیں)۔

امام ابن طہان کی ولادت ہرات میں ہوئی عرصہ تک نیشاپور میں سکونت گزین رہے پھر اخیر عمر میں حرم خرم کے جوار میں آئے اور وہیں ۳۱۰ھ ہجری میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ تعالیٰ، (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال الجواہر المضمیۃ، تہذیب التہذیب)۔

کیوں نہیں کرتے انھوں نے جواب دیا کہ میں وہاں جا کر کیا کروں گا۔ ہمارے یہاں (نیشاپور میں) تو خود علم حدیث کے ہندار (صاحب دفتر) ذبی، ابوالآزمہ اور احمد بن یوسف موجود ہیں۔ سلسلہ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

امام ابو جعفر دارمی احمد بن سعید بن صفیر السرخسی ثم النیسابوری، ہجر نام نسائی کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ محدث خطیب بغدادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کان احد المذاکرین بالفقہ ومعرفۃ الحدیث والحفظ (یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں کہ جن کا فقہ، معرفت حدیث اور اس کے حفظ کے سلسلہ میں ذکر کیا جاتا ہے) امام احمد فرماتے ہیں کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا۔ ابن عقیقہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان احد حفاظ الحدیث المتقن الثقة العالم بالحدیث وبالسنن۔ سرخس میں عہدہ قضا بھی ان کو تفویض کیا گیا تھا، بعد کو نیشاپور چلے آئے تھے اور وہیں ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ حمدان نیشاپوری احمد بن یوسف بن خالد المہلبی الازدی ابو الحسن السلی المعروف بحمدان۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ محدث نیشاپور لسان لفاظ پر ختم کیا ہے متفق علی عدالتہ وجلالۃ یعنی ان کی توثیق و جلالت پر اتفاق ہے۔ حمدان نے کوفہ، بصرہ، یمن، شام اور خرمیرہ میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی اور ہجر نام ترمذی کے تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں لیکن صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ بیاسی سال کی عمر میں ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ کونج ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام المروزی نزیل نیشاپور۔ ہجر نام ابو داؤد کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ ہے۔ یہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں مذاہب فقہیہ کے سلسلہ میں ان دونوں ائمہ کے جتنے اقوال نقل کئے وہ تمام تر ان ہی سے منقول ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان کی سند سے بکثرت احادیث مروی ہیں حافظ ذہبی نے ان کو امام الحافظ الفقیہ لکھا ہے اور امام مسلم کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقة امامون احد الائمة من اصحاب الحدیث۔ ہر جادی الاولیٰ ۲۸۰ھ کو بروز شنبہ انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ عبد اللہ بن ابی جراح بن سعد الیمی ابو محمد القہستانی نزیل نیشاپور۔ امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں لیکن امام نسائی نے ان سے اپنی سنن میں نہیں بلکہ مسند مالک میں روایت کی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ لیکن علامہ صفی الدین خرمیری نے خلاصہ میں ان کو الحافظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث کبیر مسکن نیشاپور و یحییٰ انتشار علمہ (یہ بڑے

محدث ہیں انھوں نے نیشاپور میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کے علم کی اشاعت ہوئی۔ جیسی نے لکھا ہے کہ یہ ۲۳۲ھ میں قزوین آئے تھے اور ۲۳۳ھ میں انھوں نے ہستان ہی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تہذیب التہذیب)۔

امام ذہبی ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد بن فارس النیشاپوری مولیٰ بنی ذہل، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الذہلی اکامام شیخ الاسلام حافظ نیشاپور اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے ان ہی کا نام لیا ہے۔ سن ۱۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث میں حریم، شام، مصر، خراسان، یمن اور جزیرہ کی طرف رحلت کی اور بڑے بڑے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی چنانچہ حافظ ذہبی ان کے اساتذہ میں سے عبد الرحمن بن ہمدانی، اسباط بن محمد، ابو داؤد طیالسی اور عبد الرزاق بن ہمام کے نام گنا کر لکھتے ہیں و خلائی باکر مین والشام ومصر وخراسان والیمن والجزیرۃ وبرع فی ہذا الشأن امام ذہبی کا بیان ہے کہ میں نے طلب حدیث میں تین بار رحلت کی اور اس علم کی تحصیل پر ڈیڑھ لاکھ صرف کے، یہ ثقاہت ورع وذیانیت اور اتباع صفت میں ممتاز تھے اور اپنے زمانہ میں خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث سمجھے جاتے تھے۔ ذہبی کے الفاظ میں انتھت الیہ مشیختۃ العلم بخراسان مع الثقة والصیانت والذین ومتابعة السنن۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری کی حدیث کا ان سے بڑھ کر عالم میں نے نہیں دیکھا۔ محمد بن ہبل بن عسکر کا بیان ہے کہ ہم امام احمد بن حنبل کے یہاں تھے اسی اثنا میں محمد بن یحییٰ ذہبی داخل ہوئے تو امام ممدوح نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا لوگ یہ دیکھ کر رنگ رہ گئے۔ پھر امام احمد نے اپنی اولاد اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کی خدمت میں جا کر ان سے حدیث لکھیں امام احمد یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر محمد بن یحییٰ ہمارے پاس نہ ہوتے تو ہم انھیں حدیث میں امام بنا لیتے۔ علی بن المدینی ان سے کہا کرتے تھے انت وارث الزہری (امام زہری کے علم کے وارث تم ہو) سعید بن منصور نے ایک بار امام یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ زہری کی حدیثیں کیوں جمع نہیں کرتے فرماتے لگے اس کام کو تو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے انجام دیدیا زنجویہ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ کو یہی کہتے سنا ہے کہ الحدیث الذی لا یعرفہ محمد بن یحییٰ لا یجاء بہ جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانتے اس کا اعتبار نہیں) صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ جب میں رے سے چلے لگا تو میں نے حافظ فضلک رازی سے پوچھا کہ کس کس سے حدیث لکھوں کہنے لگے جب نیشاپور پہنچو تو محمد بن یحییٰ سے لکھنا فانہ من قرنہ الی قدمہ فائتدہ (کیونکہ وہ ستر پاپا فائدہ ہی فائدہ ہیں) ابو حاتم کا قول ہے کہ ہوا امام اہل زمانہ۔ نسائی فرماتے ہیں ثقۃ ثبت احد الاممۃ فی الحدیث۔ ابن خزیمرہ ان سے حدیث بیان کرتے تو کہتے حدثننا محمد بن یحییٰ امام اہل عصرہ بلا مدافعتہ (ہم سے محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی جو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے اہل زمانہ کے امام تھے) اور ابوبکر بن ابی داؤد ان الفاظ میں روایت کیا کرتے حدثننا محمد بن یحییٰ النیشاپوری وکان امیر المؤمنین فی الحدیث

(ہم سے محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے حدیث بیان کی جو علم حدیث میں امیر المؤمنین تھے) حافظ فضلک ازلی نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی۔ ابن الاخرم کا بیان ہے کہ خراسان نے ان کی نظیر نہیں پیدا کی۔ وارقطی کہتے ہیں کہ جس شخص کو سلف کی معلومات کے مقابلہ میں اپنے فصوص علم کا اندازہ لگانا ہوا ہے ان کی تصنیف "علل حدیث الزہری" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمام ارباب صحاح ستہ نے فن حدیث میں ان کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے، لیکن امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایت نہیں لی۔ یہی وہ امام ذہبی ہیں جن کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام بخاری سے سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح امام بخاری کو "الایمان قول و عمل" کے مسئلہ میں اس درجہ غلو تھا کہ جو شخص اس مسئلہ کا قائل نہ ہوتا اس سے حدیث نہیں لیتے تھے چنانچہ خود ان کی تصریح ہے کہ لعمراکتب الاعمین قال الایمان قول و عمل (میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جس کا یہ قول نہ تھا کہ الایمان قول و عمل) اسی طرح امام ذہبی کو قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے باب میں اس درجہ شدت تھی کہ جو شخص تلفظ بالقرآن کو بھی مخلوق کہتا وہ اسے بھی بدعتی سمجھتے تھے اتفاق کی بات کہ مشہور ہجری میں امام بخاری کی نیشاپور تشریف آوری ہوئی۔ اہل شہر نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو پہلے سے دو دو تین تین منزل پر پہنچ کر آپ کا استقبال کرنا شروع کیا اور اس تزک و احتشام سے لائے کہ امام مسلم فرماتے ہیں میں نے اہل نیشاپور کو کسی والی یا عالم کا ایسا شاندار استقبال کرتے نہیں دیکھا، امام ذہبی نے بھی اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا تھا کہ کل ہم محمد بن اسمعیل کے استقبال کو جائیں گے اس لئے جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ امام ذہبی اور نیشاپور کے عام علماء امام ممدوح کے استقبال کو نکلے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ امام بخاری کا نیشاپور میں داخلہ ہوا اور دارالبحار میں قیام فرمایا۔ امام ذہبی نے احتیاط کے پیش نظر پہلے ہی سے لوگوں کو کہہ رکھا تھا کہ خبردار بخاری سے کوئی مسئلہ کلامیہ نہ پوچھنا کیونکہ اگر انھوں نے ہمارے خلاف جواب دیا تو ہمارے اور ان کے مابین نزاع ہو جائے گی اور پھر خراسان کے ہر ناصبی، رافضی، جہمی اور مرجی کو ہم پر سبھی اڑانے کا موقع ملے گا لیکن لوگ اس منع کرنے پر بھی نہ مانے اور دوسرے یا تیسرے رفتہ ہی جبکہ امام بخاری کی قیام گاہ پر ہڑاڑ و حام ہو رہا تھا اور صحن خانہ اور چھتیں تمام آدمیوں سے ہٹی پڑی تھیں۔ ایک شخص نے بھرے مجمع میں اٹھ کر امام ممدوح سے سوال کیا کہ تلفظ بالقرآن کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ امام بخاری نے جواب دیا افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ بھی ہمارے افعال ہی میں داخل ہیں یہ کہنے کے ساتھ ہی حاضرین میں اختلاف شروع ہو گیا بعض کہتے تھے کہ امام بخاری نے یوں کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق یعنی قرآن کے جو لفظ ہمارے منہ سے نکلتے ہیں مخلوق ہیں۔ بعض کہنے لگے نہیں یوں نہیں کہا۔ اسی حیصہ میں تھوڑی ہی دیر میں ہنگامہ کی شکل پیدا ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر گھر والوں نے سب کو نکال باہر کیا امام ذہبی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو سخت برہم ہوئے۔ ان ہی دنوں بغداد کے محدثین نے بھی

امام ذہبی کو لکھ بھیجا کہ بخاری نے یہاں بھی تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر بھی باز نہیں آئے۔ اب امام ذہبی سے نہ رہا گیا اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ

القرآن کلام اسہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فهو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذهب بعد هذا الی محمد بن اسماعیل فاقصوه فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذہبہ

قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جو الفاظ قرآنی میرے منہ سے نکلے ہیں وہ مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے نہ اس کے پاس بیٹھنا چاہئے اور نہ اس سے گفتگو کرنی چاہئے اولاً اب اس اعلان کے بعد جو شخص محمد بن اسماعیل کے پاس جائے اس کو ہم سمجھو کیونکہ اس کی مجلس میں وہی شخص حاضر ہوگا جو اس کے مذہب پر ہوگا۔

امام ذہبی کا یہ اعلان کرنا تھا کہ سوائے امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا۔ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حافظ ابو حامد بن الشرقی سے نقل کیا ہے کہ میں اس وقت امام ذہبی کی مجلس ہی میں موجود تھا جب انھوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو چنانچہ امام مسلم اسی وقت ان کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ امام مسلم ان دونوں حضرات کے باہمی اختلاف سے بالکل الگ ہی رہے اور انھوں نے اس نزاع کی وجہ سے ان دونوں سے حدیث کی روایت ترک کر دی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قلت قد انصف مسلم فلم یحدث فی کتابہ عن هذا ولا عن هذا۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے واقعی انصاف سے کام لیا کہ اپنی کتاب میں نہ ذہبی سے حدیث کی روایت کی اور نہ بخاری سے۔

محدث حاکم نے حافظ ابو عبد اللہ بن الاخرم سے نقل کیا ہے کہ جب امام مسلم بن الحجاج اور احمد بن سلمہ امام ذہبی کی مجلس درس سے اٹھ کر چلے آئے تو امام ذہبی نے اعلان کیا کہ لایا کنفی هذا الرجل فی البلد (یہ شخص میرے ساتھ اس شہر میں نہ رہے پائے) آخر امام بخاری کو اندیشہ ہوا اور انھیں نیشاپور سے سفر کرنا پڑا۔ غشی البخاری و ساخر۔

لیکن معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ امام ذہبی نے جہاں جہاں ان کا اثر تھا اس واقعہ کی تحریری اطلاع بھیج دی چنانچہ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انھوں نے اسی بنا پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ امام بخاری نیشاپور سے نکلے تو سیدھے اپنے وطن بخارا میں پہنچے لیکن عہد بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است۔ یہاں بھی امام ذہبی نے اطلاع دیدی ایسے امام ابو حاتم

لہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از سبکی ترجمہ امام بخاری۔ کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۹ طبع انوار احمدی الہ آباد
 سلمہ امام ابو حاتم صغیر امام ابو حاتم کبیر کے صاحبزادے ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ بھی ہے۔ یہ مشہور ائمہ حنفیہ میں سے ہیں
 حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلا کے چودہویں طبقہ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

کہ یہاں سے بھی بخارا کے نواح میں کسی رباط کی طرف ان کا اخراج کرنا پڑا۔ چنانچہ حافظ ذہبی، سیر اعلام النبلاء کے طبقہ رابعہ عشر میں حافظ احمد بن سلمہ کی زبانی ناقل ہیں کہ

فخر محمد بن اسمعیل الی بخارا و کتب محمد بن یحیی الی خالد امیر بخاری والی شیوخہا یامر فہم خالد حتی اخرجہ محمد بن احمد بن حفص الی بعض رباطات بخارا۔ لے

اصل بات یہ تھی کہ امام بخاری اس مسئلہ میں متلو اور تلاوت میں فرق کرتے تھے کہ متلو جو اللہ کا کلام ہے قدیم ہے اور تلاوت جو بندہ کا فعل ہے مخلوق ہے لیکن امام ذہبی اس تفصیل میں پڑنا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ خلق قرآن کے مسئلہ سے اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ سرے سے ان مسائل کلامیہ میں گفتگو کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے کہ مبادا کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ ان کا خیال تھا کہ سلف نے جب ان مسائل کو نہ چھیڑا تو ہم کیوں اس کی تفصیل میں جائیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ امام بخاری اس بات کو سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ ایمان و عمل جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا حکم مختلف ہے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان مولیٰ بنی عجل، عالم ما وراء النہر شیخ الکنفیۃ ابو عبد اللہ البخاری، فقہ کی تحصیل اپنے پدر ہند گوار علامہ ابو حفص کبیر سے کی تھی اور علم حدیث کے متعلق خود ذہبی کی تصریح ہے کہ

رحل و سمع من ابی الولید الطیالسی و الحمیدی و یحیی بن معین و غیرہم و رافق البخاری فی الطلب مدۃ۔ انہوں نے طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور ابو الولید طیالسی حمیدی اور یحیی بن معین وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا اور ایک مدت تک طلب حدیث میں امام بخاری کے رفیق رہے

حافظ ابو عبد اللہ بن مندرہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان عالم اہل بخارا و شیخہم اور حافظ ذہبی یہ لکھتے ہیں،

کان ثقۃ اماماً و رعا زاهدا ریانیا صاحب سنۃ و اتباع و کان ابوہ من کبار تلامذہ محمد بن الحسن، انتہت الیہ یامۃ الاصحاب بخارا والی ابی عبد اللہ ہذا و تفقہ علیہ ائمۃ۔ یہ ثقہ، امام، متقی، زاہد، ربانی (اللہ والے) پیرو سنت اور تابع رسول تھے، ان کے والد امام محمد بن الحسن کے کبار تلامذہ میں سے تھے، بخارا میں ان پر اور ان کے صاحبزادے ابو جابر صاحب ترجمہ پر علماء اخاف کی سیادت ختم تھی اور ان سے اماموں نے فقہ کی تعلیم پائی تھی۔

حافظ ذہبی نے ان کی تصنیفات میں سے کتاب الرذ علی اہل الاموار، اور الرذ علی اللغظیہ کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن مندرہ نے ان کی تاریخ وفات ماہ رمضان ۲۶۴ھ بیان کی ہے۔ رحمہ اللہ (القوائد البیہ فی تراجم الکفۃ از مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی)۔

(حاشیہ صفحہ ۱۰۸) لے القوائد البیہ ص ۱۳، طبع یوسفی ترجمہ امام ابو حفص کبیر، لے کتاب الاسماء والصفات از امام بیہقی ص ۱۹۸ و ۱۹۹۔ ۳ طبقات الشافیہ از علامہ سیکی، ترجمہ امام بخاری۔

ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے اور زبان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور عمل کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے اگر عمل کو بھی اقرار و اعتقاد کی طرح ایمان کے ارکان میں داخل سمجھا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح اعتقاد یا اقرار کے نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا اسی طرح عمل کے نہ ہونے سے بھی ایمان نہیں رہے (جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا مذہب ہے) حالانکہ ترک عمل سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا (چنانچہ خود امام بخاری بھی اس کے قائل ہیں) اور جب ایمان اصل میں اعتقاد کا نام ہوا تو پھر عمل کے اعتبار سے اس میں زیادتی و نقصان نہیں ہو سکتا ہاں اعتقاد کے درجات چونکہ متفاوت ہیں اس لئے یقین کے اعتبار سے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن امام بخاری اس مسئلہ کی تفصیل میں نہیں گئے اور صرف یہ دیکھ کر کہ ایمان و عمل کو جدا جدا سمجھنا مرچہ کا مذہب ہے اس کی سختی و تردید کرنی شروع کر دی چنانچہ وہ جامع صحیح میں اس کے خلاف باب پر باب باندھتے چلے جاتے ہیں حالانکہ مرچہ کے نزدیک عمل کی سرے سے کوئی حیثیت ہی نہیں ان کا مذہب ہے کہ اگر ایک شخص صدق دل سے توحید و نبوت پر ایمان رکھتا ہے تو پھر اسے کوئی معصیت مضر نہیں اور وہ آخرت کے مواخذہ سے یکسر بری ہے لیکن اہل سنت میں سے جو علماء اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ایک عصیان شعار اور گنہگار مسلمان کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو اپنے قانون عدل کے مطابق اس پر عذاب کرے اور چاہے تو اپنے فضل سے اس کو معاف کر دے (خود امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے) مگر اس مسئلہ کی تفصیل میں نہ جانے سے امام بخاری کو اس مسئلہ میں اسی قدر شدت ہو گئی جس قدر کہ امام ذہبی کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ میں تھی۔

بہر حال امام ذہبی اور امام بخاری کے اختلاف کی صدائے بازگشت ایک عرصہ تک محدثین میں سنی جاتی رہی چنانچہ حافظ ابوالولید حسان بن محمد نیشاپوری المتوفی ۳۸۵ھ نے جب صحیح بخاری پر مخرج لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے والد بزرگوار نے ان کو ہدایت کی کہ

عليك بكتاب مسلم فانما اكثر بركة فان
تہیں مسلم کی کتاب پر مخرج لکھنا چاہئے کہ اس میں برکت زیادہ
ہے کیونکہ بخاری مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں۔

چنانچہ سعادت منیر نے باپ کی تعمیل ارشاد میں بجائے صحیح بخاری کے صحیح مسلم پر مخرج تصنیف کیا حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابوالولید مذکور کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کر کے بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ

ومسلم ايضا منسوب الى اللفظ والمسئلة مشكلة مسلم بھی مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں اور معاملہ شکل ہے۔
امام بخاری کو امام ذہبی سے روایت کے بغیر تو چارہ نہ تھا مگر اس پر خاش کی وجہ سے صحیح بخاری میں ان کا نام لیتے وقت تدلیس سے کام لیتے ہیں اور صاف طور پر نہیں بیان کرتے۔ کہیں حد ثنا محمد لکھتے ہیں کہیں حد ثنا محمد بن عبد اللہ، یہ نسبت جد کی طرف ہے، کہیں حد ثنا محمد بن

سہ یعنی تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہنا۔ علامہ خازمی کے خلاصہ میں امام ذہبی کے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں
وعنه (خ) وید لسه۔

خالد، یہ نسبت پر داد کی طرف ہے، پر کہیں صراحت کے ساتھ حدیثنا محمد بن یحییٰ نہیں کہتے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء آثار الفقہاء والمحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:-

”بخاری ازوے سماع وارد، و ترک روایت ازوے ممکن نہ بود زیرا کہ در صوم و طب و جانا و عقی وغیر ذلک، مقداری مواضع ازوے روایت نموده است پس تصریح بنام وے نمی کند و حدیثنا محمد بن یحییٰ الذہبی ”نمی گوید بلکہ صرف حدیثنا محمد بن یحییٰ گوید و برآں زیادہ نمی کند و گاہے ”محمد بن عبد اللہ“ ی گوید نسبت بجدوے و گاہے اور انسوب بسوے جدید را دمی کند۔“

نواب صاحب نے صحیح بخاری میں امام ذہبی کی احادیث مرویہ کی تعداد تیس بتائی ہے لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں الزمرہ کے حوالے سے چونتیس نقل کی ہے۔
حافظ قسری نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابو بکر جاردی حنفی کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ

”اتحاف النبلاء ص ۲۱ طبع نظامی کا پور ۱۳۸۸ھ۔“ یہ نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمد بن المنصور بن سلمۃ بن الجارود بن زید الحافظ ابو بکر الجارودی الفقیہ الحنفی۔ یہ سارا خاندان علماء فضلاء کا تھا اور سب کے سب حنفی تھے چنانچہ محدث حاکم نے تصریح کی ہے وابوہ و اہل بیتہ حنفیون دان کے والد اور ان کے تمام خاندان والے حنفی ہیں، اور حافظ عبد القادر قرشی نے ابوابہ الفقیہ میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ جاردی بن زید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں وہم اہل بیت علماء و فضلاء، جاردی، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں اور صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔ حافظ ابو بکر نے حدیث کا سماع اسحاق بن راہویہ، سوید بن سعید، محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب، اسماعیل بن بنت السدی، ابو کریب، عمر بن علی صیرفی، محمد بن الصباح الجرجانی، حمید بن مسعدہ اور اسی طبقہ کے دیگر علماء سے کیا ہے، طلب حدیث میں انھوں نے اور امام مسلم نے اپنے وطن نیشاپور سے ساتھ رحلت کی تھی اور دونوں اس مبارک سفر میں ایک دوسرے کے رفیق تھے، چنانچہ محدث حاکم تاہم صحیح بخاری میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کان شیخ وقتہ و عین علماء عصرہ حفظاً و کمالاً و عرقہ و بیاستہ و کانت رحلتہ مع مسلم و کان مسلم یحتملہ بذلک و یعتملہ فی جمیع اسبابہ۔
یہ حفظ حدیث، فضل و کمال اور مروت و سیادت میں شیخ وقتہ و سرآمد علماء عصر تھے، اور رحلت علمی میں امام مسلم کے ساتھ تھے چنانچہ امام مسلم اس بات سے محبت پکڑتے اور اپنے تمام اسباب فذرائع میں ان کو معتد سمجھتے تھے۔

فن حدیث میں امام نسائی اور امام اللاتفہ ابن خزمیہ نے ان کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

سمعت منہ بالمری و هو صدوق من الحفاظ۔
میں نے ان سے روئے میں حدیث کا سماع کیا تھا۔ یہ صدوق اور حافظ حدیث میں سے تھے۔

حافظ ابو حامد بن الشرقی کا بیان ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہبی نے ایک حدیث بیان کی اور حافظ جاردی نے ان کی تقلید کی۔ اس وقت تو ذہبی نے ان کو ڈانٹ دیا مگر دوسرے روز مجلس درس میں آئے تو پوچھنے لگے کہ کیا جاردی یہاں موجود ہیں انھوں نے بالکل صحیح بتایا تھا۔ جاردی نے سنہ ۲۹۱ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، ابوابہ الفقیہ، تہذیب التہذیب)

کان محمد بن یحییٰ الذہلی یستعین بعربیۃ
ابن بکر الجارودی فی مصنفاتہ ویبیتہ
محمد بن یحییٰ ذہلی، اپنی تصنیفات میں ابو بکر جارودی سے
عربیت میں مدد لیتے اور انھیں رات کو اپنے پاس ہی
سلاتے تھے۔

عندہ۔

امام ذہلی نے ۳۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، مقدمۃ فتح الباری وغیرہ)
ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے نیشاپور کے جن شیوخ حدیث سے اس فن میں استفادہ کیا
ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

(۱) سعید بن مروان بن علی ابوعثمان البغدادی نزہل نیشاپور المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲) عبد الرحمن بن بشر
بن الحکم العبیدی ابو محمد النیسابوری المتوفی ۳۶۰ھ۔ (۳) عصمتہ بن الفضل الخیمری ابو الفضل النیسابوری
المتوفی ۳۵۸ھ۔ (۴) علی بن سعید بن جریر بن ذکوان النسائی ابو الحسن نزہل نیشاپور المتوفی ۳۵۸ھ ان سے
امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۵) علی بن سلمہ بن عقبہ القرشی البقی النیسابوری المتوفی
۳۵۲ھ۔ (۶) محمد بن احمد بن الجراح ابو عبد الرحیم الحنظلجانی نزہل نیشاپور المتوفی ۳۶۵ھ یہ بھی علما راخاف
کے خاندان سے تھے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۷) محمد بن عقیل بن خویلد
ابو عبد اسد النیسابوری المتوفی ۳۵۸ھ۔

حافظ ابن جان نے بحر سعید کے ان سب کا ترجمہ کتاب الثقات میں لکھا ہے۔ سعید سے
صحیح بخاری میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

مرو

جس کو علامہ تاج الدین سبکی واسطۃ العقد و خلاصۃ النقد کہتے ہیں۔ اقلیم خراسان کا
مشہور ترین و عظیم ترین شہر تھا۔ یہ ایک زمانہ دراز تک سلاطین سلجوقیہ جیسے با عظمت و جبروت
فرمانرواؤں کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ایک موقع پر اس کا
ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:-

مرح وہی المدینۃ الکبریٰ والدار العظمیٰ
مرجع العلماء و مرجع الملوک و الوزراء۔
مرو، جو بہت بڑا شہر عظیم ترین رہائش گاہ، علماء کا بہارستان
اور بادشاہوں اور وزیروں کا عشرت کدہ تھا۔
اور حافظ ذہلی فرماتے ہیں:

”مرو، خراسان کے متعدد اضلاع میں ایک بہت بڑا شہر ہے، جہاں سے اللہ پیدا ہوئے
حضرت بریدہ بن الحصیب (رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور دیگر صحابہ
کا ایک مختصر سا گروہ یہاں موجود تھا پھر تابعین میں عبد اسد بن بریدہ، یحییٰ بن یحیر اور حید اور
حضرات ہوئے، ان کے بعد حسین بن واقد، ابو حمزہ سکری، ابن المبارک، فضل بن موسیٰ“

لغات الشافعیہ الکبریٰ، ج ۱ ص ۱۷۳، طبع حیدرہ مصر۔

ابو قلیلہ، علی بن الحسن بن شقیق، عبدان بن عثمان اور ان کے تلامذہ تھے، پھر چوتھی صدی میں جا کر یہاں علم حدیث میں کمی آگئی مگر خروج تاتاریک اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور بعد کو بالکل ہی جاتا رہا۔

یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ یہ ہیں :-

حافظ محمود بن غیلان مروزی، بجز امام ابو داؤد کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی دو حدیثیں ان سے سنی ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمود بن غیلان الحافظ المتقن ابو احمد العدوی مولا احمد المرزی الحدیث الاثر۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ میں ان کو محدث کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ یہ صاحب سنت تھے اور قرآن کو مخلوق نہ کہنے کے باعث قید میں ڈال دیئے گئے تھے ماہ رمضان ۲۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

(۲) عبد العزیز بن منیب بن سلام بن الضریس ابو الدردار مروزی مولیٰ عبد الرحمن بن سمرۃ المتوفی ۲۶۷ھ، لیکن حافظ مزنی نے لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے ان سے جو روایت کی ہے میں اسے واقف نہ ہو سکا۔ (۳) محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ الیشکری مولا ہم ابو عمرو المرزی المتوفی ۲۷۱ھ (۴) ہدیہ بن عبد الوہاب المرزی ابو صالح المتوفی ۲۷۱ھ۔

بلخ

خراسان کا مشہور شہر جس کے بارے میں علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں۔

بلخ من اجل مدن خراسان و بلخ، خراسان کے بہت بڑے شہروں میں سے ہے اور شہرہ اذکر ہا و اکثرہا خیرا۔ اور کثرت خیر کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اور حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

”بلخ میں دوسری صدی کے اواخر میں علماء پیدا ہوئے جیسے کہ عمر بن ہارون کی بن ابراہیم، خلف بن ایوب، قتیبہ بن سعید، محمد بن ابان، عیسیٰ بن احمد عسقلان، محمد بن علی بن طرخان، پھر وہاں علم حدیث گھٹ کر تابو ہو گیا۔“

اسلامیہ امام اعظم کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں چنانچہ صدر الائمہ کی، مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں :-

ہو مکی بن ابراہیم البغنی امام بلخ دخل الکوفۃ مستتار بعین ومائتہ ولزم ابا حنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منہ الحدیث والفقہ واکثر عند الروایۃ۔ (۲۰۳ ص)

یہ مکی بن ابراہیم بلخی، بلخ کے امام ہیں مسئلہ میں کوفہ آئے اور امام ابو حنیفہ کی خدمت میں ملازمت اختیار کی اور آپ سے حدیث وفقہ کا سماع کیا اور بہ کثرت روایتیں کیں۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف حافظ محمد بن ابان ابو بکر بنی المعروف محمد وہی سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ دس سال سے زیادہ عرصہ تک امام وکیع کے مستمل رہے ہیں۔ تمام مصنفین صراح سنیہ ان کے شاگرد تھے، لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں نہیں بلکہ دوسری تصانیف میں ان سے روایت کی ہے، محدث خلیلی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ثقة متفق علیہ، اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں کان من الأئمة المصنفین فی هذا الشأن مشہوراً بالعلم والحفظ (یہ اس فن کے صاحب تصانیف اماموں میں سے تھے اور علم و حفظ حدیث میں

بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) امام بنی فن حدیث کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے کیا ہے، مکی بن ابراہیم الحافظ الامام شیخ خراسان ابو السکن القیمی المحضلی بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ذہبی اور امام بخاری نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے۔ امام بخاری نے بیشتر ثلاثی حدیثیں ان ہی سے نقل کی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ساٹھ حج کے دس برس تک حرم محرم کا مجاور رہا اور سترہ تابعین سے حدیثیں لکھیں اور اگر میں پہلے سے یہ سمجھتا کہ لوگوں کو میری ضرورت پڑے گی تو سوائے تابعین کے اور کسی سے حدیثیں نہ لکھتا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا اور سترہ سال کی عمر میں حدیث کی تحصیل شروع کی۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

ان کو تحصیل علم کی طرف امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) ہی نے متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ امام حارثی، عبدالصمد بن فضل کی زبانی خود ان سے ناقل ہیں کہ میں تجارت کیا کرتا تھا ایک بار امام صاحب کی خدمت میں آنا ہوا تو فرمانے لگے کہ گئی تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو بڑی خرابی رہتی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے۔ امام مددوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہتے یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کر دی اور کتابت علم پر متوجہ ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے بہت کچھ عطا فرمایا اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام مددوح کا ذکر کرتا ہوں ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتا ہوں لان اللہ تعالیٰ ببرکتہ فقہی باب العلم (کیونکہ حق تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا)۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ کی ج ۲ ص ۱۶۱)۔

امام بنی کو امام اعظم سے خاص خلوص تھا۔ ایک دفعہ امام صاحب کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کان اعلم اہل زمانہ وہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے "زمانہ بغداد" ار خطیب بغدادی ترجمہ امام ابو حنیفہ اسمعیل بن بشر ناقل ہیں کہ ایک بار ہم امام بنی کی مجلس درس میں حاضر تھے انھوں نے روایت شروع کی حد ثنا ابو حنیفہ۔ حاضرین میں سے ایک اجینی شخص نے چلا کر کہا کہ حد ثنا عن ابن جریج ولا تحد ثنا عن ابی حنیفہ (ہم سے ابن جریج کی حدیث بیان کرو) ابو حنیفہ کی حدیث مت روایت کرو اس پر امام بنی کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ کارنگ بدل گیا فرمانے لگے انا لا نجد ث السفہاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی (ہم بے وقوفوں کو حدیثیں نہیں بیان کیا کرتے، تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے تو میری مجلس سے اٹھ جا) چنانچہ جب تک اس شخص کو مجلس درس سے اٹھا نہیں دیا گیا آپ نے حدیث نہیں بیان کی اور جب اس کا قراچ ہو چکا تو پھر وہی حد ثنا ابو حنیفہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۱ ص ۲۰۴)۔

مشہور تھے) ۲۲۲ھ میں تلخ ہی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

امام ابن ماجہ کے جن شیوخ حدیث کے اوطان پر ہیں اطلاع نہ ہو سکی وہ صرف یہ دو ہیں: احمد بن عبد اللہ بن یوسف العرعری اور محمد بن عسہ بن ابی عمر المقری۔

یہ کل تین سو تیس اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے کتاب التفسیر اور کتاب السنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام محدوح کے جملہ شیوخ کی تعداد نہیں بلکہ صرف ان حضرات کی ہے کہ جن سے ان دونوں کتابوں میں حدیثیں منقول ہیں۔ تاریخ ابن ماجہ عرصہ سے ناپید ہے اس کے رجال کو جمع بھی نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ بقیہ اسانید کی کتنی تعداد ہے جو شمار ہونے سے رہ گئی۔ تفسیر ابن ماجہ بھی اگرچہ آج کل نایاب ہے مگر تہذیب الکمال میں اس کے رجال مذکور ہیں اور ہم نے تہذیب التہذیب ہی سے جو اس کا مختصر ہے ان کے نام لکھے ہیں یہ حسب ذیل آٹھ اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نہیں بلکہ تفسیر میں حدیثیں نقل کی ہیں:

(۱) حمدون بن عمارہ البغدادی ابو جعفر البزار المتوفی ۲۶۲ھ ان کا نام محمد اور حمدون لقب ہے۔

(۲) سہل بن اسحاق بن ابراہیم المازنی ابو ہشام الواسطی۔

(۳) عبد اللہ بن محمد بن عبید اللاموی مولاہم الشہیر بالکافظ ابی بکر بن ابی الدرداء البغدادی المتوفی ۲۸۱ھ

(۴) علی بن الحسن البرہی الرازی۔

(۵) علی بن سعید بن جریر بن زکوان النسائی ابو الحسن نزیل نساہور المتوفی ۲۵۶ھ

(۶) محمد بن احمد بن الجراح ابو عبد الرحمن الحوزجانی نزیل نساہور المتوفی ۲۴۵ھ

(۷) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابو یحیی القطان الضری المتوفی ۲۶۱ھ

(۸) محمد بن ہارون بن ابراہیم الرہی ابو جعفر البغدادی البزار المعروف بابی شیط المتوفی ۲۵۸ھ

بقیہ تین سو دو وہ شیوخ ہیں جن سے سنن ابن ماجہ میں حدیثیں موجود ہیں۔

اس ساری تفصیل کو پڑھ کر یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ ائمہ اسلام نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی شیفتگی اور آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے میں جو محنتیں اور جانفشانیاں کی ہیں آج دنیا کی دیگر اقوام اس کا اندازہ بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتیں۔

علوہ اسناد محدثین میں علوہ اسناد ہمیشہ ایک قابل فخر چیز سمجھا گیا ہے، کیونکہ روایت میں جس قدر کم واسطے ہوں گے اسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا۔ نیز قلت رواۃ کی بنا پر ان کی چھان بین بھی کم کرنا پڑتی ہے اور خطا و نسیان کا احتمال بھی کم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اہل فن کے نزدیک صحت اور علوہ اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کے تذکرہ میں ان کے علوہ اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اسانید کو تو علما نے مستقل اجزاء میں علیحدہ مدون کر دیا ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہ اپنے اس شرف خاص میں ممتاز ہیں کہ ان کو بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ حاصل ہے کیونکہ انھوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان میں سے بعض سے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔

۱۔ واضح رہے کہ بعض علمائے صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے اور چہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے سب سے پہلے دارقطنی المتوفی ۳۲۰ھ نے یہ کہا ہے کہ

لم یلق ابو حنیفۃ احداً من الصحابة الا انه رأى انساً یجینہ ولم یسمع منہ تیسیر الصغیر فی مناقب الامام ابی حنیفۃ از حافظ سیوطی ص ۵ طبع دکن

امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

دارقطنی کے بعد خطیب نے بھی تاریخ بغداد میں یہی بات بعینہ دہرا دی ہے چنانچہ سعید بن ابی سعید نیشاپوری کے ترجمہ میں امام اعظم کی ایک حدیث کو بواسطہ امام ابو یوسف بالاسناد نقل کرنے کے بعد کہ جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کے سماع کی تصریح موجود ہے لکھتے ہیں:

لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک امام ابو حنیفہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۱۱)

اور امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

رأى ابو حنیفۃ انس بن مالک (ج ۱ ص ۱۳۳)

امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

بعد کو شوافع میں بہت سے علمائے ان دونوں کے بیانات پر عام طور پر یہی فیصلہ کر دیا ہے حتیٰ کہ زین الدین عراقی اور ابن حجر عسقلانی تک اس بارے میں ان ہی کے ہمزبان میں لیکن دارقطنی اور خطیب کو امام ابو حنیفہ کی جناب میں جو سور عقیدت ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان کے اس انکار کی جو وقعت ہے ظاہر ہے خصوصاً جبکہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے حق میں ہے۔ چنانچہ ملک الحافظ یحییٰ بن معین جو فن جرح و تعدیل کے مسلم الثبوت امام اور علم حدیث کے ایک عنصر خیال کئے جاتے ہیں اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں۔

ان ابا حنیفۃ صاحب الراى سمع عائشۃ بنت عمر تقول سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جند الله فی الارض الجراد لا اكله ولا احرمه۔

بلان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عمر (ج ۱ ص ۱۳۳)

امام ابو حنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روئے نہیں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر التعداد لشکر ٹڈیاں ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ عوام کتابوں۔

دیکھئے اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے سنا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیہ ہیں اور جنھوں نے بہ الفاظ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیہ الاولیاء المتوفی ۳۸۰ھ نے جن کے آگے فن حدیث میں خطیب بغدادی نے زانوئے شاگردی دیکھا ہے بالصریح لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ میں سے حسب ذیل حضرات کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں (۱) انس بن مالک (۲) عبد اللہ بن الحارث الزبیدی۔ (۳) عبد اللہ بن ابی اوفی سلمی رضی اللہ عنہم (الانتصار والترجیح للذهب الصحیح از سبط ابن الجوزی ص ۱۰۰ و الاطبع مصر)۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

۲۔ لسان المیزان میں یہ عبارت سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم پر صم ہو جاتی ہے۔ حدیث کا سنہم نے دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔

قدما میں بہت سے علمائے امام عالی مقام کی ان مرویات پر مستقل جز بھی تالیف کئے ہیں جن میں سے محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی ابو الحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہقی، امام ابو معشر عبدالکریم بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حافظ ابن عبدالبر اندلسی جو خطیب کے معاصر ہیں جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۴۵ طبع مصر) میں حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کی ایک حدیث بواسطہ امام ابویوسف بالاسناد روایت کر کے جس میں امام صاحب نے صراحت کے ساتھ صحابی مذکور سے اپنے سماع کی تفصیل بیان کی ہے اس سماع کے ثبوت میں ارقام فرماتے ہیں کہ

ذکر ابن سعد کا تب الواقدی ان ابی حنیفۃ
 راۓ ابن مالک و عبداللہ بن الحارث بن جزء
 حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن الحارث بن جزء کو دیکھا ہو
 حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کو حافظ ابو بکر جعابی المستوفی ۳۵۵ھ نے بھی اپنی
 بیش بہا تصنیف الانتصار للذہب ابی حنیفہ میں اسی اسناد سے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ
 ومات عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی
 حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ
 سنۃ سبع وتسعين (ملاحظہ ہو مناقب الامام اعظم
 نے ۳۵۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا ہے۔
 از صدر الامام ج ۱ ص ۲۶ و ۲۷)

واضح رہے کہ حافظ جعابی، علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گذرے ہیں۔ چار ملاک حدیثیں ان کو زبان یاد تھیں۔ دارقطنی نے بھی فن حدیث میں ان کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا ہے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا بسوط ترجمہ لکھا ہے۔

بعد کے علماء میں عراقی اور ابن حجر عسقلانی کے معاصرین میں حافظ عبدالقادر قرشی شارح طحاوی اور حاجی بدرالدین عینی شارح بخاری نے بھی بہت سی روایتوں کی بنا پر ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے متعدد صحابہ و حدیثیں سنی ہیں۔ بہر حال جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظم نے متعدد صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے بعض آپ کے آغاز شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوں کو آپ نے دیکھا بھی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دارقطنی اور خطیب جیسے سخت متعصبین تک اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے پھر آپ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد ماجد ثابت بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق میں دعا خیر فرمائی تھی (تاریخ بغداد ترجمہ امام ابو حنیفہ) ایسی صورت میں اگر امام صاحب نے صحابہ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے حالانکہ امام سلمہ کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ عن روایت کر لیا تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور متصل سمجھی جائے گی اور امام بخاری کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ کا ملاقات ہو جانا اور پھر بلفظ عن اس سے روایت کرنا اتصال کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ بہت سے محدثین نے باسناد صحیحان کو روایت بھی کیا ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر اور حافظ جعابی نے جو اسناد نقل کی ہے اسکے متعلق کسی قسم کی جرح منقول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایات پایہ ثبوت کو نہ پہنچیں تو امام ابن معین، حافظ ابو بکر جعابی حنفی، حافظ ابوالنعمان اصفہانی شافعی، حافظ ابن عبدالبر مالکی جو حدیث و روایت کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام ابو حنیفہ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انھوں نے صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ۱۱۷) ۵۵۵ھ دارقطنی کے فن حدیث میں استاذ ہیں چنانچہ سنن دارقطنی میں ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں

عبد الصمد الطبری المقرئ الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ اور امام ابو بکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الخفی المتوفی ۴۳۹ھ کے اجزاء خاص طور پر مشہور ہیں اور حفاظ حدیث کی مرویات میں داخل ہیں، چنانچہ اول الذکر تین حضرات کے اجزاء حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی التہست الاوسط کی مرویات میں شامل ہیں۔ امام ابو حشر طبری کے جزہ کو حافظ سیوطی نے تبیض الصغیر میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابوالحسین ہنغی کے جزہ کو محدث خوارزمی نے جامع مسانید الامام الاعظم میں اور امام ابو بکر سرخسی کے جزہ کو صدر الائمہ نے مناقب الامام الاعظم میں اور محدث سبط ابن الجوزی نے الانتصار والتزیج للہدیب الصحیح میں روایت کیا ہے اور علامہ نور قزوینی نے الدر المنظم میں ان سب کے متون کی تخریج کی ہے۔

وحدانیات کے بعد امام اعظم کی مرویات میں ثنائیات کا درجہ ہے یعنی وہ حدیثیں جو آپ نے تابعین سے سنیں اور تابعین نے ان کو صحابہ سے سنا۔ امام مالک چونکہ تابعی نہیں

۱۔ ملاحظہ ہو تانیب الخطیب علی ما ساق فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب از محدث ناقد محمد زاہد کوثری ص ۱۹ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ ۲۔ تبیض الصغیر ص ۹ لغایت ۹ طبع دائرة المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ۔ ۳۔ جامع مسانید الامام الاعظم ص ۳۲ لغایت ۳۵ طبع دائرة المعارف ۱۳۳۲ھ۔ ۴۔ مناقب الامام الاعظم ج ۱ ص ۲۷ لغایت ۳۲۔ ۵۔ الانتصار والتزیج ص ۱۳ لغایت ۱۵ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ ۶۔ تعلیقات علامہ کوثری بر الانتصار والتزیج ص ۱۰۔ ۷۔ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف بیک واسطہ منقول ہیں یعنی جس کو راوی نے صحابی سے سنا اور صحابی نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو نقل کیا۔ ۸۔ چنانچہ کتاب الآثار میں یہ روایات حسب ذیل اسانید سے مروی ہیں۔

- ۱۔ ابو حنیفہ حدیث ثنائی عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ ابو حنیفہ حدیث ثنائی عن ابن عمر قال غی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۳۔ ابو حنیفہ حدیث ثنائی عن ابی حنیفہ قال سمعت ابا الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۴۔ ابو حنیفہ حدیث ثنائی عن ابن سید الخدیری قال دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۵۔ ابو حنیفہ عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدیری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۶۔ ابو حنیفہ عن شاد بن عبد الرحمن عن ابی سعید الخدیری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۷۔ ابو حنیفہ حدیث ثنائی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۸۔ ابو حنیفہ عن عامر بن کلب عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۹۔ ابو حنیفہ عن عون بن عبد اللہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ ابو حنیفہ عن محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زبارة عن ابی امامۃ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۱۔ ابو حنیفہ عن عطاء بن ابی رباح عن الفضل بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۲۔ ابو حنیفہ عن مسلم اکھر عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۳۔ ابو حنیفہ عن محمد بن قیس عن ابی عامر الثقفی انہ کان یحدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کل عام۔

بلکہ تبع تابعین میں سے ہیں اس لئے ان کی مرویات میں سب سے عالیٰ یہی روایات ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لئے ان کی جملہ مرویات میں سب سے عالیٰ روایات ثلاثیات شمار کی جاتی ہیں یعنی جن کو انھوں نے خود تبع تابعین سے سنا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور تابعین نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مصنفین صحیح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے بھی بعض تبع تابعین کو دیکھا اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں اس بنا پر اس علو اسناد میں وہ بھی امام شافعی اور امام احمد کے ساتھ شریک ہیں حالانکہ امام شافعی کی وفات کے وقت امام بخاری دس برس کے تھے اور امام ابوداؤد کل دو سال کے اور امام ابن ماجہ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، چنانچہ ان حضرات کی تصانیف میں ثلاثیات کی تعداد حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ صحیح بخاری ۲۲
- ۲۔ سنن ابن ماجہ ۵
- ۳۔ سنن ابی داؤد ۱
- ۴۔ جامع ترمذی ۱

امام مسلم اور امام نسائی کو کسی تبع تابعی سے بھی کوئی روایت نہ مل سکی اس لئے ان دونوں حضرات کی سب سے عالیٰ روایات رباعیات ہیں جن کو ان کے اساتذہ نے تبع تابعین سے اور انھوں نے تابعین سے اور انھوں نے صحابہ سے سنا ہے، سنن ابن ماجہ میں بھی رباعیات بکثرت موجود ہیں اور اس اعتبار سے امام ابن ماجہ کو دیگر ارباب صحیح ستہ پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کہ امام بخاری کے بعد ان کی ثلاثیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے حالانکہ وہ عمر میں امام مسلم سے پانچ سال اور امام ابوداؤد سے سات سال چھوٹے ہیں۔

ثلاثیات ابن ماجہ | سنن ابن ماجہ میں جو پانچ ثلاثی حدیثیں موجود ہیں وہ ناظرین کی معلومات کے لئے درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ حدیث جبارۃ بن المغلس ثنا
کثیر بن سلیم سمعت انس بن مالک
يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من احب ان يكفر الله خير ميتة فليتوضأ
اذا حضر غداؤه واخار فح -
(باب الوضوء عند الطعام)
- ہم سے جبارہ بن المغلس نے بیان کیا کہ ہم سے کثیر بن سلیم نے روایت کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی برکت زیادہ کر دے تو اسے چاہئے کہ جس وقت اس کے سامنے صبح کا کھانا لایا جائے اور جب وہ کھانا اٹھایا جائے وضو کر لیا کرے۔

ف وضو سے مراد یہاں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اور باعث برکت ہونے کی وجہ سے

ظاہر ہے کہ نعمت کے استعمال کے وقت اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا شکرانہ نعمت میں داخل ہے اور شکرانہ نعمت کی جزاء ہے زیادت نعمت، ارشاد ہے لَنْ شُكْرُكُمْ لَا يَزِيدَ ثَمَرَ (اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں زیادہ دوں گا) اور صبح کے کھانے کی تخصیص محض اتفاقی کیونکہ شام کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۔ حد شاجبارة بن المغلس ثنا
کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال
مارفہ من بین یدی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فضل شواء قط ولا حملت
معه طنفسة۔

(باب الشواء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کبھی بھنا ہوا گوشت
جو کھانے سے بچ رہا ہوا اٹھایا نہیں گیا (کیونکہ ایسا گوشت
تھوڑا ہوتا اور کھانے والے زیادہ ہوتے اسلئے کبھی نہ بچتا)
اور نہ کبھی آپ کے ساتھ بچھو یا بار کیا (جیسا کہ عام طور
پر دنیا دار جہاں جلتے ہیں پر تکلف فرش فروش
اپنے ساتھ رکھتے ہیں)۔

۳۔ حد شاجبارة بن المغلس ثنا کثیر
بن سلیم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، الخیر اسرع الی البیت
الذی یخشی من الشقرة الی سأم البعیر (الضیاع)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں مہمان
آتے رہتے ہیں اس گھر کی طرف خیر چھری کے اونٹ کے
کوبان کی طرف پہنچنے سے بھی زیادہ جلدی پہنچ جاتی ہے۔
اونٹ میں کوبان کا گوشت بہت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ
اونٹ کو نحر کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کوبان ہی کا گوشت کاٹتے ہیں، اس حدیث میں بتایا
گیا ہے کہ جب مہمانوں کے لئے اونٹ نحر کیا جاتا ہے تو چھری یا بھی اونٹ کے کوبان تک بھی پہنچنے نہیں پاتی
کہ گھر میں خیر و برکت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ حد شاجبارة بن المغلس ثنا کثیر
بن سلیم سمعت انس بن مالک یقول قال
رسول اللہ علیہ وسلم ما مررت بلیلۃ اسری
بی علام الا قالوا یا محمد مرا متک بالحجامة

(باب الحجامة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معراج کی رات
فرشتوں کی جس جماعت کے بھی پاس سے گزرا انہوں نے
یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو پچھنے
لگوانے کا حکم دیجئے۔

۵۔ حد شاجبارة بن المغلس ثنا
کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا

پچھنے لگوانا جب کہ بدن میں خون کی کثرت ہو نہایت ہی مفید ہے اور اجض امراض میں تو
اس سے فوراً تسکین ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت مرحومہ ہے
(یعنی اس پر خدا کا رحم ہے) اور اس کا عذاب اسی کے

۵۔ حد شاجبارة بن المغلس ثنا
کثیر بن سلیم عن انس بن مالک قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا

الامة مرحومة عذابا بآيد بها فاذا كان يوم القيامة دفع الى كل رجل من المسلمين رجل من المشركين فيقال هذا افداؤك من النار (باب صفاته محمد صلى الله عليه وسلم)۔
 ہاتھوں ہوگا (کہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے) پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مسلمان شخص کو ایک مشرک حوالہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ تیرا فدا یہ ہے دوزخ سے۔

ف حدیث میں آتا ہے کہ ہر شخص کے دو مکان اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں۔ قیامت کے روز جب کافر دوزخ میں جائے گا تو اس کا مکان جنت میں مسلمان کے حوالہ ہوگا۔ یہی معنی ہیں کافر کے مسلمان کا فدیہ ہونے کے کہ اس نے اپنے کفر کی شامت سے دوزخ میں مسلمان کی جگہ لی اور مسلمان نے اپنے ایمان کی بدولت جنت میں اس کا مکان حاصل کیا۔

یہ پانچوں حدیثیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ایک ہی سند سے مروی ہیں اور اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے اعتبار سے بہت ہی عالی ہیں مگر افسوس ہے کہ صحت سند کے اعتبار سے ان کا کچھ زیادہ وزن نہیں ہے کیونکہ کثیر بن سلیم پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ امام ابن ماجہ کے شیخ جبارہ بن المغلس حمثانی ابو محمد کوئی جو تابع تابعین میں سے ہیں اور جن سے امام موصوف نے ثلاثیات کے علاوہ بھی اپنی سنن میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ان کی بہت سے محدثین نے توثیق کی ہے چنانچہ مطین ابن نمیر سے راوی ہیں کہ یہ صدوق تھے۔ عثمان بن ابی شیبہ کہا کرتے تھے کہ

جبارہ اطلبنا للحديث واحفظنا۔ جبارہ طلب حدیث میں ہم سب سے آگے ہیں اور ہم سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

اور حافظ مسلم بن قاسم ان کے متعلق لکھتے ہیں:

رحی عنه من اهل بلدنا بقی بن مخلد و ہمارے ملک (اندلس) کے لوگوں میں سے ان سے بقی بن مخلد ہو ثقہ ان شاء اللہ۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام بقی بن مخلد کا ان سے حدیث روایت کرنا خود ان کی توثیق کی ضمانت ہے کیونکہ شیخ الاسلام کسی غیر ثقہ شخص سے حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

من شأنه انه لا يروي الا عن ثقة تهذيب التهذيب شیخ الاسلام بقی بن مخلد کی شان یہ ہے کہ وہ بجز ثقہ کے

سے جبارہ بھی فقہاء خفیہ میں سے ہیں چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المصیۃ فی طبقات الخفیۃ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ فقہ میں منذ بن علی کے شاگرد تھے جو امام اعظم کے مشاہیر ثلاثہ میں سے ہیں۔ جبارہ کے برادر زادہ محدث ابوالعباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی نے امام ابو حنیفہ کے مناسب پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کی بنا پر بعض ارباب ظواہر میں ان کے خلاف سخت برہمی پیدا ہو گئی حتیٰ کہ بعض نے تو مخالفت کے جوش میں ابوالعباس کی وجہ سے خود جبارہ پر بھی کلام کیا ہے۔

ترجمہ ایوب بن محمد بن ایوب البصری المعروف بالقلب اور کسی سے حدیث کی روایت نہیں کرتے۔

جبارہ سے امام ابن ماجہ اور امام یحییٰ بن مخلد کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابر محدثین کو علم حاصل ہے جن میں ابوسعید الاشج، ابو یعلیٰ موصلی صاحب مسند، عبد اللہ بن امام احمد، عبدان ابواری اور مطین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جبارہ کی وفات ۱۸۸ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی بلکہ عام حالات زندگی امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفایں ہیں اور ہمارے تذکرہ نویس ان کے ذکر سے یکسر خاموش ہیں۔ تاہم اس قدر ظاہر ہے کہ اس "رحلت علیہ" میں جو طلب حدیث کی غرض سے امام مدوح نے کی تھی برسوں ہی صرف ہوئے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ کا سفر آج کل کی طرح آسان نہ تھا۔ مہینوں اور ہفتوں میں تو ایک ملک سے دوسرے ملک کی مسافت قطع ہوتی پھر چلنے اتنی مدت تک قیام کرنا بھی ضروری تھا کہ جس میں خاطر خواہ استفادہ کا موقع مل سکے اس لئے یقیناً عمر عزیز کی ایک اچھی خاصی مدت اس بارگ سفر کے نذر ہو گئی تھی، اور پھر جب حافظ حدیث ہو کر وطن مالوف کی طرف مراجعت کی ہوگی تو جس فن کو اس قدر محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا اسی کی خدمت زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ہوگا اور امام مدوح کے اوقات عزیز کبھی حدیث پاک کے درس و تدریس میں صرف ہوتے ہوں گے اور کبھی اس کی تالیف و تدوین میں۔

امام ابن ماجہ نے ۱۸۸ھ ہجری کے بعد طلب حدیث میں رحلت کی ہے، اس وقت واقعہً راشد عباسی تخت خلافت پر نشین تھا۔ واقعہً خلیفہ المعتمد راشد کا بڑا لڑکا تھا اور علم و فضل کے اعتبار سے مامون الرشید کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ واقعہً ۲۴۴ھ رذی الحجہ ۱۸۸ھ ہجری کو چار شنبہ کے دن انتقال کیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی المتوکل علی اللہ تخت نشین ہوا، جس سے محدثین اس بنا پر بہت خوش ہیں کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں "خلق قرآن" کا فتنہ یک قلم موقوف کر دیا اور اعتزال کے اثر کو زائل کرنے کے لئے محدثین کو بلا کر حکم دیا کہ صفات الہی اور دہریت باری کی احادیث کو بر ملا بیان کریں متوکل کا عہد خلافت ۲۴۸ھ تک رہا اس لئے قیاس یہی ہے کہ امام ابن ماجہ کی "رحلت علیہ" کا زمانہ غالباً متوکل کی تخت نشینی کے چند سال بعد ختم ہوتا ہے، اس کے بعد امام مدوح اپنے وطن مالوف قزوین کو لوٹ گئے ہوں گے اور پھر ترقیہ زندگی وہیں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں گزاری ہوگی۔

وفات امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ المعتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی، شروط الامتہ السنہ میں لکھتے ہیں کہ

میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا یہ عہد صحابہ سے لیکر ان کے زمانے تک کے رجال اور اصناف کے حالات پر مشتمل ہے، اس تاریخ کے آخر میں امام مدوح کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔

لہ تہذیب التہذیب، ترجمہ جبارہ بن المغلس۔

ابو عبد اللہ محمد بن زید بن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور شنبہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک
۳۷۹ ہجری میں مدفون کئے گئے، اور میں نے خود ان سے سنا فرماتے تھے میں سنہ ہجری میں پیدا
ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۶ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی
اور آپ کے ہر دو ہزار دان ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے آپ کو
قبر میں اتارا اور دفن کیا۔ ۷۵

امام ابو القاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قہرمان اور
ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

متعدد شعرا نے آپ کی وفات پر نہایت دردناک مرثیے لکھے۔ چنانچہ یحییٰ بن زکریا طراغی کہتا ہے۔

أيا قبر ابن ماجة غشت قطرا	ملثا بالخذاعة و باللعشى
فقد حزت التقى والبر لمسا	تضنت البرى من البرى
من الايمان قولا ثم فعلا	جھارا ليس ذلك بالخفى
ألا يا عين جودى ثم جدى	بدامع فى البكاء على التقى
أبي عبد الاله ابى المتامى	اب برهم جد ب حفى
اقول ملقلى الا ابكياه	لفقدان لا ثار المنجى
ونشر مناقب كثرت وطابت	لال الله كالمسك الذكى
بعقل وافر لا عيب فيه	بكالسيف الصقيل المشر فى
عليه الله صلى ثم صلى	عليه من ملائكة العلى
وأمر الارض وبل ما أجت	به من لوذى احوذى
يحق لكل ذى دين ودنيا	يبكىه بدامع لا بى

اور محمد بن الاسود قزوینی نے اس سے بھی زیادہ پُر اثر مرثیہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

لقد اوهى دعا ثم عرش علمه وضع ركنه فقد ابن ماجة
ابن ماجة کے اللہ جانے نے سر پر علم کے ستونوں کو توڑ کر اور اس کے پاؤں کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے
وخاب رجاء ملهوف كئيب يداويه من الداء ابن ماجة
اور وہ درد مند کھیا کہ جس کی ابن ماجة چارہ سازی کیا کرتے تھے اس کی آس ٹوٹ چکی ہے
ألا لله ما جنت المنأيا علينا من تخطفها ابن ماجة
موت نے ابن ماجة کو اچانک جھپٹ لیا جو ہم پر زیادتی کی ہے اس کی فریادیں آسمان سے ہے
محمدن الذى ان عد يوما مصابيح الدنا عبد ابن ماجة
وہ محمد ابن ماجة کہ اگر کسی دن دنیا کے چراغوں کا شمار کیا جائے تو ان کا ضرور شمار ہو

فمن یرجی لعلمہ او لحفظ بشرح بین مثل ابن ماجہ
 پھر اب علم و حفظ کے سلسلہ میں کس سے آس لگائی جائے کہ وہ ابن ماجہ کی سی میں شرح کر سکے گا
 ومن لمصنفات مسندات ومنتخباً تھا بعد ابن ماجہ
 اور مصنفات، مسندات اور ان کے انتخابات کے لئے اب ابن ماجہ کے بعد کون رہا ہے
 ومن یعطی الذی اعطاه ربی من التبیین والفقہ ابن ماجہ
 اور بھلا کس کو ملتی ہے وہ قوت بیان اور قضاہت کہ جو میرے رب نے ابن ماجہ کو دی تھی
 أباعبد اللہ ماضیت فرہا وما خلفت مثلك یا ابن ماجہ
 اے ابو عبد اللہ (ابن ماجہ کی کنیت) تم یکتا زمانہ بن کر دنیا سے رخصت ہوئے، اور اے
 ابن ماجہ تم نے اپنی نظیر نہیں چھوڑی۔ ۱۵
 رحمہ اللہ الامام ابن ماجہ رحمۃ واسعة، وغفرلہ مغفرة جامعہ
 آمین یا رب العلمین

انسوس ہے کہ ہم کو امام ممدوح کے ہر دو بھائی اور صاحبزادے کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکے۔
 علماء کا آپ کی خدمت میں امام ابن ماجہ کی امامت فن، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور
 خراج تحسین ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے
 ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے چنانچہ ہم اس سلسلہ میں چند مشہور علماء رجال و تذکرہ
 کی تصریحات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

(۱) محدث ابو یعلیٰ حلی لکھتے ہیں: ابن ماجہ ثقة کبیر متفق علیہ محقق بہ لمعروفہ
 بالحدیث وحفظہ ۱۵

(۲) حافظ ابن الجوزی تصریح کرتے ہیں: سمع الکثیر و صنف السنن والتاریخ والتفسیر، و
 کان عارفاً بهذا الشأن (المتعمق فی تاریخ الملوک والامم)۔

(۳) امام ابوالقاسم رافعی، تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں: وهو امام من ائمة المسلمين کبیر
 متقن مقبول بالاتفاق۔ ۱۵

(۴) حافظ شمس الدین زہبی رقمطراز ہیں: ابن ماجہ الحافظ الکبیر المفسر.....
 صاحب السنن والتفسیر والتاریخ ومحدث تلك الديار (تذکرۃ الحفاظ)۔

اور عمر فی اخبار من غیر میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: الامام الحافظ ابو عبد اللہ
 محمد بن یزید ابن ماجہ الکبیر الشأن القروینی۔

۱۵ یہ دونوں مرتبے رافعی نے تاریخ قزوین میں نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: نور مصباح الزجاجة علی سنن ابن ماجہ
 از شیخ علی بن سلیمان الدمشقی المجمعوی ص ۳۔ طبع مصر ۱۲۹۹ھ۔ ۱۵ تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر۔
 ۱۵ نور مصباح الزجاجة ص ۲۔

اور سیر اعلام النبلا میں اس طرح لکھتے ہیں، قد کان ابن ماجہ حافظاً صدقاً واسعاً العلم۔
(۵) مورخ ابن ناصر الدین آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: هو احد الائمة الاعلام وصاحب السنن احد كتب الاسلام، حافظ ثقة كبير، ۳۵

(۶) علامہ ابن الاثیر تحریر کرتے ہیں: کان عاقلاً اماماً عالماً (کامل التولید)
(۷) قاضی شمس الدین ابن خلکان ارقام فرماتے ہیں: ابن ماجہ الربیع بالولاء القزوينی الحافظ المشهور مصنف کتاب السنن فی الحديث، کان اماماً فی الحديث عارفاً بعلمه وجميع ما يتعلق به (وفیات الاعیان)۔

(۸) علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں: ومن اعیان الائمة من اهل قزوین محمد بن یزید بن ماجہ ابو عبد الله القزوينی الحافظ (معجم البلدان)

(۹) مورخ جمال الدین ابوالحسن ابن تعزی بروی کے یہ الفاظ ہیں، محمد بن یزید ابن ماجہ الامام الحافظ المجتہد النافذ، ابو عبد الله القزوينی..... سمع الكثير وكان صاحب فنون (النجوم الزاهرة)

(۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: محمد بن یزید الربعی بفتح الراء والموحدة القزوينی ابو عبد الله بن ماجہ بتحقیف الجیم صاحب السنن، احد الائمة حافظ، (تقریب التہذیب)
تصانیف امام ابن ماجہ نے سب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

۱۔ التفسیر ہی وہ تفسیر ہے جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عطاء الدین ابن کثیر البدایہ النہایہ میں لکھتے ہیں ولا بن ماجہ تفسیر حافل، حافظ مدروح کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے، اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ تابعین کے اقوال مل سکے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔ حافظ جمال الدین قزوی نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کی سنن اور تفسیر دونوں کی اسانید میں جن راویوں کے نام آئے ان سب کے حالات لکھے ہیں۔ علامہ سیوطی الاقنات فی علوم القرآن کی آخری نوع میں دور صحابہ و تابعین کے مشہور مفسرین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

« یہ تو قدما، مفسرین تھے جن کے بیشتر اقوال خود صحابہ سے ماخوذ تھے پھر اس طبقہ کے بعد تفسیریں مدون ہوئیں جو صحابہ و تابعین کے اقوال کی جامع تھیں جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ، تفسیر دکیع بن الجراح، تفسیر شعب بن الحجاج، تفسیر زید بن ہارون، تفسیر عبدالرزاق، تفسیر آدم بن ابی ایاس، تفسیر اسحق بن راہویہ، تفسیر روح بن عبادہ۔ تفسیر عبد بن حمید، تفسیر مسنید، تفسیر ابوبکر بن ابی شیبہ، اور دیگر علماء کی تفاسیر۔

اور ان کے بعد تفسیر ابن جریر طبری، جو سب تفسیروں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ماجہ، تفسیر حاکم، تفسیر ابن مرددہ، تفسیر ابوالشیخ بن جان

تفسیر ابن المنذر اور دوسرے علماء کی تفسیر میں ہیں۔

یہ تمام تفسیریں وہ ہیں جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے بالا اسناد روایتیں درج کی گئی ہیں اور بحر نقل روایات کے اور کچھ ان میں نہیں ہے، ہاں تفسیر ابن جریر کو اس حیثیت سے ان سب پر فوقیت حاصل ہے کہ وہ مختلف بیانات کی توجیہ کرتے اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، نیز اعراب اور استنباط مسائل سے بھی اعتنا کرتے ہیں۔

پھر ان علماء کے بعد تو بے شمار لوگوں نے تفسیر پر قلم اٹھایا اور اسانید کو حذف کر کے مختلف اقوال کو پہلو پہلو درج کرتے چلے گئے جس کی وجہ سے رخنے پر گیا اور صحیح و غلط خلط ملط ہو کر رہ گیا۔

۲۔ **التاریخ**۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کا تعارف مریم ابن خلکان نے تاریخ میلہ اور محدث ابن کثیر نے تاریخ کامل کے الفاظ سے کرایا ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔ حافظ ابن طاہر مقدسی المتوفی ۷۵۰ھ نے قزوین میں اس کا نسخہ دیکھا تھا جس کے خاتمہ پر امام ابن ماجہ کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم کی تحریر بھی موجود تھی۔

محدثین کے لئے تاریخ رجال کا کیفیت ایک نہایت ہی ضروری امر تھا کیونکہ بیشتر احادیث اخبار احاد میں اور اخبار احاد کا تمام تر مدار رجال اسناد پر ہے لہذا جب تک راویان حدیث کے حالات پر بخوبی اطلاع نہ ہو اس کے اسناد کی صحت و ضعف کا پتہ نہیں چل سکتا پہلی صدی میں تو اس کی چنداں ضرورت اس لئے نہ تھی کہ اس زمانہ میں حدیثوں کے راوی تمام تر صحابہ کرام اور اکابر تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہی تھے، صحابہ سب کے سب عدول اور ثقہ تھے اور ان میں سے کسی ایک فروغے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ کبار تابعین میں بھی برائے نام کوئی ضعیف ہو تو موہو قرن اول کے گزر جانے پر اوساط تابعین میں بلاشبہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت ملتی ہے لیکن ان کا ضعف بھی بیشتر ہدیانتی کی بنا پر نہیں بلکہ حافظہ کی کمزوری، قلت ضبط یا روایت میں تساہل کی بنا پر ہے بہر حال اس دور تک حدیث کے راویوں میں کسی دروغ گو کا وجود نادر اور ضعیف الروایہ بہت ہی کم تھے امام اعظم اور امام مالک کی اکثر و بیشتر حدیثیں اسی طبقہ کے راویوں سے منقول ہیں اور اسی لئے وہ صحت و وثوق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی ہیں۔ دوسری صدی کے وسط میں جب بعض لوگوں نے روایت حدیث میں کذب بیانی سے کام لیا تو ائمہ نے جرح و تعدیل کا دروازہ کھولا اور تاریخ کی روشنی میں ان کے بیانات کو جانچنا شروع کیا۔ یہ ہے اس فن کی تدوین کی اصل وجہ۔ چنانچہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

لما استعمل الرواة الكذب استعملنا لهم التاريخ۔ جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ استعمال کی۔

(الاعلان بالتدريج از سخاوی۔ ص ۹)

اور قاضی شخص بن غیاث فرماتے ہیں:

اذا اتهم الشيخ فحاسبوه بالسنتين . ۱۷
جب تک کسی شیخ کو نہم خیال کرو تو دونوں کی عمروں کو حساب لگالو
یعنی اس شیخ کے بن کو اور جس سے یہ روایت نقل کر رہا ہے اس کے بن کو معلوم کر کے حساب لگالو
کہ یہ اس سے بڑا بھی ہے یا ویسے ہی اس سے روایت کرنے کا دعویٰ دار ہے۔

حسان بن زیاد کہتے ہیں کہ کذابین کے مقابلہ میں تاریخ سے بہتر کوئی چیز مدگار نہیں ہو سکتی، یہ
اس طرح کہ پہلے اس اوی کو پوچھا جائے کہ تم کب پیدا ہوئے جب وہ اپنا سال ولادت بیان کر دے
اور جس شخص کی طرف وہ روایت منسوب کر رہا ہے اس کا سنہ وفات ہمیں معلوم ہو تو پھر ہمیں اس
کے جھوٹ بچ کا پتہ چل سکتا ہے۔ ۱۸

چنانچہ اسمعیل بن عیاش نے ایک بار ایک شخص سے امتحاناً سوال کیا کہ میاں تم نے خالد بن معدان
سے کس سنہ میں حدیث لکھی تھی کہنے لگا ۳۳۰ھ میں۔ اس پر اسمعیل نے اس شخص سے کہا کہ تم تو اس بات کے
مدعی ہو کہ خالد کی وفات کے سات سال بعد تم نے ان سے حدیث سنی ہے۔ ۱۹
اور علامہ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں:-

ویلیزم صاحب الحدیث ان يعرف الصحابة
المودین للدين عن نبيه صلى الله عليه وسلم
ويعني بسيرهم وفضائلهم ويعرف احوال
الناقلين عنهم واما هم واخبارهم حتى
يقف على العدل ومنهم من غير عدل . ۲۰
اور صاحب حدیث کے لئے لازمی ہے کہ وہ ان صحابہ سے
واقفیت بہم پہنچائے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین
کے ناقل ہیں اور ان کی سیرت اور فضائل سے اعتناء کرے
اور جو لوگ صحابہ سے نقل کرتے چلے آتے ہیں ان کے بھی
حالات روزمرہ کے واقعات اور اخبار سے باخبر ہوتا کہ

ان میں جو عادل اور غیر عادل ہیں ان سے واقف ہو جائے۔
امام ابن ماجہ نے بھی اسی ضرورت کے پیش نظر یہ تاریخ مرتب کی تھی۔ افسوس ہے کہ آج امام
موصوف کی تفسیر اور تاریخ دونوں ناپید ہیں اور نہ متداول کتابوں میں ان کے حوالے ملتے ہیں۔ صاحب
کشف الظنون نے امام ابن ماجہ کی تالیفات میں تاریخ قزوین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ہمارے خیال میں وہ
کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ اسی تاریخ کا ایک جزء ہے۔

۳۔ السنن۔ یہی امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی
امامت فن کا سکہ بٹھایا۔ حدیث کی مشہور چھ کتابیں جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے ان میں آخری درجہ اسی
کتاب کا ہے۔ آج بھی شرعاً غریب حدیث کے نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زریعہ کے سامنے

ا۲۳۵ الاعلان بالتوزیع از سخاوی ص ۹۔ ۱۷ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۹ طبع منیرہ مصر۔ ۱۸ یہ بھی مشہور
ائمہ حنفیہ اور امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں تذکرۃ الحفاظ تہذیب التہذیب
اور انجوا ہر المصنفین ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ ۱۹ آپ کو الامام الحفاظ اور قرشی نے الامام صاحب الامام لکھا

پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔

اظن ان وقع هذا في ايدي الناس
تعطلت هذه الجوامع واكثرها۔

۱۷

اور محدث ابو القاسم امام الدین عبد الکریم بن محمد القزوينی الرافی الشافعی المتوفی ۲۲۳ھ ہجری

تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں:

والحفاظ یقرئون کتابہ بالصحیحین و

سنن ابی داؤد والنسائی و یحبون

بما فیہ، ۱۸

اور حافظ ابن کثیر، البدایہ النہایہ میں فرماتے ہیں۔

وہی دالہ علی علمہ وعملہ وتبحرہ واطلاعیہ

واتباعہ السنۃ فی الاصول والفروع۔

یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمل، تبحر، اطلاع، اور اصول و

فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔

اس بلند پایہ کتاب کا لحاظ فرمایا اور اس کی کیا اہمیت ہے اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے

کہ مصنف کے عہد تک کی فہم حدیث کی جو تاریخ ہے اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈال دی جائے تاکہ اس کتاب کا صحیح مقام اور اس کی خصوصیات پورے طور پر واضح ہو جائیں۔

حدیث کیلئے قرآن کریم، دین الہی کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر

نازل کی گئی اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو

اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوایا، یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا اور خود اس کے جملہ احکام و تعلیمات پر

عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قوی اور

عملی تفسیر ہے اور آپ کے ان ہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظہ حدیث عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو، کلام یا بات سے مراد لیتے

ہیں چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو اور بات کے ذریعہ پیام الہی کو لوگوں تک پہنچاتے اپنی تقریر اور

بیان سے کتاب اللہ کی شرع کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے اسی طرح جو چیزیں آپ کے

سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزو دین سمجھا جاتا تھا کیونکہ اگر وہ

امور منشاء دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرمادیتے، لہذا ان سب کے مجموعہ کا

نام احادیث قرار پایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح

نہیں بلکہ خود قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی

لہ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام ابن ماجہ۔ ۱۹ شرح السنۃ علی ابن ماجہ، باب ذکر الدلیل وفضل قزوین۔

نشر و اشاعت کو تحدیث سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:-

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ (البقرہ ۱۲۹)
اور یاد کرو اپنے اور پروردگار کی نعمت کو اور جو تم پر کتاب اور
حکمت کو نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعے نصیحت فرمائے
اور تمہیں دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِي (المائدہ ۱۶)
آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا
اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو "نعمت" کہا ہے اور سورہ انفیٰ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے۔
وَأَمَّا مِنْ نِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔
اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے۔

بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث پیش کہتے ہیں:
یہی نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں بھی متعدد
مقامات پر حدیث ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ الذاریات میں حضرت ابراہیم علی نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ ضَلَّ عَنْهُ
الْمُكْرِمِينَ (الذاریات ۵۱) اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں ایک جگہ
نہیں روکے فرمایا ہے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ مُنْذِرٌ (طہ ۱۰۱، الذاریات ۱۰۱) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں "حدیث" کا لفظ موجود ہے۔

فَلَا تَأْسَ الْبُيُوتَ إِلَى بَعْضِ أَرْوَاحٍ حَدِيثًا (القریم ۱۶) اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی نبی سے ایک بات۔
حدیث کی دینی حیثیت | حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حسب ذیل حیثیات پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ
بیان فرمایا ہے۔

(۱) آپ مبلغ تھے۔
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ
مِنْ رَبِّكَ (المائدہ ۱۰۷)
اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آمارا گیا ہے آپ کی طرف آپ
کے پروردگار کی جانب سے۔

(۲) آپ مراد الہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں۔
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (الاحزاب ۳۴)
اور آپ پر بھی ہم نے یہ یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی
طرف آمارا گیا ہے آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

(۳) آپ معلم کتاب و حکمت ہیں۔
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان
میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا فِي مَالِكُم مَّا خَلَّتْ فِي قُلُوبِكُمْ وَلَا يَسْخَرُوا مِنْكُمْ فِي أَسْمَائِكُمْ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ (آل عمران ۷۵)

آئیں اور ان کو سنو ارتابہ اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا كَالْأَمْوَالِ الَّتِي نَكْسِبُهَا وَنَكْسِبُهَا كَالْأَمْوَالِ الَّتِي نَكْسِبُهَا ۚ بَلْ هِيَ كَالْعَمَلِ الشَّعْبِ ۚ (الاعراف ۳۴)

(۴) تحلیل و تحریم یعنی اشیاء کو حلال و حرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا۔ اور وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور گندہ چیزوں کو حرام فرماتے ہیں،

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا يَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ (التوبة ۳۴)

لڑو ان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر پچھلے دن پر اور نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جن کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صِلًا لَا مَبِيدَ لَهُ ۚ (الاحزاب ۳۶)

(۵) آپ امت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں۔ اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے جبکہ فیصلہ کرے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک وہ صریح طور پر گمراہ ہو گیا۔

فَلَا وَدَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ تُحْكِمُوا ۚ (النساء ۹۴)

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں۔ سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں ہی حکم نہ بنائیں اس جھگڑے میں کہ جو ان کے باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی نہ محسوس کریں اور تسلیم کر کے مان لیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ (النار ۷۵)

بیشک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے باہم جو کچھ اللہ تمہیں سمجھائے اس سے فیصلہ کیا کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۚ (الاحزاب ۲۱)

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل ہے اس شخص کے لئے کہ جو اللہ اور روزِ آخرت سے اس سے لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْبَرِّ الْأَمِينِ ۚ (الاعراف ۱۵۷)

(۸) آپ کی اتباع سب پر فرض ہے۔ سو ایمان لے لو اللہ اور اس کے نبی پر کہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران ۴۴)
 آپ کہہ دیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو
 کہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(۹) جو کچھ آپ دیں اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے۔
 وَمَا أَمَرَ الرَّسُولُ فخذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتهوا۔ (حشر ۱)
 اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے
 سو چھوڑ دو۔

(۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ (محمد ۴)
 اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو
 رسول کی۔

(۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔
 وَإِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا۔ (النور ۵۱)
 اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آ جاؤ گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی ہدایتیں دیں، جو جو چیزیں
 ان سے بیان فرمائیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور حرام
 کو حرام بھرایا یا باہمی معاملات و قضایا میں جو کچھ فیصلہ فرمایا، منازعات و خصومات کو جس طرح چکایا
 ان سب کی حیثیت دینی اور شرعی ہے ہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ
 عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے جو آپ
 حکم دیں اس کو بجالانا اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہر مومن کے لئے لازم اور ضروری
 ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے چنانچہ قرآن کریم
 میں صاف تصریح ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
 (النساء ۸۱)
 جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ
 ہی کی اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الہی، اسی طرح نکاح،
 طلاق، بیع و شراء، فصل قضایا و خصومات، اخلاق و معاشرت، سیاسیات ملت غرض جملہ احکام
 دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ان احکام کی تشریح، ان کے جزئیات کی
 تفصیل اور ان کی عملی تشکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال کے
 جانے بغیر بالکل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور
 اطاعت کے ناممکن اور محال ہے۔

کتابت حدیث عرب کی قوم عام طور پر اُمتی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم
 کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو ایسٹین ہی فرمایا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 متعلق بھی قرآن پاک میں الشیء الا نوحی وارد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا

حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، بے بے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے، قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس کو بزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے جاری فرمادیا اسی لئے ارشاد ہے:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ يَدْعُونَ
أَوْ تُوِيَ الْعِلْمَ۔
بلکہ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

”ہام چونکہ قرآن مجید تمام تر معجزہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الہی ہے جس میں کسی ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے ہم معنی اور مترادف لفظ کے لانے کی بھی گنجائش نہیں ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا چنانچہ معمول مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترتی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کر دیتے اور کسی کتاب کو بنا کر اس کو لکھوا دیتے مگر اصل توجہ اس کے حفظ و تلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآں تھی۔

برخلاف اس کے حدیث معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ کے قلب مبارک کے وارد ہوتے تھے اور آپ اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا۔ اسی بنا پر اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا۔ لہ

لہ خوب سمجھ لیجئے یہی فرق ہے حدیث قولی اور قرآن میں، کہ قرآن اپنے الفاظ و معانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے، حدیث معجزہ نہیں، قرآن میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل و تبدل جائز نہیں لیکن حدیث میں روایت بالمعنی یعنی اصل مقصود کو جدا گانہ الفاظ میں بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

بالفاظ دیگر قرآن و حدیث میں وہی فرق ہے جو نام و پیام میں ہوتا ہے پیام میں اگر آپ کا پیامی آپ کا نشا اور باقی الضمیر صحیح طور سے مرسل الیہ تک پہنچا دیتا ہے تو پیام رسائی کا مقصد حاصل ہو گیا خواہ پیام رسائی اسے آپ کے الفاظ میں نہ پہنچائے بلکہ اکثر اوقات اس کے لئے الفاظ میں تبدیلی کرنا ضروری ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ آپ کی اور آپ کے مخاطب کی زبان مختلف ہو اور آپ کا پیغام رسائی دونوں زبانوں سے واقفیت رکھتا ہو، اس صورت میں آپ اپنا مقصد اس سے اپنی زبان میں کہیں گے اور وہ اسے مرسل الیہ کی زبان میں ادا کرے گا۔ اگر اس موقع پر وہ آپ ہی کے الفاظ نقل کر دے تو پیغام کا مقصد فوت ہو کر رہ جائے گا، اسی طرح اگر آپ کا پیغام رسائی نہیں ہے اور مختصر الفاظ میں مطلب سمجھ جاتا ہے لیکن جسے پیام دیا جا رہا ہے وہ نہایت ہی غبی اور کم فہم ہے تو اس صورت میں آپ کے لئے اپنے پیغام رسائی سے مختصر لفظوں میں اپنا مطلب کہہ دینا کافی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرسل الیہ کو اس قدر واضح الفاظ میں اپنا مطلب سمجھائے کہ وہ اس کے اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

لیکن ”نامہ“ کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے یہاں ان ہی الفاظ کو کتب الیہ تک پہنچانا ضروری ہے اگر قاصد نے بیچ میں خطا کو چاک کر ڈالا اور اسی مضمون کا دوسرا خط تحریر کر دیا۔ (باقی صفحہ آئندہ)

علاوہ ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظہ اور یادداشت پر پورا اعتماد اور وثوق تھا کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحہ حافظہ پر ثبت ہو جاتا تھا، اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ صرف زبانی روایت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنائی گئی کہ آپ کے بارے میں عدا کسی قسم کی غلط بیانی یا دروغ زنی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت بھی منقول ہے کہ

لا تکتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن
فليحبه، وحدثوا عني ولا حرج، ومن كذب
عني متعمدا فليتبوا مقعده من النار۔
(باب التثبت في الحديث وحكم كتابته العلم)

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولا، اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اگرچہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلول ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کر دیا ہے لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ مانعت وقتی اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کر دی گئی تھی، جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ "جوامع الکلم" بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاز لفظی و معنوی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ امی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو غلط ملط نہ کر دیں۔ اس بنا پر غایت احتیاط کے مد نظر آپ نے قرآن مجید کے سوا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یا اس کا مطلب ہی بلا کم و کاست زبانی جا کر بیان کر دیا تو وہ کسی طرح اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوا بلکہ الانحیانت مجرمانہ کا مرتکب اور بددیانتی کا لازم ٹھہرا۔

"حدیث قولی" بھی حق تعالیٰ کی وحی یا الہام یا ارادت ہے مگر اس کی نوعیت پہلی قسم کی ہے جس میں الفاظ کی بعینہ ادائیگی ضروری نہیں، اور قرآن پاک کی نوعیت دوسری قسم کی ہے یہاں، اصل الفاظ میں جو روح القدس کے نزوح حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوئے اور آپ کے ذریعے امت تک پہنچے، ان میں نہ روایت بالمعنی کی اجازت ہے نہ کسی قسم کے تغیر و تبدل کا اختیار، ہاں ترجمہ اور تفسیر کی اجازت ہے لیکن اس کو کلام الہی نہیں کہا جائے گا۔

(حاشیہ صفحہ ۱۳۲) لے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:-

ومنهم من اعل حدیث ابی سعید و
قال الصواب وقفه علی ابی سعید قاله
البخاری وغیره۔
(باب کتابت العلم)

اور بعض محدثین نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو معلول بتایا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، چنانچہ امام بخاری وغیرہ نے یہی بیان کیا ہے۔

ہر چیز کے لکھنے کی ممانعت کر دی اور عام حکم دیدیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ لیا گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے۔

احادیث فعلیہ میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی، عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں اس لئے آپ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ہدایت کر دی کہ صلوٰۃ کما راہتمونی (اصلی)۔ (صحیحین) جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔

اور حجۃ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا:

خذوا عني مناسككم فاني لا ادرى لعلي لا اخرج بعد حجتي هذه (صحیح مسلم) مجھ سے تم اپنی حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کر سکوں۔

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو مٹواتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے اس طرز عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجانے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا، ایسی حدیثیں تقریری کہلاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلمبند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اونٹوں پر لادنے والی ضخیم کتاب بنتی جس کی تکلیف اس وقت کے امیوں کے لئے تکلیف مالا یطاق سے کم نہ تھی خصوصاً جبکہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جاننے والوں کی تعداد اتنی تنگنور تھی کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں، اونٹ اور بکری کے شانوں کی ہڈیوں، جانوروں کے چمڑوں اور کھالوں، پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چکے اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظتِ دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مروج طریقہ تھا۔ قرآن مجید جو دین کی تمام بنیادی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل اور جملہ عقائد و احکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا مزید احتیاط کے لئے معتبر کتابوں سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوا لیا۔ حدیث شریفہ جو شرع اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تفصیلات پر حاوی ہے اس کا قوی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطیبوں کے خطبے، شاعروں کے قصیدے اور حکماء کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا جاسکتا تھا۔

لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے

توق آشنا ہو گئے اور اس بات کا اندیشہ بالکل جاتا رہا کہ "کلام الہی" کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائیں گے اور عز و بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا۔ تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دیدی گئی چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

کان رجل من الانصار يجلس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسمع من النبي صلى الله عليه وسلم الحديث فيحبه ولا يحفظه فشكا ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني لا اسمع منك الحديث فيحجبني ولا احفظه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استعن بيمينك واوماً بيده للخط۔ ۱۷

ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھتے آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے مگر یاد نہ رکھ پاتے آخر انھوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی لگتی ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو اپنے دست مبارک سے ان کو لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

الكتب ولا حرج۔ ۱۸

لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں۔

اور سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كنت اكتب كل شيء اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتني قریش وقالوا تكتب كل شيء سمعته ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشرني تكلم في الغضب الى رضا فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما يصعبه الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج مني الا الحق۔ ۱۹

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا۔ پھر قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غصہ میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرماتے لگے کہ تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

بلکہ حکیم ترمذی اور سمویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے مجسم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

۱۷ جامع ترمذی، باب ما جاز فی الرخصة فی کتاب العلم۔ ۱۸ منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۵۸ بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، سمویہ، تقييد العلم للخطيب، یہ کتاب مصر میں امام احمد بن حنبل کی مسند کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔ ۱۹ سنن ابی داؤد، باب کتاب العلم، مسند دارمی، باب من رخص فی کتاب العلم۔

اَوْ ثَابًا لِّلْعُقُوْدِ پھر یہاں سے لیکر اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ تک مسلسل آیات درج تھیں، اس کے بعد لکھا تھا ہذا کتاب الجراح، فی النفس مائة من الاہل الخ (سنن نسائی)۔

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب چمڑے پر تحریر تھی اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے ابو بکر بن حزم کے پاس موجود تھی وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ (سنن نسائی)۔

حافظ ابن کثیر اس کتاب کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

فهذا الكتاب متداول بين ائمة الاسلام
قدما و حديثا يعتمدون عليه و يفرون
في مصنفات هذا الباب اليه، كما قال يعقوب
بن سفيان لا اعلم في جميع الكتب كتابا
اصح من كتاب عمرو بن حزم، كان اصحاب
رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم يرجون
اليه و يدعون اراءهم۔
یہ کتاب عہد قدیم و عہد جدید دونوں میں ائمہ اسلام کے
ماہرین متداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب
کے ہمہ سائل میں رجوع کرتے رہے ہیں چنانچہ یعقوب بن
سفيان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی
کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس کی طرف رجوع
کرتے اور اپنی راہوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر، حید بن السیب سے یہ صحت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
نے انھیں کی دیت کے بارے میں اسی کتاب کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت
کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم
کے پاس ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی اور
دوسری آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ
میں اپنے عمال کے نام لکھی تھی۔ ان دونوں نوشتوں کا مضمون واحد تھا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے
اپنے تمام عمال اور ولایہ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں میں تحریر ہے اسی کے مطابق
عمل درآمد کیا جائے۔ ۱۷۰

اور حافظ جمال الدین زلیعی، نصب الراية میں بعض حفاظ حدیث سے ناقل ہیں کہ

نسخة كتاب عمرو بن حزم تلقاها الاثمة
الاربعة بالقبول وهي متوارثة كنسخة عمرو
بن شبيب عن ابيه عن جده۔ ۱۷۱
عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب کے نسخہ کو چاروں ائمہ نے
قبول کیلئے اور یہ نسخہ بھی نسخہ عمرو بن شبيب عن ابيه عن جده
کے طرح سے متوارث ہے۔

۱۷۲ تنقيح الانظار في علوم الآثار، از محمد بن ابراهيم المعروف بابن الوزير اليماني، ج ۲ ص ۳۵۱ طبع السعادة مصر
۱۳۶۶۔ یہ کتاب توضیح الافکار کے ساتھ طبع ہوئی ہے جو اس کی حامل المتن شرح ہے۔ ۱۷۳ سنن دارقطنی باب
زکوٰۃ الاہل والنعم۔ ۱۷۴ نصب الراية لتفريخ احاديث الهداية ج ۳ ص ۳۴۲ طبع مصر ۱۳۵۴۔

حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جستہ جستہ حدیثیں منقول ہیں، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ”اس کو مسند بھی روایت کیا گیا ہے اور مسلاً بھی چنانچہ جن حفاظ و ائمہ حدیث نے اس کو مسند روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مسند میں، امام ابو داؤد نے کتاب المراسیل میں۔ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، ابو یعلیٰ موصلی، ابو یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مسندوں میں، نیز حسن بن سفیان قسوی، عثمان بن سعید دارمی، عبد اللہ بن عبد العزیز یقوی، ابو زرعہ دمشقی، احمد بن محمد بن عبد الجبار الصوفی البکیر، حامد بن محمد بن شعیب بلخی اور حافظ طبرانی نے اور ابو حاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بہتی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موصول الاصل احسن۔

یہی مسند روایت سورہ توہمت سے طریقوں سے منقول ہے۔ ۱۵

موطاً امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مروی ہیں اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے تریسٹھ حدیثیں نقل کی ہیں، اسی طرح سنن دارقطنی اور سنن بیہقی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں۔

(۳) سنن دارقطنی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافرو مہمان کے دیگر کمینیوں کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زکوٰۃ کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔ ۱۶

(۴) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر کا ذکر امام شعبی نے بھی کیا ہے چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی متعدد حدیثیں امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں۔ ۱۷

(۵) ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ نہ کیا تھا کہ رحلت فرما گئے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل درآمد کیا یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ ابو داؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

والعمل علیٰ ہذا الحدیث عند علمتہ اهل العلم

علامہ علماء کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی

۱۵ تیق الاظہار ج ۲ ص ۱۵۰ و ۱۵۱۔ ۱۶ سنن دارقطنی، باب فی قدر الصدقۃ فیما اخرجت اللہ فی۔

۱۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۱ و ۱۵۲ طبع لبنان۔ ۱۸ سنن ابی داؤد، باب فی زکوٰۃ السائئ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل والغنم۔

اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبد اللہ اور سالم سے لیکر نقل کر لیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں میں نے اس نسخہ کو زبانی یاد کر لیا تھا۔

(۶) سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہنیہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال اور ٹھنوں کو کام میں نہ لایا جائے۔ امام ترمذی کی روایت میں زبانیہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔

(۷) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں امام ابو جعفر محمد بن علی (باقر) سے بسند نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں، چنانچہ جامع بیان العلم میں ان میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں۔ یہ تو معدودے چند تحریریں اور بعض نوشتوں کا ذکر تھا لیکن ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات، سلاطین وقت اور مشہور فرمانرواؤں کے نام اسلام کے دعوت نامے، عمال اور ولایت کے نام احکام، معاہدات، صلح نامے، امان نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قلمبند کروائیں۔ محدثین نے آپ کے نامے اور معاہدات و وثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی حنفی متوفی ۸۵۳ھ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

عہد رسالت میں سابق میں سنن ابی داؤد اور سنن دارمی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص صحابہ کے بعض نوشتے رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزرتی ہے کہ

”کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادہ سے قلمبند کر لیا کرتا تھا۔“

اسی حدیث میں یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے

۱۔ ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۔ سنن دارمی، باب زکوٰۃ الابل، سنن دارقطنی، باب زکوٰۃ الابل وغیرہ
 ۲۔ سنن ابی داؤد۔ ۳۔ امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الفرع والخیروں (زیر عنوان ”ما یدفع بہ جلود المیتۃ“) نقل کیا ہے اور بقیہ حضرات نے کتاب اللباس میں۔ ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، باب من روی ان لا یتنفع بالباب المیتۃ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی جلود المیتۃ اذا دغبت۔ سنن ابن ماجہ باب من کان لا یتنفع من المیتۃ بالباب ولا عصب۔ ۴۔ جامع بیان العلم، باب الرخصة فی کتاب العلم۔

حکم سے تھا۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں مگر ہاں عبداللہ بن عمرو ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے مدخل میں مجاہد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عالم نہیں مگر عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں صرف یاد رکھتا تھا، لکھتا نہ تھا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ ۱۷۰

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو گئی تھی جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا یہ کتاب انھیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔
ما یرغبنی فی الحیوة الا الصادقة
مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں صادقہ
والوہط۔ اور وہط۔

پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:
فاما الصادقة فصحیفة کتبتہا من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الوہط
فارض تصدق بها عمرو بن العاص کان
یقوم علیہا۔ ۱۷۱

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں۔ شعیب اچھے حدیث کی کتابوں میں عمرو بن شعیب عن امیہ عن جدہ کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں۔ سابق میں بعض حفاظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ نسخہ متواتر ہے۔ شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اس لئے پوتہ کی تائید ترمذی واداہی کے ظل عاطفت میں ہوئی تھی، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادا سے پڑھا تھا یا نہیں بعض سخت گیر محدثین نے اسی بنا پر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی

۱۷۰ صحیح بخاری باب کتاب العلم جامع ترمذی باب ما جاء فی الرخصة فیہ ۱۷۱ فتح الباری باب کتاب العلم۔
۱۷۲ سنن دارمی باب من رخص فی کتاب العلم جامع بیان العلم باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔
۱۷۳ تہذیب التہذیب ترجمہ عمرو بن شعیب۔ جامع ترمذی باب ما جاء فی کرہیۃ البیع والشراء وانشاء الضمان
والشعر فی المسجد اور باب ما جاء فی زکوۃ مال الیتیم۔

تہذیب التہذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجمہ میں یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ

هو ثقة في نفسه وما روى عن أبيه عن
جده لا حجة فيه وليس بم متصل وهو
ضعيف من قبيل انه مرسل، وجد شعیب
كتب عبد الله بن عمرو فكان يرويها عن
جده ارسالا وهي صحاح عن عبد الله
بن عمرو غير انه لم يسمعها۔

یہ خود تو ثقہ ہیں اور جودایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور
وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں وہ حجت
نہیں غیر متصل ہے اور بسبب مرسل ہونے کے ضعیف ہے
شعیب کو عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں
چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسل روایت کرتے ہیں۔
یہ روایتیں اگرچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح
ہیں لیکن ان کو شعیب نے سنا نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت فاذا شهد له ابن معين ان احاديثه
صحاح غير انه لم يسمعها وصح سماعه
لبعضها فغاية الباقي ان يكون وجادة
صحيحة وهو احد وجوه التحمل۔

میں کہتا ہوں جبکہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے
ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنا
نہیں ہے اور بعض حدیثوں کا سماع صحت کو پہنچ چکا ہے
تو بقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ ”وجادہ صحیحہ“
سے ہوگی اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے۔

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:
ومن تكلم في حديث عمرو بن شعیب انما
ضعف لانه يحدث عن صحيفه جده
كانه رواه انه لم يسمع هذه الاحاديث
من جده۔ تھ

لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی
دارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے ناقل ہیں کہ
رأيت احمد واسحق وذكر غيرهما
يعقون بحديث عمرو بن شعیب۔

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے سو
محض اس بنا پر اس کی تضعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے
صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے گویا ان لوگوں کی یہ رائے
ہے کہ انھوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادا سے نہیں سنا تھا۔

میں نے احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور ان دونوں کے
علاوہ اور محدثین کا بھی ذکر کیا کہ ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو
بن شعیب کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔

۱۔ چنانچہ یہ روایتیں سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہیں اور حافظ ابن حجر نے
تہذیب التہذیب میں ان کو ذکر کیا ہے اور بہت سے ائمہ حدیث سے شعیب کے متعلق دادا سے سماع کی تصریح بھی نقل کی ہے
لکن ”وجادہ“ و ”جدید“ کا مصدر ہے جس کے معنی پلنے کے ہیں یہ مصدر پہلے مستعمل تھا محدثین نے اس کو استعمال کرنا شروع
کیا، ان کی اصطلاح میں کسی کتاب یا نوشتہ میں مصنف یا اصل راوی کی تحریر یا کفر خود اس سے بغیر اس کی حدیثوں کو روایت
کرنا ”وجادہ“ کہلاتا ہے۔ ۲۔ باب ماجاء فی کراہیۃ البیوع والشراء وانشاء الصلۃ والشعر فی المسجد۔

اور باب ماجاری فی زکوٰۃ مال الیتیم میں لکھتے ہیں:

واما اکثر اهل الحديث فيحتجون بحديث
عمر بن شعیب ویشدونہ۔
اور اکثر محدثین عمر بن شعیب کی حدیث کو حجت سمجھتے اور
ثابت مانتے ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے حدیثیں سنی ہیں۔ شعیب کو تو یہ پورا نسخہ وراثت میں ملا ہی تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے ان کے دوسرے تلامذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں وہ بھی اسی صحیفہ صادقہ کی ہیں۔

(۲) عمدہ رسالت کے تحریری نوشتوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیفہ بھی تھا جس کے
متعلق خود ان کا بیان ہے کہ

ماکتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الا القرآن وما فی هذه الصحیفۃ ۛ

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک پتیلہ میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مع نیام کے رکھی رہتی تھی ۛ
یہی صحیفہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ سے مذکور ہے کہ

ارسلنی ابی، اخذ هذا الكتاب فاذهب
برالی عثمان فان فیہ امر النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فی الصدقة۔ ۛ

اس صحیفہ میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ
کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی، غیر کے لئے ذبح کرنے

پر وعید اور زمین کے نشانات ٹٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی
اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاری نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیفہ کی

مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے (۱) باب کتابۃ العلم (۲) باب حرم المدینہ (۳) باب نکاح الاسیر
(۴) باب ذمۃ المسلمین وجواریم واحده یسعی بہا اذناہم۔ (۵) باب اثم من عاہرثم غدرہ (۶) باب اثم

من تبرأ من موالیہ (۷) باب العاقلہ (۸) باب لا یقتل المسلم بالکافر (۹) باب ما یکرہ من التعلق والتنازع
فی العلم والغلو فی الدین۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ

دیا تو آپ کی تلوار کے ساتھ یہ صحیفہ آویزاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے
اور جو کچھ اس صحیفے میں مرقوم ہے اس کے علاوہ کوئی نوشتہ نہیں کہ جو پڑھا جائے، اس کے بعد آپ نے

اس صحیفہ کو کھولا اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاق ہوئی۔ ۛ

ۛ جامع ترمذی کے دونوں ابواب ملاحظہ ہوں۔ ۛ صحیح بخاری "باب اثم من عاہرثم غدرہ" ۛ صحیح مسلم "باب
تحريم الذبح لغير الله" ۛ صحیح بخاری "باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن شعرہ ونطہ وآئینہ حاضرک فیہ

اصحابہ وغیرہم بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۛ صحیح بخاری "کتاب الاعتصام" باب ما یکرہ من التعلق والتنازع عن العلم والغلو فی الدین

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزرا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت ان کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا جس میں مکہ معظمہ اور اس کی حرمت کا ذکر تھا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بکا کر کہا کہ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم ہمارے پاس چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو ہمیں پڑھ کر سنا دیں، مروان نے جواب دیا ہاں میں بھی آپ کا یہ حکم پہنچا ہے۔ لہ

صحابہ کرام کے بعض اور نوشتے (۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد (باب فی زکوۃ السائمت) سنن نسائی (باب زکوۃ الابل) میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کھجور پر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوۃ کے مسائل و احکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی جو ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، هذه فريضة الصدقات التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتي امر الله بها رسوله (صحیح بخاری باب زکوۃ الخنم)

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو کتاب الزکوۃ کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے، چھ جگہ کتاب الزکوۃ میں، دو جگہ کتاب اللباس میں اور ایک ایک جگہ کتاب الشریکۃ، ابواب الخنم اور کتاب الخیل میں۔ یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن انس سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں روایت کیا ہے۔ محمد اس کو اپنے عبداللہ سے اور عبداللہ اپنے چچا تمامہ بن عبداللہ بن انس اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں، اور امام ابوداؤد اس کو حدیث کے مشہور محدثین سلسلہ سے روایت کرتے ہیں جن میں حماد بن عتیر بھی موجود ہے کہ میں نے خود تمامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک بھی ثبت تھی۔

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ حسن بصری اور قتادہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے۔ حافظ زہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قتادہ کے ترجمہ میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ کان قتادہ احفظ اهل البصرة لا يسمع شيئاً الا حفظه قرأت عليه صحيفه جابر صرة فحفظها۔ قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے جو سنتے یاد ہو جاتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا بس انھیں یاد ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسمعیل بن عبد اللہ کریم صنعانی المتوفی ۳۱۸ھ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور سلیمان بن قیس یثرب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قال ابو حاتم جالس جابر وكتب عنه
صحيفة وتوفي، ورحى ابو الزبيري
ابو سفیان والشعبی عن جابر وصدق
سمعو من جابر واکثره من الصحيفة
وذلك قتادة -

ابو حاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا اور وفات پا گئے اور ابو الزبیری ابو سفیان اور شعبی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں اور ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی سنیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قتادہ نے بھی۔

اور طلحہ بن نافع ابو سفیان واسطی کے ترجمہ میں سفیان بن عیینہ اور شعبہ دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ

حدیث ابی سفیان عن جابر انما هی
صحيفة -

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت حمزہ بن جذب رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی بیشتر حدیثیں سن اربعہ میں منقول ہیں علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسوعہ تھیں لیکن یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشتہ سے روایت ہیں اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت حمزہ بن جذب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سمرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجمہ میں مذکور ہے "سوی عن ابیہ نسخة کبيرة"۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انھوں نے بھی اپنی تمام مرویات کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا تھا چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر پر لے گئے اور حدیث نبوی کی کتابیں دکھا کر کہنے لگے دیکھو یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے۔

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب العلل کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لیکر آئے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کتاب کو لیکر پڑھنا شروع کیا مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود

اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جو اندر وایت میں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنا اور میرا اقرار کر لیتا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا۔

(۶) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیرو معن بن عبدالرحمن کی زبانی نقل کیا ہے کہ

اخرج الی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود کتابا وحلف لی اند من خطابیہ
(والد محترم) عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ایک کتاب میرے
سامنے نکال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ اباجان
کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل
تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ورنہ اگر صحابہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا
جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہے جس کیلئے کافی
فرصت اور وسیع مطالعہ اور تنقیح و تلاش کی ضرورت ہے۔

عبد صحابہ میں تابعین کے نوشتے | (۱) سنن دارمی میں بشیر بن نہیک سدوسی سے جو مشہور تابعی ہیں منقول ہے کہ
کنت اکتب ما اسمع من ابی ہریرۃ فلما
اروت ان افارقه اتیتہ بکتابہ فقلأتہ
علیہ وقلت لہ هذا ما سمعت منذ
قال نعم۔
باب من رخص فی کتابہ العلم
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا لکھ لیتا
تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو
اس کتاب کو لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے
سامنے پڑھ کر سنا یا اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب ہی حدیثیں
ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں۔ فرمانے لگے ہاں۔

امام ترمذی نے بھی کتاب العلل میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے۔
(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ایک صحیفہ، ہمام بن منبہ بیانی نے بھی مرتب
کیا تھا اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکور ہیں، یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند
میں یکجا روایت کیا ہے۔ معین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس
صحیفہ کے متعلق ابن خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "صحیفۃ ہمام عن ابی ہریرۃ مشہورۃ" یہ صحیفہ
آج بھی برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۳) سنن دارمی (باب من رخص فی کتابہ العلم) میں سعید بن جبیر سے جو مشہور تابعی ہیں روایت ہے کہ
کنت اکتب عند ابن عباس فی صحیفۃ
میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا صحیفہ
میں لکھتا رہتا تھا۔

جامع بیان العلم باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔ یہ روایت سنن دارمی میں بھی باب من ہاب الفیاء وکرہ التبتع
والبدع میں مذکور ہے۔ تہذیب التہذیب ترجمہ ہمام بن منبہ۔ ۳۵۰ منہاج ص ۲ ص ۳۱۲ لغایت ۳۱۸
طبع مینہ مصر ۱۳۱۳ھ۔ تہذیب التہذیب ترجمہ اسماعیل بن عبدالکریم صفائی۔

دارمی ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہمرکاب ہوتا وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کر سکوں، سنن دارمی ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔
(۴) سنن دارمی میں مسلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تختیوں پر لکھتے رہتے تھے۔ (باب مذکور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل نہ تھے۔ مروان نے اپنی امارت مدینہ کے زمانے میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردہ کے پیچھے کاتب بٹھایا اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا، یہاں مختلف لوگ آپ سے مسائل و احکام دریافت کرتے اور آپ جو کچھ فرماتے کاتب لکھتا جاتا۔ ۱۰

حفظ حدیث | یہ محدودے چند وہ واقعات ہیں جن میں خود صحابہ یا صحابہ کے سامنے حدیث کے صحیفے اور نوشتے لکھے جانے کا ذکر ہے، دور تابعین میں اگرچہ احادیث کے قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا تھا، تاہم اب تک عام طور پر لوگ لکھنے کے عادی نہ تھے اور جو کچھ لکھتے تھے اس سے مقصود صرف اس کو ازبر کرنا ہوتا تھا، اس زمانے میں حدیثوں کو سن کر انھیں زبانی یاد کرنے کا اسی طرح رواج تھا جس طرح مسلمان قرآن پاک کو یاد کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں:

لم یکن القوم یکتبون انما كانوا یحفظون
فمن کتب منهم شیئاً فاما یتکتبه لیحفظہ
فاذا حفظہ عاہ۔ ۱۱
ایکے لوگ لکھتے نہ تھے بس حفظ کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے کچھ لکھ بھی لیتا تو حفظ کرنے ہی کے لئے لکھتا اور جب حفظ کر لیتا تو اسے مٹا ڈالتا۔

تقریباً پہلی صدی ہجری تک عرب علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظہ فطرۃ نہایت قوی تھا وہ جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو لکھنا تو درکنار اس کا دوبارہ پوچھنا بھی نظراً استعجاب سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سنن دارمی میں ابن شہرہ کی زبانی منقول ہے کہ شعبی کہا کرتے تھے، اے ریشاک (شعبی کے شاگرد کا نام) میں تم سے دوبارہ حدیث بیان کر رہا ہوں حالانکہ میں نے کبھی کسی سے حدیث کے دوبارہ اعادے کی درخواست نہیں کی اسی کتاب میں شعبی کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ

ما کتبت سواداً فی بیاض ولا استعداد
حدیثاً من انسان۔
میں نے نہ کبھی سپیدی پر سیاہی سے لکھا اور نہ کبھی کسی انسان سے ایک مرتبہ حدیث سن کر دوبارہ اس سے اعادہ کروایا۔

سنن دارمی ہی میں امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ امام زہری نے ایک بار ایک حدیث بیان کی ۱۲ سنن دارمی، باب من لم یرکب الحدیث۔ ۱۳ جامع بیان العلم، باب ذکر کرامۃ کتابۃ العلم و تحلیہ فی الصحف۔

پھر کسی راستہ میں میری اندھیری کی ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی لگام تھام کر عرض کیا کہ اے ابوکر
 (یہ امام زہری کی کنیت ہے) جو حدیث آپ نے ہم سے بیان کی تھی اسے ذرا مجھے دوبارہ بتادیجئے جواب
 دیا تم حدیث کو دوبارہ پوچھتے ہو میں نے کہا کیا آپ دوبارہ نہیں پوچھتے تھے۔ کہنے لگے، نہیں۔ میں نے کہا
 لکھتے بھی نہ تھے کہنے لگے، نہیں۔ لے

حافظ ابن عبد البر، جامع بیان العلم میں ان تمام علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہ جو کتابت علم
 کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے فرماتے ہیں۔

من ذکرنا قوله في هذا الباب فاعلموا
 في ذلك مذهب العرب لا فخر كانوا
 مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذلك
 والذين كرهوا الكتاب كان حباس والشعبي
 وابن شهاب والفتحى وقادة ومن ذهب
 مذهبهم وجبل جبلتهم كانوا قد طبعوا
 على الحفظ فكان احدهم يجترى بالسمعة
 الا ترى ما جاء عن ابن شهاب انه كان
 يقول اني لا مرقى باليقين فاسد اذ انى
 غافلة ان يدخل فيها شئ من الخنا فوالله
 ما دخل اذنى شئ قط فنسبت وجاء عن
 الشعبي نحوه وهو لاء كلهم عرب وقال
 النبى صلى الله عليه وسلم نحن امّة امية
 لا نكتب ولا نحسب، وهذا مشهور ان
 العرب قد خصت بالحفظ فكان
 احدهم يحفظ اشعار بعض في سمعة
 واحدة، وقد جاء ان ابن عباس
 رضى الله عنه حفظ قصيدة عمر
 بن ابي ربيعة

امن ال نعم انت غاد فبكر
 في سمعة واحدة على ما ذكرناه وليس

جن کا قول بھی ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ اس بارے
 میں عرب کی ہی روش پر گیارہ کیونکہ وہ فطری طور پر قوت
 حافظہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں متاثر تھے، اور جن
 حضرات نے بھی کتابت کو ناپسند فرمایا ہے جیسے حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہما، امام شعبی، امام ابن شہاب زہری، امام
 ابراہیم نخعی اور قتادہ اور وہ حضرات کہ جو ان ہی کے طریقے
 پر چلے اور ان ہی کی فطرت پر پیدا ہوئے یہ سب کے سب
 وہ ہیں جو طبعی طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے چنانچہ ان میں
 کا ایک ایک شخص صرف ایک بار کے سن لینے پر اکتفا
 کیا کرتا تھا۔ دیکھتے نہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ وہ
 فرمایا کرتے تھے میں جب شیخ سے گزرنا ہوں تو اپنے کان
 اس ڈر سے بند کر لیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات اس میں
 نہ پڑ جائے کیونکہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات
 میرے کان میں پڑی اور میں اس کو بھول گیا ہوں۔ اور شعبی
 سے بھی اسی قسم کا بیان منقول ہے، یہ سب لوگ عرب
 تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم امی
 لوگ ہیں نہ لکھا جائیں نہ حساب کرنا اور یہ چیز تو مشہور
 ہے کہ عرب کو زبان یاد رکھنے میں خصوصیت حاصل ہے
 چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص بعض لوگوں کے اشعار کو
 ایک دفعہ کے سننے میں حفظ کر لیا کرتا تھا۔ حضرت
 ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ انھوں نے

احد اليوم على هذا ولولا الكتاب
لضاع كثير من العلم وقد رخص
رسول الله صلى الله عليه وسلم في
كتاب العلم ورخص فيه جماعة من
العلماء وحمدوا ذلك۔

۴

عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدہ مع امن ال نعم امت غدا
فسبکریہ کو صرف ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا چنانچہ
علمائے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور آج کوئی ایک شخص بھی
اس طرح کی قوت حافظہ نہیں رکھتا بلکہ اگر تحریر نہ ہو تو
علم کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بھی کتابتِ علم کی اجازت مرحمت فرما چکے ہیں اور علماء
کی ایک جماعت نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور اس کو
فعل محمود قرار دیا ہے۔

اور یہ ان علماء ہی کی برکت ہے کہ جس کی بدولت ہم کو ایک ہزار سال تک ہر دور میں حدیث شریف
کے حافظ بکثرت نظر آتے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظ تو الحمد للہ آج بھی اسلامی دنیا کے چپہ چپہ پر
پھیلے ہوئے ہیں۔ پچھلی چند صدیوں میں اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ بہت ہی کم ہو گیا تاہم مطابح کے وجود
میں آنے سے پہلے پہلے علماء اسلام کا یہ عام دستور تھا کہ وہ ہر فن میں ایک مختصر فن طالب علم کو
حفظ یاد کر دیا کرتے تھے۔ موجودہ صدی کو چھوڑ کر کسی صدی کے علماء کا تذکرہ اٹھائیے اور ان کے
حالات پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ مختلف علوم و فنون کی کتنی کتابیں زبانی یاد کیا کرتے تھے۔
حفاظ حدیث علماء محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں صرف ان
کے تذکرے لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے وقت میں حفاظ حدیث کہلاتے تھے ہمیں اب تک اس
موضوع پر جن کتابوں کا پتہ چل سکا وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسماء الحفاظ۔ از حافظ ابو الولید یوسف بن عبد العزیز الاندلسی محدث مرستیہ المشہور
باب الذلغ المتوفی ۷۵۵ھ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ولہ جزء
لطیف فی اسماء الحفاظ۔ اس کتاب میں حفاظ کا سلسلہ امام زہری سے شروع ہو کر حافظ ابو طاهر
سلفی پر ختم ہوتا ہے۔

(۲) اخبار الحفاظ۔ از علامہ ابن الجوزی المتوفی ۷۹۷ھ اس کتاب کا غلی نسخہ کتب خانہ
ظاہریہ دمشق میں موجود ہے اس کتاب میں سو کے قریب ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو حفظ کے اعتبار
سے اپنے وقت میں یکساں شمار کئے جاتے تھے لیکن یہ صرف حفاظ حدیث ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ بعض
دوسرے علوم و فنون کے حفاظ بھی اس میں آگئے ہیں۔

(۳) کتاب اربعین الطبقات از حافظ شرف الدین ابوالحسن علی بن الفضل المتوفی
۸۵۰ھ صاحب کشف الظنون نے "طبقات الحفاظ" کے سلسلہ میں ابن الفضل کی جس تصنیف کا ذکر

۱۔ دوسرا مصرع ہے۔ ع غدا غدا ام راخ فمھی۔ یہ پورا قصیدہ بحر طویل میں ہے اور شراشعار
کے قریب قریب ہے۔ ۲۔ جامع بیان العلم، باب کراہۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی النصف۔

کہا ہے وہ یہی ہے، یہ حفاظ حدیث کے حالات میں نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے جو چالیس طبقات پر مرتب ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جا بجا اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔

(۴) **طبقات الحفاظ**، از شیخ الاسلام تقی الدین بن رقیق العید المتوفی ۷۱۰ھ۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونجخ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے اور اس میں صرف ان ہی لوگوں کو لیا ہے کہ جب اسانید میں ان کا نام آتا ہے تو حافظ کے لقب کے ساتھ آتا ہے۔

(۵) **تذکرۃ الحفاظ**، از حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ۔ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے مکرر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر اپنے دور تک کے حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

”یہ حاملانِ علم نبوی کی عدالت بیان کرنے والوں کا تذکرہ ہے جن کے اجتہاد پر توثیق و تضعیف اور تصحیح و تزییف میں رجوع کیا جاتا ہے“

حافظ موصوف نے تمام کتاب میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور کسی ایسے شخص کا ترجمہ نہیں لکھا کہ جو حدیث کا حافظ نہ شمار کیا جاتا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن قتیبہ کے متعلق جو لغت و عربیت کے مشہور امام ہیں اور علم حدیث میں بھی ان کی بعض تصانیف موجود ہیں یہ لکھتے ہیں:

ابن قتیبہ من اوجیة العلم لکنہ، قليل العمل بالحدیث فلم اذکرہ۔
ابن قتیبہ علم کا مخزن ہیں لیکن حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہے اس لئے میں نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

اور خارجۃ بن زید بن ثابت اگرچہ فقہار سبعہ میں شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کے متعلق بھی صاف تصریح کر دی ہے کہ چونکہ وہ قلیل الحدیث تھے اس لئے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا۔
اسی طرح ان لوگوں کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا ہے کہ جو اگرچہ حدیث کے حافظ تھے مگر محدثین کے نزدیک متروک الروایہ خیال کئے جاتے تھے چنانچہ ہشام بن محمد کلبی کے متعلق کہ جو بہت بڑا اخباری اور علامہ تھا لکھتے ہیں۔

ہشام بن الکلبی الحافظ، احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث۔
ہشام بن الکلبی حافظ حدیث متروک ہے ثقتہ نہیں اسی لئے میں نے اس کو حفاظ حدیث میں داخل نہیں کیا۔

اس کلبی کا حافظہ اس بلا کا تھا کہ تین دن میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔
اور واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحافظ البصر لم اسق ترجمتہ هذا لتفاقم علی ترک حدیثہ وهو من اوجیة العلم
حدیث کے حافظ اور محدث تھے مگر ان کا ترجمہ یہاں اس لئے نہیں لایا کہ محدثین ان کی حدیث کو ترک کرنے پر متفق ہیں،

۱۔ تذکرۃ الحفاظ میں حمزہ بن محمد کلبی المتوفی ۳۵۴ھ ابن منذ المتوفی ۳۹۵ھ اور ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۲۰ھ کے تراجم ملاحظہ فرمائیے۔
۲۔ کھوٹ بیان کرنا۔

لکنہ لا یقن الحدیث، وھو اس فی المغازی
والسیر وروی عن کل ضرب۔
یعلم کا مخزن تھے لیکن حدیث میں پختگی نہیں رکھتے تھے اور
مخازی و سیر کے قویہ سیر علم میں سے ہیں مگر ہر قسم کے
لوگوں سے روایت سے لیتے ہیں۔

(۶) ذیل تذکرۃ الحفاظ: از حافظ ابوالحسن حسینی دمشقی المتوفی ۷۹۵ھ۔ یہ حافظ ذہبی کی
مذکورہ کتاب کا ذیل ہے اور اس میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جن کا ذکر ذہبی سے رہ گیا ہے، یہ کتاب
دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۷) نظم تذکرۃ الحفاظ: از حافظ اسمعیل بن محمد المعروف بابن بروس المتوفی ۷۸۶ھ۔
اس کتاب کا ذکر حافظ ابن قہد نے علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر جو ذیل لکھا ہے اس میں کیا ہے، ابن بروس
نے اس کتاب میں حافظ ذہبی کی مذکورہ کتاب کو نظم کر دیا ہے۔

(۸) بدیعۃ البیان فی وفیات الأعیان: از حافظ شام ابن ناصر الدین المتوفی ۷۸۲ھ۔
یہ کتاب نظم میں ہے جس میں تمام حفاظ حدیث کو نام بنام لکھا گیا ہے۔

(۹) التبیان لبدیعۃ البیان: از حافظ ابن ناصر الدین مذکور اس میں مصنف نے اپنے
منظومہ بدیعۃ البیان کی شرح لکھی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں
ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر جو شخصوں کا اضافہ ہے۔

(۱۰) ذیل التبیان: از حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ کتاب مذکور پر ذیل ہے اور اس
میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جو تبیان میں مذکور نہیں، سخاوی لکھتے ہیں کہ
”ہمارے شیخ (ابن حجر) نے تبیان پہلیک ذیل لکھا ہے جو ایک کراسہ میں ہے اور
اس میں اٹھائیس اشخاص کا ذکر ہے“

(۱۱) طبقات الحفاظ: از حافظ ابن حجر مذکور اس میں صرف ان حفاظ حدیث کو لیا ہے کہ
جن کا ذکر حافظ جمال الدین عزری کی تہذیب الکمال میں نہیں ہے۔ اچھی خاصی ضخیم کتاب ہے جو حسب تصریح
صاحب کشف الظنون دو جلدوں میں ہے۔

(۱۲) لحظ الا الحفاظ بذیل طبقات الحفاظ: از حافظ تقی الدین بن قہد المتوفی ۸۵۵ھ۔
یہ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر ذیل ہے اور دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو گیا ہے۔

(۱۳) تذکرۃ الحفاظ: از حافظ نجم الدین عمر بن قہد المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ حافظ تقی الدین بن قہد
مذکورہ کے صاحبزادے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے تذکرۃ الحفاظ اور لحظ الا الحفاظ دونوں کے اشخاص کو
بجائے طبقات کے حروف تہجی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنادی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتونج
میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

(۱۴) زیادات: از حافظ شمس الدین سخاوی المتوفی ۸۵۵ھ۔ یہ غالباً چھوٹا سا رسالہ ہے جس
میں ان حفاظ حدیث کو جمع کیا ہے کہ جن کا ذکر ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، ابن ناصر الدین کی بدیعۃ البیان

اور ابن حجر کے ذیل علی التبیان میں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ سخاوی نے الاعلان بالتفخ میں اس رسالہ کا نام نہیں لکھا صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا ہے کہ ولی زیادات۔

(۱۵) تذکرۃ الحفاظ و تبصرۃ الایقاظ: از علامہ یوسف بن حسن بن عبدالہادی حبیبی المتوفی ۹۹۹ھ۔ اس کتاب میں مصنف نے حفاظ حدیث کے نام بیان کر کے ہر ایک کے ساتھ اس کے حافظ حدیث ہونے کی تصریح بھی نقل کی ہے جو بیشتر ذہبی کی تاریخ کبیر اور کاشف سے منقول ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ساٹھ ورق میں ہے اور اس پر خود مصنف کے قلم سے تعلیقات اور اضافے بھی ہیں مصنف نے اس کو ۸۸۹ھ میں اپنے گھر پر جو صاکیہ دمشق میں واقع تھا تحریر کیا ہے، دیباچہ میں لکھتے ہیں:

”اس کے اندر اس امت میں جو حفاظ حدیث گزرے ہیں ان کے اسماء کا ذکر کروں گا۔۔۔۔۔“

۔۔۔۔۔ اور اس کتاب کو میں نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے۔۔۔۔۔ لوگوں نے اس

فن میں تصانیف کی ہیں، ابن الجوزی نے بھی کتاب الحفاظ لکھی ہے میں نے اس کو دیکھا تو اکثر

حفاظ کا ذکر ان سے رہ گیا ہے کیونکہ انھوں نے صرف سو کے قریب حفاظ کا تذکرہ لکھا ہے اور

پھر محدثین کی اصطلاح میں جس کو حافظ کہتے ہیں اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ اذکیا اور

نحو لغت کے ماہرین کی بھی ایک جماعت کو ذکر کر گئے ہیں۔ ذہبی نے بھی طبقات الحفاظ تصنیف

کی ہے لیکن وہ میری نظر سے نہیں گزری۔“

حلب کے تکیہ اخلاصیہ کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۱۶) طبقات الحفاظ: از حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ

کی تلخیص ہے لیکن کہیں کہیں تراجم میں مفید اضافے بھی ہیں۔ میں نے اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسہ نظامیہ

حیدرآباد دکن کے کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ عرصہ ہوا کہ یہ کتاب یورپ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۱۷) ذیل طبقات الحفاظ: از حافظ سیوطی مذکور۔ یہ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا

نسخہ ہے جس میں حافظ ذہبی کے معاصرین سے لیکر اپنے زمانے تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کیا ہے۔ یہ

کتاب دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ لہ

حافظ سیوطی کے بعد بھی اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ ختم نہیں ہوا لیکن ان کے حالات پر پھر کوئی

مستقل کتاب ہمارے علم میں نہیں اس لئے اگر حفاظ با بعد کے حالات معلوم کرنا ہوں تو پچھلی صدیوں کے

علماء کے تراجم پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کتب تاریخ و تراجم میں جب کسی شخص کے ساتھ حافظ کا لقب مذکور ہوتا ہے

تو اس سے مراد حافظ قرآن نہیں بلکہ حافظ حدیث ہی ہوتا ہے چنانچہ ہماری اس کتاب میں بھی جن علماء کے

لہ حبیبی، ابن فہد اور سیوطی تینوں کے ذیل مجموعہ تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری مرحوم کی تصحیح و تعلیق

کے ساتھ دمشق کے مطبع التوفیق میں ۱۳۳۴ھ میں ایک ضخیم جلد کے اندر شائع ہوئے ہیں۔

متعلق یہ لفظ آیا اس سے بھی مراد ہے۔ تیسری صدی ہجری میں جس کثرت سے حفاظ حدیث گزرے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ آپ امام ابن ماجہ کے شیوخ کے سلسلہ میں پڑھ چکے ہیں۔

نظر کو بلند کر کے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ نہ اہتمام کیا ہوگا۔ آج جبکہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کر کے اسے بالکل بیکار اور مضلل بنا دیا ہے اور مطابع کے عالم وجود میں آجانے کے باعث جو علم کہ لگے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتاب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ حفظ حدیث کے واقعات کو کتنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ سلف کا ایک دور تھا کہ جب کتاب کا مسلمانوں میں بالکل رواج نہ تھا اور لوگ اپنے نوشتوں کو عیب کی طرح چھپا یا کرتے تھے کہ مہادائم پر سورہ حفظ کی تہمت نہ لگ جائے۔ اس دور میں کا فذوقلم کی مدد کو عار سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ اسانہ سے سننے سے صفحہ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ”علم سینہ“ یا ”علم سینہ“ پر صحیح معنوں میں علم یاد رہتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جس شان کے ائمہ اس دور میں پیدا ہوئے بعد کو نہ ہو سکے۔ آج جتنے بھی اسلامی علوم کتابوں میں مروج ہیں ان سب کے اکابر علماء اسی عہد کی پیداوار ہیں جبکہ حفظ کا دور دورہ تھا اور طریقہ تعلیم زبانی اہل علم تھا بعد کو جیسے جیسے علوم سینوں سے سفینوں میں آتے گئے کتابوں پر اعتماد بڑھ گیا نتیجہ کہ کتابوں میں سب کچھ رہا مگر دماغوں میں کچھ نہ رہا۔

تدوین حدیث | بہر حال یہ ایک واقعہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ایک زمانے تک کتابت علم کا مسئلہ بڑا مختلف فیہ اور معرکہ آلا رہا لیکن یہاں تک کہ علم عرب سے نکل کر عجم میں نہ پہنچا تھا اہل عرب جو ہر چیز کو زبانی یاد رکھنے کے عادی تھے انہیں لکھنا بڑا گراں گزرتا تھا لیکن علمی قومیں جن میں تحریر کا نام رواج تھا اور جو کتاب خوانی کی پہلے سے عادی ہو چکی تھیں وہ عربوں کا سا خداداد حافظہ کہاں سے لائیں کہ ایک بار کے سننے سے سب یاد رہ جاتا۔

سب سے بڑی شکل یہ تھی کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) روز بروز اس نیا و خیمت ہو رہے تھے اور ابھی صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ہرم عالم ان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی دوسری طرف شیعہ خوارج اور قدریہ نئے نئے فرقے اسلام میں سر اٹھاتے جاتے تھے جو اپنے اپنے عقائد و خیالات کی ترویج میں پوری قوت سے کوشاں تھے، صحابہ کی موجودگی میں اہل بدعت کا زور نہ چلتا تھا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور فتنہ دب کر رہ جاتا۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں قناد سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مورق کہنے لگے ذہب الیوم نصف العلم (آج نصف علم اٹھ گیا) جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر تو کہنے لگے کہ

كان الرجل من اهل الاصول اذا
خالفنا في الحديث قلنا تعال الي
من سمع من النبي صلى الله
عنه وسلم
جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص کسی حدیث کے بارے
میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ لوگو
ان کے پاس چلو جنہوں نے اس کو خود آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم۔ ۱۵

علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا انتقال ۹۳ یا ۹۵ء میں ہوا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے اسلامی شہروں میں بھی دو چار کبیر السن صحابہ کے علاوہ کہ جو جلد ہی فوت ہو گئے خورشید نبوت سے براہ راست کسب نور کرنے والے تمام ستارے غروب ہو چکے تھے۔

صفر ۹۹ء میں خلیفہ صالح عادل بنی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سر پر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کے ساتھ ہی چل بے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شرعیہ نہ اٹھ جائیں اور حدیث پاک کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے لہذا آپ نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابوالغیم اصفہانی، تاریخ حبشہ ان میں روایت کرتے ہیں:

کتب عمر بن عبدالعزیز الی الکافاق
انظر واحد یث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاجمعوہ۔ ۱۶

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام آفاق میں لکھ بھیجا کہ
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے
جمع کرو۔

اسی سلسلہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر خزیمی کو جو آپ کی طرف سے وہاں کے امیر بھی تھے جو فرمان بھیجا گیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

اخبرنا مالک اخبرنا یحییٰ بن سعید ان عمر بن
عبدالعزیز کتب الی ابی بکر بن عمرو بن حزم ان انظر
ماکان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او سنت او حدیث عمر او نحو هذا
فاکتبه لی فانی خشیت دہس العلم و
ذهاب العلماء (باب کتاب العلم)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو
لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت
نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات
مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے
ٹٹنے اور علماء کے فنا ہوجانے کا خوف ہے۔

اس روایت میں حدیث عمر او نحو هذا کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ حضرت عمر بن
عبدالعزیز نے حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت عمر اور دیگر خلفاء کے آثار کی بھی جمع و تدوین کا حکم دیا تھا
سنن دارمی میں یہی روایت عبد اللہ بن دینار کی زبانی اس طرح منقول ہے۔

۱۷ تہذیب التہذیب، ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ۱۷ فتح الباری، باب کیف یقبض العلم۔
۱۸ سابق میں حافظ سخاوی کی تصریح نقل کی جا چکی ہے کہ سلف میں صحابہ و تابعین کے اقوال کے لئے بھی حدیث
کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں تمہارے نزدیک ثابت ہوں وہ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے فنا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

امام بخاری نے بھی کتاب العلم میں ترجمۃ الباب کے اندر اس فرمان کا ایک حصہ تعلیقاً روایت کیا ہے چنانچہ باب کیف یقبض العلم میں فرماتے ہیں:

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں ہیں ان کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔

اور حدیث نبوی کے سوا اور کچھ نہ قبول کیا جائے اور لوگوں کو چاہئے کہ علم کی اشاعت کریں اور درس کے لئے بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اس وقت تک برآمد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ رازدہن نہ جائے۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذہاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لا یقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو محبت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انھوں نے اس تعلیق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذہاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدثنا العلامة بن عبد الجبار حدثننا عبد العزیز بن مسلم عن عبد اللہ بن دینار بن مالک یعنی حدیث عمر بن عبد العزیز زالی قولہ ذہاب العلماء۔

عہ امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی صاحب الوصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں۔

امام بخاری نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کے لئے حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لکھ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر خزیمہ عہ عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا کہ یہ دونوں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شخص تلامذہ میں سے تھے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تو ام المؤمنین کے برادر زادہ ہیں فقہا ربیعہ کے ضمن میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے، امام بخاری نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ قتل ابویہ فرجی یتیمائی سحر عتہ عائشہ فقہہ بھاد تہذیب التہذیب ترجمہ قاسم) دہائی برصغیر آئندہ عہ عمرہ کے آغوش میں تربیت پائی اور ان کو تحفہ حاصل کیا۔

الکتب الی بما ثبت عندہ من الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومحدثہ عمر فانی خثیت درس وسئل العلم وذہاب العلماء (باب من رخص فی کتابہ العلم)۔

وکتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر بن حزم النظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ لی فانی خثیت درس وسئل العلم وذہاب العلماء۔

ولا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیفشوا ولیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یهلك حتی یكون سرًا۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذہاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لا یقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو محبت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انھوں نے اس تعلیق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذہاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدثنا العلامة بن عبد الجبار حدثننا عبد العزیز بن مسلم عن عبد اللہ بن دینار بن مالک یعنی حدیث عمر بن عبد العزیز زالی قولہ ذہاب العلماء۔

عہ امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی صاحب الوصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں۔

امام بخاری نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کے لئے حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لکھ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر خزیمہ عہ عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا کہ یہ دونوں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شخص تلامذہ میں سے تھے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تو ام المؤمنین کے برادر زادہ ہیں فقہا ربیعہ کے ضمن میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے، امام بخاری نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ قتل ابویہ فرجی یتیمائی سحر عتہ عائشہ فقہہ بھاد تہذیب التہذیب ترجمہ قاسم) دہائی برصغیر آئندہ عہ عمرہ کے آغوش میں تربیت پائی اور ان کو تحفہ حاصل کیا۔

اور ابن سعد لکھتے ہیں:

وكتب عمر بن عبد العزيز إلى ابن حزم ان
يكتب له احاديث عمرة -
عمر بن عبد العزيز نے ابن حزم کو لکھا تھا کہ وہ انھیں عمرہ کی
روایت کردہ حدیثیں لکھ کر بھیجیں۔

قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے بہت بڑے
فقیہ تھے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مدینہ میں جس قدر قضا کے بارے میں ان کو علم تھا اتنا
کسی کو نہ تھا۔ بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال ہونے آئے یہ کبھی
شب میں اپنے بستر پر دراز نہیں ہوئے ان کی وفات سے اختلاف اقوال سنلہ یا سنلہ یا سنلہ میں ہوئی۔

قاضی صاحب موصوف نے امیر المومنین کے حسب الحکم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں لیکن افسوس
ہے کہ جب قاضی صاحب کا یہ کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عمر بن عبد العزیز وفات پا چکے تھے، علامہ
ابن عبد البر التہذیب میں امام مالک کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

فتویٰ عمر وفد کتب ابن حزم کتباً
قبل ان یبعث بها الیہا۔
ابن حزم نے متعدد کتابیں لکھیں پر حضرت عمر بن عبد العزیز
قبل اس کے کہ ابن حزم یہ کتابیں ان کی خدمت میں بھیجیں
وفات پا گئے۔

تہذیب التہذیب میں امام مالک سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے ان کتابوں کے متعلق قاضی صاحب کے
صاحبزادے عبد اللہ بن ابی بکر سے پوچھا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ضاعت (وہ ضائع ہو گئیں) ۲۵
بعض اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کے علاوہ مدینہ شریف
کے اور علماء کو بھی اس سلسلہ میں لکھا تھا، چنانچہ علامہ سیوطی، تاریخ الخلفاء میں امام زہری سے ناقل ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) یہ مدینہ طیبہ میں اپنے وقت کے افضل ترین علماء میں شمار کئے جاتے تھے چنانچہ
ابن جان کے کتاب الثقات میں آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان من سادات التابعین من افضل
اہل زمانہ علماً وادباً وفقہاً۔

عمرہ بنت عبد الرحمن قاضی ابوبکر بن حزم کی والدہ کبشہ بنت عبد الرحمن کی بہن تھیں اور اس بنا پر قاضی صاحب
کی حاملہ ہوتی ہیں یہ بھی بہت بڑی فقیہہ تھیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ ثالث کے ختم پر جہاں اس عہد کے
مشاہیر علماء تابعین کے نام گنائے ہیں ان کا ذکر اسی لقب سے کیا ہے، ان کی وسعت علم کا یہ عالم تھا کہ امام زہری
فرماتے ہیں مجھ سے قاسم بن محمد فرماتے لگے میں تمہیں علم کا شوقین پاتا ہوں اس لئے تمہیں علم کا مخزن نہ بتا دوں۔
میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرماتے لگے عمرہ بنت عبد الرحمن کے آستانہ کو پکڑ لو کیونکہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے آغوش تربیت میں پائی بڑھی ہیں۔ چنانچہ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو نہ ختم ہوئے والا سمندر ہیں
فوجدتھا بحر لا یزف (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری) خود حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ
ما بقی احد اعلم بخدیث عائشہ من عمرة (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا عالم عمرہ سے بڑھ کر
کوئی باقی نہیں رہا) عمرو کی وفات سے اختلاف اقوال سنلہ یا سنلہ یا سنلہ میں ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ ۱۵۴) ۲۵ مقدمہ تنویر الخواص - ۲۵ تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر حزمی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبدالسد کو لکھا تھا کہ صدقات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو معمول رہا ہے وہ ان کو لکھ کر بھیجیں چنانچہ سالم نے جو کچھ انھوں نے پوچھا تھا وہ ان کو لکھ بھیجا۔
خود امام زہری کو بھی جن کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شہادت ہے کہ
لم یبق احد اعلم بسنة ما ضیة من الزہری۔ گذشتہ سنت کا زہری سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا۔
خاص طور پر تدوین سنن پر مامور فرمایا چنانچہ علامہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام زہری کا
بیان نقل کرتے ہیں:

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراد فتراد فبعت الی کل ارض له علیھا سلطان دفتراً۔ ۳۳
ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور پھر انھوں نے ہر اس سرزمین پر یہ کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بھیج دیا۔

امام زہری کے ان دفاتر کی ضخامت کا اندازہ لگانا ہوتا تو معہہ کا حسب ذیل بیان پڑھے۔
”پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ ہم نے زہری سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن جب ولید بن زید قتل ہوا تو سرکاری خزانے سے زہری کے علمی دفاتر سوار یوں پر بار کر کے لائے گئے۔“ ۳۴

امام زہری کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قاضی ابوبکر بن خرم سے پہلے اس فن کی تدوین کی ہے کیونکہ ان کی جمع کردہ کتابوں کی نقل حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں بھیج دی تھی لیکن قاضی ابوبکر بن خرم ابھی اپنی کتابیں مکمل کر کے بارگاہ خلافت تک بھیجنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہو گئی۔ اس لحاظ سے اس سلسلہ میں اولیت کا پہلا امام زہری کے سر ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام مالک کی تصریح نقل کرتے ہیں:
اول من دون العلم ابن شہاب سب سے پہلے جس نے علم مدون کیا وہ ابن شہاب (زہری) ہیں۔
مدینہ کے ایک اور امام عبدالعزیز مدنی بھی جو امام موصوف کے معاصر ہیں یہی فرماتے ہیں کہ
اول من دون العلم وکتبنا ابن شہاب۔ ۳۵

بلاشبہ جیسا کہ ان دونوں بزرگوں کی تصریح ہے مدینہ طیبہ میں اولیت کا شرف اس بارے میں امام زہری ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوین احادیث کے لئے صرف اہل مدینہ کو نہیں بلکہ تمام علماء آفاق کو لکھا تھا چنانچہ اس کے متعلق حافظ ابو نعیم اصفہانی کی روایت سابق میں آپ کی نظر سے گذر چکی خود دار الخلافہ دمشق میں اس وقت شام کے مشہور امام اور فقیہ کھول دمشقی موجود تھے۔
ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی تصنیفات کے سلسلہ میں کتاب السنن کا ذکر کیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کی تدوین بھی امر خلافت کی تعمیل ہی میں ہوئی ہوگی۔ کھول کی جلالت علمی کا اندازہ کرنا ہوتا خود امام زہری کا حسب ذیل بیان پڑھے۔

۳۳ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ طبع مجتبیٰ دہلی۔ ۳۴ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری۔
۳۵ جامع بیان العلم باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم۔

”علماء چار ہیں، سعید بن المسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں اور مکحول،
شام میں۔“

امام اوزاعی نے فقہ کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی چنانچہ کتب رجال میں ان کے وصف میں
”معلم الاوزاعی“ کے الفاظ خصوصیت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ۱۷
علامہ التابعین امام شعبی کے متعلق بھی علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی
ناقل میں کہ

اما جمع حدیث الی مثله فقد سبق الیه
الشعبی فاندرجی عنه اند قال هذا باب
من الطلاق جسیم وساق فیہ احادیث۔
ایک مصنف کی حدیثوں کے جمع کرنے کا کام سب سے پہلے
امام شعبی نے کیا کیونکہ ان سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان
کیا ”ہذا باب من الطلاق جسیم“ (یہ طلاق کا ایک بڑا باب ہے)
اور پھر اس کے متعلق حدیثیں روایت کیں۔ ۱۸

امام شعبی کتابت علم کے قائل نہ تھے اس لئے ظاہر ہے کہ احادیث کے جمع کرنے کا یہ کام انہوں نے
محض خلیفہ عادل کے حکم کی تعمیل ہی میں کیا ہوگا بالخصوص جبکہ امام یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے کہ حضرت
عمر بن عبد العزیز نے ان کو عہدہ قضا تفویض کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ یہ
کوفہ میں قاضی تھے۔ شعبی کے بارے میں امام زہری کی رائے ابھی آپ کی نظر سے گزری۔ مکحول کا قول ہے
ما رأیت اعلیٰ من الشعبی (شعبی سے بڑا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) ابو مجلز کہتے ہیں ما رأیت احدا
افقه من الشعبی لاسعید بن المسیب ولا طاؤس ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سیرین (شعبی سے
بڑھ کر کوئی فقیہ میں نے نہ دیکھا نہ سعید بن المسیب نہ طاؤس نہ عطاء نہ حسن بصری اور نہ ابن سیرین)۔ عاصم
احول کا بیان ہے ما رأیت احدا اعلیٰ من حدیث اہل الکوفۃ والبصرة والجلیز من الشعبی رہے
اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیثوں کا شعبی سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا) خود شعبی کا بیان ہے کہ
میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ ابن شبرمہ نے ایک مرتبہ امام شعبی کو یوں فرماتے سنا کہ میں سال
ہوئے کبھی کسی شخص سے کوئی حدیث ایسی نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ فن حدیث میں
یہ امام اعظم کے اکابر شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے
تلامذہ فن حدیث میں امام ابو حنیفہ کا نام لیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے وہو اکبر منہ ولا یستغنی
(کہ یہ امام ابو حنیفہ کے بڑے شیخ ہیں)۔

امام زہری، امام مکحول اور امام شعبی ان تینوں میں سب سے پہلے امام شعبی نے قضا کی کیونکہ ان کی
وفات بہ اختلاف اقوال ۱۹۷ سے لیکر ۱۹۸ کے اندر اندر ہوئی ہے اور امام مکحول نے بہ اختلاف اقوال
۱۹۹ سے لیکر ۲۰۰ کے اندر انتقال کیا ہے اور امام زہری نے ۲۰۱ سے ۲۰۲ یا ۲۰۳ میں قضا کی ہے۔

۱۹۷ الاکمال فی اسامہ الرجال از صاحب مشکوٰۃ ترجمہ مکحول۔ ۱۹۸ تدریب الراوی ص ۲۲ طبع مصر ۱۹۸۰۔ ۱۹۹ تنزیہ التہذیب
ترجمہ امام شعبی۔ ۲۰۰ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ شعبی۔ ۲۰۱ سب اقوال تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبی کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔

چونکہ یہ تینوں ائمہ باہم معاصر ہیں (گو امام شعبی عمر اور علم میں ان دونوں سے بڑے تھے) اس لئے یقین کے ساتھ تہذیب فیصلہ کرنا سخت مشکل ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر کس نے قلم اٹھایا یا امام صاحب تصریح امام مالک و درلودری اگر اس علم کے پہلے مدون امام ابن شہاب زہری ہیں (بشرطیکہ اس اولیت کو مدینہ کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے اعتبار سے عام رکھا جائے) تو امام شعبی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ احادیث نبوی کی تبویب سب سے پہلے انھیں نے کی ہے اس لئے تدوین حدیث کی اولیت کا سہرا اگر علماء اہل مدینہ کے سر ہے تو اس کی تبویب کی اولیت کا شرف یقیناً علماء اہل کوفہ کو حاصل ہے۔

دوسری صدی ہجری | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۵ رجب ۱۸۱ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مدت خلافت کل دو سال پانچ ماہ ہے۔ امام شعبی، امام زہری، امام مکحول دمشقی اور قاضی ابوبکر خزیمی کی تصانیف اسی عہد عمری کی یادگار ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ان تصانیف کا بیشتر حصہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے تیار ہو چکا تھا۔

بہر حال پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع و تدوین حدیث کا دروازہ کھولا اور دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیئے گئے۔

کتاب الآثار | فقیہ وقت حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد ۱۸۲ھ میں امام ابو حنیفہ جب جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درس گاہ میں مسند فقہ و علم پر جلوہ آرا ہوئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ

۱۸۱ھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالتہ الخلفاء میں خلافت الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ فقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں:

چوں کہ لازم خلافت خاصہ میں شد، احوال باید شناخت
کہ جبے کثیر از صحابہ فیض صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
قدر متیسرازیں اوصاف حاصل کردہ بودند و بعضی اشیاء
بخلاف مقیدہ فائز گشتہ مانند عبداللہ بن مسعود در
قرأت و فقہ۔

(ازالتہ الخلفاء ص ۱۸ طبع صدیقی بریلی ۱۳۸۶ھ)

اور اسی چیز کی مزید تشریح شاہ صاحب نے دوسرے مقام پر اس طرح کی ہے:

واز لازم خلافت خاصہ آنست کہ قول خلیفہ حجت
باشد صدیق نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین اور اصحیح
باشد زیرا کہ ایں معنی از لازم اجتهاد است و در خلافت
عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ

اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ کا
قول دین میں حجت ہو بآپ معنی نہیں کہ عوام مسلمین کے لئے اس
کی تقلید صحیح ہے کیونکہ یہ چیز تو لازم اجتہاد میں سے ہے اور
خلافت عامہ کے سلسلہ میں (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

باقاعدہ طور پر چلی آ رہی تھی تو آپ نے جہاں علم کلام کی بنیاد ڈالی، فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہیں علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول پر روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا جس کا نام کتاب الآثار ہے، اور آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کے ربیع ثانی کی تالیف ہے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف یا اتفاق جو حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر دیا گیا تھا۔ امام شعبی نے بیشک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالباً چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی۔ علاوہ ازیں شعبی کے الفاظ ہذا باب من الطلاق جسیم سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے باب کو ٹھیک ان معنوں میں استعمال کیا ہے کہ جس معنی میں بعد کے مصنفین لفظ کتاب کا استعمال کرتے ہیں، اس لئے احادیث کو کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جس کو امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے ائمہ کے لئے ترتیب و تنویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کر دیا۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں اس لئے اس حقیقت کو آشکارا کرنا نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری سے پہلے کوئی کتاب احادیث صحیحہ کی مدون نہیں کی گئی وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ حافظ سیوطی، تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں:-

وقال الحافظ مغلطائی اول من صنف اور حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را بر سر نیست، بلکہ مراد بجا نزلت است بین المنزلیتین۔

تفصیل اس صورت آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرمودہ اند بعض امور یا شخصے بخصوص اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم می شود متابعت امراء جیوش آنحضرت بمقتضائے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و این غصلت در خلفاء راشدین بہاں می ماند کہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبد الرحمن مسعود را در قرات وقفہ۔

اس کا بیان گذر چکا اور بایں معنی بھی نہیں کہ خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ہوئے بغیر بھی واجب الطاعت ہے کیونکہ یہ بات نبی کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں بلکہ اس جگہ ان دونوں کے مابین جو درجہ ہے وہ مراد ہے۔

اس صورت کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور کو خاص طور پر کسی ایک شخص کا نام لیکر اس کے حوالہ فرمایا ہے اس لئے اس شخص کی اتباع اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ آپ کے لشکر کے امراء کی اتباع خود آپ کے حکم کے بموجب لازم ہے اور یہ بات خلفاء راشدین کے بارے میں بالکل اسی طرح سے ہے جس طرح کہ زید بن ثابت کے قول کو فرائض (علم میراث) میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول کو قراءت اور فقہ میں دوسرے مجتہدین کے اقوال پر مقدم رکھنا چاہئے۔

الصحيح ملاك وقال المحافظ ابن حجر كتاب
ملاك صحيح عند وعنده من يقلده على
ما اقتضاء نظره من الاحتجاج بالمرسل
والمنقطع وغيرهما قلت ما فيه من
المراسيل فانها مع كونها حجة عند بلا
شرط وعنده من وافقه من الأئمة على
الاحتجاج بالمرسل فهي حجة ايضا عندنا
لان المرسل عندنا حجة اذا اعتضد وما من
مرسل في الموطأ الا وله عاضد او عواضد
كما سبب ذلك في هذا الشرح فالصواب
اطلاق ان الموطأ صحيح كله لا يستثنى
منه شيء. ۱۵

کی وہ مالک ہیں، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مالک کی
کتاب خود ان کے نزدیک اور ان کے مقلدین کے نزدیک
صحیح ہے کیونکہ ان کی نظر مرسل اور منقطع وغیرہ سے احتجاج
کی مقتضی ہے (سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں موطا میں جو
مراسیل ہیں وہ علاوہ اس امر کے کہ وہ بلا کسی شرط کے مالک
اور ان ائمہ کے نزدیک کہ جو مرسل کو ان کی طرح سنبھالتے
ہیں حجت ہیں ہمارے نزدیک بھی حجت ہیں کیونکہ ہمارے
نزدیک جب مرسل کا کوئی مؤید موجود ہو تو وہ حجت ہوتی
ہے اور موطا میں کوئی مرسل روایت ایسی موجود نہیں کہ جس کا
ایک یا ایک سے زائد مؤید موجود ہو چنانچہ میں اپنی اس
شرح میں اس کو بیان کروں گا اس لئے حق یہی ہے کہ کل
موطا کو صحیح کہا جائے اور اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ کیا جائے

امام سیوطی نے حافظ مغلطائی کے جس بیان کا حوالہ دیا ہے وہ خود ان کی زبان سے سنا زیادہ مناسب
معلوم ہوتا ہے۔ علامہ محمد امیر یانی، توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار میں رقمطراز ہیں کہ

”پہلے جس نے جمع صحیح میں تصنیف کی وہ بخاری ہیں۔“
ابن صلاح کا بیان ہے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر
شیخ مغلطائی نے اعتراض کیا ہے چنانچہ انھوں نے خود
ان کی تحریر میں پڑھا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف
کی وہ مالک ہیں ان کے بعد احمد بن حنبل اور پھر دارمی اور
کسی کو یہ اعتراض کا حق نہیں کہ غالباً ابن صلاح کی مراد جمع
سے صحیح مجہد ہے لہذا مالک کی کتاب اس سلسلہ میں پیش نہیں
کی جاسکتی کیونکہ اس میں بلاغ، موقوف، منقطع اور فقہ وغیرہ
بھی موجود ہے اس لئے کہ یہ سب چیزیں تو بخاری کی کتاب
میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اول من صنف في جمع الصحيح البخاري
هذا كلام ابن الصلاح قال المحافظ ابن حجر
انما عترض عليه الشيخ مغلطائي فيما قرأه
بخطه فان ما لكان اول من صنف الصحيح
وتلاه احمد بن حنبل وتلاه الدارمي قال
وليس لقائل ان يقول لعلماء اراء الصحيح
المجهر فلا يرد كتاب مالك لان فيه
البلاغ والموقوف والمنقطع والفقه
وقد عرفت ذلك في كتاب البخاري
انتهى. ۱۶

بلاشبہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے لیکن
کتاب الآثار موطا سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے چنانچہ
حافظ سیوطی تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں
من مناقب ابی حنیفہ الثانی انفرادہا انہ
امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ

اول من دون علم الشریعة ورتبہ ابوابا
ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا
ولم یسبق اباحنیفة احد۔

مفرد میں ایک یہ بھی ہے وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے
علم شریعت کو بدول کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی پھر
امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی
اور اس بارے میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

۱۷

امام ابو حنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے
قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام، اخبار ابی حنیفہ میں بسند متصل عبدالعزیز بن محمد داری
سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اذوقہ ہوتے تھے۔

۱۸ تبیض الصحیفہ ص ۳۶ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ

۱۹ اتمام المسالک فی بحث روایت مالک عن ابی حنیفہ وروایت ابی حنیفہ عن مالک از محدث کوثری، ص ۶۸ یہ کل چھ
صفحات کا رسالہ ہے جو احقاق الحق طبع مصر ۱۳۳۷ء کے آخر میں لکھی ہے۔ بعض علما نے امام مالک سے رواۃ کے
سلسلہ میں جہاں ان کے بعض شاخ شاخ مثلاً امام زہری، ربیعۃ الراۃ، یحییٰ بن سعید الصاری وغیرہ کا نام لیا ہے امام
ابو حنیفہ کے متعلق بھی تصریح کی ہے کہ یہ امام مالک سے حدیث روایت کرتے ہیں اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ
میں اہلبیت کی زبانی نقل کیا ہے کہ

رأیت اباحنیفة بین ہدی مالک کالصبی
بین یدی ابیہ۔
میں نے ابو حنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا
جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے ہو۔

علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اسی بنا پر یہ خیال کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو باقاعدہ
امام مالک سے فن حدیث میں تلمذ تھا اور وہ ان کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے تھے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی،
سیرۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

”اس عظمت کے ساتھ امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی، امام مالک عمر میں ان سے
تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیث سنیں۔ علامہ ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے سامنے ابو حنیفہ اس طرح مودب بیٹھتے تھے جس طرح
شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے؟ اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے
لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا نسخہ سمجھتے ہیں، امام مالک بھی ان کا نہایت
احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بن المبارک کی زبانی منقول ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا
ایک بزرگ آئے جن کی انھوں نے نہایت تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور ان کے جانے کے بعد
فرمایا جانتے ہوئے کون شخص تھا؟ ابو حنیفہ عراقی تھے جو اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو
کر سکتے ہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالک نے ان کی بھی تعظیم کی لیکن نہ اس قدر
جتنی ابو حنیفہ کی کی تھی وہ اٹھ گئے تو لوگوں سے کہا یہ سفیان ثوری تھے۔ (ص ۲، طبع مفید علم آگرہ ۱۳۸۲ھ)

اور مولانا سید سلیمان ندوی، حیات امام مالک میں امام مدوح کی مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”تمام لوگ سرنگوں خاموش مودب بیٹھتے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ بھی جب امام کی مجلس درس
میں آکر شریک ہوئے تو وہ بھی اسی طرح مودب ہو کر بیٹھے۔“ (ص ۳۲)

(باقی صفحہ آئندہ)

کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ موطا کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے اور جس طرح موطا کے مراسیل کے مؤید

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور پھر امام مالک کے تلامذہ و مستفیدین کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کا نام لکھ کر حاشیہ میں رقمطراز ہیں :-

”رواة مالک للخطيب البغدادي، ابن عساکر، مستد امام ابو حنیفہ لابن خسر و دارقطنی کتاب التذاریع،
میرالدین زرکشی فی النکت علی ابن الصلاح، مستد ابو حنیفہ لابن الصیار، اگمال الاکمال قسلی
کتب خانہ بائگی پور (فن حدیث نمبر ۳۲) شرح زرقانی (ج ۱ ص ۳) تنزیہ الممالک سیوطی،
محلی شرح موطا مولانا عبد السلام حنفی قلمی مقدمہ۔ ان تمام کتابوں میں امام ابو حنیفہ کے استفادہ کا ذکر ہے“

بلاشبہ امام اعظم کے لئے اگرچہ وہ طبقہ میں امام مالک سے بڑے ہیں یہ چیز قطعاً باعث عار نہیں کہ وہ امام مالک کے حلقہ درس میں بیٹھیں اور ان سے حدیثوں کا سماع کریں، بلکہ محدثین کا یہ قول ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اعلیٰ ہمسرا اور کترینوں طبقوں سے روایت نہ کرے (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱ طبع حلب) امام مالک تو بہر حال امام صاحب کے اقران میں سے ہیں امام صاحب نے تو اپنے تلامذہ تک سے حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ امام خراسان ابراہیم بن طہمان کے ذکر میں اس کی تصریح گزر چکی ہے لیکن ادلا تو روایت اقران کے لئے حلقہ درس میں حاضر ہونا ضرور نہیں مذاکرہ کے ضمن میں بھی روایت ہو سکتی ہے۔ ثانیاً امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے حدیث کی روایت کرنا خود محتاج ثبوت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی النکت علی مقدمہ ابن الصلاح میں لکھتے ہیں :-

بلاشبہ امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں اور دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے رواۃ مالک میں اس کو محض اس لئے بیان کیا کہ ان کو ایسی دو روایتیں ملی تھیں یہ دونوں روایتیں دو مختلف اسنادوں سے ہیں اور ان دونوں کی صحت میں کلام ہے۔ اور خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی ان دونوں کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے۔

اور ذہبی نے اشہب سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ محدث محمد راہد کوثری، اقوام المسالک میں فرماتے ہیں :-

طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں جو کچھ ذہبی اشہب سے نقل کرتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ اس کے کہ یہ بیان ہونی چاہیے کے متعلق ہونہ کہ خود ان کے والد ماجد کے متعلق کیونکہ اشہب کا سنہ وفات جس صورت میں کہ ان کو امام شافعی کا ہمس نہ تسلیم کیا جائے حسب بیان ابن یونس مشکوٰۃ ہے اور اس عمر کے کچھ کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مصر سے سفر کر کے مدینہ منورہ جائے اور امام ابو حنیفہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے۔ (باقی صفحہ آئندہ)

فساویہ الذہبی فی ترجمہ مالک۔
طبقات الحفاظ عن اشہب لا یصح الا اذا
کان فی حق حلقہ ابی حنیفہ دون ابیہ لان
میلاد اشہب (۱۵۵ھ) کا یقول ابن یونس ان
لم یکن لدہ الشافعی ومثلہ لا یکن ان یرحل
من مصر الی المدینۃ المنورۃ ویروی ابی حنیفہ
عند مالک اصلاً (ص ۷)

عہد کت ابن حجر قلمی نسخہ کتب خانہ پیر حنیفہ و حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور یہ عبارت اسی سے نقل کی ہے۔

موجود ہیں۔ اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی اور حافظ سیوطی کے نزدیک موطا صحیح قرار پاتی ہے۔ ٹھیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اترتی ہے، موطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اس سلسلہ میں جن کتابوں کے حوالہ دیئے ہیں ان میں بجز مؤخر الذکر بار کتابوں کے غالباً بقیہ کتب سے مولانا نے راست مراجعت نہیں کی ہے بلکہ ان ہی کتابوں سے ان کے بھی حوالے نقل کر دیئے ہیں ابن عساکر دارقطنی اور مسند ابن شمر کی سندیں عمران بن عبد الرحیم موجود ہے جس کے بارے میں حافظ سلیمان نے تصریح کی ہے کہ

هو الذي وضع حديث ابی حنیفة عن مالك ابو حنیفة عن مالك والی روایت اسی نے وضع کی ہے۔
(میزان الاعتدال، امام ذہبی)

دارقطنی نے یہ روایت کتاب الذبائح میں نہیں بلکہ کتاب المزیج میں کی ہے جو ان کی مشہور تصنیف ہے اور جس کا موضوع روایات اقران کا بیان ہے (تدریب الراوی ص ۲۰) اور ترمذی الممالک میں اس مقام پر اس کی بجائے کتاب الذبائح قلم طبع ہو گیا ہے اور محدث ابن خمر نے اپنی سند میں جہاں اس کو روایت کیا ہے پہلے ہی تصریح کر دی ہے کہ "حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار نے اس روایت کو اپنی کتاب بارواہ الاکابر عن مالک میں بواسطہ حماد بن ابی حنیفہ عن مالک نقل کیا ہے اور اس سند میں امام ابو حنیفہ کا ذکر نہیں ہے۔"

(ملاحظہ ہو جامع مسانید الامام الاعظم از خوارزمی ص ۲۷، ۱۱۹ طبع دارۃ المعارف سلسلہ ۱۳۶۳)
ابن عساکر کا حوالہ محل میں موجود ہے مگر صاحب محلی نے کتاب النکاح میں خود امام سیوطی کے حوالہ سے اس حدیث کے متعلق یہ نقل کر دیا ہے۔

قیل اندر سواہ عنہ ابو حنیفہ ولم یصح کہا گیا ہے کہ اس روایت کو امام مالک سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

مسند ابو حنیفہ لابن الصیاء کا حوالہ ترمذی الممالک میں مذکور ہے مگر صاحب ترمذی نے مسند مذکور سے جو حدیث نقل کی ہے وہ کتاب الآثار امام محمد کی ہے اور امام محمد اس کو براہ راست امام مالک سے روایت کرتے ہیں، صاحب مسند نے امام ابو حنیفہ کا نام اس کی اسناد میں غلطی سے درج کر دیا ہے، مسند ابو حنیفہ لابن الصیاء اصل میں جامع مسانید الامام الاعظم الخوارزمی کا اختصار ہے اور جامع مسانید میں یہ روایت کتاب الآثار ہی کے حوالہ سے درج ہے۔

محلی شرح موطا کے مصنف کا نام عبد السلام نہیں بلکہ شیخ سلام اللہ ہے انہوں نے بلاشبہ مواہب کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے لیکن ساتھ ہی حاشیہ پر یہ مہیہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ

اما نقل المواہب فستبعد عن العقل ولا یقبل الذہن لان ابا حنیفہ کان ابن عشرين سنة مجتهدا عاقلًا حين رآه مالك ولم يثبت عند احد احد غير الدارقطني وان قال ان مالكا راى عن ابی حنیفہ فبما اثر (محلی کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔)
مواہب کی نقل عقل سے بعید ہے اور ذہن اس کو قبول نہیں کرتا کیونکہ امام مالک نے جس وقت امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے اس وقت امام ابو حنیفہ کی عمر بیس سال کی تھی اور وہ مجتہد اور عالم پر چکا تھے نیز بخار قطنی کے یہ کسی کے نزدیک ثابت بھی نہیں ہاں اگر صاحب مواہب یہ کہتا کہ امام مالک نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے تو یہ ہو سکتا ہے۔

محدث ناقد علامہ محمد ابہر کوثری کا رسالہ اقوام الممالک اس بحث میں قابل دید ہے اور نہایت اہم قیمتی حلوٰات پر مشتمل ہے۔

اسناد و روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار کی مرویات کا کیا وجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے جن کران کو روایت کیا ہے صدر الانہ موفق بن احمد کی تحریر فرماتے ہیں۔

وانتخب ابو حنیفہ رحمہ اللہ الآثار من اربعین الف حدیث مناقب الامام اعظم (رحمہ اللہ) احادیث سے کیا ہے۔

اور امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ یثرب پوری المتوفی ۷۲۹ھ جو ارباب صحاح ستہ کے معاصر ہیں اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں خود امام اعظم سے بہ سند نقل کرتے ہیں کہ

عندی صنادیق من الحدیث ما اخذت منها الا اليسیر الذی ینتفع بہ۔ میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع انداز ہوں۔ (مناقب موفق ۱۸، ۱۹)

امام اعظم کی اس احتیاط کا بڑے بڑے محدثین نے اقرار کیا ہے چنانچہ حافظ ابو محمد عبد اللہ حارثی بسند متصل روکتے ہیں جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں نقل کرتے ہیں:

اخبرنا القاسم بن عبد الصمد یوسف الصفری یقول کہ جیسی احتیاط امام ابو حنیفہ سے حدیث

لے یہ چالیس ہزار متون احادیث کا ذخیرہ نہیں اس لیے کہ اس میں گزرا اس تعداد میں صحابہ کرام کے احوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی داخل ہیں کیونکہ حلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا، امام اعظم کے زمانہ میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز نہ تھی بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں ہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی کیونکہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا اب وہ محدثین کی اصطلاح میں دس اسنادیں اور دس طرق ہو گئے اگر آپ موطا اور کتاب الآثار کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کریں تو ایک ایک متن کے دس دس بیسوں طریقے اور اسنادیں مل جائیں گی۔

اب متون احادیث صحیحہ کی اصل تعداد بھی سن لیجئے، امام ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی نے کتاب التہمیر میں امام سفیان ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل ان سب اکابر ائمہ حدیث کا متفقہ بیان اس سلسلہ میں یہ نقل کیا ہے

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الصحیحة لا تکریر اربعة الاف و اربع مائت حدیث (توضیح الافکار از امیر کائنات ع ۲۲ طبع مصر) ان تمام احادیث صحیحہ غیر مکررہ کی تعداد کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند مروی ہیں چار ہزار چار سو

ان میں احکام حلال و حرام یعنی احادیث فقہیہ کی تعداد یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن مہدی نے آٹھ سو (توضیح الافکار) اور عبد الصمد بن المبارک نے نو سو اور امام ابو یوسف نے گیارہ سو بتائی ہے (رسالہ امام ابی داؤد ص ۵ و ۶ طبع مصر ۱۳۶۹ھ) ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف چھ نہ فقہ اور اجتہاد کے اعتبار سے ان تینوں سے ممتاز ہیں اس لئے اس بارے میں ان ہی کی تصریح رہبان قابل قبول ہے

لے امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے بڑھ کر علم کا جامع اور حدیث کا حافظ نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ان سے افضل شخص میری نظر سے نہیں گذرا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ وکیع)

صحت و کیعاً یقول لقد وجد الوریع عن ابی حنیفہ فی میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہ پائی گئی۔

الحديث ملئم یوجد عن غیرہ (مناقب صدرالائمہ موفق علیہ السلام)

اسی طرح علی بن الجعد جو ہری سے کہ جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری اور ابو داؤد کے استاذ ہیں روایت کی ہے:

قال القاسم بن عباد فی حدیثہ قال علی بن الجعد امام ابو حنیفہ جب حدیث بیان کرتے ہیں تو مرقی کی طرح ابو حنیفہ تا اذا جاء بالحدیث جاء به مثل الدرر آداب ہوتی ہے۔

اور حافظ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے (جن کے متعلق امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں) بسند متصل ناقل ہیں کہ

کان ابو حنیفہ ثقۃ لا یحدث الا ما یحفظ ولا امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی یحدث بما لا یحفظ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۹) بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی بیان نہیں کرتے۔

اور امام عبد الرحمن المبارک کہ جن کی جلالت شان کا تمام اہل علم کو اعتراف ہے اپنی ایک نظم میں جو انھوں نے امام اعظم کی شان میں لکھی ہے فرماتے ہیں:

روى اثنا سرة فاجاب فيها كطيران الصقور من المنيفه

انھوں نے آٹھ سو روایت کیا تو اسی بلند پروازی دکھائی کہ جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر پرواز کر رہے ہوں۔

ولم يترك بالعراق له نظير ولا بالمشرقين ولا بكوفة

سو نہ عراق میں ان کی کوئی نظیر تھی، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

اسی طرح امام اہل سمرقند ابو مقال سمرقندی امام اعظم کی مدح کرتے ہوئے کتاب الآثار کے متعلق فرماتے ہیں:

روى الآثار عن بطل ثقات غزار العلم مشيخة حصيفة

معزین ثقات سے انھوں نے الآثار کو روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور عمدہ شارح تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا برائمہ حدیث کی یہ شہادتیں بلا وجہ نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کوفہ، بصرہ اور حجاز

لے حافظ جہی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں عبدوس نیشاپوری اور موسیٰ بن داؤد دونوں کا مستفق بیان نقل کیا ہے کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ۱۵ جامع سانید الامام الاعظم از محدث خوارزمی ج ۲ ص ۸۰، طبع دائرة المعارف ص ۱۳۳۔ ۱۶ مناقب صدرالائمہ ج ۲ ص ۱۹۰۔ ۱۷ ایضاً ص ۱۹۱۔ ۱۸ علامہ کمال الدین

احمد سیاضی اشارت الامام من عبارات الامام (ص ۲۰ طبع مصر ۱۳۳۵) میں فرماتے ہیں: فہو اخذہن اصحاب عمر رضی اللہ

عن عمر عن اصحاب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابن مسعود وعن اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابن عباس من يبلغ الحد المذکور بالکوفة والبصرة والحجاز فی حجة مئین ست وتسعين وبعده۔

یعنی امام ابو حنیفہ نے اصحاب عمر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم اور اصحاب ابن مسعود سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور اصحاب ابن عباس سے حضرت ابن عباس کا، شارح کی اس تعداد سے جو ذکر کی جا چکی ہے کوفہ، بصرہ اور حجاز میں رہ کر ۹۹ میں زمانہ حج اور اس کے بعد اس کی ہے۔

کی مشہور درس گاہوں میں علم حدیث کی برسوں تحصیل کی ہے اور جس توجہ اور کوشش سے انھوں نے اس علم کو حاصل کیا ہے، ان کے معاصرین میں سے کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ حافظ ابو سعد سمعانی، کتاب الانساب میں امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:-

اشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتى حصل له عالم يحصل لغيره (طبع لیڈن ورق ۱۹۶)
وہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے ساتھ ہوئے کہ جیسے علم ان کو حاصل ہوا دوسروں کو نہ ہو اور حافظ ذہبی، امام مسعر بن کدام سے جو عہد طالب علمی میں امام اعظم کے رفیق رہ چکے ہیں ناقل ہیں:-
طلبت مع ابی حنیفۃ الحدیث فغلبنا
اخذنا فی الزهد فبرع علینا وطلبنا معہ الفقه فجاء منہ ما ترون۔

کیسا کمال ان سے ظاہر ہوا۔
یہ مسعودی ہیں جن کو شعبہ ان کے اتقان کی بنا پر مصحف کہا کرتے تھے۔ حافظ ابو محمد راہرہری نے الحدیث الفاضل میں الراوی والواعی میں لکھا ہے کہ شعبہ اور سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کی بابت اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ اذہبنا الی المیزان مسعر (ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلے جو اس فن کی میزان ہیں) غور کیجئے شعبہ اور سفیان دونوں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہلاتے ہیں اس لئے ان کی میزان علم جس شخص کے متعلق یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم سے آگے ہے وہ خود اس فن میں کس پایہ کا شخص ہوگا، غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام حافظ ابو عبد الرحمن مقرئ (جو فن حدیث میں امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور بخاری کے اساتذہ ہیں) جب امام ابو حنیفہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تھے تو ان الفاظ کے ساتھ کرتے تھے۔ اخبرنا شاہنشاه۔

اور امام مکی بن ابی اسیم فرماتے ہیں:-
کان ابو حنیفۃ زاهدا عالما راعیا فی الآخرة
صدوق اللسان احفظ اهل زمانہ۔
امام ابو حنیفہ زاہد، عالم، آخرت کی طرف راعی، بڑا استبان اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

حدیث نسیمی نے بھی مناقب ابی حنیفہ میں شیخ الاسلام حافظ یزید بن ہارون سے اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے۔ اور امام یحییٰ بن سعید القطان جو مشہور ناقد حدیث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں

لے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تصریح کی ہے کہ سمعانی تاریخ اور علم حدیث میں ابن جوزی اور ان کے شیخ ابن ناصر دونوں سے بڑھے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ناصر)۔ لے مناقب ابی حنیفہ از حافظ ذہبی ص ۲، طبع مصر۔ لے تذکرۃ الحفاظ ترجمہ مسعر۔ لے اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر چھٹو صفحہ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ لے محدث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بہ سند متصل نقل کیا ہے۔ لے مناقب الامام الاعظم از صدر الزمان بحوالہ حافظ ابو احمد عسکری۔

لے اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے: کان ابو حنیفۃ تقياً نقیلاً زاهدا عالماً صدوق اللسان احفظ اهل زمانہ۔

یوں فرماتے ہیں:

انہو اللہ لا علم ہذا الامۃ بما جاء
عن انہ ورسولہ -

واشد ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول و علی
علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے
بڑے عالم ہیں۔

۱۷

ائمہ فن کی اس قدر تصریحات فن حدیث میں امام اعظم کی عظمت کی شان اور جلال مرتبت کو سمجھنے
کے لئے کافی ہیں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت کرنے اور اس پر
عمل کرنے کے کیا شرائط ہیں۔ امام طحاوی نے پسند متصل روایت کی ہے۔

حدثنا سليمان بن شعيب حد ثنا ابی قال املاً
علینا ابو یوسف قال قال ابو حنیفہ لا ینبغی للرجل
ان یحدث من الحدیث الا بما حفظہ من یوم ممعہ
الی یوم یحدث بہ (ابو ہریرۃ، ترجمہ امام ابو حنیفہ)

امام یحییٰ بن معین کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ روایت حدیث کے باب میں امام صاحب کا غل
اسی اصول پر تھا۔ بعد کے متعدد محدثین نے حفظ کی بجائے کتابت کو کافی سمجھا اس لئے ان کے خیال
میں اگر راوی کو حدیثوں کے الفاظ و معانی کچھ بھی یاد نہ ہوں تاہم چونکہ وہ قلبیہ صورت میں اس کے
پاس موجود ہیں اس لئے ان کو روایت کر سکتا ہے چنانچہ محدث خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایۃ
میں لکھتے ہیں:

”ابو ذر یا یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے قلم سے حدیث لکھی ہوئی پائے مگر
وہ اس کو زبانی یاد نہ ہو تو کیا کر سکتے ہیں ابو حنیفہ تو یوں فرماتے ہیں کہ جس حدیث کا انسان
عارف اور حافظ نہ ہو اسے بیان نہ کرے لیکن ہم یوں کہتے ہیں کہ اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے
قلم سے لکھا ہو پائے اسے بیان کر سکتا ہے چاہے وہ اس روایت کا عارف ہو یا نہ ہو۔“

اور حافظ سیوطی، تدریب الراوی میں امام ابو حنیفہ کا مذہب نقل کر کے لکھتے ہیں:

وہذا مذہب شدید وقد استقر العمل
علی خلافہ لعل الروایۃ فی الصحیحین ممن
یوصف بالاحتفاظ لا یبلغون النصف۔ ۱۸
یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے
کیونکہ غالباً صحیحین کے ان رواۃ کی تعداد جو حفظ سے
موصوف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔

اگرچہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اختلاف عصر و زمان کا مسئلہ ہے اسی لئے امام مالک بھی اس مسئلہ میں
امام اعظم کے ہمراہ ہیں۔ اس عہد تک کتابت سے زیادہ حفظ پر زور رہا بعد کو جس قدر زمانہ گزرتا گیا حفظ کی
جگہ کتابت نے لے لی تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حافظ حدیث کی روایت کو غیر حافظ کی روایت پر

۱۹ مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ سندی، بحوالہ امام طحاوی، اس کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۲۰ الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۳۱ طبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ۔ ۲۱ تدریب الراوی ص ۱۶۰۔

ترجیح ہے کیونکہ عدم حفظ کی صورت میں احتمال ہے کہ کوئی خط میں خط ملا کر نوشتہ میں گڑبڑ نہ کر دے۔
بہر حال اس حیثیت سے کتاب الآثار اور موطا کی مرویات کو صحیحین کی مرویات پر ترجیح حاصل ہے ظاہر ہے
اور امام ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی، المیزان الکبریٰ میں رقمطراز ہیں:

وقد كان الامام ابو حنيفة يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا۔ ۵۱

جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اس کی بابت امام ابو حنیفہ عمل سے پہلے یہ شرط کرتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابی سے براہ نقل کرتی چلی آئے۔

امام شعرانی نے عمل بالحدیث کے لئے امام ابو حنیفہ کی جس شرط کا ذکر کیا ہے وہ خود امام ممدوح سے بصراحت منقول ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے امام یحییٰ بن معین کی سند سے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ
أخذ بكتاب الله فالمراد بحد فبسنة رسول الله والآثار الصحاح عنه التي ثبتت في أیدی الثقات عن الثقات فان لم يجد فبقول اصحابه أخذ بقول من شئت وما اذا اتى الامر الى ابراهيم والشعبي والحنين وعطاء فاجتهد كما اجتهدوا۔ ۵۲

میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح حدیثوں سے کہ جو ثقات کے باقوں میں ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں پھر اگر یہاں بھی نہ مل سکے تو آپ کے اصحاب میں سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری اور عطاء بن ابی یحییٰ تک آجاتا ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام ابو حنیفہ کا یہ بیان خاص طور پر قابل غور ہے اس میں آپ نے اپنے طریق استنباط کی توضیح فرمائی ہے اور احادیث کے بارے میں صراحت کی ہے کہ آپ صرف ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں کہ جو صحیح ہیں اور ثقات کے ذریعہ جن کی اشاعت ہوئی ہے۔ امام سفیان ثوری نے بھی حدیث کے متعلق امام صاحب کا یہی طرز عمل بتلایا ہے کہ

ياخذ بما هو عنده من الاحاديث التي كان يحصلها الثقات وبالأخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ۵۳

جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور ثقات جن کو روایت کرتے ہیں نیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے یہ اسی کو لیتے ہیں

غرض کتاب الآثار قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب و مدون ہوئی اور جس میں صرف ان ہی احادیث اور آثار و قوائد نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات نے انقیام امت میں براہِ علی اتی تھی امام اعظم نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال اور

۵۱ میزان شعرانی ج ۱ ص ۶۲ طبع مصر ۱۳۳۵ھ۔ ۵۲ مناقب ابی حنیفہ از ذہبی ص ۲۰۔ ۵۳ الانتقام فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۴۲ طبع مصر۔

ہدایات کو منبائے اول اور آثار و فتاویٰ صحابہ و تابعین کو منبائے ثانی قرار دیا۔

کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیث احکام یعنی سنن میں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے اس لئے وہ سیکڑوں مختلف ابواب صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہ دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں، کتاب الآثار میں نہیں ملیں گے کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے اس بنا پر محدثین کی اصطلاح میں کتاب الآثار کتب سنن میں داخل ہے چنانچہ بعض محدثین نے اسی نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الآثار کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور قلم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرضکہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن التیم، اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

والدین والعتد والعلما انتشر فی الامۃ عن
اصحاب ابن مسعود واصحاب زید بن ثابت
واصحاب عبد اللہ بن عمر واصحاب عبد اللہ
بن عباس، فعلم الناس عامۃ عن اصحاب
صوۃ الاربعة، فاما اهل المدینۃ فعلمہم
عن اصحاب زید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر
اما اهل مکۃ فعلمہم عن اصحاب عبد اللہ
بن عباس واما اهل العراق فعلمہم عن
اصحاب عبد اللہ بن مسعود۔

دین اور فقہ و علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبد اللہ بن
مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبد اللہ بن عمر
اور اصحاب عبد اللہ بن عباس سے ہوئی ہے، اور لوگوں کا
عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے چنانچہ
مدینہ والوں کا علم زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر کے
اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبد اللہ بن عباس کے
اصحاب سے اور عراق والوں کا علم عبد اللہ بن مسعود کے
اصحاب سے لیا ہوا ہے

امام مالک نے موطا کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں
کے برائے نام روایتیں ہیں، لیکن کتاب الآثار کے رواۃ میں کوئی یاعراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق
اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء کے اس میں روایتیں موجود ہیں ہم نے کتاب الآثار بروایت امام
محمد سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک
پانچ ہوئے پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے
نہ تھے

صحابہ میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ و فتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اور ایک سو تیس ہے
ان میں مروا در عورتیں دونوں شامل ہیں، فتوے کے بارے میں بعض صحابہ مکثر تھے بعض متوحط اور بعض مقل
لہ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۸ طبع اشرف المطابع دہلی۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المفیدۃ کے خاتمہ میں اور حافظ
ابن التیم نے اعلام الموقعین کے مقدمہ میں ان سب کو نام بنام ذکر کیا ہے۔

جو سب سے زیادہ کثیر الفتویٰ تھے وہ یہ حضرات ہیں، عمر بن الخطاب، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ام المومنین عائشہ صدیقہ، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین، ان سات میں بھی اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الہ اللہ میں فرماتے ہیں وا کا برہذا الوجه عمر و علی و ابن مسعود و ابن عباس۔ ۱۷

موطا میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات ہیں شاہ ولی اللہ صاحب مصنف شرح موطا کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

وامام مالک از حضرت مرتضیٰ و عبداللہ بن عباس امام مالک نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے کم روایتیں کی ہیں، ہارون رشید کم روایت کردہ است و ہارون رشید از سبب آن استفسار کرد فرمود لم یکنوا ببلدی ولم یلق رجالا لہما یعنی نہ بودند در شہر نہ ملاقات نہ کردم ببلد و لم یلق رجالا لہما یعنی نہ دونوں بزرگ میرے شہر کے نہ تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ۱۸

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں موطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے بھی کم ہیں۔ بر خلاف اس کے کتاب الآثار میں جس مقدار میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں اسی کے قریب قریب حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایات بھی ہیں۔

امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دوثلث اہل اسلام کیا گیا ہے بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا منہ اسی کتاب الاما کی احادیث و روایات ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں کتاب الآثار کو خفیوں کی اجہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ

مسند ابی حنیفہ و آثار محمد بن ابی حنیفہ اور آثار امام محمد ہے۔ فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد ہے۔ ایک غلط فہمی | ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا دوسرے ممالک کی نسبت کم رہا ہے اس لئے یہاں کے بعض کا ازالہ | مصنفین کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حدیث میں امام ابو حنیفہ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے چنانچہ ملا جوں المتوفی ۱۱۳۲ھ نور الانوار میں لکھتے ہیں:

لم یجمع ابو حنیفہ کتاب فی الحدیث۔ ۱۹ اور شاہ ولی اللہ صاحب مصنف شرح موطا کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: وازانہ فقہ امر و ترجیح کتابہ کہ خود ایشان تصنیف کردہ باشند بہت مردمان فیست الاموطا۔ کیا ہو سولے موطا کے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

۱۷ حجۃ اللہ الہ اللہ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع مصر ۱۳۵۲ھ۔ ۱۸ مصنفی ج ۱ ص ۱۲ طبع دہلی ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹ ملاحظہ ہو کتاب تذکرہ ص ۸۵ طبع حجتائی ۱۳۵۲ھ۔ ۲۰ ایضاً ص ۱۷۱۔ ۲۱ نور الانوار طبع علوی لکھنؤ ص ۱۶۰۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بھی بستان المحدثین میں اپنے والد ماجد بیرونی میں ہی لکھتے ہیں کہ
باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ علم جانا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کی تصانیف میں سے علم حدیث میں
حدیث غیر از موطا موجود نیست۔ ۱۷
مولانا شبلی نعمانی نے بھی اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب ہی کے فیصلے کو کافی سمجھا ہے
وہ فرماتے ہیں:

”بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ ۱۸
اور ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی بھی یہی لکھ رہے ہیں کہ
”امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔“ ۱۹
ملاحظہ فرمائیے کہ اس لئے ان کا انکار محل تعجب نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب الآثار سے بخوبی واقف
ہیں انھوں نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی مفتی کہ مکرمہ سے اس کے اطراف کا سماع بھی کیا ہے چنانچہ
انسان العین فی مشائخ الکھرمین میں ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:
”واطراف کتاب الآثار امام محمد موطا نے ادا زوے سماع نمود۔“ ۲۰
شاہ صاحب مروج کو یہ بھی معلوم ہے کہ امام محمد اس کتاب کو امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں چنانچہ
مصنفی میں خود ان کے الفاظ ہیں:

”آثار کہ از امام ابو حنیفہ روایت کردہ است۔“ ۲۱

مگر شاید وہ اس کو امام ابو حنیفہ کی بجائے امام محمد کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ محدث ملا علی قاری نے خود موطا
امام محمد کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام محمد نے ان دونوں کتابوں کو ان کے
مصنفین سے جس انداز پر روایت کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہونا کچھ زیادہ محل تعجب
نہیں۔ امام موصوف کا ان دونوں کتابوں میں طرز عمل یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اولاً اس کتاب کی روایتیں نقل
کرتے ہیں پھر بالاتمام ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے استاد امام ابو حنیفہ کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر
اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کے وجوہ و دلائل
بالتفصیل لکھتے ہیں، اور اسی ذیل میں کتاب الآثار اور موطا دونوں کتابوں میں بہت سی حدیثیں اور آثار امام
ابو حنیفہ اور امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی منقول ہیں اس بنا پر بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ دونوں کتابیں خود امام محمد ہی کی تصنیف کردہ ہیں، حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآثار امام

۱۷ بستان المحدثین ص ۲۷ و ۲۸ طبع محمدی لاہور۔ ۱۸ سیرۃ النعمان ص ۱۱۹ طبع مفید عام اگرہ ۱۸۸۲۔ ۱۹ حیات
امام مالک ص ۹۰ طبع معارف اعظم اگرہ ۱۳۴۳۔ ۲۰ انسان العین ص ۱۶ طبع احمدی دہلی۔ ۲۱ مصنفی ص ۸۔
۲۲ مولانا شبلی نعمانی کتاب الآثار کے متعلق اور ملا علی قاری نے موطا کے متعلق اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو
پڑھ کر آپ کو اس غلط فہمی کی وجہ خود معلوم ہو جائے گی، مولانا شبلی لکھتے ہیں
”خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی ساند میں داخل کیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ابو حنیفہ کی اور موطا امام مالک کی تصنیف ہے اور امام محمد ان دونوں حضرات سے ان کے راوی ہیں لیکن چونکہ امام مدوح نے ان کتابوں کی روایت میں امور مذکورہ بالا کا اہتمام رکھا ہے اس بنا پر ان کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور ان کا تداول اس وجہ عام ہو گیا کہ بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف کتاب کا انتساب ہونے لگا اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کہا جانے لگا اس لئے ان حضرات کو بھی یہ غلط فہمی ہو گئی جس کی اصل وجہ ان دونوں کتابوں کے بقیہ نسخوں پر عدم اطلاع ہے۔

کتاب الآثار | موطا اور دیگر کتب حدیث کی طرح اس کتاب کے بھی متعدد نسخے ہیں جس کے راوی حسب ذیل کے نسخے حضرات ہیں :-

۱۔ امام زفر بن الہذیل۔ ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۵۹۷ھ نے الاکمال کے باب الجصینی والخصینی میں کیا ہے چنانچہ احمد بن بکر کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصینی
نقۃ یمل میل اهل النظر، روی عن
ابو وهب عن زفر بن الہذیل عن ابی حنیفہ
کتاب الآثار۔

احمد بن بکر سیف ابو بکر جصینی ثقہ ہیں اہل نظر یعنی فقہار حنفیہ کی طرف میدان رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن الہذیل ان کے شاگرد ابو وہب سے روایت کرتے ہیں۔

الاکمال ابن ماکولا قلی نسخہ کتب خانہ ریاست ٹونک اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہماری نظر سے گزرے مطبوعہ کتابوں میں یحییٰ بن مصنون حافظ ابو سعد سمعانی شافعی کی کتاب الانساب میں جو لندن یورپ میں طبع ہو چکی ہے جصینی نسبت کے ضمن میں مذکور ہے اور حافظ عبد القادر قرشی نے بھی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابو حنیفہ کا مسند کہیں یا آثار امام محمد کے نام سے پکاریں لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں بہت سی آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے۔ (مسیرۃ النہل ص ۲۷۷)۔

اور طاعلی قاری موطا امام محمد کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقد وجدت بخط استاذی المرحوم الشیخ
عبد الوہاب السندی فی ظہر ہذا الکتاب انه
موطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن
وهو مشکل اذ روی الامام محمد فی من غیر
الامام مالک ایضاً کالامام ابی حنیفہ واثقالہ
ولعلہ نظر الی الاغلب۔

میں نے اپنے استاذ مرحوم شیخ عبد الوہاب السندی کے قلم سے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا ہوا پایا کہ یہ موطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن ہے اور یہ مشکل ہے کیونکہ امام محمد اس کتاب میں امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی جیسے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے امثال ہیں روایت کرتے ہیں اور شاید استاذ مرحوم کا یہ فرمانا اس کی اغلب روایات کے اعتبار سے ہو۔

طاعلی قاری کی شرح موطا محمد کے قلمی نسخے ہندوستان کے متعدد کتب خانوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے مولانا شبلی نعمانی کو جو اشکال کتاب الآثار امام محمد کے امام ابو حنیفہ کی طرف انتساب میں ہے وی اشکال طاعلی قاری کو موطا امام محمد کے امام مالک کی طرف منسوب کرنے میں ہے۔

الجواهر المضية فی طبقات الخفیه میں احمد بن بکر مذکور کے ترجمہ میں یہی تحریر کیا ہے۔

امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے جنہوں نے اس کا امام مہر ج سے علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا۔ ایک ہی ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی، دوسرے شداد بن حکیم بلخی جن کے نسخہ سے جامع مسانید الامام الاعظم للخوازمی میں سند ابن خضرو وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب۔ پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی مشہور کتاب معارف علوم الحدیث میں بایں الفاظ کیا ہے:

نسخہ لزفر بن المذہب الجعفی تفرده بجماعته
شداد بن حکیم البلخی ونسخة ايضا لزفر بن
المذہب الجعفی تفرده بجماعته ابو وہب محمد بن
مزاحم المروزی، لہ

زفر بن المذہب جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف
شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں، اور زفر ہی کا ایک اور
نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی
روایت کرتے ہیں۔ ۵۲

تیسرے نسخہ کا ذکر حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا
میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

احمد بن رستہ بن بنت محمد بن المذہب
کان عندہ السنن عن محمد بن الحکم بن
ایوب عن زفر عن ابی حنیفہ۔

احمد بن رستہ جو محمد بن المذہب کے نواسے ہیں ان کے پاس سنن
تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد سے وہ حکم بن ایوب سے وہ زفر
سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے اس کو روایت کرتے تھے۔

حافظ ابوالشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو السنن کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ ہر راوی کے ترجمہ
میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اس لئے دو حدیثیں اس نسخہ سے بھی اپنی کتاب میں درج
کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابونعیم اصفہانی نے بھی تاریخ اصبہان میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں امام طبرانی
کی المعجم الصغیر (ص ۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔

۲۔ امام ابویوسف: ان کے نسخہ کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواهر المضية میں کیا ہے چنانچہ
امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

سأوی کتاب الآثار عن ابیہ عن
ابی حنیفہ وهو مجلد ضخم

یہ اپنے والد کی سند سے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کی
روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابوالوفا قدہاری صدر مجلس اجیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن کو کہ
انہوں نے بڑی تلاش اور محنت سے اس نسخہ کو فراہم کر کے تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر
۱۳۵۵ ہجری میں اسے مصر میں طبع کر کر شائع کیا۔

امام ابویوسف سے بھی کتاب الآثار کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک ان کے صاحبزادے

۵۲ معارف علوم الحدیث ص ۱۶۴ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۳۳ھ۔ ۵۳ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ اصفیہ حیدر آباد دکن
میں میری نظر سے گزرا ہے۔

امام یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو جامع مسانید میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے۔ خوارزمی نے جامع مسانید کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف تک نقل کر دی ہے۔

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی: ان کا نسخہ، کتاب الآثار کے سب نسخوں میں زیادہ متداول زیادہ مشہور اور زیادہ مقبول ہے، اسی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفۃ بزوائد رجال الاربعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً انما هو امام ابو حنیفہ کی حدیث میں مستقل طور پر جو کتاب موجود ہے کتاب الآثار، التي رواها أحمد بن الحسن عنه و کتاب الآثار ہے جو امام محمد بن الحسن نے ان کی روایت کیا حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ قاسم بن قطلوبغا نے اس کے رجال پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، حافظ ابن حجر کی کتاب کا نام الايضار بمعرفة راحة الآثار ہے، اس کا فتلی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ کتاب الآثار امام محمد پر امام عطاوی نے شرح لکھی ہے علامہ مرادی نے بھی سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن مراد موصی عمری شافعی التوفی ۷۸۵ھ کے ترجمہ میں ان کی شرح کتاب الآثار امام محمد کا ذکر کیا ہے، خود ہم نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صوابہ پر مرتب کیا ہے اور اگر اللہ نے توفیق دی تو اس پر ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھنے کا ارادہ ہے۔

امام محمد سے بھی اس نسخہ کو ان کے کئی شاگردوں نے روایت کیا ہے، مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر اور امام ابوسلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے، ان دونوں حضرات کے علاوہ امام مہرورج کے ایک اور شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں اور خوارزمی نے جامع مسانید میں اسی کو نسخہ امام محمد سے موسوم کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ میں عمرو نے صرف حدیثیں ہی روایت کی ہیں اور عطاوی تابعین کو نقل نہیں کیا ہے اور غالباً اسی لئے اس کو مسند ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ امام حسن بن زیاد لؤلؤی: ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں کیا ہے چنانچہ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

محمد بن ابراہیم بن حبیش البغوی عن محمد بن ابراہیم بن حبیش بنوی، محمد بن شجاع الثلمی سے وہ حسن بن زیاد سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کی روایت کرتے ہیں۔

۵۔ واضح رہے کہ لسان المیزان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت اس طرح مرقوم ہے: محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی عن محمد بن شجاع الثلمی عن الحسن بن زیاد عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ کتاب الآثار، لیکن اس میں اس کے اندر ٹری تصحیف ہو گئی ہے بن حبیش البغوی کی بجائے حسن البغوی غلط چھپ گیا ہے اور بن شجاع الثلمی کی جگہ بن نجیح البغوی طبع ہو گیا ہے۔ اسی طرح "عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ کے درمیان (باقی صفحہ آئندہ)

کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں یہ نسخہ غالباً سب سے بڑا ہے کیونکہ امام حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن محمد نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ امام لؤلؤی سے ناقل ہیں کہ

کان ابو حنیفہ یروی اربعۃ الاف حدیث امام ابو حنیفہ چار ہزار احادیث روایت فرماتے تھے،
الفین مصادیقین لسان المشیخۃ۔ ۱۷۵ دو ہزار احادیث اور دو ہزار باقی مشائخ سے۔

اس بنا پر قرین قیاس یہی ہے کہ امام لؤلؤی نے امام اعظم سے یہ سب حدیثیں سنی ہونگی اور ان کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔ محدث علی بن عبد المحسن الدوالیبی الحنبلی نے اپنے ثبت میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جن کو محدث کوثری نے الامتار بسیرۃ الامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع میں نقل کر دیا ہے۔

محدث خوارزمی نے جامع مسانید میں اس نسخہ کو مسند ابی حنیفہ الحسن بن زیاد سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لؤلؤی تک نقل کر دی ہے، خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو مسند ابی حنیفہ ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں، خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسناد و اجازات کو محدث علی بن عبد المحسن الدوالیبی الحنبلی نے اپنے ثبت میں اور حافظ ابن طولون نے الفہرست الاوسط میں اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الکمان میں اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے ثبت میں اور خاتمہ الحفاظ ملا محمد عابد سندی نے حصار الشارح فی اسناد الشیخ محمد عابدین تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو الامتار میں جمع کر دیا ہے جو ۱۳۶۱ھ میں مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

حافظ ابن القیم کی اعلام الموقعین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔

قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی ثنا ابو حنیفۃ قال کنا عند محارب بن دثار.....

.... وکان متکلفا استوی جالساً ثم قال سمعت ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ صفحہ گذشتہ) عن محمد بن الحسن کا اضافہ اگر اصل منقول عن میں موجود ہے تو یقیناً غلط ہے۔ بہر حال مطبع کے مصححین نے یہاں تصحیح کا اہتمام نہیں کیا، قلمی نوشتوں کے پڑھنے میں اسرار کی غلطی تو بالکل معمولی بات ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ نہایت بدخط تھے خود ہم نے حافظ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا الحاف المہرہ کا نسخہ دیکھا ہے واقعی ان کے نوشتہ کو صحیح پڑھ لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے محمد بن ابی بکر بن حبیش البغوی اور امام محمد بن شجاع اشلجی دونوں نہایت مشہور و معروف عالم ہیں، حافظ خلیب بغدادی نے ان دونوں کا متصل تذکرہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور چونکہ یہ دونوں حنفی ہیں اس لئے وہ اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کے خلاف تعصب کا اظہار کے بغیر نہ ہو سکے۔
(حاشیہ صفحہ ۱۷۵) ۱۷۵ مناقب الامام الاعظم از صدر الامام ۱۷۵ ص ۹۶۔

نبائے ثانی قرار دیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح موطا میں فرماتے ہیں:-

باید دانست کہ استدلال بحديث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ سند و چہ مرسل و موقوف حضرت عمرو
جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے
خواہ وہ سند ہو یا مرسل نیز حضرت عمرؓ کے اثر اور عبداللہ بن عمر
کے عمل سے استدلال کرنا اور صحابہ اور تابعین مدینہ کے فتاویٰ
سے اخذ کرنا خصوصاً جبکہ ان تابعین کی ایک جماعت کسی
مسئلہ پر متفق ہو، امام مالک کے مذہب کا اصول ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

فصنف الامام مالك الموطا وتونحى فيه القوي من
حديث اهل الحجاز وخرجها باقوال الصحابة و
فتاوى التابعين ومن بعدهم۔

موطا کو امت میں جو قبول عام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ
ان للموطا الوقعا في النفوس ومهابة في
القلوب لا يوازها شيء۔

حافظ ابن جان، کتاب الثقات میں لکھتے ہیں:

كان مالك اول من استقى الرجال من الفقهاء
بالمدينة واعرض عن ليس بشقة في الحديث
ولم يكن يروى الا ما صح ولا يحدث الا
عن ثقة۔

محدثین کو موطا کی صحت کا اس درجہ یقین ہے کہ امام ابو زرعہ لازمی فرماتے ہیں:-

لو حلف رجل بالطلاق على احاديث مالك
في الموطا انما صحاح لم يحث۔

نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقين باخبار مآثر الفقهاء المحدثين میں ابو زرعہ کے اس قول کو
نقل کر کے لکھتے ہیں:-

”واي وثوق واعتماد بر كتب ديكر نيست“۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں:

ما على ظهرا الارض كتاب بعد كتاب الله احمر
روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر

۱۔ مصنف ج ۱ ص ۱۷۔ ۲۔ ہی الساری لفتح الباری ج ۱ ص ۲۴ طبع میرٹھ ۱۳۵۰ھ۔ ۳۔ مقدمہ التعليق للمجد علی موطا
الامام محمد بنحو الہ سیر النبلاء ذہبی۔ ۴۔ تہذیب التہذیب ترجمہ امام مالک۔ ۵۔ ترمذی الممالک بمناقب الامام مالک
از سیوطی ص ۲۴ طبع خیرہ مصر ۱۳۲۵ھ۔ ۶۔ اتحاف النبلاء ص ۱۶۵ طبع نظامی کا پتھر ۱۳۸۸ھ۔

من کتاب مالک. ۱۷

کوئی کتاب نہیں۔

اگرچہ خود علماء شوافع ہی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

انما قال ذلك قبل وجود کتاب البخاری امام موصوف کا یہ فرمانا امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں
و مسلم ۱۷

لہذا اب صحیحین کے علاوہ اور کسی کتاب کے متعلق اس قسم کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں اور صحیحین میں بھی
ان لوگوں کے خیال میں اصحیت کے اعتبار سے صحیح بخاری کا جو مقام ہے وہ صحیح مسلم کا نہیں ہے ان
لوگوں کے شبہ کا اصل منشا یہ ہے کہ موطا میں مرسل منقطع اور بلاغات ہیں جو صحیح کے لئے قاصر ہیں لیکن
حافظ مغلطائی فرماتے ہیں کہ

لا فرق بین الموطا والبخاری فی ذلك لوجوده ایضاً فی البخاری من التعالیق ونحوها. ۱۷

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مغلطائی کے اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

والفرق بین ما فیہ من المنقطع وبين ما فی البخاری ان الذی فی الموطا هو كذلك مسموع لمالك غالباً وهو حجة عنده والذی فی البخاری قد حذف اسنادہ عن الاغراض قررت فی التعالیق. ۱۷

اس پر علامہ صالح فلائی محدث نے النہی سیوطی کے حواشی پر لکھا ہے کہ

وفيما قاله المحافظ من الفرق بين بلاغات الموطا ومعلقات البخاری نظر قلوبا مع النظر فی الموطا كما مع النظر

۱۷ تزین الممالک ص ۳۴۔ ۱۷ مقدم ابن صلاح طبع حلب ۱۲۸۳ھ۔ ۱۷ اس میں شک نہیں امام شافعی کا یہ

قول صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے وجود سے پیشتر تھا لیکن حافظ ابو زرعہ تو امام بخاری اور امام مسلم کے ہزمان میں اور
ان دونوں کی کتابوں سے بخوبی واقف ہیں تاہم ان کو موطا کی احادیث کی صحت پر اس شدت سے اصرار ہے جو
ابھی آپ کی نظر سے گزرا، حالانکہ صحیح مسلم کے بہت سے رواۃ اور روایات پر ان کی کڑی تنقید تاریخ و رجال کی
کتابوں میں مذکور ہے۔ یہ تنقید اس درجہ وزنی تھی کہ خود امام مسلم کو بھی اس کے متعلق معذرت ہی سے کام لینا پڑا تھا۔

۱۷ تزین الممالک ص ۳۴۔ ۱۷ لیکن یہ نری احتمال آفرین ہے اور محض گنجائش ہے وہ یہی بات خود
تعلیقات بخاری کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں کہ موطا کی منقطع روایتیں تو متصل ثابت ہیں مگر تعلیقات بخاری میں بہت
سی ایسی روایات موجود ہیں کہ جن کی اسانید پر خود حافظ صاحب کو بھی اطلاع نہ ہو سکی۔

فی البخاری لعلہ انما فرق بینہما وما ذکرہ من ان مالکاً سمعہا کذلک فغیر مسلمہ لا ینید کہ بلا غائی فرایۃ یحیی مثلاً اور سلا فی رویہ غیرہ عن مالک موصولاً مسنداً۔

صحیح بخاری کا کیا ہے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ واقعی ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور جو وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روایات کا اسی شکل میں سماع کیا ہے سو مسلم نہیں کیونکہ موطا کی ایک حدیث مثلاً یحییٰ کی روایت میں اگر بلا غائی یا مرسلاً مذکور ہوتی ہے تو دوسرے لوگ اسی حدیث کو امام مالک سے موصولاً و مسنداً بھی روایت کرتے ہیں۔

فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر نے اسی سلسلہ میں حسب ذیل تقریر کی ہے۔

”بعض ائمہ نے امام مالک کی کتاب سے امام بخاری کی کتاب کے اصح بتانے کو شکل قرار دیا ہے کیونکہ صحت کو مشروط رکھنے اور انتہائی احتیاط اور وثوق سے کام لینے میں دونوں شریک ہیں۔ رہی یہ بات کہ صحیح بخاری میں حدیثیں زیادہ ہیں سو یہ چیز صحت کی افضلیت کو مستلزم نہیں۔

اور اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی اصحیت در اصل اشتراط صحت ہی کی بنا پر ہے۔ امام مالک چونکہ انقطاع اسناد کو قاصر صحت نہیں خیال کرتے اسلئے وہ مراسیل، منقطعات اور بلاغات کی تخریج اصل موضوع کتاب میں کرتے ہیں اور امام بخاری انقطاع کو علت قاصر سمجھتے ہیں لہذا وہ ایسی روایات کو اصل موضوع کتاب کی بجائے اور سلسلہ میں لاتے ہیں جیسے کہ تعلیقات و تراجم ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ منقطع روایات اگرچہ ایک قوم کے نزدیک قابل احتجاج ہے مگر پھر بھی اس کی بہ نسبت متصل روایت جبکہ دونوں کے روات عدالت اور حفظ میں مشترک ہوں زیادہ قوی ہے۔ پس اس سے بخاری کی کتاب کی فضیلت عیاں ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی نے جو موطا کو صحت میں افضل بتایا ہے وہ ان مجموعوں کے لحاظ سے تھا کہ جو ان کے زمانے میں موجود تھے جیسے کہ جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ وغیرہ اور ان مجموعوں پر موطا کی تفضیل بلا کسی نزاع کے مسلم ہے۔“

لیکن حافظ صاحب کی یہ تقریر اگر ان دونوں کتابوں کے محض ظاہری تقابل کے اعتبار سے ہے تو بیشک صحیح ہے ورنہ حقیقت کی رو سے موطا کے تمام مراسیل، منقطعات اور بلاغات متصل، مرفوع اور مسند ہیں چنانچہ علامہ صالح فلاذنی لکھتے ہیں کہ

ان ابن عبد البر ذکر جمیع بلاغاتہ و مراسیلہ و منقطعاتہ کلہا موصولہ بطرق صحاح الاربعۃ وقد وصل ابن الصلاح الاربعۃ بتالیف مستقل وھو عندی علیہ

ابن عبد البر نے بجز چار روایتوں کے موطا کے تمام بلاغات مراسیل اور منقطعات کو باسناد صحیحہ موصولاً ذکر کیا ہے، اور ان چار کے اتصال پر بھی ابن صلاح نے ایک مستقل تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے اور اس پر خود ان کے قلم کی

خطہ فظہر بعد ان لا فرق بین الموطا تحریر بھی ہے لہذا اس سے ظاہر ہو گیا کہ موطا اور بخاری میں
والبخاری۔ ۱۷۵

لیکن صرف اتنا ہی نہیں کہ صحت کے لحاظ سے ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں بلکہ بعض وجوہ سے
موطا کو صحیحین پر ترجیح ہے۔

۱۔ موطا کی تصنیف کے وقت کبار تبع تابعین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا، صحیحین کو یہ امتیاز حاصل نہیں۔
۲۔ سابق میں گزر چکا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک راوی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس
روایت کو بیان کرے اس کا حافظ بھی ہو لیکن امام بخاری و مسلم کے نزدیک یہ چیز مشروط نہیں۔

۳۔ امام مالک کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز اور راستباز ہو حدیث کی
روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے صحیحین میں مبتدعین کی روایات (بشرطیکہ وہ ثقہ اور صادق الہجہ ہوں)
بکثرت موجود ہیں۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

”صحیح مختلف فیہ کی پانچویں قسم مبتدعہ اور اصحاب الاموار کی روایات ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک
مقبول ہیں جبکہ یہ لوگ سچے اور راستباز ہوں چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاری نے جامع صحیح میں عباد بن
یعقوب رواجی سے حدیث بیان کی ہے اور ابو بکر محمد بن اسحق بن خریزہ کہتے تھے۔“

حد ثنا الصدوق فی شرح ایئہ المترمہ ہم سے عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی جو
فی دینہ عباد بن یعقوب۔ اپنی روایات میں سچا اور دین میں متم تھا۔

اسی طرح بخاری نے صحیح میں محمد بن زیاد ابانی، حریز بن عثمان رجبی سے احتجاج کیا ہے حالانکہ
ان کے متعلق نصب کی شہرت تھی، نیز بخاری اور مسلم دونوں ابو معاویہ محمد بن خازم اور عبید اللہ بن
موسیٰ سے احتجاج پر متفق ہیں حالانکہ یہ دونوں غالی مشہور تھے۔

لیکن مالک بن انس یہ کہتے تھے کہ اس بدعتی سے حدیث نہیں لی جائے گی جو لوگوں کو اپنی
بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو اور نہ اس شخص سے جو لوگوں سے گفتگو میں دروغ بیانی سے کام لے
اگرچہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دروغ بیانی کا الزام نہ ہو۔ ۱۷۶

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی موطا کو حدیث کی تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں انھوں
نے اپنی مشہور کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل اور وجوہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ
بیان فرمایا ہے لیکن اس سلسلہ میں محض تخمین وطن کی بنا پر شاہ صاحب کے قلم سے بعض باتیں ایسی بھی نکل گئی
ہیں کہ جو خلاف واقع ہیں۔ ۱۷۷

۱۔ الرسالة المستطرفہ ص ۵۔ ۲۔ المدخل ص ۱۶ طبع حلب ۱۳۲۰ھ۔ ۳۔ مثلاً فضل مصنف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
باید دانست کہ امروز در دست مردمان هیچ کتاب نیست جاننا چاہے کہ آج لوگوں کے ہاتھ میں کچھ موطا کے کوئی کتاب ایسی
کہ مصنف آں از تبع تابعین باشد غیر موطا (ص ۳) نہیں کہ جس کا مصنف تبع تابعین میں سے ہو
حالانکہ امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں تبع تابعین میں سے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

موطائیں اگرچہ غیر مدنی شیوخ سے شاذ و نادر روایتیں ہیں تاہم اس کی "بلاغات" کے بارے میں حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں عبدالمہدی ابن ابی کوفی المتوفی ۹۲۷ھ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ "بیان کیا جاتا ہے کہ بلاغات کو امام مالک نے ابن ادریس سے سنا تھا۔"

(بقید حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دونوں کی حدیث و فقہ میں متعدد تصانیف آج بھی لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں اور بعض ان میں سے طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بالجملہ اس چار اماموں اندک عالم را علم ایشان احاطہ کردہ است۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، و امام شافعی و امام احمد، اس دو امام متاخر شاگرد امام مالک بودند و مستمندان از علم او، و در عصر تبع تابعین نبودند مگر ابوحنیفہ و امام مالک، ان یک شخصے است کہ رؤس محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی یک حدیث ازوے در کتابہائے خود روایت نکردہ اند و رسم روایت حدیث ازوے بطریق ثقات جاری نشد و ان دیگر شخصے است کہ اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ چون حدیث بروایت او ثابت شدند اعلیٰ صحت رسید۔

غرض یہ کہ چار امام ہیں کہ جن کے علم نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد یہ موخر الذکر دونوں امام، امام مالک کے شاگرد اور ان کے علم سے بہرہ مند تھے، اور تبع تابعین کے زمانہ میں صرف ابوحنیفہ اور امام مالک ہوئے ہیں، سو وہ (یعنی امام ابوحنیفہ) ایک ایسے شخص ہیں کہ جن سے سرآمد محدثین نے جیسے کہ احمد بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی ہیں ایک حدیث اپنی کتاب میں روایت نہیں کی اور حدیث کی روایت کا سلسلہ ان سے بطریق ثقات جاری نہیں ہوا۔ اور وہ دوسرے (یعنی امام مالک) ایک ایسے شخص ہیں کہ اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ان کی روایت سے ثابت ہو جائے تو صحت کے اعلیٰ معیار پر پہنچ جاتی ہے۔

(ص ۶)

حالانکہ (۱) امام احمد بن حنبل، امام مالک کے شاگرد نہ تھے۔ (۲) امام ابوحنیفہ تابعی ہیں اور ان کا عہد صغار تابعین کا عہد ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ کی روایت جامع ترمذی اور سنن نسائی دونوں کتابوں میں موجود ہے، محدث محمد طاهر ثقفی نے مجمع بحار الانوار میں تصریح کی ہے کہ آخر جہلہ الترمذی والنسائی (امام ابوحنیفہ سے ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے) اور مستند امام احمد میں امام عظیم کی روایت سند بریدہ رضی اللہ عنہ میں (ج ۵ ص ۳۵۷ پر) موجود ہے۔ (۴) یہ بھی محض بے اہل ہے کہ امام ابوحنیفہ سے بطریق ثقات روایت حدیث کا سلسلہ جاری نہیں ہوا "خود شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ اکھرمین میں محدث عیسیٰ جعفری مغربی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ دران جامعہ متصلہ ذکر کردہ در حدیث ازالہ جابطلان زعم کاینکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نامذہ واضح ترمیمی شود۔

انہوں نے امام ابوحنیفہ کی ایک ایسی مستد تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لیکر امام موصوف تک غمفہ متصلہ کو ذکر کیا ہے اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا غلط ہونا اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

(ص ۶ طبع احمدی دہلی)

یہ عیسیٰ مغربی، شاہ صاحب کے استاذ الاساتذہ ہیں سلسلہ میں ان کی وفات ہوئی ہے، شاہ صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں: "وہ استاذ جہور اہل حرمین است" غور کیجئے اگر امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کا سلسلہ جاری نہ ہوا تو یہ حدیث کا سماع متصل امام صاحب سے لیکر شاہ صاحب کے دور تک کیسے ثابت ہو گیا۔ (باقی پر صفحہ آئندہ)

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موطا کی حنفی روایات میں بلغنی مذکور ہے وہ سب عبد اللہ بن ادریس سے سنی ہوئی ہیں لیکن درحقیقت یہ ان بلاغات کا ذکر ہے کہ جو موطا میں حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں چنانچہ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں یعقوب بن شیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبل ان جمیع ما یرویہ مالک فی الموطا کہا گیا ہے کہ تمام وہ روایات جن کو امام مالک، موطا میں بلغنی عن علی) انہ سمعہ من ابن ادریس بلغنی عن علی کہہ کر روایت کرتے ہیں وہ سب انھوں نے ابن ادریس سے سنی ہیں۔

اور قاضی عیاض، مدارک میں لکھتے ہیں کہ احمد بن عبد اللہ کوفی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ امام مالک نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جس قدر روایات مرسلہ ذکر کی ہیں وہ سب انھوں نے عبد اللہ بن ادریس اودی سے روایت کی ہیں۔

اسی طرح موطا کے باب الوفا بالامان میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر عن رجل من اهل الکوفة (کوفہ کے ایک شخص سے) منقول ہے جس کی تعین میں زرقانی نے سفیان ثوری کا نام لیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ بھی عبد اللہ بن ادریس ہی کی روایت ہو۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بلکہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے تو اور یہ ظاہر ہوا کہ یہ امام اعظم ہی کی خصوصیت ہے کہ ان کی احادیث کی روایت کا سلسلہ بسند متصل اس حد تک جاری رہا حتیٰ کہ جو لوگ اس زمانہ میں سلسلہ اسناد کو متصل ماننے سے انکار کرتے تھے ان کے خلاف شاہ صاحب نے اسی چیز کو دلیل میں پیش کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تصریح کی ہے کہ

شیعی عنہ من المحدثین والفقہاء عدۃ امام ابو حنیفہ سے محدثین و فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث لا یحصىون (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی ص ۱۱ طبع مصر) کی روایت کی ہے کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

ان میں سے حافظ جمال الدین خزی نے تہذیب الکمال میں امام اعظم کے ترجمہ میں پچانوے مشاہیر علمائے اہل اہل کو نام بنام ذکر کیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۱) ۱۔ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عبد اللہ بن ادریس۔ ۲۔ اسحاق المبطا برجال الموطا از علامہ سیوطی ص ۳۶ طبع مطبعہ حلبی مصر ۱۳۰۶ھ۔ ۳۔ یہ عبد اللہ بن ادریس، امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور فقہاء حنفیہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواهر المصنی فی طبقات الخلفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور بعض ان مسائل فقہیہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس کو یہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے جو ان لفظوں میں شروع ہوتا ہے، عبد اللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمن الکوفی القادسی المجتہد ابو محمد الاودی الکوفی احد الاعلام بڑے عابد و زاہد تھے جاہ و منصب سے ہمیشہ متنفر رہے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے ان کو طلب کیا کہ عہدہ قضا پیش کرنا چاہا مگر انھوں نے معذرت کی کہ میں اس کا اہل نہیں اس پر خلیفہ نے بگڑ کر کہا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادریس نے بھی نہایت قناعت سے جواب دیا کاش میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا اور یہ کہہ کر دوبار سے چلے آئے بعد کو خلیفہ نے پانچ ہزار کے توڑے ان کی خدمت میں روانہ کئے مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور جو شخص رقم لیکر آیا اس سے نہایت زور سے چلا کر کہا کہ بس میں سے واپس چلے جاؤ۔ ہارون الرشید نے یہ ماجرا دیکھا تو دوبارہ پیام بھیجا (باقی بر صفحہ آئندہ)

موطا کا زمانہ حافظ ابن خرم نے تصریح کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف یقیناً یحییٰ بن سعید انصاری کی وفات کے بعد کی ہے اور یحییٰ کی وفات مسئلہ میں موفی ہے۔ محدث قاضی عیاض نے مدارک میں ابو مصعب سے جو امام مالک کے شاگرد خاص ہیں نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک سے فرمائش کی تھی کہ صنم کتابا للناس احملہ علیہ (آپ لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھیں کہ جس پر میں ان سے عمل کراؤں) امام مالک نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو منصور بولا صنمہ فما احد

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) کہ آپ نے نہ ہمارا اکرام کیا اور نہ ہمارے صلہ کو قبول فرمایا اب میرا بیٹا مامون آپ کی خدمت میں آئے تو اس سے حدیثیں تو بیان فرمائیں، ابن ادریس نے جواب میں کہا ابھیجا کہ ان جاء نامع المجاعة حد شاہ (اگر وہ عام لوگوں کے ساتھ آیا تو اس سے بھی حدیثیں بیان کریں گے) چنانچہ جب حج کے موقع پر ہارون رشید کا کوثر میں داخل ہوا تو اس نے قاضی ابو یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے ہمارے پاس اگر حدیث شریفہ کا درس دیں، دو شخصوں کے علاوہ سب نے خلیفہ کی فرمائش کی تعمیل کی۔ یہ دو بزرگ عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس تھے جب یہ نہ آئے تو امین و مامون دونوں شہزادے خود سوار ہو کر عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے ابن ادریس نے سو حدیثیں ان کے سامنے بیان کیں جب یہ روایت کر چکے تو مامون کہنے لگا تم مجرم اجازت ہو تو ان حدیثوں کو زبانی سناؤ ابن ادریس نے کہا سناؤ۔ مامون نے فوراً اپنے حافظہ سے ان کو دہرایا۔ یہ دیکھ کر ابن ادریس بھی اس کی قوت حافظہ پر عجب عجب کر گئے۔ یہاں سے اٹھ کر یہ دونوں شہزادے عیسیٰ بن یونس کے یہاں پہنچے اور انہوں نے بھی ان سے حدیثیں بیان کیں جب درس ختم ہوا تو مامون نے دس ہزار کے توڑے پیش کئے لیکن ابن یونس نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ولا شریۃ ماء (اس کے عوض تو پانی کا ایک گھونٹ بھی قبول نہیں کیا جاسکتا۔)

(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عیسیٰ بن یونس)

(حاشیہ صفحہ ۱۸۲) ۱۔ توجیہ النظر از شیخ صالح جزائری ص ۷۷، طبع مصر، بحوالہ احکام ابن خرم۔ ۲۔ ابو مصعب کے بیان میں امام مالک کی گفتگو منقول نہیں لیکن ابن سعد نے طبقات میں واقعی کے حوالہ سے خود امام مالک کی زبانی اس کو تفصیل سے نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

منصور میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کی اس کتاب (یعنی موطا) کے متعلق حکم دوں کہ اسکی نقلیں لی جائیں اور مسلمانوں کے پاس ہر شہر میں اس کا ایک ایک نسخہ بھیجا جائے اور فرمان جاری کر دوں کہ وہ اسی کے مطابق عملدرآمد کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور اس کے علاوہ جو یہ نیا علم ہے سب چھوڑ دیں کیونکہ اس علم کی اصل اہل مدینہ کی روایت اور ان کا علم ہی ہے۔

امام مالک۔ اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے کیونکہ لوگوں کے پاس پہلے سے اقوال پہنچ چکے ہیں، انہوں نے بھی حدیثیں سنی ہیں اور ان کو روایت کیا ہے اور ہر قوم نے صحابہ اور دیگر علماء کے اختلاف کی صورت میں اسی کو اختیار کیا ہے جو ان کے یہاں پہلے سے چلا آتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرتے اور دینی زندگی گزارتے ہیں نیز جس کے وہ معتقد ہیں اس سے ان کا شانا دشوار ہے اس لئے لوگوں کو آپ ان ہی کے حال پر چھوڑیے اور ہر اقلیم والوں نے جو کچھ اپنے لئے پسند کر رکھا ہے اس کو رہنے دیجئے۔

منصور، اپنی قسم اگر آپ میرا کہنا مان جاتے تو میں یہی کرتا۔ (ترجمہ الملک ص ۳۶)

حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۱۳۲) میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں و هذا غاية في الانصاف لمن فهم (یہ سب سے زیادہ انصاف کی بات ہے) جو لوگ آج کل فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتتے ہیں ان کو امام مالک کے اس مشورہ سے سبق لینا چاہئے۔

اليوم اعلم مناك (آپ کتاب تصنیف فرمائیں، آج آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں) آخر امام موصوف نے موطا کی تصنیف شروع کی لیکن کتاب کے ختم ہونے سے پہلے منصور کی وفات ہو گئی۔ یہ

اس سے معلوم ہوا کہ موطا کی تصنیف منصور کی فرمائش پر خدا اس کے عہد میں شروع ہوئی اور اس کی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ منصور نے ۶۲۵ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد المہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں موطا کی تصنیف مکمل ہوئی۔

جامع سفیان ثوری | یہی زمانہ ہے جب امام سفیان ثوری نے جامع لکھی ہے بعض نے اس کا سنہ تصنیف (۱۶۰) بتایا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ امام زفر کا جب بصرہ آنا ہوا تھا تو ان کے سامنے جامع سفیان لائی گئی تھی اور آپ نے اسے دیکھ کر یہ فرمایا تھا کہ

هذا كلام ينسب الى غيرنا۔ یہ ہمارا کلام غیروں سے نقل کر رہے ہیں۔

امام زفر کی وفات ماہ شعبان ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی تصنیف ان کی وفات سے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔

امام زفر نے جامع سفیان کے بارے میں جو رائے ظاہر کی وہ اس کے فقہی مسائل سے متعلق ہے، امام سفیان ثوری کو فقہ کے رہنے والے تھے، فقہ میں عموماً ان کا اور امام اعظم کا ایک مذہب ہے، امام ترمذی اپنی جامع میں سفیان ثوری کا مذہب نقل کرتے ہیں جو اکثر امام ابو حنیفہ کے موافق ہوتا ہے، امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ

سفیان الثوري اكثر متابعتا لابي حنيفة مني۔ سفیان ثوری مجھ سے بھی زیادہ ابو حنیفہ کے تتبع میں۔

امام ثوری اگرچہ خود بھی امام ابو حنیفہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے ہیں اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں مگر امام صاحب کی فقہ کو انہوں نے علی بن مسہر سے اخذ کیا ہے جو امام اعظم کے مختص تلامذہ سے شمار کئے جاتے ہیں۔ امام ثوری نے اپنی جامع کی تصنیف میں بھی زیادہ تر ان ہی سے مدد لی ہے چنانچہ امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ

كان سفیان يأخذ الفقه عن علي بن مسهر من قول ابي حنيفة، وانما استعان به في کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انہوں نے اپنی یہ

۱۔ ترمذی الممالک از بیوطی ص ۲۴۳۔ ۲۔ مقدمہ تنویر النحوالک بحوالہ قوت القلوب، ۳۔ مناقب الامام الاعظم از امام حافظ الدین کردری ج ۲ ص ۸۳ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ و مناقب الامام الاعظم از محدث ملا علی قاری ص ۵۳۵ ملا علی قاری تصنیف الجواہر المصنیه کے آخر میں بطور ذیل طبع ہوئی ہے۔ ۴۔ الانتقائی فضائل الثلاثة الائمة الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۲۸ طبع مصر ۱۳۲۵ھ۔ ۵۔ فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابو زرعة، نسائی اور ابن حبان ان سب نے متفقہ طور پر ان کو ثقہ کہا ہے۔ بحلی کے الفاظ میں کان مہمن جمع الحدیث والفقہ۔ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقہ کثیر الحدیث ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ ۶۔ مسند تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، الجواہر المصنیه اور مناقب الامام اعظم مولفہ امام کردری میں ان کا مفصل ترجمہ موجود ہے۔

بمذاکرۃ علی کتابہ ہذا الذی سماہ الجامع۔ کتاب جس کا نام جامع رکھا ہے تصنیف کی ہے۔
سفیان ثوری کی جامع ایک زمانہ میں محدثین میں بڑی مقبول و متداول رہی ہے چنانچہ امام بخاری
نے علم حدیث کی جب تحصیل شروع کی تو سب سے پہلے جن کتابوں کی طرف توجہ کی وہ سفیان ثوری کی جامع
اور عبد اللہ بن مبارک اور قیس کی تصنیفات تھیں۔ امام بخاری نے جامع سفیان کا سماع اپنے وطن ہی میں امام
ابو حفص کبیر سے کیا تھا۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی بہ سند نقل کرتے ہیں کہ

۱۔ مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ مصنفہ امام طحاوی، اس کتاب
کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانہ کراچی میں موجود ہے۔ ۲۔ ان کا نام احمد بن حفص اور کنیت ابو حفص ہے، ان کے
صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص معروف بہ ابو حفص صغیر کا ترجمہ سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں چونکہ باپ بیٹے دونوں کی
کنیت ابو حفص ہے اس بنا پر باپ کو کبیر اور بیٹے کو صغیر کہا جاتا ہے یہ بخارا کے ان مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں کہ
جن کے دم سے وہاں علم حدیث کی گرم بازاری تھی چنانچہ حافظ شمس الدین بن سبی نے اپنے رسالہ الامصار ذوات الآثار
میں بخارا کے جن اعیان محدثین کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں :-

”عیسیٰ بن موسیٰ غنجا، احمد بن حفص فقیہ (ابو حفص کبیر) محمد بن سلام بکندی، عبد اللہ بن محمد سندی“

ابو عبد اللہ بخاری (صاحب الصصح) صلح بن محمد جزیرہ (اعلان بالتوزیع ص ۱۴۲)

حافظ سمعانی نے امام ابو حفص کبیر کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

محدثی عند خلق لا یحصون (مقدمہ جواہر المصنوع) ان سے بے شمار مخلوق نے روایت کی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات سے اقلیم ماوراء النہر میں حدیث و فقہ کی جتنی اشاعت ہوئی ان کے معاصرین
میں کسی سے نہ ہوئی۔ بخارا کا ایک ایک گاؤں ان کے تلامذہ سے بھرا ہوا تھا، سمعانی نے لکھا ہے کہ صرف خیر اخرا میں
ان کے شاگردوں کی اتنی خلقت تھی کہ جو شمار سے باہر تھی۔ حافظ عبد القادر قرشی، سمعانی کی مذکورہ بالا تصریح کو نقل
کر کے لکھتے ہیں :-

وہذا فی قریۃ من قری بخاری (مقدمہ جواہر المصنوع) یہ تو بخارا کے صرف ایک قریہ کا ذکر ہے۔
امام ابو حفص کبیر نے فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور امام محمد سے حاصل کی تھی ان کا شمار امام محمد کے کبار
تلامذہ سے ہے، حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے چودہویں طبقہ میں ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص
کو ترجمہ میں لکھا ہے کہ

وکان ابوہ من کبار تلامذۃ محمد بن الحسن
انتھت الیہ ریاستہ الا صاحب بخارا۔
ان کے والد (امام ابو حفص کبیر) امام محمد بن حسن کے بڑے
شاگردوں میں سے تھے اور بخارا میں علماء و احفاد کی سربراہی
ان پر ختم تھی۔

امام بخاری کے والد ماجد اسمعیل اور امام ابو حفص کبیر کے درمیان انتہائی محبت اور خلوص کے مراسم تھے۔ اسمعیل نے
جس وقت وفات پائی یہاں کے پاس ہی موجود تھے اس وقت اسمعیل نے ان سے کہا تھا کہ
لا أعلم من مالی درہما من حرام ولا درہما من
میں اپنے مال میں ایک درہم بھی حرام یا شبہ کا نہیں پاتا۔
شبهة (مقدمہ فتح الباری ص ۸۰ طبع میرٹھ مصر)۔

۲۔ تعلقات اسمعیل کی وفات کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں بدستور قائم رہے چنانچہ امام بخاری اور ان کے صاحبزادے
امام ابو حفص صغیر تک طلب حدیث میں رفیق اور ہم سفر رہے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اخبار بنی ابوالولید قال انبأنا محمد بن احمد بن محمد
 بن سلیمان الحافظ قال نبأنا ابو عمر احمد بن محمد
 بن عمر المقری وابو نصر احمد بن ابی حامد الباهلی
 قال سمعنا ابا سعید بکر بن منیر یقول سمعت محمد
 بن اسمعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ الجعفی یقول کنت
 عند ابی حفص احمد بن حفص اسمہ کتاب الجامع
 جامع سفیان فی کتاب الدی فمر ابو حفص علی فخر
 ولم یکن عندی ما ذکر فراجمته فقال الثانیۃ کذلک
 فراجمۃ الثانیۃ فقال کذلک فراجمۃ الثالثۃ
 فسکت سویعۃ ثم قال من هذا قالوا هذا بن
 اسماعیل بن ابراہیم بن بردزبہ فقال ابو حفص هو
 کما قال واحفظوا فان هذا یومئذ یمیدر رجلاً
 امام الحق بن راہویہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ

ای الکتابین احسن کتاب مالک او
 کتاب سفیان۔

کہنے لگے کتاب مالک، لیکن امام ابو داؤد سجستانی صاحب سنن فرماتے ہیں کہ

جامع سفیان الثوری، فانما حسن ما وضع
 کی جامع ان سب میں اچھی ہے۔

یہ اس دور کی ان مشہور اور مہتم بالشان کتابوں کا ذکر تھا کہ جن کے مصنف اقلیم فقہ واجتہاد کے
 قرار وارہے ہیں، بعد کے دور میں جن کتابوں نے قبول عام کی سند حاصل کی ان کے مصنفین ان ہی حضرات کے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ایک بار امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو اس قدر مال تجارت بھیجا تھا کہ
 جس کو بعض تاجروں نے پانچ ہزار کے نفع سے ان سے خریدا اور بعض تاجر اس سے بھی دو گئے نفع پر بیٹے کو تیار تھے لیکن

امام بخاری نے اپنے ارادہ کو بدلنا پسند نہ فرمایا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری کے مقدمہ میں امام ممدوح کو امام بخاری کے مشائخ میں شمار کیا ہے اور ان کے حق
 میں امام ابو حفص کبیر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہذا ایکون لہ صیت (اس کا شہرہ ہوگا) مقدمہ ص ۴۸۲۔

امام ابو حفص کبیر کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی، آپ امام شافعی کے ہم عمر تھے اور ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ آپ کے
 زہد و عبادت کے کچھ واقعات روضۃ العلماء، امام زہد وستی کے باب فی زہد العلماء و بعدہم عن السلطان
 اور باب ما یجب علی العالم ان یستعمل العلم اولاً ثم یعلم غیرہ میں مذکور ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۵) لہ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۱ طبع مصر ۱۳۰۹ھ۔ ۲۵۰ھ ترمذی مالک ص ۴۴۔ ۲۵۳ رسالۃ
 الی داؤد سجستانی فی وصف تالیف کتاب السنن ص ۱۰ طبع مصر ۱۳۰۹ھ۔

خوش چین تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، مجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند ربط و کثرت احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر چند کہ موطا سے دس گنی ہیں، مگر وہ چند موطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تفسیر رجال حدیثوں کی روایت کا طریقہ، رجال کی تفسیر اور اعتبار و درجہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند۔ سلسلہ استنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے۔

اس دور کے بعض اور مصنفین منصور کے خلیفہ ہونے سے پہلے مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ عام نہ تھا، اس کے عہد میں اس سلسلہ کو کافی ترقی ہوئی اور بہت سے علمائے مختلف علوم و فنون پر کتابیں درون کیں چنانچہ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ رابعہ کے ختم پر لکھتے ہیں:-

”اسی طبقہ کے دور میں دولت اسلامیہ بنی امیہ سے بنی عباس کی طرف سلسلہ میں منتقل ہوئی۔ اس انقلاب نے خون کے سیلاب بہادیئے۔ خراسان، عراق اور جزیرہ میں ایک عالم کا عالم جس کا شمار افسر کے سوا کسی کو معلوم نہیں نہ تیغ ہو گیا۔“

..... اسی زمانہ میں بصرہ میں عمرو بن عبیدہ اور واصل بن عطاء غزال نمایاں ہوئے جنہوں نے لوگوں کو مذہب اعتزال اور قدر کی طرف دعوت دی اور خراسان میں جہم بن صفوان نمودار ہوا جو تعطیل صفات باری اور خلق قرآن کا داعی تھا اور اسی کے بالمقابل خراسان میں مقاتل بن سلیمان مفسر پیدا ہوا جس نے اثبات صفات میں اتنا غلو کیا کہ تجسیم تک نوبت پہنچادی، آخر علماء تابعین اور ائمہ سلف ان بدعتین کے خلاف اٹھے اور انہوں نے لوگوں کو ان کی بدعت میں مبتلا ہونے سے روکا۔

علماء کبار نے سنن کی تدوین، فروغ (فقہ) کی تالیف اور عربیت (لغت و نحو و صرف) کی تصنیف شروع کی۔ پھر ہارون الرشید کے زمانے میں اس سلسلہ کی کثرت ہوئی اور بہ کثرت تصانیف درون ہو گئیں۔ اب علماء کا حافظہ گھٹنے لگا اور کتابیں درون ہو گئیں تو انہیں پر اعتماد نہ گیا اس سے پہلے صحابہ و تابعین کا علم سینوں میں تھا اور سینے ہی ان کے علم کے گنجینے تھے۔

اور حافظ سیوطی، تاریخ الخلفاء میں سلسلہ کے حوادث و واقعات کے ذیل میں حافظ ذہبی سے نقل کرتے ہیں:

”اسی عہد میں علماء اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین شروع کی چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج نے، مدینہ منورہ میں مالک نے (انہوں نے موطا لکھی) شام میں اوزاعی نے، بصرہ میں ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے، یمن میں معمر نے کوفہ میں سفیان ثوری نے تصنیفیں کیں، ابن اسحاق نے مخازی کی تالیف کی اور ابو حنیفہ نے فقہ اور اجتہادی مسائل کو درون کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد

۱۔ مجالہ نافعہ ص ۵ طبع مجتہبی دہلی ۱۳۱۳ھ - ۲۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں لکھتے ہیں:-

قد صنعت فی زمن مالک موطاۃ کثیرۃ فی تخرج احادیثہ و وصل منقطعہ، مثل کتاب ابن ابی ذئب، و ابن عیینہ و الثوری و معمر و غیرہ ممن شارک مالک فی الشیوخ۔
امام مالک کے زمانے میں بہت سی موطا تیں ان کی موطا کی احادیث کی تخریج اور ان کی منقطع روایات کے وصل کے سلسلہ میں تصنیف کی گئیں جیسے کہ ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر وغیرہ کی کتابیں ہیں، یہ لوگ امام مالک کے ساتھ ان کے شیوخ سے روایت کرتے ہیں شریک ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)۔

(رج ۱ ص ۱۳۳ طبع منیرہ مصر)

ہشیم، لیث بن سعد اور ابن ابیہ نے تصنیفات کیں، اور ان کے بعد ابن مبارک، ابو یوسف اور ابن وہب نے کتابیں لکھیں اور کثرت سے علم کی تدوین و ترویج ہوئی اور عربیت، لغت، تاریخ اور ایام عرب پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس عصر سے پہلے ائمہ اپنے حفظ سے بتلاتے یا ان صحف صحیحہ سے کہ جو مضامین والو اب پر مرتب نہ تھے علم کی روایت کرتے تھے۔

فن جرح و تعدیل کی ابتداء | اسی عہد میں فن جرح و تعدیل کی ابتدا ہوئی، حافظ شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں۔

”پہلی صدی ہجری جو صحابہ و کبار تابعین کے دور میں گزری اس میں حارث اعمرو اور مختار کذاب جیسے اکاذب کا شخص کو چھوڑ کر کسی ضعیف الروایہ کا تقریباً وجود نہ تھا۔ پھر پہلی صدی گزر کر جب دوسری صدی آئی تو اس کے اوائل میں اوساط تابعین کے اندر ضعف کی ایک جماعت ہوئی جو زیادہ تر حدیث کو زبانی یاد رکھنے اور اپنے ذہن میں اس کو محفوظ کرنے کے لحاظ سے ضعیف سمجھی گئی چنانچہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ موقوف کو مرفوعاً نقل کر جاتے ہیں، کثرت سے ارسال کرتے ہیں اور ان سے روایت میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں جیسے کہ ابو ہریرہ عبدی وغیرہ ہیں۔

پھر جب تابعین کا آخری دور آیا یعنی ۱۵۰ھ کے قریب قریب تو ائمہ کی ایک جماعت نے توشیح و تضعیف کے لئے زبان کھولی چنانچہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

ما رأیت الکذب من جابر الجعفی۔ ۱۵۰ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ اور عائشہ نے ایک جماعت کی تضعیف اور دوسروں کی توشیح کی اور شعبہ نے رجال کے بارے میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) لیکن یاد رہے کہ ان مذکورین میں سے بجز ابن ابی ذہب کے نہ تو کسی کی تالیف کا نام موطا ہے اور نہ ان میں سے کسی کے متعلق تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے کوئی کتاب موطا امام مالک کی احادیث کی تخریج اور اس کی منقطع روایات کے وصل کے لئے تصنیف کی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷۸) ۱۵۰ امام اعظم کے اس قول کو امام ترمذی نے اپنی جامع کے آخر میں کتاب الحلل کے اندر اپنی اسناد روایت کیا ہے، حدیثنا محمود بن غیلان حدیثنا ابو یحییٰ الحمائی قال سمعت ابی حنیفہ یقول ما رأیت احداً الکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح (جامع ترمذی مع شرح ابن العربی ج ۱۳ ص ۲۰۹ طبع مصر) اور یہ عطاء بن ابی رباح جن کے متعلق امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل شخص نہیں دیکھا۔ امام مدروح کے اکابر شیوخ میں سے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی، ردول الاسلام (ج ۲ ص ۲۷ طبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۶۲ھ) میں تصریح کرتے ہیں کہ اکابر شیوخ عطاء بن ابی رباح (کہ امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں سب سے بڑے عطاء بن ابی رباح ہیں) امام مالک کی اسانید میں جو حیثیت مالک عن نافع عن ابن عمر کی ہے وہی حیثیت امام اعظم کی اسانید میں ابو حنیفہ عن عطاء بن ابی رباح کی ہے (ملاحظہ ہو میزان کبریٰ از امام شعرائی ص ۲۸ طبع مصر ۱۳۶۲ھ)۔ امام اعظم نے ان سے کہہ کر میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۱) میں لکھتے ہیں وسمع الحدیث من عطاء بن ابی رباح بمکة (کہ امام اعظم نے عطاء بن ابی رباح سے مکہ معظمہ میں حدیث کا سماع کیا ہے)۔

۱۵۰ امام شعبہ کو فن رجال میں جو جلالت شان حاصل ہے اس کا اندازہ آپ اس سولگائیے

کہ ایک بار امام یحییٰ بن معین سے جو فن رجال کے مشہور امام ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ)

غور و فکر سے کام لیا یہ بڑے محتاط تھے اور بحجرتہ کے تقریباً کسی سے روایت نہ کرتے تھے۔ امام مالک کا بھی یہی حال تھا۔

اور اس دور کے ان لوگوں میں سے کہ جب وہ کسی کے بارے میں کچھ کہہ دیں تو ان کی بات مان لی جاتی ہے، عمر، ہشام، دستوائی، اوزاعی، سفیان ثوری، ابن الماجشون، حاد بن سلمہ اور لیث وغیرہ ہیں۔ پھر ان کے بعد دوسرا طبقہ ابن المبارک، ہشیم، ابواسحق فزاری، معانی بن عمران موصلی، بشر بن المفضل اور ابن عیینہ وغیرہ کا ہے۔ پھر ان ہی کے ہمنام ایک اور طبقہ ابن علیہ، ابن وہب اور وکیع جیسے حضرات کا ہے۔ بعد کو ان ہی کے دور میں دواہیہ شخص جو حدیث کے حفاظ اور اس فن میں محنت گذرے ہیں تنقید رجال کے لئے اٹھے یہ بھی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن ہمدانی تھے سو جس کو یہ دونوں مجروح کر دیں اس کی جرح مندرج نہیں ہوتی اور جس کی یہ دونوں توثیق کر دیں وہ مقبول ہے اور جس کے متعلق ان کے باہم اختلاف ہو (اور ایسے بہت کم اشخاص ہیں) اس کے بارے میں اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے۔

اسی دور میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اور حجة اللہ بالانصاف علماء کا طرز عمل میں اس پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو مدنیہ ناظرین سے، فرماتے ہیں: ۱۔

”اس طبقہ کے علماء کا طرز عمل ایک دوسرے سے ملتا جلتا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے خواہ وہ مرسل ہو یا مسند دونوں سے تسک کیا جائے۔

نیز صحابہ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کیا جائے کیونکہ ان کے علم میں یہ اقوال یا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث منقولہ تھیں جن کو انھوں نے مختصر کر کے موقوف بنالیا تھا (چنانچہ ابراہیم نخعی نے ایک موقع پر جبکہ انھوں نے یہ حدیث روایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ اور خزائنہ سے منع فرمایا ہے اور ان سے کہا گیا تھا کہ کیا تمہیں اس کے سوا اور کوئی حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امام ابو حنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ ان کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ فرماتے لگے وہ ثقہ ہیں کسی کو انھیں ضعیف بتاتے نہیں سنا۔ یہ شعب بن الحجاج ان کو لکھتے ہیں اور قرآن ش کرتے ہیں کہ وہ حدیثیں بیان کریں اور شعب آخر شعبہ ہی ہیں۔“ (الاتقار فی فضائل الائمۃ الثلثہ الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۲۷)۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۷) ملکہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک بار ایک زندیق کو قتل کے لئے لایا گیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان ایک ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جو میں نے وضع کی ہیں۔ ہارون الرشید نے فوراً جواب دیا کہ فاین انت یا عبد اللہ عن ابی اسحق الفزاری وابن المبارک ینخلانھا فیہن جاحراً حرقاً اے دشمن خدا

تو ابواسحق فزاری اور ابن المبارک سے پوچھ کر کہاں جاسکتا ہے جو ان کو چھپائی میں چھان کر ان کا ایک ایک حرف نکال پھینکیں گے۔ (تذکرۃ المحققین ترجمہ امام ابواسحق فزاری)۔ ۲۔ فتح المغیث ص ۴۹ طبع لکھنؤ ۱۳۰۷ھ اور الاعلان بالتوبخ ص ۳۳

ملکہ ”محافلہ“ بروزن متاعلہ حقل سے ہر جس کے معنی زراعت اور کاشتکاری کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں عام طور پر زمین کو بتائی یعنی بتائی یا چوتھائی پیداوار پر دینے کیلئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور ”مزانبہ“ وہ زمین ہے ہر جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں اور فقہ میں اس کے معنی درخت کے خربائے ترک و خرابے خشک کے عوض بیع کرنے کے آتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہی نہیں۔ کہا تھا کہ کیوں نہیں؟ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قال عبد اللہ اور قال علقمہ مجھے زیادہ پسند ہے، اسی طرح شیخ نے جس وقت ان سے ایک حدیث کی بابت سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کر دیا جائے تو یہ جواب دیا تھا کہ نہیں مرفوع نہ کرو ہم کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے کسی شخص سے اس کو نقل کیا جائے کیونکہ اگر روایت میں کچھ کمی بیشی ہوگی تو وہ بعد کے شخص پر ہی رہے گی) یا پھر حکم منصوص سے ان کا استنباط یا اپنی آرا سے ان کا اجتہاد تھا۔ اور ہر صورت میں صحابہ اور تابعین اپنے طرز عمل کے اعتبار سے بعد کے آنے والوں سے کہیں بہتر اور کہیں زیادہ صائب لائق نیز زمانہ کے لحاظ سے سب سے مقدم اور علم کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر تھے، لہذا سوائے اس صورت کے کہ ان کے باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان کے قول کے صریح خلاف موجود ہو ہر حال میں ان کے اقوال پر عمل کرنا لازم ہے۔

اور جس صورت میں کسی مسئلہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مختلف ہوتیں تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر صحابہ کسی حدیث کے منسوخ ہونے کے قائل ہوتے یا اس کو ظاہری معنی سے پھیر دیتے (یعنی اس میں تاویل سے کام لیتے) یا اس بارے میں کچھ حرج نہ کرتے لیکن ترک حدیث پر اور اس کے بموجب عمل نہ کرنے پر متفق ہوتے تو یہ بات بھی اس حدیث میں بمنزلہ کسی علت کے ظاہر کرنے یا اس کے منسوخ ہونے یا اس کی تاویل کا حکم دینے کے تھی بہر حال ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے علمائے صحابہ ہی کا اتباع کیا اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے کہتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی حدیث میں فرمایا کہ جادھن الحدیث ولا ادری ما حقیقتہ (یہ روایت تو آئی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے) امام موصوف کے اس قول کو ابن حجب نے نقل کیا ہے۔ امام مالک کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے فقہاء کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا۔

اور جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب بھی کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تو ہر عالم کے نزدیک اپنے اہل شہر اور اپنے ہی اساتذہ کا مذہب پسندیدہ تھا کیونکہ وہ ان کے صحیح اور غیر صحیح اقوال سے زیادہ باخبر ہوتا اور جو اصول کہ ان اقوال کے مناسب ہوتے ان کو زیادہ محفوظ رکھتا تھا نیز اس کا دل اپنے ہی اہل شہر اور اساتذہ کے فضل و تبحر کی طرف خاص طور سے مائل ہوتا تھا چنانچہ حضرات عمر، عثمان، عائشہ، ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) اور ان کے تلامذہ جیسے سعید بن المسیب کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کے سب سے زیادہ حافظ تھے اور عروہ اور سالم اور عکرمہ اور عطار اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور ان جیسوں کا مذہب دیگر حضرات کے مذہب کی بہ نسبت اہل مدینہ کے

سہ یہ حدیث اس طرح ہے کہ جب کتاب تم میں سے کسی کے برتن میں پے تو اسے سات بار دھوؤ (موطا)

نزدیک زیادہ قابل اخذ تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائلِ مدینہ کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نیز اس وجہ سے بھی کہ مدینہ منورہ ہر زمانہ میں فقہاء اور علماء کا مادی اور مجمع رہا ہے اور اسی بنا پر آپ امام مالک کو دیکھیں گے کہ وہ ان ہی کے طریقہ کو بکڑے رہتے ہیں اور امام مالک کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ وہ اہل مدینہ کے اجماع سے تسک کرتے ہیں اور امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے کہ جس بات پر حرمین شریفین کا اتفاق ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا مذہب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح اور شعبی کے فیصلے اور ابوہریرہؓ، عجمیؓ، خفیؓ کے فتاویٰ اہل کوفہ کے نزدیک دوسرے کے مذہب کی بنسبت زیادہ لینے کے لائق تھے اور یہی وجہ ہے کہ علقمہ نے جب مسروق کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف تشریک کے مسئلہ میں مائل دیکھا تو کہا کہ کیا کوئی ان میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے بھی زیادہ پکا عالم ہے، مسروق نے کہا نہیں لیکن میں نے زید بن ثابتؓ

طہ غالباً حدیث یوشک ان یضرب الناس اکباد الاہل یطلبون العلم فلا یجدون احداً اعلم من عالم المدینۃ (قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر طلب علم کے لئے سفر کریں گے اور مدینہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے) کی طرف اشارہ ہے چنانچہ آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب نے امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے اسی حدیث کو بیان کیا ہے اور سفیان بن عیینہ اور عبدالرزاق سے تصریح نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی امام مالک کے حق میں پوری اتری، جس طرح سے کہ امام میوطی اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث لوکان العلم بالثریا لتناولہ اناس من انباء فارس (منہ امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۹۶ و ۲۹۷) کا اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کی ذات گرامی ہے اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی اپنے مکتوبات میں رقمطراز ہیں کہ روزیہ در حدیث لوکان الايمان عند الثریا لنالہ رجل اور رجل من ہولاء یعنی اہل فارس و فی روایت لنالہ رجال من ہولاء بلا شک مذکورہ کریم تفسیر گفت امام ابوحنیفہؒ دین حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بہ دست وے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام را با آن فقہ ہذب گردانید خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است و پس، در جمیع بلدان و جمیع اقالم بادشاہان خفی اند و قضاۃ و اکثر مدرسان و اکثر عوام خفی (ص ۱۶۸) کلمات طیبات، یعنی مجموعہ مکتب شاہ صاحب وغیرہ طبع مجبائی دہلی

ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو حاصل کر کے رہتا اور ایک روایت میں "کچھ لوگ" ہی کے الفاظ بغیر شک کے مذکور ہیں، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ہاتھوں کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کی اس فقہ کے ذریعہ اصلاح فرمائی خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت بس ہی مذہب ہے، سارے شہروں میں اور تمام ملکوں میں بادشاہ خفی ہیں قاضی خفی ہیں اور اکثر مدرسین اور عوام خفی ہیں۔

لے عمل اہل مدینہ اور اتفاق اہل حرمین شریفین کی بابت حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن القیم کی بحث آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں۔ ۳۳ تشریک کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنی زمین دوسرے کو بیانی پمیدیدے۔

اور اہل مدینہ کو تشریک کرتے دیکھا تھا۔

پھر اگر اہل شہر کسی مسئلہ پر متفق ہوتے تو اس طبقہ کے علماء اس کو دانتوں سے پکڑتے تھے چنانچہ ایسے ہی مسائل کے بارے میں امام مالک فرمایا کرتے ہیں کہ السنۃ التي لا اختلاف فيها عندنا کذا وکذا (یعنی وہ سنت ہے کہ جس کے بارے میں ہمارے یہاں کچھ اختلاف نہیں)۔

اور جو اہل شہر میں بھی اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور سب سے رائج قول کو لیتے تھے خواہ یہ قوت کثرت قائلین سے حاصل ہوتی یا کسی قیاس قوی کی موافقت سے یا کتاب و سنت کی کسی تخریج سے اور اسی قسم کے مسائل میں امام مالک یوں فرمایا کرتے ہیں کہ هذا احسن ما سمعت (یعنی جو کچھ میں نے سنا ہے اس میں یہ سب سے بہتر ہے)۔

اور جب صحابہ و تابعین کے ان اقوال میں بھی کہ جو ان کے پاس محفوظ تھے مسئلہ کا جواب نہ پاتے تھے تو ان ہی کے کلام سے اس کو نکالتے تھے اور اس کے متعلق ان کے اشارہ اور اقتضاء کو تلاش کرتے تھے۔

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

واللهو اني هذه الطبقة التذوين فدونك مالك
وهمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب بالمدينة و
ابن جريح وابن عيينة بمكة والثوري بالكوفة و
ربيع بن صبيح بالبصرة، وكلهم مشوا على هذا
المنهج الذي ذكرته۔ ۱۰۰

اور اسی طبقہ میں کتابوں کی تدوین دل میں ڈالی گئی، چنانچہ امام
مالک اور محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب نے مدینے میں اور
ابن جريح اور ابن عيينہ نے مکہ میں اور سفیان ثوری نے
کوفہ میں اور ربيع بن صبيح نے بصرہ میں تصنیفیں کیں اور یہ
سب حضرات اسی روش پر چلے جو میں نے بیان کی۔

اگرچہ حدیث و روایت اور فقہ و اجتہاد کا سلسلہ تمام اسلامی شہروں میں جاری تھا اور ہر جگہ محدثین
اہل روایت اور ارباب فتویٰ اور مجتہدین کی ایک جماعت موجود تھی لیکن شاہ صاحب نے مدینہ اور کوفہ کا
خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ ان دونوں شہروں کو اس بارے میں مرکزیت حاصل تھی، حافظ ابن عبد البر نے
جامع بیان العلم میں یہ سند متصل امام ابن وہب کی زبانی جو امام مالک کے مختص تلامذہ میں شمار کئے جاتے
ہیں نقل کیلئے کہ ایک بار امام مالک سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس پر سائل کی زبان
سے یہ نکل گیا کہ اہل شام تو اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا
متی كان هذا الشأن بالكشام، انما هذا الشأن
وقف على اهل المدينة والكوفة۔ ۱۰۱

اہل شام کی یہ شان کب سے ہو گئی۔ یہ شان تو صرف اہل
مدینہ اور اہل کوفہ کی ہے۔

چنانچہ اس دور کے جن ائمہ اجتہاد کو حق تعالیٰ کی جانب سے قبول عام کی سند عطا ہوئی اور جن کے فقہ پر

۱۰۲ اور امام محمد اس موقع پر فرماتے ہیں وهو قول ابی حنیفة والعامۃ من فقہائنا۔ ۱۰۳ اور امام محمد
ایسی جگہ ہوا صاحب الینا لکھا کرتے ہیں۔ ۱۰۴ الانصاف اور حجة الله "باب اسباب اختلاف الفقہاء"۔
۱۰۵ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۸ طبع میری مصر۔

آج تک اسلامی دنیا کا غالب حصہ عمل پر اچلا آتا ہے وہ ان ہی دونوں مقامات کے رہنے والے تھے، ناظرین سمجھ گئے کہ ہماری مراد امام اعظم ابو حنیفہ کوئی اور امام دارالہجرت مالک بن انس اصبحی سے ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کے مسائل فقہیہ کی بنیاد ان ہی مذکورہ بالا اصولوں پر ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں:-

وبعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقہ است و
اہل فقہ مسائل اجماعیہ فاروق است و اگر اکثر
اہل اسلام را بنظر امتحان نگاہ کنی خفیاں مالکیان
و خافیاں اند۔
اس کے بعد لکھتے ہیں:

و کے کہ ہر اصول و اہیات اس مذاہب اصطلاح
دارد شک نمی کند و آنکہ اصل این مذاہب مسائل
اجماعیہ فاروق است و آن مانند امر مشترک است
در میان ہمہ آہنا۔

بعد ازاں اعتماد پر فقہار صحابہ اہل مدینہ
مانند ابن عمر و عائشہ و فقہار سبغہ از کبار تابعین
مدینہ و نہری مانند آں از صفار تابعین مدینہ
اصل مذہب مالک است کہ صورت خاص مذہب
اوازاں پیدا شدہ۔

و ہمچنین اعتماد پر فتاویٰ عبداللہ بن مسعود در
غالب حال و ہر قضایائے مرتضیٰ در بعضی احوال بآں
شرط کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ باشند
و اثبات نمودہ، و بعد ازاں بر تحقیقات ابراہیم نخعی و
شعبی و تخریجات ایشان اصل مذہب ابی حنیفہ
است کہ سبب آن صورت خاص مذہب او پیدا
شدہ۔

اور قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا دار مدار فقہ پر ہے اور فقہ
کے بنیادی مسائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی
مسائل ہیں (یعنی جن پر آپ کے عہد خلافت میں اجماع ہو گیا تھا)
اور جملہ اسلام کی اکثریت کو جانچو تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہی ہیں۔

اور جو شخص کہ ان مذاہب کے اصول و اہیات پر اطلاع
رکھتا ہے اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی
اصل حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں اور یہ
ان تمام مذاہب کے درمیان ایک مشترک سی چیز ہے۔

اس کے بعد اہل مدینہ میں سے فقہار صحابہ جیسے کہ حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کبار
تابعین مدینہ میں سے فقہار سبغہ اور صفار تابعین مدینہ میں سے
نہری اور ان جیسے حضرات پر اعتماد امام مالک کے مذہب کی
بنیاد ہے کہ جس کے ان کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہو گئی۔

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے
فتاویٰ پر اعتماد اکثر حالات میں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے فیصلوں پر بعض حالات میں بشرطیکہ ان فیصلوں کو حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب روایت کرتے اور
مانتے ہوں اور اس کے بعد ابراہیم نخعی اور شعبی کی تحقیقات اور
ان کی تخریجات پر اعتماد امام ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد ہے کہ
جس کی وجہ سے ان کے مذہب کی ایک خاص شکل پیدا ہو گئی۔

۱۷۱ و ۱۷۲ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ء۔ اس شرط کی وجہ خود شاہ صاحب ہی قرۃ العینین میں
یہ بیان فرماتے ہیں کہ

اہل مدینہ و اہل شام و اہل مصر از مرتضیٰ روایت ندارند
الادریغایت قلت، و اہل کوفہ روایت دارند اما پیش
اہل مدینہ، اہل شام و اہل مصر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سے نہایت کم روایت رکھتے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

امام ابو حنیفہ و امام مالک کے | دوسری صدی کے نصف ثانی میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ اسلامی دنیا
تلامذہ اور علم حدیث کے چپہ چپہ پہ پہل چکے تھے اور ہر جگہ علوم اسلامیہ کی اشاعت میں مصروف تھے
حافظ عبدالقادر قرشی الجواہر المصنیہ کے مقدمہ میں کتاب التعلیم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ
روای عن ابی حنیفۃ ونقل مذهبہ نحو من تقریباً چار ہزار افراد نے امام ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت
اربعة الاف نفر۔ کی اور ان کے مذهب کو نقل کیا ہے۔

امام اعظم کے تلامذہ کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفہ وقت کی حدود حکومت اس سے زیادہ وسیع
نہ تھیں۔ امام حافظ الدین ابن البرزکری نے مناقب الامام الاعظم کے خاتمہ میں امام مصروح کے مختص تلامذہ
کا تفصیلی تذکرہ لکھنے کے بعد زیر عنوان من شئ عند الحدیث والفقہ شرقاً وغرباً بلداً ابلداً یعنی مشرق و
مغرب میں جنہوں نے ان سے حدیث و فقہ کی روایت کی ہے ان میں سے سات سو تیس مشاہیر علماء اعلام
کے نام بغیر نسب لکھے ہیں اور ضلع واران کو شمار کر لیا ہے، چنانچہ جن اضلاع و ممالک کا اس سلسلہ میں انھوں
نے نام لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:
مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ، رقعہ، نصیبین، دمشق، رملہ، مصر، یمن،
ہیامہ، بحرین، بغداد، استوار، کرمان، اصفہان، حلوان، استرآباد، سمران، ہارند، رے، وامنان، قومیس،
طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، نسا، مرو، بخارا، سمرقند، کش، صغانیان، ترمذ، بلخ، ہرات، قستان
سجستان، روم، خوارزم،

امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن الفرات سے روایت کی ہے کہ

كان اصحاب ابی حنیفۃ الذین دونوا الکتب اربعین رجلاً، وكان فی العشرة المتقدمین
امام ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے کتابوں کی تدوین کی
چالیس تھے، چنانچہ ان دس اشخاص میں سے کہ جو تلامذہ متقدمین
میں شمار کئے جاتے ہیں یہ حضرات ہیں، امام ابو یوسف، امام زفر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) محدثین اکثر
رواة حضرت مرتضیٰ مستور الحال اند غیر حفاظ، و
روایت از مرتضیٰ پیش ایشان صحیح نشدہ است الا
از قبل اصحاب عبداللہ بن مسعود، عن ابن عباس
قال سمعت المغیرۃ یقول لم یکن
یصدق علی علی فی الحدیث عند الا
من اصحاب عبداللہ بن مسعود اخرجه
مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔

(ص ۱۸۵)

اور اہل کوفہ آپ سے روایت رکھتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک
حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنے والے اکثر وہ
لوگ ہیں جن کے حالات مخفی ہیں اور جو حافظانہ تھے ان کے
نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صرف وہی روایات
صحیح ہوئی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے آئی
ہیں۔ چنانچہ ابوبکر بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے مغیرہ
سے سنا فرماتے تھے حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
صرف اسی روایت کی تصدیق کی جاتی تھی کہ جو اصحاب
عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہوتی تھی ابوبکر
کے اس بیان کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ذکر
کیا ہے۔

یوسف بن خالد السمعی و یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، وهو الذی کان یکتبہا لہم ثلاثین سنۃ ۱۵

امام داؤد الطائی، امام اسد بن عمرو۔ امام یوسف بن خالد سمعی امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور یحییٰ ہی تیس برس تک ان حضرات کیلئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ۱۶

اسد بن فرات نے جن لوگوں کے نام گناے ہیں ان کے علاوہ امام عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۱ھ اور امام وکیع بن الجراح المتوفی ۱۹۸ھ جو مشہور ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس زمانہ میں ان حضرات کی تصانیف کو یہ قبول عام حاصل تھا کہ امام بخاری نے سولہ سال ہی کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی تصانیف کو ازبر کر لیا تھا اور ان سب میں خصوصیت کے ساتھ یہ چار حضرات فقہ و اجتہاد میں زیادہ نامور گزرے ہیں۔ امام زفر المتوفی ۱۵۸ھ، امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ امام محمد المتوفی ۱۸۹ھ امام حسن بن زیاد المتوفی ۲۲۵ھ اور یہ فقہ جو امام ابو حنیفہ کے انتساب سے عام طور پر فقہ حنفی کہلاتی ہے درحقیقت امام مدوح اور ان ہی چار حضرات کے اجتہادی مسائل کا مجموعہ ہے یہ چاروں حضرات بھی بڑے پایہ کے محدث اور حافظ الحدیث تھے چنانچہ امام زفر کے بارے میں

۱۷ الجواہر المصنیۃ، ترجمہ اسد بن عمرو یوسف بن خالد۔ ۱۵ مولانا شبلی نعمانی نے اسد بن فرات کی اس روایت کو تدوین فقہ سے متعلق خیال کیلئے چنانچہ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں:

”امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے، جن میں یہ لوگ زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف، زفر، داؤد الطائی اسد بن عمرو، یوسف بن خالد السمعی، یحییٰ بن ابی زائدہ، امام طحاوی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کام میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی ۱۲۱ھ ہجری سے ۱۵۸ھ تک جو امام ابو حنیفہ کی وفات کا سال ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یحییٰ شروع سے اس کام میں شریک تھے یحییٰ ۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ شروع سے کیونکر شریک ہو سکتے تھے۔“

(ص ۲۰۰ طبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۲ھ۔)

مولانا نے دونوں الکتب سے فقہ کی تدوین مراد لی پھر خود ہی اس تدوین کی مدت تیس سال یعنی ۱۲۱ھ سے لے کر ۱۵۸ھ تک متعین فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس روایت کے اخیر حصہ کی صحت سے ان کو انکار کرنا پڑا، حالانکہ اس روایت میں تدوین کتب کا ذکر ہے نہ کہ تدوین فقہ کا (اور ظاہر ہے کہ یہ کتابیں موطا جامع سفیان اور صاحبین کی تصانیف کی طرح فقہ و حدیث دونوں کی جامع ہوں گی) اور اس کی بھی جو مدت متعین کی ہے (یعنی ۱۲۱ھ سے لے کر ۱۵۸ھ تک) وہ بھی غلط ہے کیونکہ تدوین فقہ کا کام امام اعظم نے حسب تصریح حافظ ذہبی ۳۳۰ھ ہجری کے قریب شروع کیا ہے اور خود مولانا نے بھی الفاروق میں تدوین فقہ کے آغاز کی یہی تاریخ لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”۳۳۰ھ میں جب تفسیر حدیث، فقہ وغیرہ کی تدوین شروع ہوئی“ (ص ۲۷ طبع فخر المطابع لکھنؤ)

۱۸ مقدمہ فتح الباری۔

حافظ ابن حبان، کتاب الثقات کے طبقہ ثالثہ میں لکھتے ہیں کہ کان زفر متقنا حافظاً، اسی طرح امام ابو یوسف کو حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور امام محمد کے متعلق محدث دارقطنی نے بایں ہمہ شدت عصبیت اپنی کتاب غرائب مالک میں تصریح کی ہے کہ من الثقات الحفاظ اور امام حسن بن زیاد سے حافظ ذہبی نے تاریخ کبیر میں خود ان کی زیانی یہ نقل کیا ہے کہ

کتبت عن ابن جریر اشنی عشر الف حدیث میں نے ابن جریر سے بارہ ہزار حدیثیں لکھی ہیں اور وہ سب کلمہا یحتاج الیہا الفقہاء کی سب ایسی ہیں کہ جن کی فقہاء کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی متعدد تصانیف آج بھی موجود ہیں اور بعض ان میں سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور گوان حضرات کی بلکہ تیسری چوتھی صدی تک کے متقدمین ائمہ احاف کی بہت سی تالیفات اب بالکل نایاب ہیں لیکن بعد کے ائمہ کی وہ کتابیں جن میں ان تصانیف کی تلخیص و تہذیب کی گئی ہے بھلاشتہ آج بھی موجود و متداول ہیں جیسے شمس الائمہ سرخسی (المتوفی ۴۴۹ھ) کی بسوط اور ملک العلماء کاشانی (المتوفی ۸۵۵ھ) کی بدائع الصنائع اور شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (المتوفی ۷۹۳ھ) کی ہدایہ کہ ان تینوں کتابوں میں جس قدر احادیث و آثار آئے ہیں وہ اصل میں متقدمین ائمہ احاف ہی کی کتابوں سے منقول ہیں جن کو ان حضرات نے اپنے ائمہ کے اعتماد پر اختصار کے پیش نظر بلا ذکر حوالہ و سند درج کر دیا ہے۔ چنانچہ حافظ قاسم بن قطلوبغا فیئۃ المسمعی فی وفات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان المتقدمین من علماءنا رحمہم اللہ کما نوا یلون ہمارے علماء متقدمین اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے مسائل فقہیۃ المسائل الفقہیۃ وادلہا من الاحادیث النبویۃ اور ان کے دلائل کا احادیث نبویہ سے اپنی اسانید کے ساتھ باسانید ہم، کابی یوسف فی کتاب الخراج و الامالی و محمد فی کتاب الاصل والسیرو کذا املکراتے تھے جیسا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج اور امالی میں اور امام محمد نے کتاب الاصل اور کتاب السیر میں اور اسی طرح امام طحاوی، خصاف، ابوبکر رازی اور کریمی نے (اپنی اپنی تصانیف میں) کیا ہے البتہ مختصرات کی الاملا اس سے مستثنیٰ ہے، بعد میں وہ حضرات آئے جنہوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور ان حدیثوں کو بغیر سند اور حوالہ کے دلا تخریج فعکف الناس علی هذه الكتب۔

۱۔ اس کتاب کے قلمی نسخے حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ، اور کتب خانہ سعیدیہ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔
۲۔ نصب الرایۃ تخریج احادیث الہدایہ از حافظ زلیعی ج ۱ ص ۳۰۸ و ۳۰۹ طبع مصر ۱۳۵۵ھ الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع ص ۵۰ طبع مصر ۱۳۶۸ھ۔
۳۔ چنانچہ امام ابو یوسف کی تصانیف میں سے کتاب الخراج، کتاب الآثار (جس کو امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں) اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی، الرد علی سیر الاوزاعی، چھپ گئی ہیں، کتاب الخراج، مصر میں مکرر طبع ہو چکی ہے اور بقیہ تینوں کتابیں مجلس ابحار المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے مولانا ابوالوفا افغانی کی تصحیح و تنسیخ کے اہتمام کے ساتھ مصر سے چھپو کر شائع کی ہیں اور امام محمد کی تصانیف میں سے کتاب الحج عرصہ ہوا کہ چھپ چکی ہے اور موطا اور کتاب الآثار تو متعدد بار طبع ہو چکی ہیں۔

دس ۹ طبع مصر ۱۳۶۹ء

اپنی تصانیف میں درج کیا پھر لوگ انہی تصانیف پر متوجہ ہو گئے

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے ائمہ کی کتابوں پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا کہ امام بغوی اور شاہ ولی اللہ کو صحاح ستر پر تھا اور جس طرح کہ امام بغوی نے مصابیح السنہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجتہ اللہ باللہ میں ان کتابوں کی روایات کو بلا حوالہ و سند درج کر دیا ہے اسی طرح ان حضرات نے اپنے ائمہ کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے بعد کو جب فتنہ تانار میں اسلامی دنیا کا اینٹ سے اینٹ بج گئی اور بلا وعجم سے لیکر دار الخلافہ بغداد تک مسلمانوں کے جتنے علمی مراکز تھے ایک ایک کر کے تباہ و برباد ہو گئے تو متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اس فتنہ میں بالکلیہ معدوم ہو گئیں یہی وجہ ہے کہ متاخرین حفاظ حدیث کو جنہوں نے ہدایہ وغیرہ کی احادیث کی تخریج کی ہے متعدد روایات کے بارے میں یہ تصریح کرنا پڑی کہ یہ روایت ان لفظوں میں ہم کو نہ مل سکی "کیونکہ ان ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ حنفیہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے محدثین مابعد کی ان کتابوں میں تلاش کیا کہ جو ان کے عہد میں متداول تھیں۔ اس سے بعض لوگوں کو صاحب ہدایہ کے متعلق قلت نظر اور ان حدیثوں کے متعلق ضعف کا شبہ ہونے لگا اور تعجب ہے کہ شیخ عبدالحی دہلوی بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں چنانچہ وہ ہدایہ اور اس کے مصنف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

اور کتاب ہدایہ نے بھی کہ جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وجہ سے (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی کے حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی، غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی تلافی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف و سہ در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول بنادہ و اگر حدیث آورده نزد محدثین خالی از ضعف نہ، غالباً اشتغال آن استاد و علم حدیث کمتر بودہ است و لیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاء اللہ خیر الجزاء تلافی آن نموده و تحقیق کار فرمودہ است۔

لہ

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث میں کم تھا کیونکہ وہ خود بہت بڑے محدث اور حافظ احادیث تھے۔ اور جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ یہ سب حدیثیں اگلے ائمہ کی کتابوں سے منقول ہیں

لہ شرح سفر السعادت از شیخ موصوف ص ۲۳ طبع نو لکھنؤ۔ لہ چنانچہ علامہ محمود بن سلیمان کفوی نے کتاب علامہ الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المتخارین رحین کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گذرا ہے) صاحب ہدایہ کے متعلق ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ کان اماماً فقیہاً حافظاً محدثاً مفسراً۔ اور حافظ عبد القادر قرشی نے البحر المصنیع میں لکھا ہے کہ رحل و سمع و لقی المشائخ و جمع لنفسہ مشیختہ کتبہا و علقت منها فوائد (یعنی انہوں نے طلب حدیث میں رحلت کی، حدیث کا سماع کیا، مشائخ سے ملے اور اپنا شیخ جمع کیا جس کو میں نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے فوائد کو اخذ کیا ہے) مشیختہ کتاب ہے جس میں مولف اپنے شیوخ کے حالات اور ان کی مرویات و اجازات کو جمع کرتا ہے۔

خود ہم نے متعدد روایات کو دیکھا ہے کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخبرین احادیث ہدایہ ان کے بارے میں بصراحت لکھتے ہیں کہ وہ ان کو نہ مل سکیں حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ہی تصریح کی ہے جس کی اصلی وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔

امام اعظم کی طرح امام مالک کے تلامذہ بھی دینائے اسلام کے مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ محدث خطیب بغدادی نے رواق مالک میں نو سو ترانوے اشخاص کو اور حافظ قاضی عیاض نے اپنی تصنیف میں کچھ اور ایک ہزار تین سو شخصوں کو بقید نسب نام بنام گنایا ہے اور امام مالک سے ہر ایک کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ امام مالک کے تلامذہ میں عبداللہ بن وہب المتوفی ۱۹۵ھ اور عبدالرحمن بن القاسم المتوفی ۱۹۱ھ اور شہب المتوفی ۲۰۴ھ بڑے پایہ کے مصنف گذرے ہیں۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن وہب نے ایک لاکھ حدیثیں زبانی روایت کی ہیں اور ان کی تصانیف میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں اور اس پر کمال یہ ہے کہ حسب تصریح حافظ ابن عدی کی ایک حدیث بھی ان کی تصانیف میں منکر نہیں ملتی، موضوع اور ساقط الاعتبار کا تو ذکر کیا ہے۔ ابن القاسم کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ امام مالک کی فقہ کے بھی سب سے بڑے راوی ہی ہیں۔

غرض ابھی دوسری صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ علم حدیث میں بکثرت تصانیف مدون ہو کر شائع ہو چکی تھیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ نے تمام عالم اسلام کو فقہ و حدیث سے معمور کر دیا تھا اسی صدی میں فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی تدوین ان احادیث و آثار کی روشنی میں مکمل ہوئی کہ جن پر فقہاء صحابہ و تابعین اور ارباب فتوے کا عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ امام بخاری و مسلم اور دیگر مصنفین صحاح ستہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ارباب صحاح ستہ نے بھی بیشتر ان ہی دونوں اماموں کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے علم حدیث کی تحصیل کی ہے، چنانچہ خود امام ابن ماجہ کے متعلق بھی شیخ ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ نے الامکال میں بجائے ان کے شیوخ حدیث کا نام لینے کے صرف اس قدر لکھتے پراکتفاء کی ہے کہ

سمم اصحاب مالک واللیث انھوں نے امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگردوں حدیث سنی ہے۔
 علم حدیث تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کو بڑی ترقی ہوئی اور اس فن کا ایک ایک شعبہ پایہ تکمیل کو
 تیسری صدی میں پہنچا۔ محدثین اور ارباب روایت نے (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے) طلب حدیث میں
 بھر دیکھو پھر کیا اور دینائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ میں پہنچ کر تمام

۱۔ ملاحظہ ہو ترمذی، الممالک از حافظ سیوطی، ۲۔ بیان المجتہدین از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۵ طبع مجتہدائی دہلی۔

منشور اور پراگندہ روایتوں کو یکجا کیا۔ مسند حدیثیں علیحدہ کی گئیں، صحت سند کا التزام کیا گیا، اسرار الرجال کی تدوین ہوئی، جرح و تعدیل کا مستقل فن بن گیا اور صحاح ستہ جیسی بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔

گذشتہ مولفین براہ راست مشاہیر تابعین یا کبار تبع تابعین کے شاگرد تھے بدین وجہ ان کو اسناد کے بارے میں تحقیقات کی بہت کم ضرورت پیش آتی تھی، لیکن اس صدی میں وسائط اسناد پہلے سے کئی گنے بڑھ گئے تھے لہذا اس دور کے محدثین کو تاریخ رجال کی طرف مستقل توجہ کرنی پڑی جس سے اسرار الرجال کا عظیم الشان فن مدون ہوا یہ کوئی معمولی کام نہ تھا ہر روایت کے سلسلہ اسناد میں جتنے لوگوں کے نام آئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی بابت یہ معلوم کرنا کہ کون تھا، کیسا تھا، کیا کرتا تھا، اس کا چال چلن کیسا تھا، سمجھ بوجھ کیسی تھی ثقہ تھا یا غیر ثقہ، عالم تھا یا جاہل، ذہین تھا یا غبی، حافظہ کیسا تھا، یادداشت کا کیا حال تھا، کہاں کا باشندہ تھا، کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، کہاں کہاں تحصیل علم کی، کن کن شیوخ سے ملا، کب پیدا ہوا اور کس وقت وفات پائی وغیرہ وغیرہ ملن جزئی امور کا پتہ چلانا کتنا کٹھن کام تھا مگر محدثین کے ایک گروہ کثیر نے اس کام کے لئے اپنی عمریں وقف کر دیں شہر شہر پھرے، گاؤں گاؤں میں پہنچے، راویوں سے خود جا کر ملے ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے، جس کی بدولت ہر روایت کے بارے میں اسناد کے اعتبار سے قوت و ضعف، صحت و بطلان، اور اتصال و انقطاع کا فیصلہ کرنا آسان ہو گیا اور حدیث کے متعلق بہت سی نئی اصطلاحیں، مثلاً صحیح، حسن، عزیز، غریب، ضعیف، سند مرسل منقطع وغیرہ عالم وجود میں آئیں۔

اگلے علماء کے یہاں سند و مرسل اور صحیح و حسن کی کوئی تفریق نہ تھی وہ سب اقسام کو یکساں قابل حجت قرار دیتے تھے لیکن اس صدی کے شروع ہی میں ارباب روایت میں حدیث مرسل کے بارے میں اختلاف

الحديث مرسل محدثین کی اصطلاح میں وہ کہلاتی ہے جس میں تابعی اپنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو واسطہ ہے اس کو بیان کئے بغیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے جیسا کہ عام طور پر سعید بن المسیب، کحول دمشقی، ابراہیم نخعی، حسن بصری اور دیگر اکابر تابعین کا معمول تھا، پھر اگر راوی نے دور راویوں کے درمیان جو شخص واسطہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ مثلاً ایک شخص نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہم زمان نہ تھا قال ابو ہریرہ کہا تو ایسی روایت محدثین کے یہاں منقطع کہلاتی ہے اور جو ایک سے زیادہ واسطے حذف کر دیئے تو اسے "مفصل" کہتے ہیں اور فقہاء اور اصولیین کے یہاں ان سب صورتوں میں اس کو "مرسل" ہی کہا جاتا ہے کتاب التفتیح شرح حامی (مرسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کا فیصلہ حسب ذیل ہے:

والمراسیل قد تنازع الناس فی قبولها و ردھا و اصحہ الاقوال ان منها المقبول و المردود و منها الموقوف فمن علم من حاله انه لا يرسل الا عن ثقة قبل مرسله ومن عرف انه يرسل عن الثقة و غیر الثقة کان ارساله من اية عن لا يعرف حاله فهذا موقوف، وما کان من المراسیل مخالفا لما رواه

مراسیل کے رد و قبول کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ ان میں قابل قبول بھی ہیں اور قابل رد بھی اور وہ بھی کہ جن کے بارے میں توقف سے کام لینا پڑے گا چنانچہ جس شخص کی بابت یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ثقہ کے علاوہ اور کسی سے ارسال نہیں کرتا اس کی مرسل قبول کی جائے گی اور جس کے بارے میں یہ پتہ چل گیا کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

پیدا ہو گیا بعض نے اس کو حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا بعض نے اس کا درجہ مندر کے بعد رکھا اور بعض نے اس کو مندر پر ترجیح دی امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

ان التابعین اجمعوا باسروهم علی قبول المرسل تابعین سارے کے سارے مرسل کے قبول کرنے پر متفق تھے ولم یأت عنہم انکار ولا عن احد من الائمة بعدہم الی رأس المائتین۔ ۱۷

مصنفین صحاح میں امام مسلم نے اپنے مقدمہ صحیح میں تصریح کی ہے کہ مرسل روایات حجت نہیں ہیں لیکن یہ ارباب صحاح کا متفقہ مسلک نہیں ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

فاذا لم یکن مسنداً عند المرسل ولم یوجد مسنداً ف المرسل یحتمل ان یشیء منہ او قد فرغ منہ ہو تو مرسل مرسل کے مخالف نہ ہو اور مسند موجود نہ ہو تو مرسل سے احتجاج کیا جائے گا اور وہ قوت میں متصل کی طرح فی القویۃ۔ ۱۸

بلکہ حافظ ابو الفرج بن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب التحقیق فی احادیث الخلاف میں اور محدث خطیب بغدادی نے الجامع فی آداب الراوی والسامع میں امام احمد بن حنبل سے یہاں تک نقل کیا ہے کہ ربما کان المرسل اقوی من المسند۔ ۱۹

مرسل کا انکار اگرچہ بعض ارباب روایت نے اپنے خیال میں احتیاط کے پیش نظر کیا تھا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو متعدد مسائل میں جہاں مرسل کے علاوہ اور کوئی روایت مسند ان کے علم میں نہ تھی اگلے ائمہ سے اختلاف کرنا اور فقہاء مجتہدین سے ارباب ظواہر کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ تاخرین میں دارقطنی اور بیہقی بڑے نامور محدث گزرے ہیں مگر ان دونوں کی یہ کیفیت ہے کہ سند پر سند اور روایت پر روایت ذکر کرتے چلے جاتے ہیں اور اس کے ضعف کی ان کے پاس بجز اس کے کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اسے مرسل ثابت کریں یا موقوف کہیں۔

اس وقت تک مصنفین عام طور پر اپنی کتابوں میں ان ہی روایات کو جگہ دیتے تھے جو اہل علم میں متداول چلی آتی تھیں اس کا بھی اہتمام تھا کہ حدیث نبوی کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی درج کئے جائیں لیکن اس دور میں یہ انداز بدل گیا اب ارباب روایت نے ہر نادانوشے اور غیر متداول صحیفے کا کھوج لگایا تھا، حجاز

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۹۷ هذا الثقات کان من وداو اذا کان المرسل من وحمین کل من الراویین اخذ العلم عن شیوخ اخر فہذا یدل علی صدقہ فان مثل ذلک لا یتصور فی العادۃ تماثل الخطاء فیہ وتعمد الکذب۔

(منہاج السنیج ۲ ص ۱۱۱)

اس کا ارسال لیے شخص سے روایت ہے کہ جس کا حال معلوم نہیں پہلی روایت میں توقف کیا جائیگا اور جو مرسل کہ ثقات کی روایات کے خلاف ہونگے وہ رد کئے جائیں گے اور جب مرسل روایت دونوں ہی ہو اور دونوں راویوں نے الگ الگ شیوخ سے روایت کی ہو تو یہ بات اس روایت کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عادتاً اس طرح خطا میں یکسانی اور قصداً غلط بیانی متصور نہیں۔

رحاشیہ صفحہ ۱۹۷ ۱۷ نیتہ الامعی از حافظ قاسم بن قطوبغا ص ۲۷۔ ۱۸ رسالۃ ابی داؤد ص ۵۔

۱۹ شرح نقایہ از محدث ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۱ طبع ہند۔

عراق، شام اور مصر جملہ بلاد اسلامیہ کے افراد و غرائب، خاص خاص خاندانوں کی تحریری یا دواشتیں جن کی روایت اسی خاندان میں محدود و منحصر تھی، اسی طرح کسی غیر مشہور صحابی کی کوئی روایت جس کو ان سے صرف ایک آدمہ شخص روایت کرتا چلا آتا تھا۔ غرض تمام پریشان اور غیر متداول روایات اس عہد میں ہر طرف سے جمع کر لی گئی تھیں طرق و اسانید کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بعض وقت تلاش و تتبع سے ایک ایک روایت کی سوسو بلکہ اس سے بھی زیادہ اسنادیں مل جاتی تھیں اس طرح تمام اقاہیم کا علم روایت جواب تک خاص خاص سینوں یا سفینوں میں منتشر اور پراگندہ تھا اس صدی میں محدثین کی کوششوں سے یکجا ہو گیا تھا۔

ان غرائب و افراد اور نوادر آثار کے جمع ہو جانے پر بہت سی ایسی روایات سامنے آئیں کہ جن پر صحابہ و تابعین اور سلف مجتہدین کا عمل نہ تھا۔ محدثین کی ایک جماعت جو درایت سے زیادہ روایت پر زور دیتی تھی ان روایات کی صحت پر مصر تھی ان کا خیال تھا کہ صحیح سند سے ایک چیز کے ثابت ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنے میں چون و چرا کرنا دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کرنا ہے۔ ادھر عام اہل فتوے ایسی روایات کو سلف کے عدم تعامل و عدم توارث کی بنا پر شاذ اور متروک العمل سمجھتے تھے ارباب روایت کا بڑا زور اس بات پر تھا کہ علماء و صحابہ و تابعین ہمیشہ مسئلہ کے متعلق حدیث نبوی کی تلاش کرتے رہے ہیں ہاں حدیث نہ ملتی تو مجبوراً دوسرے استدلالات سے کام لیتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ان کا یہ دستور رہا ہے کہ اگر اسی مسئلہ میں آئندہ چل کر انھیں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لہذا صحابہ و تابعین کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا اس کی علت قاصرہ نہیں بن سکتا۔ اس نظریہ کی وجہ سے محدثین اور ارباب روایت کے ایک گروہ نے ایسی تمام روایات کو معمول بہ قرار دیا اور ان مسائل میں سلف مجتہدین سے بالکل الگ رائے قائم کی اور صحابہ و تابعین کے جو فتاوے ان روایات کے خلاف ملے انھیں تسلیم نہ کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ ہمدرد جال و غنہ رجال (وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں یعنی جس طرح انھیں اجتہاد کا حق تھا ہمیں بھی ہے)۔

مثلاً قلین کی حدیث اگلے طبقہ میں شائع نہ تھی اس دور میں اس کی اشاعت ہوئی اور بعض ارباب روایت نے اپنے مذہب کی بنا پر اسی حدیث پر بھی لیکن جن علماء کے سامنے سلف کا تعامل تھا انھوں نے اس کو شاذ اور متروک العمل قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثالہ حدیث قلین فانہ حدیث صحیحہ اس کی مثال قلین کی حدیث ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مروی بطریق کثیرۃ معظمہا ترجع الی الولید بہت سے طریقوں سے مروی ہے جو بیشتر اس سلسلہ سند پر تھیں

سلف افراد، فرد کی جمع ہے، فرد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت کسی خاص فرد یا کسی خاص مقام کے افراد کے ساتھ مخصوص و منحصر ہو۔ سلف غرائب و غریب کی جمع ہے۔ غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند میں کہیں نہ کہیں ایک راوی ہو۔ سلف حدیث اس طرح ہے کہ جب پانی دو قلعہ ہو تو بخش نہیں ہوتا، قلعہ بضم قاف و تشدید لام متعدد معانی میں مشتمل ہے جو لوگ اس روایت پر عمل کرتے ہیں وہ اس سے بڑا شکار مراد لیتے ہیں جس میں پانچ سو رطل یعنی سو اچھ من پختہ پانی آئے اور بعض کہتے ہیں کہ جس میں دو یا زیادہ مشکیں سما سکیں۔

بن کثیر عن محمد بن جعفر بن الزبير عن
عبد الله او محمد بن عباد بن جعفر عن عبد الله
بن عبد الله كلاهما عن ابن عمر ثم تسبعت
الطرق بعد ذلك، وهذا ان كانا من الثقات
لكنهما ليسا بمن وسدا اليهم الفتوى وعول
الناس عليهم فلم يظهر الحديث في عصر
سعيد بن المسيب ولا في عصر الزهري و
لم يمش عليه المالكية ولا الحنفية فلم
يحملوا به۔

ہوتے ہیں ولید بن کثیر، محمد بن جعفر بن زبیر سے وہ عبد اللہ
سے یا ولید سے، محمد بن عباد بن جعفر سے وہ عبد اللہ بن
عبد اللہ سے پھر عبد اللہ اور عبد اللہ دونوں حضرت ابن عمر
رضی اللہ عنہما سے پھر اس سند کے بعد اس کے بہت سے طریقے
شاخ در شاخ پھیلے اور عبد اللہ و عبد اللہ اگرچہ یہ دونوں ثقا
ت میں سے ہیں لیکن ان علماء میں نہیں کہ جن پر فتویٰ کا مدار اور
لوگوں کا مدار اور لوگوں کا اعتماد تھا اس وجہ سے یہ حدیث
نہ سعید بن المسيب کے عہد میں ظاہر ہوئی اور نہ زہری کے
زمانہ میں اور نہ اس پر مالکیہ ہی چلے اور نہ حنفیہ چنانچہ ان
سب لوگوں نے اس پر عمل نہ کیا۔

علامہ ابن القیم نے تہذیب سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل
بحث کی ہے اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا بیان کیا ہے چنانچہ اس کے شذوذ پر بحث کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

واما الشذوذ فان هذا حديث فاصل
بين المحلل والمحرام والطاهر والتجس
وهي في المياه كاللاوسق في الزكاة والنصب
في الزكاة فكيف لا يكون مشهوراً شائعاً
بين الصحابة فيقله خلف عن سلف لشدة
حاجتنا لامتاليه اعظم من حاجتهم الى
نصب الزكاة فان اكثر الناس لا تجب عليهم
زكاة والوضوء بالماء الطاهر فرض على كل
مسلم فيكون الواجب نقل هذا الحديث
كنقل نجاسة البول ووجوب غسله ومن
المعلوم ان هذا لم يرو عن غير ابن عمر ولا
عن ابن عمر غير عبد الله و عبد الله فاین نافع
وسلم وایوب وسعيد بن جبیر و ابن اهل
المدينة وعلماؤهم عن هذه السنة التي خرجها

رہا شذوذ سو یہ حدیث حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک کا
فیصلہ کرنے والی ہے اور پانیوں کے بیان میں اس کی وہی
حیثیت ہے جو زکوٰۃ کے سلسلہ میں اوسن اور مختلف اضافہ
زکوٰۃ کی ہے پھر کیوں یہ حدیث صحابہ میں مشہور اور شائع
نہیں ہوئی کہ خلف اس کو سلف سے نقل کرتے چلے آتے
حالانکہ امت کو نصابائے زکوٰۃ سے بھی بڑھ کر اس کی شدید
حاجت ہے کیونکہ زکوٰۃ تو اکثر لوگوں پر فرض نہیں ہوتی لیکن پاک
پانی سے وضو کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے پس اس حدیث کا نقل
کرنا اسی طرح واجب قرار پاتا ہے جس طرح کہ پیشاب کی نجاست
اور اس کے دھونے کی فرضیت کا نقل کرنا اور یہ بات معلوم
ہے کہ اس حدیث کا بخیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے او
ان سے بخیر عبد اللہ اور عبد اللہ کے اور کوئی راوی نہیں ہے
پھر نافع، سالم، ایوب اور سعید بن جبیر کدھر چلے گئے اور
اہل مدینہ اور ان کے علماء اس سنت سے کہ جس کا کاس

لہ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء۔ اوسن جمع ہے و سق کی
وسن ایک پیانہ ہے جو ساتھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع آٹھ رطل کا۔

من عندهم وهم اليها احوح الخلق لعزة الماء
عندهم ومن البعيد جدا ان يكون هذه
السنّة عند ابن عمر ونخفي على علماء اصحابه
واهل بلدته ولا يذهب اليها احد منهم
ولا يروونها ويرونها بينهم ومن انصف
لم يخف عليها متناع هذا فلو كانت هذه
السنّة العظيمة المقدار عند ابن عمر كان
اصحابه واهل المدينة اقول الناس بها و
ارجاهم لها، فاي شذوذ وخالف من هذا
وحيث لم يقل بهذا التحديد احد من
اصحاب ابن عمر انه لم يكن فيه عنده
سنّة من النبي صلى الله عليه وسلم فهذا
وجه شذوذ.

لہ

✱ ✱ ✱

ان ہی کے یہاں سے کہاں غافل ہو گئے حالانکہ خلق اللہ میں
اس سنت کی سب سے زیادہ احتیاج ان ہی کو تھی کیونکہ پانی
کی ان کے یہاں بڑی قلت تھی اور یہ بات بالکل بعید ہے
کہ یہ سنت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی اور
ان کے اصحاب میں اور ان کے شہر میں جو اہل علم تھے ان ہی سے
مخفی رہتی اور ان میں سے کوئی بھی اس سنت کی طرف نہ جانا
اور نہ وہ لوگ اس کو روایت کرتے اور نہ آپس میں اس کا چرچا
کرتے حالانکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس پر اس بات
کا نا ممکن ہونا مخفی نہ رہے گا پس یہ سنت عظیم المرتبت اگر حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی تو ان کے اصحاب اور اہل مدینہ
سب لوگوں سے زیادہ اس کے قائل ہوتے اور سب سے زیادہ
اس کو روایت کرتے، سو اس سے بڑھ کر اور کیا شذوذ ہو سکتا ہی
اور جبکہ اصحاب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی ایک فرد بھی اس
تحدید کا قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
کے پاس اس بارے میں کوئی سنت آنحضرت کی موجود نہ تھی
اور یہ اس روایت کے شاذ ہونے کا بیان ہے۔

قلین کی طرح سے "آمین بالجہر" کی حدیث بھی ہے چنانچہ محدث دارقطنی اس کو اپنی سنن میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
قال ابو بکر هذه سنّة تضر دجھا اهل
الکوفة۔
ابوبکر (عبداللہ بن ابی داؤد حجتانی) کا بیان ہے کہ یہ وہ سنت
ہے جس کی روایت صرف اہل کوفہ نے کی ہے۔

اور اس پر سترادیہ کہ خود علما اہل کوفہ میں سے کسی کا اس روایت پر عمل بھی نہیں ہے، اسی طرح "خارج مجلس" کی
حدیث کہ نہ اس پر فقہار سبعہ نے عمل کیا ہے اور فقہار کوفہ نے اور حدیث "مصرّاة" کہ نہ اس پر امام اعظم
کا عمل ہے نہ امام مالک کا اور دوسری وہ تمام روایات کہ جن پر عہد صحابہ و تابعین میں ائمہ فتویٰ کا عمل نہ تھا
ان سب روایات کے بارے میں فقہار اور ارباب روایت کا نقطہ نظر بالکل جدا جدا تھا۔ فقہار ان تمام روایات کو

طے تہذیب سنن ابی داؤد ص ۸۵ لغایت ۸۷ طبع انصاری دہلی بر حاشیہ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد۔
۱۷ وہ حدیث یہ ہے کہ "بائع" اور مشتری دونوں کو اس وقت تک فسخ معاملہ کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں۔"
اس روایت کی بنا پر بیاب و قبول اور بیع کے تمام ہوجانے کے بعد جب تک بائع و مشتری ایک جگہ بیٹھے ہیں بیع فسخ کی جاسکتی ہے
۱۸ مصرّاة وہ دودھ کا جاور ہے کہ جس کا دودھ چند وقت نہ دو ہا جائے تاکہ خریدار یہ دیکھ کر کہ یہ جاور بہت دودھ والا
ہے دھوکا کھا کر زیادہ قیمت دے دے۔ اور حدیث مصرّاة یہ ہے کہ "جو کوئی ایسا جاور خریدے وہ اس کے دوہنے کے بعد
اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اس کو رکھے اور چاہے واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صانع خربا بائع کو دے۔" یہ ایک
صلح خربا اس دودھ کا عوض ہے جو مشتری نے کالایا ہے۔

الفقہاء او یکون مختصا باهل بلد او باهل بیت اور سائر ہوتی یا کسی شہر یا کسی خاندان یا کسی خاص طریقہ سے او بطریق خاصہ، وسواء عمل بالصحابین والفقہاء مخصوص ہوتی اور خواہ اس پر صحابہ اور فقہاء کا عمل ہوتا یا نہ ہوتا، اولم یعملوا بدموتی کان فی المسئلۃ حدیث اور جب تک مسئلہ میں کوئی حدیث موجود ہوتی اس وقت تک فلا یتبع فیہا خلاف اثر من الاثار ولا اجتہاد اس مسئلہ کے خلاف نہ آثار میں سے کسی اثر کی پیروی کی جاتی اور احد من المجتہدین (باب اسباب اختلاف الفقہاء) نہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے اجتہاد کی۔

غرض یہ وہ وجہ ہیں کہ جن کی بنا پر متقدمین میں اور اس دور کے بعض ارباب روایت میں بہت سی احادیث کی تصحیح و تضعیف کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اسباب ظواہر نے اپنے مذہب کی بنا اسی عہد کی تحقیقات پر رکھی لیکن محققین کے نزدیک اس بارے میں صدر اول کا فیصلہ معتبر ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت الموسوم بہ المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

ونیز حکم پر صحت و ضعف احادیث در زمان متأخر اور زمان متأخر میں حدیثوں کی صحت و ضعف کا حکم زبان بر خلاف زبان سابق است چہ می تواند کہ حدیثی در زمان ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت و قبول در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان و حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ازاں از جهت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعف پیدا شد از حکم متأخرین محدثین ضعف حدیثی لازم نیاید ضعف و دنیان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مثلاً و این نکتہ ظاہر است و از کلامی کہ بعض محققین ذکر کردہ اند کہ حکم بتواتر و شہرت و وحدت حدیث معتبر در صدر اول است والا با احادیثی کہ در اں وقت از احاد بودہ و بعد ازاں بوجہ کثرت طرق برواج این علم و کثرت طالبان و جامعان کہ بعد ازاں پیدا شدہ بمرتبہ شہرت رسیدہ باشد استینا سے بایں معنی توان یافت۔

لہ

بہر حال اس دور میں جمع روایات، تنقید احادیث، اصول روایت اور امتیاز مراتب کے سلسلہ میں بہت سی ایسی نئی چیزیں پیدا ہوئیں کہ جس کی بنا پر اس دور کے مصنفین کو حدیث کی تدوین اپنے اپنے ذوق کے مناسب نئے انداز سے کرنی پڑی، گذشتہ مؤلفین حدیث نبوی کے پہلو پہلو آثار صحابہ و تابعین کو بھی درج کرتے تھے

اس عہد میں حدیث کو آثار سے علیحدہ کر کے مسند احادیث کے جمع و استقصاء کا اہتمام کیا گیا چنانچہ ہر راوی کی تمام پریشان اور غیر مرتب روایتیں یکجا کی گئیں اور مسانید کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں دوسری صدی کے مشاہیر مصنفین علم حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

الی رأی بعض الأئمة منهم ان یفر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة وذلك علی رأس المائتین فصنف عبید اللہ بن موسی العباسی الکوفی مسنداً وصنف مسدد بن مسرہد البصری وصنف اسد بن موسی الاموی مسنداً وصنف نعیم بن حماد الخزازی نزیل مصر مسنداً، ثم اقتفی الأئمة بعد ذلك اثرهم فقلّ امام من الحفاظ الا وصنف حدیثه علی المسانید کالامام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ و عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم من النبلاء ومنہم من صنف علی الابواب و علی المسانید معاً کابن ابی شیبہ۔

یہاں تک کہ بعض ائمہ حدیث کی یہ رائے ہوئی کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیثوں کو مستقل طور پر علیحدہ جمع کیا جائے اور یہ سنہ ۱۰۰ کے ختم پر ہوا چنانچہ عبید اللہ بن موسی عیسیٰ کوفی، مسدد بن مسرہد بصری، اسد بن موسی اموی، اور نعیم بن حماد خزازی نزیل مصر نے ایک ایک مسند تصنیف کی، پھر اور ائمہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے اور حفاظ حدیث میں شکل ہی سے کوئی انام نہ ہو گا کہ جس نے اپنی احادیث کو مسانید پر مرتب نہ کیا ہو، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ اور ان جیسے دیگر اکابر نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، اور بعض محدثین نے جیسے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں ابواب و مسانید دونوں عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔

ابواب و مسانید کا فرق یہ ہے کہ ابواب میں احادیث کو باب وار مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے مثلاً نماز کی علیحدہ، روزہ کی علیحدہ، زکوٰۃ کی علیحدہ اور مسانید میں ہر صحابی کی جملہ مرویات کو بلا لحاظ مضمون یکجا ذکر کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات آئی ہیں بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ روزہ سے متعلق ہیں یا نماز سے یا کسی اور امر سے "مسند ابی بکر الصدیق" کے زیر عنوان یکجا لکھ دی جائیں گی۔ یہ فرق تو طرز تصنیف کے اعتبار سے تھا لیکن غور کیجئے تو روایات کے اعتماد و استناد کے لحاظ سے بھی ان دونوں طریقوں میں نمایاں امتیاز نظر آئے گا۔ مصنفین ابواب کے پیش نظر وہ روایات ہوتی ہیں جن کا تعلق عمل یا عقیدہ سے ہوتا ہے اس لئے وہ عموماً ان روایات کو ذکر کرتے ہیں جو احتجاج یا استہاد کے قابل ہوں اس کے برخلاف مصنفین مسانید کا کام صرف روایات کا جمع کر دینا ہے۔ اس لئے وہ اس بندش سے آزاد ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں صحیح غیر صحیح ہر طرح کی روایات کا انبار نظر آئے گا۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

"ابواب و تراجم (مسانید) کا فرق یہ ہے کہ تراجم کی صورت میں شرط یہ ہے کہ مصنف یوں عنوان کرے ذکر ماورد عن ابی بکر الصدیق عن یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وارد ہوئی ہیں ان کا بیان۔

پھر دوسرا عنوان یہ ہوگا:

ذکر ما فی قیس بن ابی حازم عن یعنی قیس بن ابی حازم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
ابی بکر الصدیق۔ سے جو روایتیں کی ہیں ان کا بیان۔

اس صورت میں مصنف کے لئے لازمی ہے کہ قیس کے واسطے سے جس قدر روایات حضرت ابو بکر صدیق
سے مل جائیں ان سب کی تخریج کرے قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہوں یا مستقیم۔
لیکن مصنف ابواب اس طرح عنوان قائم کرتا ہے:

ذکر ما صحح وثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ یعنی طہارت یا نماز یا دیگر عبادات کے بارے میں
وسلم فی ابواب الطہارۃ او الصلوۃ او غیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح و ثابت ہو
ذلک من العبادات۔ لہ اس کا ذکر۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل النفع بنوادر رجال الامم الاربعہ میں ارقام فرماتے ہیں:
اصل وضع التصنيف للحديث على الابواب ابواب پر حدیث کی تصنیف کا اصول یہ ہے کہ اس کو صرف
ان يقتصر فيه على ما يصلح للاحتجاج او ان روایات تک محدود رکھا جائے کہ جن میں احتجاج یا
الاستشهاد بخلاف من رتب على المسانيد استہاد کی صلاحیت ہو، بخلاف ان لوگوں کے کہ جنہوں
فان اصل وضعه مطلق الجمع نے مسانید پر ترتیب کی ہے کیونکہ مسند کی تدوین کا مقصد
مصرف جمع روایات ہے۔

۵۲

بات یہ ہے کہ اہل تراجم یعنی مصنفین مسانید و معاجم کا مقصد چونکہ تمام بکھری ہوئی روایات اور پرانہ حدیثوں
کا جمع و استقصا ہے اس لئے ایک صحابی اور ایک شیخ کی جتنی روایتیں ان کو مل جاتی ہیں وہ ان کو مسند اور معجم
میں جمع کر دیتے ہیں اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر راوی کی ہر روایت صحیح سند ہی سے منقول ہوتی چلی آئے
اس لئے جس طریقہ اور جس سند سے بھی وہ روایت ان کو پہنچتی ہے وہ اسے مع اسناد نقل کر دیتے ہیں بیوں وجہ
صرف صحیح روایات کی تدوین ان کے موضوع تالیف سے خارج اور ان کی شرط تصنیف کے منافی ہے
ان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ تمام کچا کچا، صحیح غیر صحیح، قوی غیر قوی، قابل قبول اور ناقابل قبول ہر طرف سے
تلاش اور جستجو کر کے فراہم کر دیا جائے تاکہ کوئی روایت مدون ہونے سے رہنے نہ پائے اور جب یہ سارا ذخیرہ
یکجا ہو کر سامنے آجائے تو اہل فن اصولی تنقید اور قواعد روایت کے مطابق ان تمام روایات کی جانچ
پرتال کر کے ہر روایت کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکیں، کتب مسانید و معاجم در حقیقت طرق و
اسانید کا بیش بہا دفتر ہیں جن سے حدیث کی قوت و ضعف کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ
وہ روایت صحت سے کس معیار پر ہے اور اس کی سند کے کتنے طریقے صحیح اور کتنے ضعیف ہیں اور اگر ضعیف
ہے تو کیا اس قسم کا ہے کہ چند طریقوں کے ملا لینے سے جاتا رہتا ہے اور حدیث کو قابل استناد بنا دیتا ہے

مثلاً ایک حدیث کئی اسنادوں سے مروی ہے اور ہر اسناد میں ایک ایسا راوی موجود ہے کہ جس پر حافظہ کی کمی کا الزام ہے اس لئے کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے جملہ طرق کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ان میں سے ہر ایک میں جو علیحدہ علیحدہ حافظہ کی کمی تھی وہ ان سب کے متفقہ بیانات سے پوری ہوگئی، اور اسی طرح اگر وہ حدیث صحیح ہے تو کیا وہ غرائب و افراد میں سے ہے یا تعدد طرق کی بنا پر اسے شہرت کا درجہ حاصل ہے یا اسے صرف عزیز کہا جائے گا۔

غرض اب تک ابواب پر تصنیف کا رواج تھا۔ اب مسانید مرتب ہوئیں، محدث حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

”یہ مسانید جو اسلام میں تصنیف ہوئیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات ہیں ان کا سلسلہ سند مجبر اور مجروح ہر قسم کے رواۃ پر مشتمل ہے جیسے مسند عبید اللہ بن موسیٰ اور مسند ابی داؤد سلیمان بن داؤد طرابلسی۔ یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں تراجم رجال پر مسندیں تصنیف کیں، ان دونوں کے بعد احمد بن حنبل، اسحق بن ابراہیم خطیبی، ابو یوسف زہری بن حرب، اور عبید اللہ بن عمر قواریری نے مسانید لکھیں، پھر تو کثرت سے تراجم رجال پر مسانید کی تخریج ہوئی، اور ان سب کے جمع کرنے میں صحیح و سقیم کے امتیاز کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔“

حاکم نے ذرا سختی کی اور سب مسانید کے بارے میں ایک عام حکم لگا دیا بلاشبہ اکثر کتب مسانید کا یہی حال ہے تاہم بعض ائمہ نے مسانید کی تدوین میں بھی انتخاب سے کام لیا ہے اور حتی الوسع قابل استناد روایا کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مسند اسحق بن راہویہ | چنانچہ علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

واسمحق یخرج امثله ما ورجع عن ذلك الصحابی اور اسحق بن راہویہ جیسا کہ ابوزرعہ رازی نے ذکر کیا ہے۔
فیما ذکر ابو زرعة الرازی ۴۵

مسند امام احمد | بلکہ امام احمد کا تو یہ ارادہ تھا کہ اپنی مسند کو صحیح حدیثوں کا اتنا بڑا مجموعہ بنا دیا جائے کہ اگر کبھی علماء میں کسی حدیث کی بابت کوئی اختلاف رونما ہو تو یہ کتاب اس روایت کے استناد و عدم استناد میں دستاویز کا کام دے سکے چنانچہ امام ممدوح کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ

قلت لا بی لم کرهت وصنم الكتب وقد عملت المسند فقال عملت هذا الكتاب اماما اذا اختلف الناس في سنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رجع اليه
میں نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ کتابوں کی تصنیف کو کیوں ناپسند فرماتے ہیں حالانکہ آپ نے خود بھی مسند تالیف کی ہے فرماتے لگے کہ میں نے تو اس کتاب کو امام بنایا ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت میں اختلاف کریں تو اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۳

۱۔ المدخل فی اصول الحدیث ص ۴۴ طبع حلب۔ ۲۔ تدریب الراوی ص ۵۷ طبع مصر ۱۳۳۴ھ۔ ۳۔ خصائص المسند از حافظ ابو موسیٰ مدینی ص ۸ طبع مصر ۱۳۳۴ھ

اور آپ کے برادر زادہ جنبل بن اسحق کہتے ہیں کہ

جمعنا عمی لی ولصالح ولعبد الله وقرأ علینا
المسند ویا سمعہ منہ تاماً غیرنا وقال لنا
هذا کتاب قد جمعتہ وانتقیتہ من اکثر
من سبع مائة الف وخمسين الفاً فمأ
اختلف المسلمون فیہ من حدیث
رسول الله صلی الله علیہ وسلم فارجعوا الیہ
فان وجدتموہ فیہ والا فلیس بحجة -

۱۷

عم مختم (امام احمد) نے مجھے اور (اپنے دونوں صاحبزادگان)
صلح اور عبد اللہ کو جمع کر کے ہمارے سامنے مسند کی قرارت
کی، ہمارے سوا اور کسی نے آپ سے اس کتاب کو یہ تمام و
کمال نہیں سنا ہے اور پھر ہم سے فرمایا کہ اس کتاب کو میں نے
ساتھ سات لاکھ سے زائد روایتوں سے انتخاب کر کے جمع
کیا ہے سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث میں مسلمانوں
کا اختلاف ہو تم اس کتاب کی طرف رجوع کرو اگر اس میں وہ
روایت مل جائے تو فہا ورنہ وہ حجت نہیں۔ ۱۷

۱۷ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر ۱۳۳۹ وخصائص المسند ص ۹ - ۱۷ یاد رہے کہ یہ تعداد
متون احادیث کی نہیں بلکہ طرق و اسانید کی ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین
میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ ۱۷ امام مدوح کے اس قول کی مختلف توجہیں کی گئی ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔
هذا القول منه علی غالب الامر والا فلنا
احادیث قویہ فی الصحیحین والسنن والاکجزاء
ماہی فی المسند، وقد رآہ تعالیٰ ان الامام قطع
الرأیۃ قبل تہذیب المسند، وقبل وفاتہ ثلاث
عشرة سنة فتجد فی الکتاب اشياء مکررة،
ودخول مسند فی مسند وسند فی سند، وهو
نادر۔

(المصعد الاحمد فی ختم المسند للامام احمد ص ۲۱)
اور حافظ شمس الدین محمد جزری لکھتے ہیں:
واما قوله "فما اختلف فیہ من الحدیث
رجع الیہ والا فلیس بحجة" یرید اصول
الاحادیث وهو صحیح فانه ما من حدیث
غالب الا ولما صل فی هذا المسند، والله
تعالیٰ اعلم (المصعد الاحمد ص ۲۱)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں ارقام فرماتے ہیں کہ
راقم الحروف گوید، مراد ایساں ہماں احادیث است
کہ بدرجہ تو اترا یا شہرت فرسیدہ اندر والا احادیث
صحیحہ مشہورہ بسیار است کہ ہر مسند ایساں نیست -
(ص ۲۰ طبع مجتبیٰ دہلی)

اور امام احمد نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس حدیث میں اختلاف ہو
اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس میں ہو تو فہا ورنہ
وہ حجت نہیں" اس سے مراد اس حدیث کی اصل ہے اور یہ
صحیح ہے کیونکہ کوئی حدیث غالباً ایسی نہیں کہ جس کی اصل
اس مسند میں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام موصوف کی مراد ان ہی احادیث سے ہے کہ جو شہرت
یا تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں ورنہ بہت سی مشہور
صحیح حدیثیں ہیں کہ جو ان کی مسند میں نہیں ہیں۔

بلاشبہ یہ کتاب ایسی ہی ہوتی لیکن کارکنان قصار و قدرد کو کچھ اور ہی منظور تھا ابھی مسند شہ بہ تکمیل ہی
 تھی کہ امام ممدوح نے سفر آخرت اختیار کیا اور کتاب کا مسودہ متفرق اجزاء و اوراق میں باقی رہ گیا۔ حافظ ابو الخیر
 شمس الدین خیری، المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد شرع فی جمع هذا المسند
 فكتبه فی اوراق مفردة، و فرقه فی اجزاء
 مفردة علی ما تكون المسودة ثم جاء
 حلول المنية قبل حصول الامنية
 فبادر باسماعه لا ولادة و اهل بيته
 و مات قبل تنقيحه و تذهيبه فبقى علی
 حاله۔

امام احمد نے اس مسند کو جمع کرنا شروع کیا تو اس کو علیحدہ
 علیحدہ اوراق میں لکھا اور جدا جدا اجزائیں الگ الگ رکھا
 جس طرح سے کہ مسودہ ہوا کرتا ہے پھر حصول مقصد سے
 پہلے آپ کی وفات واقع ہو گئی، آپ نے اس کتاب کو
 اپنی اولاد اور اہل خاندان کو سنانے میں بڑی عجلت سے کام لیا
 اور اس کی تنقیح و تہذیب سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے
 اور کتاب اسی حال میں رہ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کتاب کے اس قدر ضخیم ہونے کے کہ اس میں چالیس ہزار حدیثیں آگئی ہیں پھر بھی احادیث صحیحہ
 کی بہت بڑی تعداد اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد قد فاته فی کتابه هذا
 مع انه لا یوازیه کتاب مسند فی کثرته
 و حسن سیاقها حدیث کثيرة جدا بل
 قد قیل انه لم یقع له جماعة من الصحابة
 الذین فی الصحیحین قریبا من مائتین۔

امام احمد سے اپنی اس کتاب میں باوجود اس امر کے کہ کوئی
 اور مسند کثرت روایات اور حسن ادائیں اس کا مقابلہ نہیں
 کرتی پھر بھی نہایت کثرت سے حدیثیں چھوٹ گئی ہیں بلکہ
 بیان کیا گیا ہے کہ جماعت صحابہ میں دو سو کے قریب
 ایسے حضرات کی روایتیں اس میں موجود نہیں ہیں کہ جن سے
 خود صحیحین میں حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح بعض غیر صحیح حدیثیں بھی کتاب میں داخل ہو گئی تھیں جن میں سے بعض کو خود امام ممدوح نے
 بھی مسودہ میں قلمزدار کیا تھا چنانچہ حافظ ابو موسیٰ مدنی نے خصائص المسند میں ان میں سے بعض روایات کی
 نشاندہی بھی کی ہے اسی بنا پر علماء میں یہ امر زیر بحث ہے کہ آیا اب بھی مسند میں کوئی موضوع روایت موجود ہے
 یا نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس بحث کا فیصلہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وقد تنازع الناس هل فی مسند احمد حدیث
 موضوع فقال طائفة من حفاظ الحدیث
 کابی العلماء الهدانی و نحوه، لیس فیہ موضوع
 وقال بعضهم کابی الفرج بن الجوزی فیہ
 موضوع، و لا خلاف بین القولین عند
 التحقيق فان لفظ الموضوع قد یراد به المخلوق
 المصنوع الذی یتحد صاحبه الکذب و هذا

لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسند احمد میں کوئی موضوع
 حدیث ہے یا نہیں چنانچہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت جیسے
 ابو العلماء ہمدانی وغیرہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع
 حدیث نہیں اور بعض حفاظ جیسے ابو الفرج بن الجوزی کہتے
 ہیں کہ اس میں موضوع روایت موجود ہے اور تحقیق کرنے پر
 ان دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ لفظ
 موضوع سے کبھی تو جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایت مراد

ما لا يعلم ان في المسند منه شيئاً، بل شرط
المسند اقوى من شرط ابى داؤد في سننه و
قد روى ابوداؤد في سننه عن رجال اعرض
عنهم في المسند ولهذا كان الامام احمد
في المسند لا يروى عن من يعرف انه يكذب
مثل محمد بن سعيد المصلوب ونحوه و
لكن يروى عن من يضعف لسوء حفظه
فان هذا يكتب حديثه ويعتضد به و
يعتبر به۔

ويراد بالموضوع ما يعلم انتفاء
خبره وان كان صاحبه لم يتعد الكذب،
بل اخطأ فيه وهذا الضرب في المسند
منه بل وفي سنن ابى داؤد والنسائي
وفي صحيح مسلم والبخارى ايضا الفاظ
في بعض الاحاديث من هذا
الباب۔

۱۰

۱۱

ہوتی ہے کہ جس کا بیان کرنے والا قصد ادروغ بیانی سے
کام لیتا ہے: اور اس قسم کی کسی روایت کا سند میں پتہ
نہیں چلتا بلکہ سند کی شرط ابوداؤد کی شرط سے جو انھوں
نے اپنی سنن میں ملحوظ رکھی ہے زیادہ قوی ہے چنانچہ ابوداؤد
نے اپنی سنن میں بہت سے ایسے لوگوں سے روایتیں درج کی
ہیں کہ جن سے سند میں اعراض کیا گیا ہے اور اسی لئے امام احمد
اپنی سند میں ایسے شخص سے روایت نہیں کرتے کہ جس کے
بارے میں وہ یہ جانتے ہوں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے جیسے کہ محمد
بن سعید مصلوب وغیرہ ہیں لیکن اس شخص سے روایتیں لے لیتے
ہیں کہ جو حافظہ کی خرابی کی بنا پر ضعیف سمجھا جاتا ہو کیونکہ
ایسے شخص کی حدیث لکھی جاتی ہے اور دوسری روایت کی
تائید اور اعتبار کے سلسلہ میں کام آتی ہے۔

اور کبھی موضوع سے مراد وہ روایت ہوتی ہے کہ جس
کے ثبوت کی نفی معلوم ہو اگرچہ اس کے بیان کرنے والے نے
قصد ادروغ بیانی نہ کی ہو بلکہ روایت کرنے میں چوک گیا ہو
اور ایسی روایات سند میں موجود ہیں بلکہ سنن ابی داؤد اور
سنن نسائی میں بھی ہیں اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری تک میں
بعض احادیث میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

بہر حال مسند احمد کی اس خصوصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح حدیثوں کا اس سے بڑا مجموعہ اور کوئی
موجود نہیں بلکہ حافظ نور الدین ہمشی نے غایت المقصد فی زوائد المسند میں تصریح کی ہے کہ
مسند احمد اصح صحیحان غیرہ۔ ۳۵ صحیح ہونے میں مسند احمد اوروں کی نسبت صحیح تر ہے۔

صحیح مستمسک مساند کی تالیف سے جب تمام منتشر اور پر اگنہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر اس دور کے محدثین نے
کی تدوین انتساب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی۔ امام بخاری جن کا نام
مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست پر ہے بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر
تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا کہ

لو جمعتم کتابنا مختصراً السنن النبوی
صلی اللہ علیہ وسلم
کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے بارے میں
کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے۔

۱۲ المصنف الا احمد ص ۲۵ و ۲۶۔ ۳۵ اس کتاب میں حافظ ہمشی نے مسند امام احمد سے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ
جن کو اباب صحاح ستہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔ ۳۵ تدوین الراوی ص ۵۷۔

یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اثر اجس کی قسمت میں روز ازل سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی امام مدوح فرماتے ہیں:

فوق ذلك في قلبي واخذت في جمع هذا
یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا
الکتاب - ۱۵ شروع کر دیا۔

صحیح بخاری اور مسند احمد کی کثرت کا یہ عالم تھا، اُدھر گزشتہ دور میں ابواب پر مختلف عنوانات کے تحت بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ امام بخاری نے ان تمام تصنیفات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور اپنے حسن ذوق سے احادیث صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ اور مختصر مجموعہ مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا جس کا نام ہے:

«الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه»

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست کہ بخاری بعد از تین ظاہر شد، و قبل از
وے علماء در فنون چند از علوم دینیہ تصانیف ساخته
بودند، امام مالک و سفیان ثوری در فقہ تصنیف کردہ
بودند، و ابن جریر در تفسیر، و ابو عبیدہ در غریب قرآن و
تفسیر ابن اسحق و موسی بن عقبہ در سیر، و عبد اللہ بن مبارک
در زہر و مواعظ و کسائی در بدو الخلق و قصص انبیاء
و یحیی بن معین و غیرہ اور معرفت احوال صحابہ و تابعین
و جمیع دیگر مسائل داشتند در روایا و ادب و طب و
شماکل و اصول حدیث و اصول فقہ و رد بر مبتدعین
مثل جہم، بخاری این ہمہ علوم مدونہ را تامل فرمود و
جزئیات و کلیات را انتقاد نمود، پس قدرے از علوم
کہ با حدیث صحیحہ کہ بر شرط بخاری است بطریق
صراحت یا دلالت یافت در کتاب خود آورد تا
بدست مسلمانان در اہمات این علوم حجت قاطعہ
بودہ باشد کہ در آن تشکیک را مدخل نہ بود۔

۱۵

جاننا چاہئے کہ امام بخاری دو سو سال کے بعد نمودار ہوئے
اور ان سے پیشتر علماء علوم دینیہ میں مختلف فنون کے
اندر تصنیفیں کر چکے تھے، چنانچہ امام مالک اور سفیان
ثوری نے فقہ میں تصنیف کی تھی اور ابن جریر نے تفسیر میں
اور ابو عبیدہ نے غریب قرآن میں اور محمد بن اسحق اور
موسی بن عقبہ نے سیر میں اور عبد اللہ بن مبارک نے زہر و
مواعظ میں اور کسائی نے بدو الخلق اور قصص انبیاء میں
اور یحیی بن معین نے صحابہ و تابعین کے حالات میں
نیز متعدد علماء کے فن روایا، ادب، طب، شماکل
اصول حدیث، اصول فقہ اور رد مبتدعین مثلاً رد جہم
پر شامل موجود تھے امام بخاری نے ان تمام مدونہ علوم پر
غور کیا اور جزئیات و کلیات کی تنقید کی پھر ان علوم کا
ایک حصہ کہ جس کو انھوں نے بصراحت یا دلالت ان
صحیح حدیثوں میں پایا کہ جو بخاری کی شرط پر صحیح تھیں آ
اپنی کتاب میں درج کیا تاکہ ان علوم کی بنیادی چیزوں کے
معلق مسلمانوں کے ہاتھ میں ایسی حجت قاطعہ موجود رہے
کہ جس میں تشکیک کا دخل نہ ہو۔

امام بخاری نے ان تمام مختلف فنون کو اپنی کتاب میں بالا اختصار جمع کر کے جہاں اسے ایک مختصر جامع بنایا

۱۵ شروط الاثنتہ الخمسہ از حافظ ابو بکر حازمی ص ۵۱ طبع مصر ۱۳۵۴ و تہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری۔

۱۵ مقدمہ ابن صلاح وغیرہ۔ ۱۵ مکتوبات شاہ ولی اللہ سندرجہ کلمات طیبات ص ۷۰، طبع مجتہادی دہلی۔

بیت الحرام میں ہوا، ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، اس محنت اور جانفشانی کے بعد کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں ان کے دسویں حصہ کے بھی برابر نہیں لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے، حافظ ابو جعفر عقیلی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے جب کتاب الصحیح تصنیف فرمائی تو اسے علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ کی خدمت میں پیش کیا، ان سب حضرات نے اس کتاب کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقیلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں۔

امام بخاری سے اس کتاب کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں (۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی المتوفی ۲۹۲ھ۔ (۲) حاد بن شاكر النسفی المتوفی ۳۳۰ھ (۳) محمد بن یوسف القزری المتوفی ۳۳۲ھ (۴) ابو طحہ منصور بن محمد بن علی بن قریبہ البزدوی المتوفی ۳۲۹ھ ان میں اول الذکر دونوں بزرگ مشہور حنفی عالم ہیں اور ابراہیم بن معقل ان سب میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ وہ حافظ الحدیث بھی تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے شروع

۱۰۰ھ سے سب تفصیل مقدمہ فتح الباری (ج ۲ ص ۴۹۰) میں تذکرہ ہے۔

۱۱۰ھ اور بحذف مکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اسیٹھ ہے (مقدمہ فتح الباری)۔

۱۲۰ھ چنانچہ حافظ ابو بکر حازمی نے بسند متصل امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ احفظ مائۃ الف حدیث صحیحہ (شروط الاثنتہ الخ ص ۸، طبع مصر) مجھے ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تعداد امام صحیح حدیثوں کی نہیں بلکہ صرف امام بخاری کی محفوظات کا شمار ہے۔

۱۳۰ھ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں خود امام بخاری نے جزر رفع الیدین (ص ۵ طبع لاہور ۱۳۵۹ھ) میں تصریح کی ہے کہ هؤلاء اهل العلم من اهل زمانهم۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے علماء تھے۔ ۱۴۰ھ مقدمہ فتح الباری۔

۱۵۰ھ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں النسفی کی بجائے حاد بن شاكر النسوی لکھا ہے لیکن علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح النسفی ہی ہے اسی طرح ان کی وفات کی بابت بھی حافظ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اظنہ مات فی حدود التسعین یعنی میرے خیال میں ان کی وفات ۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے، لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی التبیان کے حوالہ سے جرحاً لکھا ہے کہ ان کا سنہ وفات (۳۱۱) ہے، سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس شرح قاموس میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے (وحماد بن شاكر بن سوید) ابو محمد الوراق القسوی الحنفی (الراوی صحیح البخاری عنہ) ای عن البخاری نفسه (فصل السین من باب الواو والیا) اس عبارت میں بھی القسوی غلط طبع ہو گیا ہے۔ ۱۶۰ھ یہ بہت بڑے علامہ اور نہایت نامور مصنف گزرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے محاسن علمیہ کے ساتھ زہد و تقویٰ اور ورع و عفاف سے بھی متصف تھے آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور التفسیر کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے الجواهر المضية فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے: ابراہیم بن معقل بن الحجاج الحفاظ العلامة ابو اسحاق النسفی قاضی نسف و عالمہا و مصنف المسند الکبیر و التفسیر و غیر ذلک اور حافظ مستغفری کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیہاً حافظاً بصیراً باختلاف العلماء عقیفاً صبیحاً، حافظ علی قرطبی نے ہوا حافظ ثقتاً

میں اپنا سلسلہ سندان چاروں حضرات تک بیان کر دیا ہے، قریری نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے ایک بار ۳۷۸ میں اپنے وطن قریری میں جب امام مدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۳۷۸ میں خود بخاری میں جا کر۔

صحیح مسلم | امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ ایسی روایات سے کیا ہے کہ جن کو انھوں نے خود براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ پھر جمع صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفا نہ کی یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انھوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں کہ جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

لیس کل شیء عندی صحیح وضعہ ہھنا انما ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج وضعہ ہھنا ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم) باب التثبوت فی الصلوۃ

شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا، لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلیقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی ان چار ائمہ حدیث کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے ان حضرات کا اجماع ہے۔

امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو زرعہ کی خدمت میں لیجا کر

اسے محدث حاکم نیشاپوری نے اس کو بالاسناد خود امام مسلم سے نقل کیا ہے، درمیان روایات صرف یہ دو ہیں، حافظ ابو علی حسین بن محمد ماسرجسی اور ان کے والد (تذکرۃ المحفاظ ذہبی، ترجمہ ابو علی ماسرجسی) یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام مسلم کی کل معلومات حدیث کا شمار نہیں بلکہ صرف سموئے روایات کا بیان ہے ورنہ ظاہر ہے کہ علم حدیث کی سیکڑوں کتابیں جو ان کی نظر سے گزری ہوں گی اور جن کی روایات پر بطور وجاہہ ان کو اطلاع ہوئی ہوگی ان کی تعداد ان سے کئی گنی نہیں تو دو گنی کے قریب قریب ضرور ہوگی۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ تعداد طرق واسانید کی ہے متون کی نہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو مقدمہ شرح صحیح مسلم از علامہ نووی۔

۲۔ اسی قسم کا اجماع وہ ہے جس کا ذکر امام اسحق بن راہویہ کرتے ہیں کہ میں جب عراق میں تھا تو احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور دیگر اصحاب کے ساتھ نشست و برخاست رہتی، حدیثوں کا مذاکرہ چھڑتا اور ایک ایک روایت کی دو دو تین تین سندیں پیش کرتے جاتے پھر سب کے بیچ میں سے یحییٰ بن معین فرماتے کہ اور یہ سند بھی تو ہے۔ جب اسانید و طرق کا مرحلہ طے ہو چکا تو میں کہتا کہ الیس قد ضممہذا انا جماع منا (کیا یہ حدیث ہم سب کے اجماع سے صحیح نہیں ہوئی) اور سب بالاتفاق کہنے لگے جی ہاں۔ اب میں پوچھتا کہ ما تفسیرہ، ما فقہہ (اس کا مطلب کیا ہے اور اس میں فقہ کیا ہے) اس پر سب لوگ بجز احمد بن حنبل کے رک جاتے تھے۔ اس واقعہ کو ابن ابی حاتم نے حافظ احمد بن سلمہ سے اور انھوں نے خود اسحق بن راہویہ سے سنا ہے (ملاحظہ ہو ترجمۃ الامام احمد من تاریخ الاسلام للذہبی ص ۱۵ طبع دار المعارف مصر ۱۳۱۵ھ)

۳۔ تدریب الراوی ص ۲۸۔

پیش کی جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا منتخب مجموعہ تیار ہوا کہ جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش ادعا میں کہا تھا۔
لو ان اهل الحديث يكتوبون ما اثبت سنة حدیث اگر دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں جب بھی ان کا الحدیث فہم دارہم علی ہذا المسند یعنی صحیحہ دارو مدار اسی المسند الصبح پر رہے گا۔

مردانِ خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے سچ ہے، حج چراغ مقبلاں سرگز نہیر د۔

حافظ مسلم بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ

لم یضع احد فی الاسلام مثله ۱۱۱ اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔

اور محدث قاضی عیاض نے الاملاء میں ابو مروان طبری سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد نجیبی نے اپنی فہرست میں امام ابن خرم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے اور حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ

سمعت ابا علی النیسابوری یقول فما رأیت میں نے ابو علی نیشاپوری کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری احفظ منہ ماتحت ادبہ السماء اصح من نظر سے نہیں گزرا یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب مسلم۔

حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۱۱ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام مسلم، یہ تعداد بشمول کمالات ہے اگر کمالات کو شمار نہ کیا جائے تو کل حدیثوں کی تعداد چار ہزار کے قریب ہوتی ہے (تدریب الراوی ص ۳۰) ۱۱۱ مقدمہ شرح صحیح مسلم از نووی

۱۱۱ مقدمہ فتح الباری، فصل ثانی۔

۱۱۱ حافظ زہبی نے اس کو ابن مندہ سے باسناد متصل نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری) واضح رہے کہ صحیح مسلم کی اصحیت کے بارے میں جیسی تصریح حافظ ابو علی نیشاپوری سے منقول ہے ایسی صحیح بخاری کے متعلق قدما و محدثین میں کسی سے مروی نہیں البتہ محدث نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام نسائی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

ما فی هذه الكتب كلها اجد من كتاب البخاری ان ساری کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں۔

لیکن امام نسائی نے اجمود بہت خوب کا لفظ استعمال کیا ہے اصح کا نہیں، ہمارے خیال میں یہ صحیح بخاری کی جامعیت اور حسن اختصار کی خوبی کا بیان ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

والنسائی لا یعنی بالجودة الا جوده الاسانید نسائی کی مراد جودت سے صرف جودت اسانید ہے۔

یہ شبہ جودت سے جودت اسانید اور جودت مضامین دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ ہماری رائے سے اتفاق کریں یا حافظ صاحب کی بات مانیں مگر اتنا خیال رہے کہ امام نسائی نے صحیح بخاری کے روادے میں سے

ایک جماعت کو کتاب الضعفاء والمتروکین میں داخل کیا ہے اور حدیث ابن عمر کیف بک اذ اعمرت بین

قوم یحبون رزقی سنتھم الحدیث کو جو حامد بن شاکر کے نسخہ میں مروی ہے موضوع بھی کہا ہے (ملاحظہ ہو التقیات

علی الموضوعات از سیوطی ص ۲۳ طبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)

خردان کی بھی یہی رائے ہے، یہ ابوعلیٰ فن حدیث میں حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے
استاذ ہیں، حاکم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ هو واحد عصره فی الحفظ والانتقان والوسع و
المذاکرۃ والتصنیف (یہ حفظ حدیث، ہمارے فن، انتقان اور مذاکرہ و تصنیف میں یگانہ روزگار ہے)
صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تو اتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ
جس بزرگ کے دم سے قائم رہا وہ مشہور فقیہ حنفی شیخ ابواسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ
میں چنانچہ علامہ نووی مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:-

واما من حیث الروایۃ المتصلۃ بالاسناد المتصل فقد انحصرت طریقۃ فی هذه البلدان والازمان فی روایۃ ابی اسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان عن مسلم۔
اور اسناد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت
کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابواسحق ابراہیم
بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

ابراہیم بن سفیان کو امام مسلم سے خاص ربط تھا اکثر حاضر خدمت رہتے ان کا بیان ہے کہ امام مسلم
نے اس کتاب کی قرأت سے جو انھوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۵ھ میں فراغت پائی۔ یوں
بلاد مغرب میں امام مہرورج کے ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی قلائی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی تھی
لیکن اس کا سلسلہ مغرب کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا اور جو قبول عام ابراہیم نیشاپوری کی روایت کو نصیب
ہوا وہ قلائی کی روایت کو نہ ہوسکا، علاوہ ازیں صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد
قلائی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو احمد صلوودی سے روایت کرتے ہیں
سنن نسائی امام نسائی نے بھی اپنی سنن میں امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے
ان کی تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے
اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ بن رشید المتوفی ۴۲۱ھ
فرماتے ہیں کہ

انہ ابدع الكتب المصنفة فی السنن تصنیفاً واحسنها ترتیباً وهو جامع
یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں
تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے

لہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ترجمہ ابوعلیٰ نیشاپوری۔

۱۔ یہ مشہور زائد فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنھوں نے فقہ کی تحصیل امام محمد سے کی
تھی، بڑے عابد زاہد اور مستجاب الدعوات تھے، فن حدیث کی تحصیل حجاز، نیشاپور سے اور عراق میں کی تھی، محدث حاکم
نیشاپوری لکھتے ہیں، کان ابراہیم بن سفیان من العباد المجتہدین، ومن الملازمین لمسلم بن الحجاج وکان
من اصحاب ایوب بن الحسن الزاہد صاحب الراي یعنی الفقیہ الحنفی، سمع ابراہیم بن سفیان بالحجاز
ونیسابور والری والعراق، محدث نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے السید الجلیل
ابواسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الزاہد المجتہد العابد حاکم نے اپنے شیخ محمد بن زید العدل سے نقل کیا ہے
کہ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ ابو عمرو بن نجید کہتے ہیں کان من الصالحین حافظ قرشی نے بھی الجواہر المفنیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

بین طریقتی البخاری و مسلم مع حظ
کثیر من بیان العلل . ۱۰

صحت کے بارے میں خود امام نسائی کا بیان ہے کہ

کتاب السنن صحیحہ کلمہ ۱۱

کتاب السنن تمام تر صحیح ہے۔

اس کے رجال کی جب محدثین نے جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تنقید رجال اور صحت اسناد کے بارے میں امام نسائی کے شرائط امام بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

فکم من رجل اخرج له ابو داود و الترمذی تجنب النسائی اخراج حدیث بل تجنب النسائی اخراج حدیث جماعة من رجال الصعیحین ۱۲

بہت سے ایسے اشخاص ہیں کہ جن سے ابو داود و ترمذی نے روایتیں لی ہیں مگر امام نسائی نے ان کی روایتوں سے احتراز فرمایا ہے بلکہ امام نسائی نے تو صحیحین تک کے راویوں کی ایک جماعت سے حدیث کی تخریج میں اجتناب کیا ہے۔

اور حافظ ابو الفضل بن طاهر مقدسی، شروط الائمة الستہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی سے ملکہ معظمہ میں ایک راوی کا حال دریافت کیا انھوں نے اس کی توثیق کی میں نے عرض کیا کہ امام ابو عبد الرحمن نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ

یابنی ان لا بی عبد الرحمن فی الرجال شرطاً اشد من شرط البخاری و مسلم

بشار رجال کے بارے میں ابو عبد الرحمن (امام نسائی) کی شرط بخاری و مسلم کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی بنا پر حافظ محدث امام ابو الحسن معافری المتوفی ۳۸۷ھ جو محدث دارقطنی اور حاکم کے معاصر ہیں فرماتے ہیں کہ

اذا نظرت الی ما یخرجہ اهل الحدیث فما خرجہ النسائی اقرب الی الصحۃ مما خرجہ غیرہ . ۱۳

جب تم محدثین کی روایت کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہوگی۔

اور اسی لئے مغرب کے بعض محدثین صحیح بخاری پر اس کی ترجیح کے قائل ہیں چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں :-

صرح بعض المعاربۃ بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری ۱۴

بعض مغاربہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے

بلکہ محدث ابن الاحرر نے تو اپنے بعض کی شیوخ سے یہاں تک نقل کر دیا ہے کہ

انما اشرف المصنفات کلہا وما وضع

یہ (اس فن کی) تمام تصنیفات سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسلام

۱۰ مقدمہ زہر الربی علی المجتبی، از سیوطی، و فتح المغیث از سخاوی۔

۱۱ مقدمہ زہر الربی - ۱۲ شروط الائمة الستہ ص ۱۸ طبع مصر۔

۱۳ مقدمہ زہر الربی، از علامہ سیوطی، ۱۴ ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ۔

فی الاسلام مثله۔ ۱۰

میں اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

ناقدین فن کے نزدیک جلالت علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

قد مرقوم من الحذاق فی معرفتہ ذلک علی مسلم بن الحجاج، وقد مد الدارقطنی وغیرہ فی ذلک وغیرہ علی امام الأئمة ابی بکر بن خزيمة صاحب الصحيح ۱۱

فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ صاحب الصحيح پر بھی مقدم رکھا ہے۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ہوا حذق بالحديث وعلمه ورجاله من مسلم والترمذی وابی داؤد، وهو جارفی مضمار البخاری وابی زرعة ۱۲

یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علی حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعية الکبریٰ میں لکھتے ہیں :-

”میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا امام مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی؟ فرمایا امام نسائی، پھر شیخ امام والد (حافظ تقی الدین سبکی) سے اسدان پر حجتیں نازل فرمائے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے اس سے موافقت کی“ ۱۳

امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :-
(۱) امام مدوح کے صاحبزادے عبدالکریم (۲) حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی المتوفی ۳۶۲ھ (۳) ابوالحسن بن خضر الاسیوطی (۴) الحسن بن رشیق العسکری (۵) حافظ ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی الکسانی المتوفی ۳۵۷ھ (۶) ابوالحسن محمد بن عبدالسدر بن زکریا بن جویہ (۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر (۸) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم البستانی الاموی القرطبی المتوفی ۳۲۵ھ (۹) امام ابوالحسن علی بن احمد طحاوی (۱۰) احمد بن محمد بن المہندس۔

ان رواۃ مذکورین میں امام ابوالحسن علی طحاوی المتوفی ۳۵۷ھ اکابر فقہار حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں، یہ مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادے ہیں جن کی ”شرح معانی الآثار“ علم حدیث میں ایک بے مثل کتاب ہے اور نہایت مشہور و متداول ہے، ۱۴

۱۰ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۱۱ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۸ طبع میرہ مصر۔

۱۲ توضیح الافکار از محدث امیر یافعی ج ۱ ص ۲۲۰ طبع مصر۔ ۱۳ کتاب مذکور میں امام نسائی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۴ امام ابوالحسن طحاوی کو فقہ، حدیث، لغت، نحو وغیرہ مختلف علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا نہایت متقی اور زاہد تھے، علامہ ابوالحسن ابن تفری ہدی نے النجوم الزاہرہ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

کان امام عصرہ بلامن أفتی الحدیث و یہ حدیث، فقہ، اختلاف علماء، علم احکام، لغت اور نحو (باقی بر صفحہ آئندہ)

یہ بھی واضح رہے کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کا مہر و منہ منت ہے، اس مختصر کا نام المجتبى ہے اور اس کو سنن صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

امام نسائی نے اپنی سنن میں امام ابو حنیفہ سے حسب ذیل حدیث روایت کی ہے۔ حد ثنا علی ابن حجر ثنا عیسیٰ ہوا بن یونس عن النعمان یعنی ابا حنیفۃ عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قال لیس علی من اتی بھیمۃ محد، یہ روایت ابن السنی کے اختصار میں نہیں ہے لیکن ابن الاحرار ابو علی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد | امام ابو داؤد سجستانی نے اپنی کتاب السنن کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث کو سامنے رکھ کر کیا ہے چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

کتبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائتا الف حدیث انتخبت منها ما ضمنته هذا الكتاب، ۳۰
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جن سے ان روایات کا انتخاب کیا ہے جو اس کتاب میں درج کی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ دیگر مصنفین صحاح کی نسبت امام ابو داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں کہ جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے، اور امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

الفقه واختلاف العلماء والاحکام واللغة والنحو وصنف المصنفات الحسان، وکان من کبار فقہاء الخفیفۃ۔
میں بلا مقابلہ اپنے وقت کے امام تھے، انھوں نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور یہ کبار فقہاء خفیفہ میں سے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشی نے البحر المصنوع فی طبقات الخفیفہ میں اور فاضل لکھنوی مولانا محمد عبدالحی قرنگی محل نے التعلیقات السنیہ علی التوائد البہیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۱۸) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنن صغریٰ خود امام نسائی کی تالیف ہے اس خیال کی تائید میں اس واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے کہ امام نسائی نے جب سنن کبریٰ تصنیف فرمائی تو اس کو امیر ملکہ کی خدمت میں بجا کر پیش کیا امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے۔ امام نے جواب دیا نہیں، اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے، تب امام نسائی نے اس کے لئے سنن صغریٰ تصنیف فرمائی، اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے لیکن یہ واقعہ میرے سے غلط ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

ان هذه الروایۃ لم تصح بل المجتبى اختصارا، بے شبہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبى، ابن السنی کا اختصار ابن السنی تلخیص النسائی (توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۲۱) ہے جو نسائی کے شاگرد ہیں۔

۳۰ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ترجمہ امام ابو حنیفہ، ۳۰ مقدمہ تلخیص سنن ابی داؤد، از حافظ مقدری، یہ کتاب مطبعہ انصاری دہلی میں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے اور چونکہ غایۃ المقصود کی صرف ایک جلد طبع ہو کر رہ گئی اس لئے اس ناہ کتاب کا بھی صرف ابتدائی حصہ طبع ہوا ہے جو چند ابواب سے زائد نہیں ہے۔

کے لئے مختص فرمایا یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کو دیگر کتب صحاح کی طرح زبرد اور فضائل اعمال وغیرہ کی حدیثیں نہیں ملیں گی اور گو اس بنا پر احادیث کے بہت سے ابواب سے یہ کتاب خالی ہے لیکن فقہی احادیث کا اعتبار اذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ امام حافظ ابو جعفر بن زبیر غناطی المتوفی ۳۸۷ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

ولا بد في داود في حصر احاديث الاحكام و اجابات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔

خوش قسمتی سے چند سال ہونے آئے کہ محدث کوثری کے تحشیہ اور تعلیق کے ساتھ امام ابو داؤد کا وہ نادر رسالہ چھپ گیا کہ جس میں انھوں نے اپنی کتاب السنن کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، یہ اہل مکہ وغیرہ کے ایک خط کا جواب ہے جس میں انھوں نے کتاب السنن کی احادیث کے بارے میں امام موصوف سے استنبواب رائے کیا تھا، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں امام موصوف کے بیان کی جواہریت ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں ہو سکتی کہ تصنیف لامصنف نیکو کند بیان

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ہر یہ ناظرین ہے، امام مدروح فرماتے ہیں:-

”آپ لوگوں نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ آپ کو میں یہ بتاؤں کہ کتاب السنن میں جو حدیثیں ہیں آیا یہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں، سو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب ایسی ہی ہیں، الا یہ کہ وہ حدیث دو صحیح طریقوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک کاراوی اسناد میں مقدم ہو، یعنی اس کی سند عالی ہو اور اس میں واسطے کم ہوں، اور دوسرے کا حفظ میں بڑھا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ ہی کو لکھ دیتا ہوں، حالانکہ میرے خیال میں مجھے ایسی دس حدیثیں بھی اپنی کتاب میں معلوم نہیں ہوتیں اور میں نے باب میں صرف ایک یا دو حدیثیں ہی نقل کی ہیں گو اس باب کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود تھیں کیونکہ اس صورت میں بہت کثرت ہو جاتی اور میرا مقصد یہ تھا کہ نفع جلد ہو، اور جب کسی باب میں میں نے کسی حدیث کو دو یا تین طریقوں سے دہرایا ہے تو اس سبب سے کہ اس میں کوئی بات زیادہ تھی اور کبھی اس میں دوسری احادیث کی بہ نسبت صرف ایک ہی لفظ زیادہ تھا اور بعض دفعہ میں نے ایک طویل حدیث کو مختصر اذکر کیا ہے، کیونکہ اگر اس کو پوری نقل کرتا تو بعض سامعین کو پتہ بھی نہ چلتا اور اس میں جو فقہ کا مسئلہ تھا وہ سمجھ ہی میں نہ آتا لہذا اس کا اختصار کرنا پڑا۔

رہی مرسل احادیث، سوان سے گذشتہ عہد کے علماء جیسے کہ سفیان ثوری، مالک بن انس، اور ابو زاعی حجت پکڑتے تھے، یہاں تک شافعی آئے اور انھوں نے ان پر کلام کرنا شروع کیا اور احمد بن حنبل وغیرہ نے اس باب میں ان ہی کی اتباع کی، اللہ ان سب کو اپنی رضا نصیب کرے، سو جب کوئی مستدر روایت، مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو اور

مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت کو بھی مانا جائے گا لیکن وہ قوت میں متصل روایت کے برابر نہیں ہے۔

اور کتاب السنن جس کو میں نے تصنیف کیا ہے اس میں کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں ہے، اور اگر اس میں کوئی منکر روایت آگئی ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور ایسا اس صورت میں ہوا ہے جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہ تھی۔ اور یہ وہ حدیثیں ہیں کہ ابن مبارک اور وکیع کی کتاب میں ان میں سے بہت تھوڑی روایاں ہیں، ان کی کتابوں میں زیادہ مراسیل درج ہیں اور مالک بن انس کی کتاب السنن موطن میں اور اسی طرح حاد بن سلمہ اور عبد الرزاق کی مصنفات میں ان میں سے اچھی خاصی روایتیں آگئی ہیں، تاہم جیسا کہ میرا خیال ہے ان سب حضرات کی مجموعی کتابوں میں بھی یعنی مالک بن انس، حاد بن سلمہ اور عبد الرزاق کی تصنیفات کو ملا کر بھی اس کتاب کی تہائی روایتیں نہیں ہیں۔

اور میری کتاب میں جو حدیث ایسی تھی کہ اس میں ذرا زیادہ کمزوری تھی تو میں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اسی میں وہ روایت بھی آگئی کہ جس کی سند صحیح نہیں اور جس روایت کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ ٹھیک ہے اور ان میں بعض بعض سے صحت میں بڑھی ہوئی ہیں اور جو یہ کتاب میرے سوا کسی اور کی لکھی ہوئی تو پھر میں اس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کہتا، اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت بھی ٹھیک اسناد سے نہیں ملے گی وہ اس میں موجود ہوگی الا یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو کہ جو حدیث سے استنباط کی گئی ہو۔

میرے علم میں قرآن کے بعد جتنا اس کتاب کا سیکھنا لوگوں پر لازم ہے اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اور اس کتاب کے لکھ لینے کے بعد اگر کوئی شخص علم کی کوئی اور چیز نہ لکھے تو کچھ نقصان نہیں، جب کوئی شخص اس کتاب کو دیکھے گا اور اس میں غور کرے گا اور اس کو سمجھے گا تب اس کو اس کی قدر معلوم ہوگی۔

اور یہ مسائل یعنی ثوری، مالک اور شافعی کے مسائل سوان کی بنا ان ہی احادیث پر ہے تاہم مجھے یہ پسند ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ صحابہ کے فتاویٰ کو بھی قلمبند کیا جائے، نیز کوئی ایسی کتاب بھی نقل کر لی جائے جیسی کہ سفیان ثوری کی جامع ہے کہ وہ ان سب جوامع میں جو لوگوں نے تصنیف کی ہیں سب سے اچھی ہے۔

سہ لیکن اس کے باوجود علامہ محمد بن ابراہیم وزیر میانی، العواصم والقواصم فی الذب عن سنتہ ابی القاسم میں (جس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے) امام نووی سے ناقل ہیں کہ

ان ابا داؤد لم یستوعب الصیح من احادیث
الاحکام ولا معظمہ، وذلك ظاهر بل معرفتہ
امام ابو داؤد سب احادیث احکام بلکہ بیشتر کو بھی نہیں لائے
اور یہ ایک ظاہر چیز ہے بلکہ اس کا علم تو اسے بھی ضرور ہو جاتا
ہے جسے اس فن کی ذرا سی بھی خبر ہے۔

ضروریۃ لمن لہ ادنی اطلاع اتہی

اور جو حدیثیں کہ میں نے کتاب السنن میں درج کی ہیں ان میں اکثر مشہور روایات ہیں جو ہر اس شخص کے پاس موجود ہیں کہ جس نے تقویراً بہت بھی احادیث کو لکھا ہے لیکن ان کو تمیز کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

اور میں نے کتاب السنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کو تصنیف نہیں کیا، سو یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں جو سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں۔ یہ سنن ابی داؤد کی افادیت کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے، محدث زکریا ساجی کے الفاظ ہیں:-

کتاب اللہ عز وجل اصل الاسلام و کتاب اصل الاسلام کتاب اللہ ہے، اور فرمان اسلام السنن لابی داؤد عہد الاسلام سنن ابی داؤد۔

علامہ ابن خرم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصصح المتوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اتقیا کر سکیں تو بہتر ہے، حافظ ابن سکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستہ لاکر اوپر تلے رکھ دیئے، پھر فرمانے لگے۔

ہذا قواعد الاسلام، کتاب مسلم و کتاب البخاری یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، کتاب مسلم، کتاب بخاری و کتاب ابی داؤد و کتاب النسائی۔ اور حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:-

الأئمة الأربعة الذين أخرجوا الصحيح وميزوا ثابت من سقيم، وخطأه من صوابه۔ وہ چار ائمہ کہ جنہوں نے صحیح حدیث کی تخریج کی اور ثابت کو سقیم سے اور خطا کو صواب سے جدا کیا۔ یہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی۔ محدث حاکم نیشاپوری نے بھی سنن ابی داؤد کو صحیح بتایا ہے اور حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ کل ما سکت علیہ ابوداؤد فهو صحيح۔ جس حدیث پر امام ابوداؤد کچھ کلام نہ کریں وہ ان کے نزدیک عندہ۔

امام ابوداؤد نے کتاب السنن کی تکمیل بہت پہلے اپنے عہد شباب ہی میں کر لی تھی، یہ وہ زمانہ ہے

۱۔ ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ از ص ۲ تا ص ۸ طبع قاہرہ ۱۳۶۹ھ۔ ۲۔ فتح المغیث از سخاوی ص ۲۸۔ ۳۔ شروط الأئمة الستة از ابن طاہر ص ۱۷، طبقات ابن السبکی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ان تینوں کتابوں میں عہد الاسلام مرقوم ہے لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے بتان المحدثین میں اس کا ترجمہ "ستون اسلام" کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس کو عہد الاسلام پڑھا ہے۔ ۴۔ شروط الأئمة الستہ ص ۱۶۔ ۵۔ تہذیب التہذیب میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کا ترجمہ دیکھو۔ ۶۔ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۷۔ ایضاً ص ۲۹، توضیح الافکار، ج ۲ ص ۱۹۷۔

کہ جب ان کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے، امام ابو داؤد نے جب یہ کتاب امام مدوح کی خدمت میں لے جا کر پیش کی تو امام مدوح نے اس کو پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی یہ تصنیف ہونے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے اس کتاب کو جو قبول عام بخشا وہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کو نصیب نہ ہو سکا، چنانچہ امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری المتوفی ۳۸۵ھ کا بیان ہے کہ

لما صنف السنن وقرأه على الناس صامراً
كتاباً به لاهل الحديث كالمصحف يتبعونه
جب انھوں نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔
(تہذیب التہذیب ترجمہ امام مدوح)۔

اور امام محمد بن محمد ابوسلیمان خطابی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:-

ان کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف
لم يصنف في علم الدين كتاب مثله وقد رفق
القبول من الناس كافة، فصار حكماً بين فرق
العلماء وطبقات الفقهاء على اختلاف
مذاهبهم فلكل فيه وسر ومند شرب و
عليه معول اهل العراق واهل مصر و
بلاد المغرب وكثير من مدن اقطار الارض
فاما اهل خراسان فقد اولى اكثرهم
بكتاب محمد بن اسماعيل ومسلم بن الحجاج
ومن غا نحوهما في جمع الصحيح على شرطهما
في السبك والانتقاد الا ان كتاب ابی داؤد
احسن رصفاً واكثر فقهاً ۳۵

امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اور اس نے سب لوگوں کی طرف سے سند قبولیت حاصل کی، چنانچہ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے سب لوگ اسی کے گھاٹ پر آتے اور میں گیارہ جہتے ہیں اسی پر اہل عراق اہل مصر بلاد مغرب اور روئے زمین کے بہت سے شہروں کے رہنے والوں کو اعتماد ہے، البتہ اہل خراسان میں بیشتر لوگ محمد بن اسماعیل مسلم بن الحجاج اور ان لوگوں کی کتابوں کے دلدادہ ہیں کہ جو جمع صحیح میں ان دونوں حضرات کے قدم بقدم چلے ہیں اور جنھوں نے بائیس پر تال میں اپنی شرط کو ملحوظ رکھا ہے، لیکن ابو داؤد کی کتاب ترتیب کے اعتبار سے بہت اچھی اور فقہ کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے

امام ابو داؤد سے ان کی کتاب السنن کو حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو نولوی (۲) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشعانی (۳) حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد

۳۵ مقدمہ تلخیص مندرجہ ص ۵۔ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام ابی داؤد
۳۵ یہ بڑے پایہ کے حافظ حدیث گزرے ہیں، محدث خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ان کا نہایت مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے الامام المفید الثقة محدث بغداد، حدیث میں امام ابو حنیفہ کی سند سے پہلے انھیں نے تصنیف کی ہے جس کا نام جمع حدیث ابی حنیفہ ہے، خطیب بغدادی نے اس کتاب کا ذکر تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۸ طبع مصر میں کیا ہے۔ ۳۵ معالم السنن ج ۱ ص ۶ طبع حلب۔

المعروف بابن الاعرابی المتوفی سنہ ۳۴۰ (۴) ابوبکر محمد بن عبد الرزاق بن واسع المتوفی بعد ۳۴۵۔ امام
 ابوبکر جصاص خفی صاحب احکام القرآن، سنن ابی داؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) ابوعمر واحد
 بن علی بن الحسن بصری (۶) ابوالحسن علی بن الحسن بن عبد الصاری۔ (۷) ابو عیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید
 ربیع المتوفی سنہ ۳۴۰ جو امام ممدوح کے وراق رہ چکے ہیں (۸) ابواسامہ محمد بن عبد الملک بن زید الرواس
 (۹) ابوسالم محمد بن سعید الجلودی۔ ان میں حافظ ابن الاعرابی کے نسخہ میں کچھ حدیثیں کم ہیں اس میں
 کتاب الفتن والملاحم اور بعض اور ابواب بھی ساقط ہیں، ابن واسع ربیع اور لؤلؤی کے نسخوں میں گو ترتیب
 کے اعتبار سے کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے لیکن تعداد احادیث کے لحاظ سے یہ نسخے قریب قریب ہیں، البتہ
 احادیث پر امام ابوداؤد نے جو کلام فرمایا ہے وہ بعض نسخوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہے۔ ہاں ابوعلی لؤلؤی
 کے نسخے کو اس اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کہ انھوں نے کتاب السنن کا سماع محمد سنہ ۳۴۵ میں کیا ہے جبکہ
 امام ابوداؤد نے اس کی آخری اطلاع کرائی تھی کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۳ شوال کو امام ممدوح نے آخرت
 کا سفر اختیار کیا ہے۔

اسلام امام جصاص مشہور اکابر خفیہ میں سے ہیں، بہت بڑے محدث اور امام تھے، فن حدیث میں ان کو امام ابوالحسن
 کرخی، ابوالعباس اہم، حافظ عبد الباقی بن قانع، اور ابوعمر غلام ثعلب سے تلمذ حاصل ہے، سنہ ۳۳۵ میں پیدا ہوئے
 طلب حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا، سنہ ۳۴۵ میں بغداد آئے اور امام کرخی سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر
 ہی سلسلہ میں اموار گئے اور وہاں سے دوبارہ بغداد آئے یہاں آ کر امام کرخی کے مشورہ سے محدث حاکم نیشاپوری کے
 ساتھ اس فن کی تکمیل کے لئے نیشاپور تک گئے۔ یہ ابھی نیشاپور ہی میں تھے کہ امام کرخی کا انتقال ہو گیا، نیشاپور سے
 سنہ ۳۴۵ میں بغداد کو واپسی ہوئی اور پھر یہیں کے ہوئے بغداد میں ان کی درس گاہ تمام عالم اسلامی کا مرجع تھی، نہایت زاہد
 اور پاکیزہ تھے، بارگاہ خلافت سے ان کو بارہا عہدہ قضا پیش کیا گیا لیکن انھوں نے کبھی قبول نہیں فرمایا، امام ضیمری فرماتے ہیں:
 استقر التدريس ببغداد كما في بكر الواري و انتقلت الرحلة اليه، وكان على طريق من تقدمه في الورع والزهد والصيانة۔
 بغداد میں ابوبکر رازی کے درس کا سلسلہ قائم ہوا اور علی
 رحلت کی انتہا ان کے آستانہ پر ہوئی، یہ زہد و ورع اور
 احتیاط میں متقدمین کے طرز پر تھے۔

خطیب بغدادی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں، کان امام اصحاب ابی حنیفہ فی وقتہ وکان مشهوراً
 الزهد، حافظ عبد القادر قرشی نے الجواهر المصیہ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے احمد بن علی المرآزی الاکام
 الکبیر الشان، ان کے حلقہ درس سے بڑے بڑے اکابر ائمہ پیدا ہوئے جن میں امام ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام
 ابوجعفر محمد بن احمد سقی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن جہدی فقہ جرجانی، استاذ امام قدوری، امام ابو الفرج احمد بن محمد
 بن عمر المعروف بابن المسلمہ، امام ابوالحسین محمد بن احمد زعفرانی امام ابوالحسین محمد بن احمد بن الطیب کمار ی خاص طور پر
 قابل ذکر ہیں، امام جصاص کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جن میں سے عرصہ ہوا کہ احکام القرآن جو اپنے موضوع پر ایک
 بے نظیر کتاب ہے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور شرح مختصر الطحاوی کا عکسی نوٹ حضرت مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس اجیار
 المعارف النعمانیہ کی خدمت میں میری نظر سے گزرا ہے، امام ممدوح کی تمام تصنیفات آپ کے محدث اور حافظ حدیث
 ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ مولانا اسماعیل شہید دہلوی نے تنویر العینین میں ان کو مجتہدین میں شمار کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ
 میں حسن بن رشیق کے ترجمہ میں ان کا سنہ وفات ۳۷۰ تحریر کیا ہے۔

سنہ تہذیب التہذیب، ترجمہ امام ابوداؤد، سنہ مقدمہ غایت المقصود شرح سنن ابی داؤد، واختصار علوم الحديث
 از حافظ ابن کثیر۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام ابو داؤد سجستانی اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جلیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے، چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبد البر قرطبی بسند متصل ان سے ناقل ہیں کہ

حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد المومن بن يحيى
رحم الله قال اخبرنا ابو بكر محمد بن بكر بن عبد الرزاق
التمار المعروف بابن داسه قال سمعت ابا داود سليمان
ابن الاشعث بن اسحاق السجستاني رحم الله يقول رحم
الله مالكا كان اماما، رحم الله الشافعي كان اماما
رحم الله ابا حنيفة كان اماما۔ ۱۵

امیر تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ
امام تھے، امیر تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل
فرمائے وہ امام تھے، امیر تعالیٰ ابو حنیفہ پر
رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔

جامع ترمذی | امام ترمذی کی کتاب امام ابو داؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔
ایک طرف انھوں نے اپنی کتاب میں احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے کہ جن پر فقہاء کا
عمل رہا ہے دوسری طرف اس کو صرف احکام کے لئے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاری کی طرح سب ابواب کی
احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے اور پھر اس پر ستراد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اپنی
کتاب میں اس طرح سمو یا ہے کہ وہ علم حدیث کا بو قلموں زار بن گئی ہے، چنانچہ حافظ ابو جعفر بن الزبیر التوفی
۷۸۵ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وللترمذی فی فنون الصناعة المحدثیۃ
ما لم یشاركه غیره۔ ۱۶

امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے
حفاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔
حافظ ابن رشید المتوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے (۱) تبویب (۲) بیان فقہ
(۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف (۴) بیان اسماء و کنیٰ (۵) جرح و تعدیل (۶) جن سے حدیث
نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتلانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔
(۷) راویان حدیث کا شمار۔ اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ ”یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی
بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں“

حافظ ابوالفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ منجملہ ان علوم کے جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور جن کو
ابن رشید نے ذکر نہیں کیا ہے یہ ہیں (۸) بیان شذوذ (۹) بیان موقوف (۱۰) بیان مدرج۔ ۱۷

۱۵ الانتقاء فی فضائل الثلاثة۔ الائمۃ الفقہاء ص ۳۲، اور جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۳، محدث کو شری رحمہ اللہ نے الانتقاء
کے حواشی صفحہ ۹ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام ابو داؤد نے ان حضرات ائمہ ثلاثہ کے ذکر میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ ان کے
طبقات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اوطان کے اعتبار سے ہے، کیونکہ امام مالک مدنی ہیں، امام شافعی مکی اور امام ابو حنیفہ کوفی۔
انتقاء ص ۱۲ مقدمہ قوت علی جامع الترمذی از حافظ سیرطی۔ ۱۲

اور حافظ ابو بکر بن العربي المتوفی ۳۴۳ھ عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں :-

”اس کتاب میں حسب ذیل چودہ علوم ہیں، احادیث کی اس طرح تدوین کہ جو عمل سے قریب تر کر دیتی ہے بیان اسناد، تصحیح و تضعیف، تعداد طرق، جرح و تعدیل، بیان اسم و کنیت رواۃ، بیان وصل و انقطاع، معمول بہ اور متروک العمل روایات کی توضیح، احادیث کتاب کے رد و قبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان، حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر، اور یہ وہ علوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتا ہے۔“

حدیث حاکم نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے جامع ترمذی کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب التقیۃ فی رواۃ الکتاب والمسانید میں خود امام ترمذی کی زبانی ناقل ہیں کہ میں نے اس المسند الصصح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور علماء عراق کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور علماء خراسان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا پیغمبر موجود ہے کہ جو خود تیار رہا ہے۔

اور حافظ ابو الفتح بن سید الناس المتوفی ۳۳۲ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں :-

لابی عیسیٰ فضائل جمیع و تروی و تسہیم، و کتابہ من الکتب الخمسة التي اتفق اهل الحل والعقد والفضل والفقه من العلماء والفقهاء واهل الحديث النبهاء على قبولها والحكم بصحة اصولها۔

امام ابو عیسیٰ (ترمذی) ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے اور ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے کہ جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء فقہاء اور کابر محدثین میں سے اہل حل و عقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔

اور حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک بار ہرات میں امام ابو اسمعیل عبد اللہ بن محمد انصاری سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ

لہ عارضۃ الاحوذی ص ۲۴ و ۲۵ طبع نظامی کان پور، یہ کتاب مجموعہ شروح اربعہ ترمذی کے ساتھ اس کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔

لہ مقدمہ ابن صلاح، ص ۶۶ طبع حلب ۱۳۵۰ھ البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷ طبع مصر۔

لکھ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر محمد ذوالفطن حیدر آباد سندھ میں میری نظر سے گزرا ہے۔ ۱۲۵۰ھ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری مشہور محدث اور صوفی ہیں، امام ترمذی سے ان کو بہ دو واسطہ تلمذ حاصل ہے، سال ولادت ۳۹۶ھ اور سال وفات ۵۸۵ھ ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا نہایت مبسوط ترجمہ لکھا ہے جو ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے شیخ الاسلام الحافظ الامام الزاهد یہ ترجمہ سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی ایک مسند بھی لکھی ہے جس کا نام جامع احادیث ابی حنیفہ اس مسند کو حافظ سمعانی ان کو بہ دو واسطہ روایت کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الجوامع المصنوعہ ترجمہ نصر بن سید)

کتابہ عندی انفع من کتاب البخاری ومسلم
 لان کتابی البخاری ومسلم لا یقف علی الفائدة
 منها الا المتبحر العالم و کتاب ابی عیسی یصل
 الی فائدته کل احد من الناس
 ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری ومسلم کی کتاب سے زیادہ
 نافع ہے کیونکہ بخاری ومسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم متبحر
 ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن ابو عیسی کی کتاب سے ہر شخص
 مستفید ہو سکتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ اگرچہ امام ترمذی، امام بخاری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل
 ہے کہ خود اسناد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، چنانچہ ابواب التفسیر سورہ النحر میں حسب ذیل روایات
 لکھ کر حدیثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ہارون بن معاویہ عن حفص بن غیاث عن جیب بن
 ابی عمر عن سعید بن جبیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاً فراتے ہیں:-
 سمع منی محمد بن اسماعیل هذا الحدیث محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔

اسی طرح ابواب المناقب میں حدیث "یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری و
 غیرک کے متعلق لکھا ہے کہ وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحدیث" اور امام بخاری نے خود ان
 کے سامنے اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ

ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی
 میں نے تم سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا۔
 بعض مواقع پر امام ترمذی نے اپنی جامع میں احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں امام بخاری ومسلم سے اختلاف
 بھی کیا ہے، چنانچہ باب الاستیجار بالبحرین میں حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال خرج النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم یحاجتہ فقال التمس لی ثلاثة احجار ثم کو نقل کر کے اور اس کے مختلف طرق
 بیان کر کے لکھتے ہیں کہ

هذا حدیث فیہ اضطراب، قال ابو عیسی سألت
 عبد اللہ بن عبد الرحمن ای الروایات فی هذا
 عن ابی اسحق اصح فلم یقض فیہ شیء وسألت
 محمد بن اعن هذا فلم یقض فیہ شیء کانه رأی
 حدیث ابی اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود
 عن ابیہ عن عبد اللہ اشبه ووضع فی کتابہ
 الجامع واصحہ شیء فی هذا عندی حدیث
 اسلم یل و قیس عن ابی اسحق عن ابی عبیدہ
 عن عبد اللہ کان اسرائیل اثبت واحفظ لحدیث
 ابی اسحق من هؤلاء وتابعہ علی ذلك قیس
 بن الربیع، وسمعت محمد بن المثنی یقول
 اس حدیث میں اضطراب ہے، میں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن
 (امام دارمی) سے پوچھا تھا کہ اس بارے میں ابوا سحق سے
 کونسی روایت زیادہ صحیح ہے تو وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکے، اور محمد
 (امام بخاری) سے پوچھا تو انھوں نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا
 اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "ابوا سحق عن عبد الرحمن
 بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ" والے طریق کو زیادہ مناسب
 سمجھا اس لئے اپنی کتاب الجامع میں اسی کو جگہ دی اور
 میرے نزدیک اس باب میں اسرائیل و قیس عن ابی اسحق عن
 ابی عبیدہ عن عبد اللہ والی سند زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسرائیل
 ابوا سحق کی حدیث میں ان سب سے زیادہ بڑے اور سب سے
 زیادہ حافظ ہیں اور اس روایت میں قیس بن الربیع نے

سمعت عبد الرحمن بن مہدی يقول ما
فانتى الذى فانتى من حديث سفيان
الثوري عن ابي اسحق الالما ائكلت به على
اسرائيل لاندكان ياتي به اتم، قال ابو عيسى
وزهير في ابي اسحق ليس بن الكلان سماعه
منه باخرة، سمعت احمد بن الحسن يقول
سمعت احمد بن حنبل يقول اذا سمعت
الحديث من زائدة وزهير فلا تبال ان
لا تسمع من غيرهما الا حديث ابي اسحق۔

ان کی متابعت بھی کی ہے، میں نے محمد بن الحنفی کو یہ بیان کرتے
سنا کہ عبد الرحمن بن مہدی کہتے تھے کہ ابواسحق سے سفیان ثوری
کی روایت کردہ حدیثیں جو مجھ سے چھوٹیں وہ صرف اس سبب سے
کہ میں نے ان روایات کے سلسلہ میں اسرائیل پر اعتماد کیا کیونکہ وہ
ان کو مکمل طور پر بیان کیا کرتے تھے اور نہ میرا ابواسحق کی روایت میں
کچھ اچھے نہیں ہیں کیونکہ ان کا سماع ابواسحق سے ان کی اخیر عمر
میں تھا (جبکہ بڑھاپے کے سبب ابواسحق کے حواس میں انتشار
ہو چکا تھا) میں نے احمد بن حسن کو بیان کرتے سنا کہ امام احمد بن
حنبل فرماتے تھے کہ تم ابواسحق کی حدیث کو چھوڑ کر پھر زائدہ اور زہیر
سے جو حدیث بھی سن لو اس کو دوسرے سے سننے کی فکر نہ کرو۔

اسی طرح ”باب ما يقال بعد الوضوء“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے کہ
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال أشهد أن لا إله إلا
الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ثم اور اس کے طرق کی تفصیل بیان کر کے
فرماتے ہیں :-

هذا حديث في اسناده اضطراب ولا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب كثير شيء۔
علاء اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے، اسی طرح تحقیق رجال میں بھی بعض
مقامات پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام دارمی کے قول کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابو جعفر بن الزبير نے اپنے برنامہ میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی نے حسب ذیل
چھ حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابوالجاس محمد بن احمد بن محبوب (۲) حافظ ابو سعید ہشیم بن کلیب
شاشی المتوفی ۳۳۳ھ صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے روایت کیا ہے (۳) ابو ذر
محمد بن ابراہیم۔ (۴) ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان (۵) ابو جابر احمد بن عبد اللہ تاجر۔ (۶) ابوالحسن واذری۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب العلل کے اندر امام ابو حنیفہ سے حسب ذیل روایت نقل کی ہے۔
حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو يحيى الحماني
قال سمعت ابا حنيفة يقول ما رأيت احدا
أكذب من جابر الجعفي ولا افضل من عطاء
بن ابي رباح۔ ۳۳۳ھ

اس روایت کا تعلق رجال کی جرح و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ان ائمہ میں ہے کہ جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔ لہ

صحیحین، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی یہ پانچ کتابیں وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ھ نے تصریح کی ہے کہ

قد اتفق علی صحتها علماء الشرق والغرب۔ ان کی صحت پر مشرق و مغرب کے علماء کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن سید الناس، شرح ترمذی میں ابوطاہر کے اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں:-

وهذا المجهول منه على ما لم يصح يضعفه۔ ان کی یہ تصریح ان روایات سے متعلق ہے کہ جن کے بارے میں ان کے مخرج نے یا کسی اور نے ضعف کی صراحت نہ کی ہو۔

لہ جرح و تعدیل کے باب میں امام ابو حنیفہ کے فیصلے اس قدر چھپے تھے کہ محققین فن کو ہمیشہ ان کے آگے تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ اسی جابر جعفی کو لے لیجئے ایک طرف امام ابو حنیفہ کا اس کے بارے میں یہ فیصلہ ہے دوسری طرف اس کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کی یہ رائیں ہیں۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ مارأیت اور عفی الحدیث منہ میں نے اس سے زیادہ حدیث میں محتاط نہیں دیکھا، شعبہ کہتے ہیں کان جابر اذا قال حدثنا و سمعت قهوما من اوثق الناس (جابر جب حدثنا اور سمعت کہتے تو اس کا شمار اوثق الناس میں ہے) ایک دفعہ سفیان ثوری نے شعبہ سے صاف کہہ دیا کہ اگر تم نے جابر جعفی کے بارے میں کچھ کہا تو میں تمہارے بارے میں کہنے لگوں گا، وکیع کا قول ہے کہ تم لوگ اور چاہے کسی چیز میں شک کرو مگر اس بارے میں بالکل شک نہ کرو کہ جابر ثقہ ہے، اس سے تو ہم کو مسر، سفیان ثوری، شعبہ اور حسن بن صالح نے حدیثیں بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ترجمہ جابر جعفی) ارباب نظر غور کریں کہ جابر جعفی کی توثیق کرنے والے کس شان کے اکابر ہیں۔ تاہم تحقیق کے بعد اخیر فیصلہ جو ائمہ رجال نے صادر کیا وہ یہی ہے کہ جابر جعفی کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح زید بن عیاش کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک میں اختلاف رائے ہے۔ امام ابو حنیفہ اس کو مجہول بتاتے ہیں لیکن امام مالک نے اپنی موطا میں اس کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور چھوڑا کو باہم بیچنے سے منع فرمایا ہے (موطا، باب مایکر من بیع التمر) بعد کو اگرچہ بعض محدثین نے امام مالک کی تقلید میں اس روایت کو صحیح قرار دیا لیکن خود امام بخاری و مسلم نے اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے فیصلے سے موافقت کی ہے، چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ائمہ اہل نقل کا امام مالک کی امامت پر اتفاق ہے کہ وہ جو حدیث بھی نقل کر دیں اس میں بکے ہیں اس لئے کہ ان کی روایات میں یا مخصوص اہل مدینہ سے جو حدیث وہ نقل کرتے ہیں اس میں سوائے صحیح روایت کے اور کوئی روایت نہیں پائی گئی۔ اور امام بخاری و مسلم نے اس روایت کی تخریج زید بن عیاش کی جہالت کے خوف سے نہیں کی۔

هذا حديث صحيح لا جماع ائمة اهل النقل على امامة مالك بن انس وانه حكم في كل ما يرويه من الحديث اذ لم يوجد في رواياته الا الصحيح خصوصا في حديث اهل المدينة..... والشيخان لم يخرجاه لما احتيا من جملة زيد بن عياش۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ زید بن عیاش)

یہ ہے عہد رسالت سے لے کر امام ابن ماجہ کے زمانے تک کی تاریخِ تدوینِ حدیث۔ اب وقت آگیا ہے کہ امام محدوح کی کتاب السنن پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور فنِ حدیث میں اس کتاب کا جو اصلی مقام ہے اس کو واضح کیا جائے۔

سنن ابن ماجہ

اس جلیل القدر کتاب کے متعلق سابق میں ہم بعض اکابر فن کی رائیں پیش کر چکے ہیں جس سے آپ نے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوگا، یہ کتاب دو حیثیتوں کے اعتبار سے تمام صحاح سنہ میں ممتاز ہے، ایک حسن ترتیب یعنی جس خوبی اور عمدگی کے ساتھ احادیث کو باب وار بغیر کسی تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے دوسری کتابوں میں نہیں بیان کیا گیا، اور یہی اس کی وہ خوبی ہے کہ جس کو دیکھ کر ان کے شیخ حافظ ابوزرعہ رازی کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ

”اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فنِ حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔“

حافظ ابوزرعہ کی یہ پیشین گوئی حروفِ صادق ہوئی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حدیث کی بہت سی کتابیں جو صحتِ اسناد اور جودتِ روایات کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں وہ قبولِ عام حاصل نہ کر سکیں جو سنن ابن ماجہ کو حاصل ہے جیسے صحیح ابن حبان جس کے متعلق مورخ ابن العسادر جنبل نے تصریح کی ہے کہ

والکثر النقاد علی ان صحیحہما صحیح من اکثر ناقدین فن اس رائے پر ہیں کہ ان کی صحیح، سنن ابن ماجہ سے صحیح تر ہے۔

لیکن اس اصحیت کے باوجود اس کتاب کو وہ فروغ نصیب نہ ہو سکا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ خود صحاح سنہ میں سنن نسائی پر جو اس سے صحت میں ہیں فائق ہے اتنا کام نہیں ہوا اور اس کے اتنے شروح و حواشی نہیں لکھے گئے جتنے سنن ابن ماجہ کے لکھے گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان الحدیث میں حافظ ابوزرعہ کے مذکورہ بالا بیان کو نقل کر کے فرماتے ہیں:-

وفی الواقع از حسن ترتیب و سرد احادیث بے تکرار اور فی الواقع ترتیب کی خوبی اور بغیر کسی تکرار کے احادیث کا اختصار آنچہ اس کتاب دارِ بیچ یک از کتب ندارد۔ لے آنا اور اختصار جو یہ کتاب رکھتی ہے کوئی کتاب نہیں رکھتی۔ اور حافظ ابن کثیر، الباعث الحثیت الی معرفۃ علوم الحدیث میں رقمطراز ہیں:-

وهو کتاب مفید قوی التبویہ فی الفقہ یہ مفید کتاب ہے اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی نہایت عمدہ تبویب ہے۔

۱۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب از ابن العسادر ترجمہ ابن حبان۔ ۲۔ بستان الحدیث، ص ۱۱۲ طبع گلزار محمدی لاہور۔ ۳۔ کتاب مذکور ص ۹۰ طبع مکرہ ۱۳۵۴ھ

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:-

وکتاہ فی السنن جامع جید

ان کی کتاب سنن (احکام) میں نہایت عمدہ جامع ہے۔

دوسری نمایاں خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ یہ بہت سی ان حدیثوں پر مشتمل ہے کہ جن سے صحاح ستہ کی دوسری کتابیں یکسر خالی ہیں اور اس بنا پر اس کی افادیت ان کتابوں سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، صحابہ کرام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عام طور پر ایسی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے جو اوروں کو معلوم نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ابو سعید حمیری کی زبانی منقول ہے کہ کان معاذ بن جبل یتحدث بما لم یسمع اصحابا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ حدیثیں بیان کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکت عما سمعوا جو دیگر صحابہ نے سنی نہ تھیں اور جو دوسروں نے بھی سنی نہیں (باب التبی عن الخلاء علی قارعة الطريق) تو ان کے ذکر سے خاموش رہتے تھے۔

علامہ ابوالحسن سند کی رائے میں امام ابن ماجہ کا یہ طرز عمل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اتباع پر مبنی ہے چنانچہ وہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

لکثیر الفائدة، وكان المصنف رحمه الله تعالى تبع معاذ في ذلك حيث اخرج من المتون في كثير من الابواب ما ليس في الكتب الخمسة المشهورة وان كانت ضعیفة وفي الباب احادیث صحیحة اخرجتها اصحاب تلك الكتب في كتبهم۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل کثرت افادہ کے لئے تھا اور گویا مصنف نے بھی اس سلسلہ میں ان ہی کا اتباع کیا ہے کہ بہت سے ابواب میں ان حدیثوں کو نقل کیا جو کتب خمسہ مشہورہ میں نہیں ہیں اگرچہ وہ ضعیف بھی ہیں اور اسی مضمون کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں جن کو ان کتابوں کے مصنفین نے نقل کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں بہت سی زائد حدیثوں کا پایا جانا ہی اس کا وہ امتیاز خاص ہے کہ جس کو دیکھ کر بہت سے حفاظ وقت نے صحاح کی تعداد پانچ سے بڑھا کر چھ کر دی چنانچہ آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن السکن نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی تھیں اسی طرح حافظ ابن مندر نے بھی پانچ صحاح میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، اور امام نسائی ہی کے ذکر پر اکتفا کی ہے، بعد کو حافظ ابوطاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ بالا چاروں کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی کہ ان پانچوں کتابوں کی صحت پر علماء شرق وغرب کا اتفاق ہے حتیٰ کہ شیخ ابن صلاح المتوفی ۷۴۲ھ اور علامہ نووی المتوفی ۷۶۱ھ تک نے معتقد علیہ کتابوں کے سلسلہ میں ان ہی

لہ یہ اصل میں حضرت کی انتہائی احتیاط تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو اس امر کا برا خیال رہتا تھا کہ روایت حدیث میں بھول چوک نہ ہونے پائے کیونکہ غلط روایت کے بیان کرنے پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوزخ کا وعید سن چکے تھے اور اسی لئے بہت سے صحابہ حتیٰ الوسع بلا ضرورت حدیث بیان کرنے سے بچا کرتے تھے، یہی حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تھا چنانچہ جو حدیثیں دوسرے صحابہ بھی جانتے تھے یہ ان کو بیان نہیں کرتے تھے۔

پانچ کتابوں کے مصنفین کی وفیات ذکر کی ہیں اور امام ابن ماجہ کو سب سے نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن متاخرین نے ان کی رائے سے موافقت نہیں کی چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی شرح تقریب النوادی میں علامہ نووی پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لم یبدخل المصنف سنن ابن ماجہ فی الاصول وقد اشتهر فی عصر المصنف وبعده جعل الاصول ستة با دخاله فیہا۔ (ص ۳۰)

مصنف (علامہ نووی) نے سنن ابن ماجہ کو بنیادی کتابوں میں داخل نہیں کیا حالانکہ خود مصنف کے عہد میں اور ان کے بعد سنن ابن ماجہ کو داخل کر کے چھ کتابوں کا بنیادی قرار دیا جانا شہرت پذیر ہو چکا ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی المتوفی ۷۵۸ھ ہیں جنہوں نے شروط الائمة الستہ اور اطراف المکتب الستہ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب عرصہ ہوا کہ مصر اور ہندوستان میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اس کتاب میں حافظ موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوں کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا ہے، بعد کو تمام مصنفین اطراف و رجال نے ان کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ

تتابعاً صحاب الاطراف والرجال ۵۵۸ھ پھر مصنفین اطراف و رجال نے ان ہی کی متابعت کی۔

ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی ۷۵۸ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھ کتابوں کے رجال کو یکجا ردون کیا ہے۔

اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث رزین بن معاویہ عبدی سمرقانی مالکی المتوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب التجرید للصحاح والسنن میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں

۱۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن صلاح، ص ۳۸۷ طبع حلب، اور علامہ نووی کی تقریب والتیسیر کی "الوزع الستون" نیز خاتمہ الاشارات الی بیان اسماء المہمات از علامہ موصوف طبع لاہور۔

۲۔ سخاوی نے فتح المغیث میں شیخ ابن صلاح کی طرف سے ابن ماجہ کو نظر انداز کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔
ہو کونہ ساذجاً عما حرص علیہا صحاب المکتب الخمسة من المقاصد التي بتدبرها یقصرن المحدث خصوصاً وفيہ احادیث ضعیفہ جداً بل منکرۃ (ص ۴۷۶)

۳۔ "اطراف" کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے شروع سرے کو اتنا بیان کر کے کہ جس سے بقیہ حدیث کی یاد دہانی ہو جائے اس کی تمام اسانید کو بالاستیعاب بیان کر دیا جائے یا ان کتابوں کا پتہ دیدیا جائے کہ جن میں یہ حدیث مروی ہے، چنانچہ اطراف المکتب الستہ میں صحاح ستہ کی احادیث کو اسی طرح بقید حوالہ کتب جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو صحاح ستہ کا انڈکس سمجھا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن طاہر نے اسی طرح کا ایک انڈکس امام ابو حنیفہ کی احادیث کا بھی تیار کیا ہے۔ جس کا نام اطراف احادیث ابی حنیفہ ہے۔ خیال ہے کہ اس کتاب میں حافظ موصوف نے امام ابی حنیفہ کی احادیث کی جملہ اسانید کو ذکر کیا ہوگا۔ ۴۔ تدریب الراوی ص ۳۰۔

درج کیا ہے اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا اس کی جگہ سنن ابن ماجہ کو رکھا جائے، محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزیری المتوفی سلسلہ ستہ نے اپنی مشہور و مقبول عام کتاب جامع الاصول میں محدث زرین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اسی لئے اس کتاب میں ابن ماجہ کے حوالہ سے کوئی روایت درج نہیں ہے، اسی طرح حافظ ابو جعفر بن زبیر غزنائی کی تصریح ہے کہ

اولی ما ارشد الیہ ما اتفق المسلمون
 علی اعتماده وذلك الكتب الخمسة و
 الموطا الذي تقدمها وضعها ولم يتأخر
 عنها رتبة له
 جو کچھ بتایا گیا ہے ان سب میں اولی وہ کتابیں ہیں کہ جن کے اعتماد پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ وہی کتب خمسہ ہیں اور موطا ہے جو تصنیف میں ان سے مقدم ہے اور رتبہ میں کم نہیں ہے۔

اور علامہ محدث عبدالغنی نابلسی حنفی المتوفی ۱۲۷۷ھ اپنی مشہور کتاب ذخائر الموارث فی الدلالة علی مواضع الحدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

وقد اختلف فی السادس فعند المشاركة
 هو کتاب السنن لابن عبد الله محمد بن ماجه
 القزويني وعند المغاربة کتاب الموطا
 للإمام مالك بن انس الا صبحی۔
 چھٹی کتاب کے بارے میں اختلاف ہے اہل مشرق کے نزدیک ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ قزوینی کی کتاب السنن ہے اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالک بن انس اصبحی کی کتاب موطا۔

لیکن عام تاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حنفی میں ہے، محدث ابوالحسن سندھی لکھتے ہیں :-
 غالب المتأخرین علی انه سادس السلسلة۔
 عام تاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے یہ یاد رہے کہ موطا پر اس کو مقدم کرنے کی وجہ وہی اس کی مزید افادیت ہے جو بہت سی زائد حدیثوں کے درج کرنے سے اس میں پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ حافظ سحادی، فتح المغیث میں فرماتے ہیں :-

وقد صوّع علی الموطا لکثرة زوائدہ
 علی الخمسة بخلاف الموطا
 ان علماء نے اس کو موطا پر اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کتب خمسہ سے بہت سی روایتیں زائد ہیں، برخلاف موطا کے کہ اس میں ایسا نہیں ہے۔

ورنہ صحت وقوت روایات کے لحاظ سے سنن ابن ماجہ کیا صحاح ستہ کی کوئی کتاب بھی موطا کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی، ہم موطا کی اصحیت کے متعلق سابق میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، یہ پچھلوں کی صریح بے انصافی ہے کہ وہ سلف مجتہدین کی کتابوں کا مقابلہ بعد کے ان محدثین کی تصانیف سے کرتے ہیں جو فضل و کمال، علم و اجتہاد اور تحقیق و تنقید کسی چیز میں ان کے برابر نہ تھے، چنانچہ سرحلی الحدیث، نواب صدیق حسن خان قنوجی مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں :-

لہ تدرب الراوی ص ۵۶۔ ۵۷ مقدمہ شرح ابن ماجہ از سندھی۔

۵۷ ص ۳۳ طبع لکھنؤ۔

نزد شاه ولی اللہ محدث دہلوی ومن قال بقوله
اصح کتب در حدیث وفقہ موطا است پسترنجاری
پسترمسلم، در اوائل مصنف شرح موطا در ترجم
وہ بر سائر کتب روئے زمین اطالت بسیار
کردہ وہو الصواب۔ ۱۷

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان حضرات کے نزدیک جو
ان کے ہمنوا ہیں حدیث وفقہ میں صحیح ترین کتاب موطا ہے پھر
بخاری پھر مسلم، چنانچہ شاہ صاحب نے مصنف شرح موطا کے
اوائل میں روئے زمین کی تمام کتابوں پر موطا کی ترجیح کے سلسلہ
میں بڑی لمبی بحث کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

بعد کے دور میں حافظ صلاح الدین خلیل بن یکطری علانی المتوفی ۷۱۱ھ نے اس خیال کا بھی
ظہار کیا ہے کہ

ينبغي ان يكون كتاب الدارمي سادسا للخمسة
بدلا لمفائدة قليل الرجال الضعفاء نادر
الاحاديث المنكرة والشاذة، وان كانت فيه
احاديث مرسله وموقوفة فهو مع ذلك
اولى منه۔ ۱۸

بجائے سنن ابن ماجہ کے مناسب یہ ہے کہ دارمی کی کتاب پانچوں
کتابوں کے ساتھ مل کر چھٹی کتاب ہو کیونکہ اس میں ضعیف
راوی کم اور منکر و شاذ حدیثیں نادر ہیں اور اگرچہ اس میں
احادیث مرسلہ و موقوفہ موجود ہیں تاہم وہ سنن ابن ماجہ سے
زیادہ بہتر ہے۔

حافظ صلاح الدین علانی کی ہمنوائی حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی کی ہے چنانچہ حافظ سیوطی،
تذریب الراوی میں لکھتے ہیں۔

قال شيخ الاسلام وليس دون السنن الا
في الرتبة بل لوضعهم الى الخمسة لكان اولي
من ابن ماجه فانه امثل منه بكثير۔
۱۹

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر) کا بیان ہے کہ دارمی کی
کتاب رتبہ میں سنن اربعہ سے کم نہیں ہے بلکہ اگر اس کو
کتب خمسہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو ابن ماجہ کی یہ نسبت
یہ اولی ہے کیونکہ وہ سنن ابن ماجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

لیکن اس تصریح کے باوجود شیخ الاسلام کا عمل اس کے برخلاف ہے چنانچہ محدث محمد بن اسماعیل امیرانی
توضیح الافکار میں ارقام فرماتے ہیں:-

وقد الحق بالخمس موطا كما صنعها
ابن الاثير في جامع الاصول وغيره الحق
بها عوضا عن سنن ابن ماجه وعلى هذا
بنى الحافظ المنزي في تهذيب الكمال ومن
تبعه من مختصري كتابه كالحافظ ابن حجر
والخزرجي۔ ۲۰

اور کتب خمسہ کے ساتھ موطا کا بھی الحاق کیا گیا ہے
جیسا کہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور دیگر
علمائے ان کتابوں کے ساتھ موطا کی بجائے ابن ماجہ کو
رکھا ہے اور اسی پر تہذیب الکمال میں حافظ منزری کی بنیاد
ہے اور ان کے متبعین کی جنہوں نے تہذیب الکمال کا
اختصار کیا ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر اور خزرجی ہیں۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اپنی مشہور عام کتاب بلوغ المرام میں سنن دارمی کے ساتھ جو رویہ ہے وہ
ایسا عجیب ہے کہ جس کی شکایت خود نواب صدیقی حسن خاں نے جو ان کے معتقد خاص ہیں ان الفاظ میں کی ہے۔

۱۷ ج ۱ ص ۱۸ طبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۳۰ھ فتح المغیث ص ۳۳۔ ۱۸ تذریب الراوی ص ۵۷۔

۱۹ توضیح الافکار ج ۱ ص ۵۵۔

و عجب است از مصنف کہ ازین جماعہ مذکورہ اخراج حدیث کردہ و نام داری باوجودیکہ در جنب صحاح ستہ است و غالب درین روایات شریک جزیک جا بر زبان خامہ نبرده۔ ۱۵

مصنف سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس جماعت مذکورہ تو حدیث کی تخریج کی، پر داری کا نام جو صحاح ستہ کے مقابلہ کی کتاب ہے اور اکثر ان روایات میں ان کے ساتھ شریک و جزیک جگہ کے کہیں زبان قلم پر نہ لائے۔

انتہائی نہیں بلکہ حافظ مغلطائی حنفی نے سنن داری کو صحیح کہہ دیا تو حافظ موصوف نے ان پر اعتراضات کی بوجھا کر دی، بات اتنی تھی کہ شیخ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ اصول حدیث میں یہ لکھ دیا تھا کہ اول من صنف الصحيح البخاری ابو عبد الله محمد بن اسمعيل الجعفي مولاهم وتلاه ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري من انفسهم۔ ۱۶

پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ بخاری ابو عبد الله محمد بن اسمعیل ہیں کہ جو ولایت جعفی ہیں اور ان کے بعد ابو الحسین مسلم بن الحجاج نے کہ جو نسلاً قشیری ہیں۔

اس پر حافظ مغلطائی نے اعتراض کیا کہ ان مالکاً اول من صنف الصحيح وتلاه احمد ابن حنبل وتلاه الدارمي۔ ۱۷ جس پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

سب سے پہلے تو امام مالک نے صحیح تصنیف کی پھر ان کے پیچھے امام احمد بن حنبل نے اور ان کے پیچھے امام داری نے۔

واما ما يتعلق بالدارمي فتعقبه الشيخ زين الدين بأن فيه الضعيف والمنقطع لكن بقي مطالبته مغلطائي بصحة دعواه ان جماعة اطلقوا على مسند الدارمي كونه صحيحاً فاني لم ار ذلك في كلام احد ممن يعتمد عليه۔ ۱۸

اور داری کے متعلق جو مغلطائی نے کہا ہے اس پر شیخ زین الدین نے ان کی گرفت کی ہے کہ اس میں تو ضعیف اور منقطع روایات موجود ہیں لیکن مغلطائی سے ان کے اس دعویٰ کی صحت کا مطالبہ باقی رہ گیا کہ ایک جماعت نے مسند داری پر صحت کا اطلاق کیا ہے، کیونکہ یہ بات کسی معتبر علیہ شخص کے کلام میں میری نظر سے نہیں گزری۔

حالانکہ خود ہی یہ لکھ رہے ہیں کہ

لما راجعاً إلى سلفائي تسمية الدارمي صحيحاً الا قولنا انه لا يخط المنذري وكذا قال العلائي۔ ۱۹

داری کو صحیح کہتے ہیں میں نے مغلطائی کا کوئی پیش رو نہیں دیکھا بجز اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حافظ منذری کے قلم کو ہی لکھا دیکھا تھا اور ایسا ہی علائی نے بھی کہا ہے۔

اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

كيف ولو اطلق عليه ذلك ممن يعتمد عليه لكان الواقع خلاف لما في الكتاب المذكور

بصلا مغلطائی کا دعویٰ کیونکہ قابل تسلیم ہو اور اگر کسی قابل اعتماد شخص کی طرف سے اس پر صحت کا اطلاق کیا بھی گیا تو

من الاحادیث الضعیفة والمنقطعة و
الموضوعة والموطأ فی الجملة انظف
احادیث و اتقن رجالاً منہ
واقعد اس کے خلاف ہے کہونکہ کتاب مذکور میں احادیث ضعیفہ و
اور موضوعہ موجود ہیں ہاں موطائی کچھ احادیث کے اعتبار کو
اس کو زیادہ پاکیزہ اور رجال کے لحاظ سے زیادہ محکم ہے۔

اس کے بعد ایک اور اعتراض یہ بھی کیلے۔
ومع ذلك كله فليست اسلم ان الدارمی
صنف کتابہ قبل تصنیف البخاری
الجامع اتعاصرها ومن ادعی علیہ
ذلك فعليه البيان
اور اس سبب بحث کے باوجود میں یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ دارمی
نے اپنی کتاب کو امام بخاری کی جامع سے پہلے تصنیف کیا ہے
کیونکہ وہ دونوں معاصرین اور خود دارمی کے متعلق یہ دعویٰ
کرتا ہے اس کو ثبوت دینا چاہئے۔

لیکن علامہ امیر میانی نے خود حافظ صاحب سے بھی یہی مطالبہ کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔
قلت ومن ادعی تقدم تصنیف البخاری علی
تصنیف الدارمی فعليه البيان ایضاً
بہر حال دارمی کی کتاب کو سنن ابن ماجہ پر فوقیت ہو یا نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ
صحاح ستہ کی بزم میں دارمی کو بار بار مل سکا اور مدت ہوئی کہ چھٹی کتاب کی جگہ سنن ابن ماجہ کو پر کی جا چکی
ہے چنانچہ امام ابوالقاسم رافعی المتوفی ۶۲۳ھ کی یہ تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ
حافظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر
رکھتے اور جو روایات اس کتاب میں موجود ہیں ان سے سند پکڑتے ہیں۔

اور مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ اپنی کتاب وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان میں امام ابن ماجہ
کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

و کتاب فی الحدیث احد الصحاح الستہ۔
حدیث میں ان کی کتاب صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے۔
اور حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۶ھ الباعث الحثیث میں فرماتے ہیں۔

وابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ
القزوینی صاحب السنن التي کمل بها الکتب
الستہ والسنن الاربعہ بعد الصحیحین التي
اعتنی باطرافها الحافظ ابن عساکر و كذلك
شیخنا الحافظ المزنی اعتنی برجالها و اطرافها
اور ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی اس سنن کے مصنف
ہیں کہ جس سے صحاح ستہ تیز صحیحین کے بعد سنن اربعہ کی
تکمیل ہو جاتی ہے جن کے اطراف سے حافظ ابن عساکر
نے اعتنا کیا ہے اور اسی طرح ہمارے شیخ حافظ مزنی نے
بھی ان کے رجال و اطراف کو جمع کیلے۔

اور حافظ عبد القادر قرشی، الجواهر المضية کی کتاب الجامع میں لکھتے ہیں:-
"جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہتا ہے
تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الائمة الستہ کہا جاتا ہے تو بخاری و مسلم

ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب صرف سہ ماہ الخمسة کہا جاتا ہے تو

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی مراد ہوتے ہیں۔

صحیح کے اعتبار سے حافظ شمس الدین زہبی لکھتے ہیں :-

سنن ابن ماجہ کا درجہ سنن ابی عبد اللہ کتاب حسن سنن ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو

لوگ ماکدرہ احادیث و اہمیت لیست بالکثیرۃ۔ چند وہابی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں، خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنہوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنا دیا ان کی تعداد

کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد بن طاهر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہرے میں ایک قدیم حجر کی

پشت پر حافظ ابو حاتم المعروف بنجاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔

قال ابو زرعة الرازي طالعت كتاب ابو عبد الله ابن ماجه فلما جد فيه الا

قدر راسي زاهما فيه شيء وذكر قرييب بضعة عشر۔

ابو زرعة رازی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بحر تھوڑی سی مقدار کے

کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی چنانچہ انہوں نے کچھ اور دس روایات ایسی ذکر کیں۔

اور حافظ زہبی تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی یہ ناقل ہیں :-

عرضت هذه السنن على ابي زرعة فظفر فيه وقال اظن ان وقع هذا في ايدى

الناس تعطلت هذه الجوامع او اكثرها ثم قال لعل لا يكون فيه تمام ثلاثين حديثا

مما في اسناده ضعف۔

میں نے اس سنن کو حافظ ابو زرعة کی خدمت میں لیا کر پیش کیا تو فرمایا نے لگے کہ میرے خیال میں یہ کتاب اگر لوگوں کے

ہاتھوں پر گئی تو یہ جوامع یا ان میں سے اکثر تصنیفات بیکار ہو کر رہ جائیں گی پھر فرمایا کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں

بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسنادیں ضعف ہو۔

اور حافظ سیوطی، زہر الری علی المجتبی کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں :-

واما ملحكا ابن طاهر عن ابي زرعة الرازي انه نظر فيه فقال لعله لا يكون فيه تمام

ثلاثين حديثا ثم فيه ضعف في حكاية لا تصح لا نقطاع سندها، وان كانت محفوظة

فلعله اراد ما فيه من الاحاديث الساقطة الى الغاية او كان ما رأى من الكتاب الا

جزءا منه فيه هذا القدر وقد حكم ابو زرعة

ابن طاهر نے ابو زرعة رازی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ شاید اس میں پوری

تیس حدیثیں بھی ایسی نہ نکلیں کہ جن میں ضعف ہو سو یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے اور اگر

یہ روایت محفوظ ہے تو شاید انہوں نے انتہائی ساقط روایات کو مراد لیا ہے یا پھر دیکھا ہی کتاب کا ایک حصہ

تھا کہ جس میں ان کو اسی قدر مل سکا، اور یہ واقعہ ہے کہ

اذکر تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ماجہ۔ شرط الائمة الستہ ص ۱۶۔

ابو زرعة کا یہ بیان جیسا کہ ابھی آپ کی نظر سے گزرا، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے اور ابن طاهر نے تو

شرط الائمة میں ان سے کچھ اور دس کی تعداد نقل کی ہے۔

علیٰ احادیث کثیرہ منہ بکونھا باطلہ او
ساقطہ او منکرہ وذلک علیٰ فی کتاب
العلل لابن ابی حاتم۔
اور حافظ ذہبی، سیر النبلا میں لکھتے ہیں کہ

وقول ابی ذرعة لعل لا یكون فیہ تمام ثلاثین
حدیثا ما فی سندہ ضعف او نحو ذلک
ان صحیح کا نما عنی ثلاثین حدیثا الاحادیث
المطرحۃ الساقطۃ، واما الاحادیث الستی
لا تقوم بها حجة فکثیرة لعلها نحو الالف ۱۰

اور ابو ذرعة کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں
بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی سند میں ضعف ہے اگر صحیح ہے
تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور
ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے کہ حجت نہیں قائم
ہوتی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔
غالباً یہ تیس کے قریب قریب وہی روایتیں ہیں کہ جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل
کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے ان روایات پر
فنی نقطہ نظر سے ہم اپنی عربی تصنیف "ما تمس الیہ الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجہ" میں
تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں اور اگرچہ حافظ
ابو النجاشی مزی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگا دیا ہے کہ

کل ما انفرد به ابن ماجہ فهو ضعیف
مردہ روایت جو صرف سنن ابن ماجہ میں ہو اور محل مست
کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ
ولیس الامر فی ذلک علی اطلاقہ باستقرائی و
فی الجملة ففیہ احادیث کثیرة منکرہ۔
میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ
فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔
حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے
فرماتے ہیں۔

لکن حملہ علی الرجال اولی واما حملہ علی
احادیث فلا یصحہم کما قد مت ذکرہ من
وجود الاحادیث الصحیحة والحسان
مما انفرد به عن الخمسة۔
لیکن حافظ مزی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور
حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا
کہ جن روایات میں وہ الخمسة سے منقرد ہیں ان میں صحیح
حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔

لیکن ہمارے استقرار اور تتبع کے اعتبار سے احادیث ایک طرف رجال کے بارے میں بھی کلی طور پر
یہ حکم لگانا صحیح نہیں ملاحظہ فرمائیے روایات ذیل :-

(۱) حد ثنا العباس بن الولید و احمد بن الازہر قال احد ثناہ وان بن محمد

حدثنایزید بن السمط ثناً الوصین بن عطاء عن محفوظ بن علقمة عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضع قلب جبة صوف كانت علیہ فمسح بها وجهه (باب
المنديل بعد الوضوء وبعد الغسل) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے بعد اپنے اوئی جبہ کو
جو آپ کے بدن مبارک پر تھا پلٹ کر اس سے اپنے چہرہ انور کو پونچھا۔

حافظ بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں اس روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

اسنادہ صحیح و رواۃ ثقات اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حالانکہ یزید بن السمط سے سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں کوئی روایت منقول
نہیں ہے اور اس سے اخذ روایت میں امام ابن ماجہ بقیہ ائمہ خمسہ سے متفرد ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ
ان سے امام ابو داؤد نے کتاب المرسل میں اور امام نسائی نے مسند مالک میں روایت لی ہے لیکن ان دونوں
حضرات نے اپنی سنن میں ان سے کوئی روایت درج نہیں کی۔

(۲) حدثنایعقوب بن حمید بن کاسب ثناً عبد العزیز بن محمد الذہاوری عن عبید اللہ
بن عمر عن ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن جحش عن ابيہ عن زینب بنت جحش انہ کان لہ
مخضب من صفر قالت کنت ارجل رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ (باب الوضوء بالصفر)
یعنی حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس پتیل کا ایک بڑا برتن تھا جس کے متعلق وہ قرآنی
میں کہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک (دھو کر) ٹانہ کیا کرتی تھی۔

حافظ بوصیری نے زوائد میں اس کے لئے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات
حالانکہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن جحش سے روایت میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں اور بقیہ ارباب صحاح
ستہ میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔

(۳) حدثنایعبد الرحمن بن ابراہیم الدمشقی ثناً الولید بن مسلم ثناً الاوزاعی ثناً غیاث
بن یزید الاوزاعی ثناً غیاث بن مہمی قال صلیت مع عبد اللہ بن الزبیر الصبح بغلس فلما
سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ما هذه الصلوة، قال هذه صلوتنا كانت مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما طعن عمر اسفہا عثمان (باب وقت صلاة الفجر) غیاث بن
سمی کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز اذہیرے میں پڑھی جب وہ
سلام پھر چکے تو میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے عرض کیا کہ یہ کیا نماز ہے
فرمانے لگے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تو ہماری یہی نماز تھی
بعد کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھائل کر دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اجالے میں پڑھنے لگے۔

اس میں بھی ایک بن یزید الاوزاعی ایک ایسے راوی ہیں کہ جن سے بحر سنن ابن ماجہ کے صحاح ستہ
کی اور کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں ہے حالانکہ حافظ بوصیری اس روایت کے متعلق

لہ مخضب، اس بڑے برتن (طب، بالٹی، لگن وغیرہ) کو کہتے ہیں جس میں کپڑے دھوتے اور رنگتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اسنادہ صحیحہ۔

یہ تینوں روایات ہم نے کتاب کے ابتدائی حصے سے لیکر جو ”باب الاذان“ تک ہے، بطور مثال ذکر کی ہیں، اس لئے انصاف یہ ہے کہ امام ابن ماجہ جن رواۃ یا احادیث کے ساتھ متفرد ہیں ان پر کلیتہً تو ضعف کا حکم صادر کر دینا صحیح نہیں ہاں اکثریت کے اعتبار سے درست ہے، حافظ شہاب الدین بوسیری المتوفی ۸۲۲ھ نے زوائد ابن ماجہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس میں ہر روایت کی اسناد کے متعلق اس کی صحت و ضعف کو بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اب ناپید ہے لیکن خوش قسمتی سے محدث ابوالحسن سندی نے اپنی شرح ابن ماجہ میں اس سے تمام ضروری چیزیں نقل کر دی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ ضعیف روایتیں سن ابن ماجہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں کم ہیں اور اس میں زیادہ ہیں اور ان کتابوں کو جو صحاح ستہ کہا جاتا ہے وہ محض تغلیباً ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کی ہر روایت صحیح ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مسک الختام میں رقمطراز ہیں:-

واین شش کتاب را اصول ستہ و صحاح ستہ و کتب ستہ و اہیات ستہ، خوانند، شیخ عبدالحق محدث دہلوی در اشعۃ اللغات گفتہ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام گفتہ اند صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ است و نزدیک موطا است بدل ابن ماجہ و صاحب جامع الاصول موطا را اختیار کردہ و درین کتب انچہ اقسام حدیث است از صحاح و حسان و ضعاف ہمہ موجود است، و تسمیہ آن بصحاح بطریق تغلیب است۔ (ج ۱ ص ۱۷)

ان چھ کتابوں کو اصول ستہ، صحاح ستہ، کتب ستہ، اور اہیات ستہ کہتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللغات میں کہلے ہے کہ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں یہ بتلاتے ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، اور بعض کے نزدیک بجائے ابن ماجہ کے موطا ہے اور صاحب جامع الاصول نے موطا ہی کو اختیار کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف سب موجود ہیں اور ان کو صحاح کہنا تغلیب کے طور پر ہے۔

بہر حال جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے:-

کتاب فی السنن جامع جید کثیر الاواب و الغرائب و قید احادیث ضعیفۃ جداً۔

علم سنن میں ابن ماجہ کی کتاب ایک عمدہ جامع ہے جس میں بہت سے ابواب و غرائب ہیں اور اس میں نہایت ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ایہ واضح رہے کہ دیگر ارباب صحاح ستہ کی طرح امام ابن ماجہ نے بھی اپنی کتاب کی ترتیب و تدوین اور احادیث کے انتخاب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے متعجب نہ کہ غریب احادیث کی تفصیل دی ہے۔ مختلف بلاد کی جو مخصوص روایات ہیں ان کی نشان دہی کی ہے

لہ تہذیب التہذیب۔ لہ شال کے طور پر ملاحظہ ہوں ابواب ذیل، باب سجود القرآن، باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعة، باب من قامت الاربع قبل الظهر، باب ماجاء فی صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، باب الولیۃ، باب الاقصاد فی طلب المعیشۃ، باب کسب الحجام۔

چنانچہ باب لعق عن القاتل میں حدیث ذیل کو نقل کر کے حد ثنا ابو عمیر عیسیٰ بن محمد النحاس و عیسیٰ بن یونس و الحسین بن ابی السری العسقلانی قالوا ثنا ضمرہ بن ربیعۃ عن ابن شوذب عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال اتی رجل بقاتل ولیہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لما انبئ صلی اللہ علیہ وسلم اعف (الحدیث) لکھتے ہیں۔

قال ابن ماجہ هذا حدیث المرملین یہ رملہ والوں کی حدیث ہے جو ان کے علاوہ اوروں کے لیس الا عندہم پاس نہیں۔

اسی طرح "باب کل مسکر حرام" میں حسب ذیل دو روایتوں کو درج کر کے۔

(۱) حد ثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا ابن وہب اخبرنا ابن جریج عن ایوب بن ہانی عن مسروق عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل مسکر حرام (پہر نشہ اور چیز حرام ہے) (۲) حد ثنا علی بن مہیون الرقی ثنا خالد بن حیان عن سلیمان بن عبد اللہ بن الزبیر قال عن یعلی بن شداد بن اوس سمعت معویۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مسکر حرام۔

پہلی روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

قال ابن ماجہ هذا حدیث المصریین یہ مصریوں کی حدیث ہے۔

اور دوسری روایت کے متعلق لکھا ہے کہ هذا حدیث الرقیین (یہ رقہ والوں کی حدیث ہے)۔ غرض امام ممدوح نے لاکھوں احادیث کے ذخیرہ سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ان کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے تاہم چونکہ سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے۔ محدث ابوالحسن ندی، شرح ابن ماجہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

وبالحملۃ فہو دون الکتب الخمسة فی المرتبة اور بہر حال وہ رتبہ میں کتب خمسہ کے بعد ہے۔

اور علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیریانی، تنقیح الانظار میں فرماتے ہیں:-

واما سنن ابن ماجہ فانھا دون ہذین واما سنن ابن ماجہ سودہ ان دونوں جامعوں (سنن ابی داؤد اور سنن نسائی) کے بعد ہے اور اس کی احادیث بحث لازم ہے اور اس میں فضائل کے اندر ایک موضوع حد بھی ہے

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ترجیح بحیثیت مجموعی ہے یعنی صحاح ستہ کی بقیہ کتابوں کو مجموعی حیثیت سے صحت کے لحاظ سے اس پر ترجیح حاصل ہے، یہ نہیں کہ کتب خمسہ کی ہر روایت سنن ابن ماجہ کی ہر روایت سے صحت میں زیادہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ جو صحت میں صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں مثال کے طور پر حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حدیث ابوہریرہ ان محمد بن عثمان العثماني ثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحينة قال مر النبي صلى الله عليه وسلم برجل وقد اقيمت صلاة الصبح وهو يصلي فكله بشي لا ادرى ما هو فلما انصرف احطنا به نقول ماذا قال لك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال لي يوشك احدكم ان يصلي الفجر اربعاً رباب ما جاء اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة (يعني عبد الله بن مالك (جو اپنی ماں کی نسبت سے ابن بحینہ بھی کہلاتے ہیں) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے نماز صبح کی اقامت ہو چکی تھی وہ شخص نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس سے کچھ گفتگو کی جس کو میں نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا تھی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب نے آکر اس کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا، اس شخص نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ”تم میں سے کوئی فجر کی چار بھی پڑھنے لگے گا“۔

صحیح بخاری میں اسی باب کے اندر شعبہ کی روایت حسب ذیل اسناد سے منقول ہے حدیثی عبد الرحمن قال حدیثنا بھز بن اسد قال حدیثنا شعبۃ قال اخبرني سعد بن ابراهيم قال سمعت حفص بن عاصم قال سمعت رجلاً من الانبياء يقول لـ مالك بن بحينة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم (الحديث)

لیکن شعبہ کی اسناد میں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ بحینہ، عبد اللہ کی والدہ کا نام ہے، مالک کی والدہ کا نہیں، دوم یہ کہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مشہور صحابی ہیں ان کے باپ مالک سے نہیں کیونکہ وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوا تھا۔

(۲) اسی طرح ”باب احراء المرأة علی غیر زوجہا“ میں امام بخاری نے حسب ذیل روایت نقل کی ہے حدیثنا الحمیدی حدیثنا سفیان قال حدیثنا زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوبکر بن موسیٰ قال اخبرني حميد بن نافع عن زینب بنت ابی سلمہ قالت لما جاء نهي ابی سفیان من الشام دعت ام حبيبته رضي الله عنها بصفرة في اليوم الثالث فسمعت عارضيها وذراعيها وقالت اني كنت عن هذا الغنية لولا اني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تتحد على ميت فوق ثلاث الا على زوج فاذا تحدد

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ کی اطلاع آئی تو ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے زردی (اٹنا) منگو کر اپنے دونوں رخساروں اور دونوں کلائیوں پر ملا اور فرماتے لگیں کہ اگر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث سنی نہ ہوتی تو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، آپ نے فرمایا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو یہ نہ کہیں کہ وہ سوائے شوہر کے اور کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، شوہر پر اہل بیت عورت کو چار ماہ دس

سہ خفیہ کے نزدیک اقامت ہو جانے کے بعد صفوں میں یا صفوں کے عین پیچھے صبح کی سنتوں کا ادا کرنا مکروہ ہے انھوں نے یہ مسئلہ اسی حدیث سے نکالا ہے کیونکہ یہ شخص عین صفوں میں سنت پڑھنے لگ گیا تھا۔

۲۴ ملاحظہ ہو فتح الباری ”باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة“۔

علیہ اربعۃ اشھر وعشر۱۔

دن تک سوگ کرنا پڑے گا۔

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں جو یہ مذکور ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ شام سے آئی یہ غلط ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال سلسلہ یا سلسلہ میں مکہ معظمہ میں ہوا ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ولم ارفی شی من طرق الحدیث تفقیدہ بذلک اس حدیث کے کسی طریقہ میں سوائے سفیان بن عیینہ کی اس روایت الا فی روایت سفیان بن عیینہ ہذہ واظنہا دھما کے مجھے تفصیل نہیں ملی اور میں اسے وہم سمجھتا ہوں۔

بر خلاف اس کے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس مضمون کی جتنی حدیثیں نقل کی ہیں ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح صحیح بخاری "باب مناقب عثمان" میں ولید بن عقبہ پر شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ

ثم دعا علیاً قامہ ان یجلد فجلدہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائیں چنانچہ انھوں نے اس کو اسی کوڑے لگائے۔

حالانکہ دوسری صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ولید کو اسی نہیں بلکہ چالیس کوڑے لگائے گئے تھے مگر امام ابن ماجہ نے اس سلسلہ میں جو روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے اس پر یہ اعتراض نہیں آتا کیونکہ اس میں کوڑوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

تعداد ابواب واحادیث | حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

"سنن ابن ماجہ میں بیس کتابیں، پندرہ سو ابواب، اور چار ہزار حدیثیں ہیں جو ضروری ہی روایات کے علاوہ سب کی سب عمرہ ہیں۔"

تلامذہ | حافظ جمال الدین ہری نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں (۱) علی بن سعید بن عبد اللہ الخدالی العسکری (۲) ابراہیم بن دینار الکجری الہمدانی (۳) احمد بن ابراہیم القزوینی جد حافظ ابوعلی خلیلی (۴) ابو الطیب احمد بن روح شعرانی (۵) اسحاق بن محمد قزوینی (۶) جعفر بن ادریس (۷) حسین بن علی بن برانیاد (۸) سلیمان بن یزید قزوینی (۹) محمد بن عیسیٰ صفار (۱۰) ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی (۱۱) ابو عمرو احمد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی اور ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں و آخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

امام ابن ماجہ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں (۱) ابو الحسن بن قطان (۲) سلیمان بن یزید (۳) ابو جعفر محمد بن عیسیٰ (۴) ابو بکر حامد ابہری، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں راویان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار

۱۔ ملاحظہ ہو فتح الباری، باب مذکور

دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔ ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا وہ حافظ ابو الحسن قطان ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جو جگہ جگہ قال ابو الحسن حدثننا آتا ہے اس سے ہی مراد ہیں، یہ ابو الحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے القطان الحافظ الامام القدوة ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمۃ بن بھر القزويني محدث قزوین وعالمها، فن حدیث میں ابو حاتم رازی، امام ابن ماجہ، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ بہت سے اکابر محدثین کے شاگرد ہیں، بڑے عابد و زاہد تھے، تیس سال تک صائم الدہر رہے، افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گزارا کرتے تھے، طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور بہت بڑی تعداد میں حدیثیں لکھیں۔ ابن فارس لغوی نے خود ان کا بیان نقل کیا ہے کہ زبان رحلت میں پوری ایک لاکھ حدیثیں حفظ کی تھیں، اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے حافظ خلیلی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ابو الحسن شیخ عالم بجميع العلوم التفسیر و الفقہ والنحو واللغة (ابو الحسن شیخ ہیں اور تفسیر، فقہ، نحو اور لغت تمام علوم کے عالم ہیں) ان کی ولادت ۲۵۲ھ میں اور وفات ۳۲۵ھ میں ہوئی ہے۔

شرح و تعلیقات | سنن ابن ماجہ پر سنن نسائی سے زیادہ شروع و تعلیقات لکھی گئی ہیں اور بڑے بڑے حفاظ و راہل فن نے لکھی ہیں۔ ذیل میں ان اکابر کی ایک فہرست نقل کی جاتی ہے جنہوں نے خاص اس کتاب کے متعلق کوئی خدمت انجام دی ہے۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
شرح سنن ابن ماجہ	امام حافظ علاء الدین مغلطانی بن قلیج بن عبداللہ المحقق المتوفی ۶۹۲ھ	یہ سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے جو اس کتاب پر لکھی گئی، افسوس ہو کہ یہ شرح تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	ابن رجب زہیری	اس شرح کا ذکر شیخ ابو الحسن سندی نے اپنی حواشی میں کیا ہے پہلے میرا خیال تھا کہ یہ ابن رجب وہی مشہور مصنف ہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں، چنانچہ اسی بنا پر مائتس الیہ الحاجہ میں ان کا ترجمہ لکھا تھا، لیکن سنن ابن ماجہ کے ایک قلمی نسخہ میں (جو سندھ کے مشہور مورخ سید حسام الدین راشدی کے کتب خانہ میں موجود ہے) حدیث الایمان معرقہ

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
		بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان چرب ذیل حاشیہ، قال فی الدیبا جتہ موضوع وکذا قال ابن رجب الزبیری فی شرحہ علی ہذا الکتاب، یہ محدث عبداس بن سالم بصری کا ایک نوٹ تھا جو انھوں نے اس حدیث پر لکھا تھا اور اس کو محدث موصوف کے شاگرد شیخ اسمعیل بن عطاء اللہ حلبی ثم المکی نے ان کی اصل تحریر سے اس نسخہ میں نقل کیا ہے، اس میں ابن رجب کی نسبت زبیری مذکور ہے مجھ کو یہ نسبت مشہور ابن رجب کے ترجمہ میں کسی کتاب میں نہیں ملی اس لئے یہ کوئی اور ابن رجب ہیں جو ابن رجب مشہور سے تاخر معلوم ہوتے ہیں۔
ماتس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ	شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق المتوفی ۶۸۵ھ	علامہ ابن الملحق مشہور مصنف ہیں انھوں نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں ہیں یہ شرح سنہ ۶۸۵ھ میں لکھی گئی ہے۔
الدیبا جتہ فی شرح سنن ابن ماجہ شرح سنن ابن ماجہ	شیخ کمال الدین محمد بن سیدی میری المتوفی حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المعرب بسط ابن الحمی المتوفی ۸۴۱ھ	یہ شرح پانچ جلدوں میں ہے۔ یہ ایک مختصر سی تعلیق ہے۔
مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجہ	علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ	یہ بھی ایک مختصر سا حاشیہ ہے، شیخ علی بن ابی ذر غفاری نے اس کا بھی اختصار کیا ہے جس کا نام نور مصباح الزجاجة ہے یہ اختصار مصر میں طبع ہو چکا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	محدث ابوالحسن محمد بن عبدالبہادی سندھی حنفی المتوفی ۱۱۳۸ھ	یہ سیوطی کی شرح سے زیادہ جامع ہے اس میں مصنف نے ضبط الفاظ اصل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔
انجارج الحاجۃ بشرح سنن ابن ماجہ	شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی المتوفی ۱۲۹۵ھ	یہ بھی ایک مختصر مگر جامع اور عمدہ شرح ہے۔
حاشیہ بر سنن ابن ماجہ	مولانا فخر الحسن گنگوہی	تہایت مشہور متداول حاشیہ ہے جو بار بار طبع ہو چکا ہے اس حاشیہ میں علامہ سیوطی اور مولانا عبد الغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔
مفتاح الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ	شیخ محمد علوی	یہ بھی حاشیہ ہے اور اصح المطابع لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔

حافظ ذہبی نے ابن ماجہ کے ان رواۃ پر کہ جن سے صحیحین میں کوئی روایت درج نہیں ہے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "المجروحی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج لہ منہم فی احد الصحیحین" ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، یہ سابق میں گزر چکا ہے کہ حافظ شہاب الدین بوسیری نے زوائد احادیث ابن ماجہ کو علیحدہ ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔

کتاب کے اختتام سے پہلے جی چاہتا ہے کہ بعض ان متفرق واقعات کا ذکر کر دیا جائے جو سنن ابن ماجہ میں مختلف احادیث کے ذیل میں درج ہیں اور جن سے اس عہد کے مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ سے جو خصوصی تعلق تھا اس کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے یہ واقعات حسب ذیل ہیں (۱) "باب وقت صلاة المغرب" میں حدیث عباد بن العوام عن عمر بن ابراہیم عن قتادة عن الحسن عن الأحنف بن قيس عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال امتي على الفطرة (الحديث) کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ

"میں نے محمد بن یحییٰ سے سنا فرماتے تھے کہ بغداد میں لوگوں کو اس حدیث کی بابت کچھ پریشانی تھی اس لئے میں اور ابو بکر الراعیین دونوں عباد بن العوام کے صاحبزادے عوام کے پاس گئے وہ اپنے والد بزرگوار کا اصل نسخہ نکال کر لائے تو اس میں یہ حدیث موجود تھی"

(۲) "باب ما جاء فيما يستحب من التطوع بالنهار" میں نوافل نہار کی حدیث کو روایت کر کے حبیب بن ثناء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے راوی ابواسحاق بسیمی کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ

ما أحب ان لي حديثك هذا ملاء مسجدك ذهباً مجھ سے تم نے جو یہ حدیث بیان کی اس کے بدلہ میں تمہاری مسجد کا ذہباً

(۳) "باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم" میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان حسرت آمیز کلمات کو نقل کر کے جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر کہے تھے لکھتے ہیں۔

قال حماد فرائيت ثابتاً حين حدث بهذا الحديث بكي حتى رأيت اضلاله تختلف. حاد کا بیان ہے کہ میں نے ثابت کو دیکھا کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس قدر روئے کہ ان کی پسلیاں سکرٹنے لگیں۔

(۴) "باب من طلق امره تطليقتين" میں ابوالحسن مولیٰ بنی نوفل کی ایک شاذ روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں قال عبد الله بن المبارك لقد فعل ابوالحسن هذا الصخرة عظيمة على عنقه

(۵) فتنہ رجال کی ایک طویل حدیث کو روایت کر کے عبدالرحمن محاربی سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کو میانجی کو دینا چاہئے تاکہ وہ مکتب کے بچوں کو اسے سکھائیں۔

ينبغي ان يردفع هذا الحديث الى المؤدب حتى يعلمه الصبيان في الكتاب.

الحمد للہ کتاب ختم ہوئی۔ کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ ترویج حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخسہ نہ آنے پائے اور اسد کی حجت تمام اہل ملل و ادیان پر تمام ہو جائے۔

وعلیہ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عام اور شہرت دوام عطا فرمائے اور جو غلطیاں اور نغزین ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے، وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

محمد عبدالرشید نعمانی (نزیل کراچی)

یوم یکشنبہ بعد عصر ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

اشاریہ

مُوقِبہ: بشیر محمد

۲۵۱ ————— اسماء رجال

۳۱۷ ————— اسماء اماکن

۳۲۹ ————— اسماء قبائل و جماعات

۳۳۳ ————— اسماء کتب

اسماء رجال

۱

آبان (سنة ۳۸۰هـ) — ۱۳۶

ابراهیم، علیه السلام — ۱۲۹

ابراهیم اصبهانی — ۶۳

ابراهیم بن ابی طالب، حافظ (سنة ۲۹۶هـ) — ۵۱ — ۱۰۳

ابراهیم بن ادهم بن منصور عجل، ابواسحاق (صوفی) (سنة ۱۶۱هـ) — ۱۴ — ۱۸ — ۱۹

ابراهیم بن اورمه اصبهانی، حافظ ابواسحاق (سنة ۲۶۶هـ) — ۳۲

ابراهیم بن بشار بن محمد الحقلی (سنة ۲۳۳هـ) — ۱۹

ابراهیم بن جعفر — ۶۲

ابراهیم بن خالد بن عبید صنعانی — ۱۳

ابراهیم بن خالد کلبی بغدادی، امام ابو ثور — = ابو ثور

ابراهیم بن دینار الجرجسی الهمدانی — ۲۴۴

ابراهیم بن دینار ذوق — ۱۲۳

ابراهیم بن رستم مروزی، ابو بکر (سنة ۲۱۱هـ) — ۱۰

ابراهیم بن سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمن بن عوف، ابواسحاق (سنة ۲۸۳هـ) — ۳۰ — ۳۴۳

ابراهیم بن طهمان، امام ابو سعید الهروی ثم النیشاپوری (سنة ۱۶۳هـ) — ۱۰۳ — ۱۰۴ — ۱۶۳

ابراهیم بن عبد الله بن الخنسیه الحقلی البغدادی، حافظ (سنة ۲۶۶هـ) — ۳۹

ابراهیم بن عبد الله بن حاتم هروی، حافظ ابواسحاق (سنة ۲۴۴هـ) — ۲۶ — ۶۶

ابراهيم بن عبد الله بن محمد بن ابراهيم ، الوشيد - (٢٦٥هـ) - ٥٢

ابراهيم بن محمد بن سفيان نيشاپوري ، ابواسحق - (٢٦٠هـ) - ٢١٤

ابراهيم بن محمد بن العباس ، ابواسحاق الشافعي المكي - (٢٢٤هـ) - ٣٥

ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن جحش - ٢٢٠

ابراهيم بن محمد بن عروة ، حافظ - (٢٢٢هـ) - ٩١

ابراهيم بن محمد بن عرفة بن سليمان ، ابو عبد الله الازدي المعروف بنفطويه - (٢٢٢هـ) - ٢٩

ابراهيم بن محمد بن يوسف بن سرج النصراني - ٤٩

ابراهيم بن محمد الزهرسي الحلبي - ٥٩

ابراهيم بن محمد بن استمر الهذلي الناجي العروقي ، ابواسحاق البصري - ٥٩

ابراهيم بن معقل بن الحجاج النفي ، حافظ ابواسحاق - (٢٩٢هـ) - ٢١٣ - ٢١٢

ابراهيم بن المنذر ، حافظ ابواسحاق الحرامي الاسدي المدني - (٢٢٦هـ) - ١٣١

ابراهيم بن موسى بن يزيد التميمي ، حافظ ابواسحاق الرازي الفزار المعروف بالصغير (بعد ٢٢٢هـ) - ٢٥ - ٨٦ - ٨٨

ابراهيم بن حنبل ، حافظ ابواسحاق - (٢٨٥هـ) - ٦٩

ابراهيم بن نجي ، امام - نجي

ابن ابى اويس ، ابو عبد الله السجيل بن عبد الله بن عبد الله - (٢٢٦هـ) - ٦٢

ابن ابى حاتم الرازي ، امام ابو محمد عبد الرحمن - (٢٢٤هـ) - ١٠

١٣ - ٥٥ - ٦٨ - ٨٦ - ٨٩ - ٩٢ - ٩٣ - ٩٤ - ٩٨ - ٩٩ - ١٠٠ - ١١١ - ٢١٥ - ٢٣٩

ابن ابى داود - عبد الله بن ابى داود سجستاني

ابن ابى الدنيا ، حافظ - ابو بكر بن ابى الدنيا

ابن ابى ذئب ، امام ابو الحارث محمد بن عبد الرحمن بن المنصور بن الحارث - (٢٥٩هـ) -

٣٠ - ١٨٤ - ١٨٨ - ١٩٢

ابن ابى شيبه - ابو بكر بن ابى شيبه

ابن ابى عروبة ، حافظ ابو النضر سعيد - (٢٥٤هـ) - ٣٤ - ١٨٤

ابن ابى العمير ، حافظ - ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الله

ابن ابى ليلى ، امام ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن - (٢٣٥هـ) - ١٤

ابن ابى مليكة . امام ابو بكر و ابو محمد بن عبد الله بن عبد الله . (١٤٨٨ م) — ٣١

ابن ابى يعلى ، قاضى ابو الحسين محمد . (١٥٢٦ م) — ٩٠

ابن الاثير الحوزى ، علامه ابو الحسن عز الدين على بن محمد . (١٦٣٠ م) — ١٢٥

ابن الاثير الحوزى الشافعى ، علامه ابو السعادت مجد الدين مبارك بن محمد . (١٦٠٦ م) — ٢٣٥-٢٣٢-٢٠

ابن الاحمر ، محدث — محمد بن معاوية

ابن الاخرم ، حافظ ابو عبد الله محمد بن يعقوب بن يوسف . (١٦٢٢ م) — ١٠٨-١٠٤

ابن ادريس — عبد الله بن ادريس بن يزيد بن عبد الرحمن

ابن اسحق بن يسار ، حافظ ابو بكر محمد . (١٥١٥ م) — ٢١٢-١٨٤

ابن الاحمر بن ابي ، حافظ — ابو سعيد احمد بن محمد بن زياد

ابن ام عبد — عبد الله بن مسعود

ابن انقرى مردى الاتاكي ، مؤرخ جمال الدين ابو المحاسن يوسف . (١٦٢٢ م) — ٢١٩-١٢٥-٣

ابن تميم حسرتى ، حافظ تقى الدين ابو العباس احمد بن عبد الحليم ابن عبد السلام . (١٦٢٢ م) —

٢٣٥-٢١٠-١٩٩-٨٨-٨٤-٨٦-٤٢-٢١-٢٠-٣٩-٣٦-٢٩

ابن جريح ، عبد الملك بن عبد العزيز . (١٥١٥ م) — ٢٣٢-٢١٢-١٩٩-١٩٢-١٨٤-١١٣-٢١-٣١

ابن جسر طبري ، امام — طبري

ابن الجزرى — شمس الدين محمد بن محمد بن على بن يوسف

ابن الجوزى ، حافظ ابو القرج عبد الرحمن بن على ابن محمد بن على . (١٥٩٤ م) — ٢٦-٢٣-١٨-١٤-١٦-٣

٢٣٩-٢١٠-٢٠٩-٢٠٠-١٦٦-١٥١-١٢٨-١٢٢-٩١-٨٨-٦٢-٦١-٥١-٣٨-٢٨

ابن حاجب ، جمال الدين ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابى بكر بن يونس . (١٦٢٢ م) — ١٩٠

ابن حبان بسنى ، حافظ ابو حاتم محمد . (١٥٥٢ م) — ٥٨-٥٤-٤٦-٥٢-٣٥-١٩-١٤-١٢

١٩٦-١٨٤-١٤٤-١٥٥-١٣٨-١١٢-١٠٢-٨٥-٨٢-٤٨-٤٤-٤٢-٤١-٦٠

ابن حجر عسقلانى ، حافظ شهاب الدين ابو الفضل احمد بن على . (١٥٥٢ م) — ٢٨-٢٣-١٩-١٤-١٥-٢-٢

١١١-١٠٨-١٠٢-٩٩-٩٤-٩٢-٩٣-٨٢-٨١-٤٢-٣٨-٢٤-٢٣-٣٨-٢٦-٢٢

١٤٢-١٦٢-١٦٠-١٥٤-١٥١-١٥٠-١٣٥-١٣٢-١٣١-١٣٠-١٣٣-١٢٥-١٢٢-١٢١-١١٨-١١٤-١١٦

١٤٥-١٤٤-١٤٨-١٤٩-١٥٦-١٥١-١٤٨-١٤٩-١٥٦-١٥١-١٤٨-١٤٩-١٥٦-١٥١-١٤٨-١٤٩-١٥٦

۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲

ابن حجر مکی شافعی ، علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی — (۴۷۲ھ) — ۸۱ - ۱۹۱

ابن حزم اندلسی ، حافظ ابو محمد علی بن محمد بن سید — (۴۵۶ھ) — ۳۱ - ۳۶ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹

۵۳ - ۶۱ - ۱۰۶ - ۱۸۳ - ۲۱۶ - ۲۲۳

ابن حمید — محمد بن حمید ، حافظ

ابن حنبل ، امام — احمد بن حنبل

ابن خشر اش بغدادی ، ابو جعفر احمد بن الحسن — (۲۷۲ھ) — ۳۵

ابن خضیمہ ، امام ابو بکر محمد بن اسحق — (۳۳۳ھ) — ۵۲ - ۵۸ - ۹۲ - ۱۰۳ - ۱۰۶ - ۱۱۱

۱۲۵ - ۱۸۰ - ۲۱۹

ابن خضرو بلخی ، محدث ابو عبد اللہ حسین بن محمد — (۵۲۲ھ) — ۱۶۲ - ۱۶۳

ابن خلکان ، قاضی شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر — (۶۸۱ھ) — ۲ - ۳۸

۵۲ - ۸۰ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۲۳۷

ابن دس — ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق

ابن راهویہ — اسحق بن ابراہیم الحنظلی

ابن رجب بغدادی ، شیخ زین الدین ابو الفرج — (۴۹۵ھ) — ۲۳۶

ابن رجب زبیری — ۲۴۵ - ۲۴۶

ابن رشید ، حافظ — (۴۲۲ھ) — ۲۲۶

ابن السرح ، حافظ احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولانا ابو الطاهر المصری

(۲۵۰ھ) — ۸۱

ابن سعید كاتب الواقدي ، ابو عبد اللہ محمد — (۲۳۰ھ) — ۵۶ - ۶۲ - ۶۸ - ۱۰۱ - ۱۱۷ - ۱۵۵

۱۸۳ - ۱۸۴

ابن اسکن ، حافظ — سید بن اسکن

ابن اسیرین الانصاری البصری ، امام ابو بکر محمد — (۱۱۱ھ) — ۲۰ - ۵۷ - ۱۵۷

ابن کثیر مہم الضبی ، ابو شبر مہم عبد اللہ — (۱۲۷ھ) — ۱۲۶ - ۱۵۷

ابن الشرقی النیشاپوری ، حافظ ابو حامد احمد بن محمد بن حسن — (۳۲۵ھ) — ۱۰۳ - ۱۰۸ - ۱۱۱

ابن شهاب زهري، امام = زهري

ابن شاذب الخراساني، ابو عبد الرحمن عبد الله — (١٥٦ هـ) — ٢٢٢

ابن صلاح، شيخ تقي الدين ابو عمر وابن الامام صلاح الدين النصري الكردي الشهير زدي الشافعي —

(٦٢٣ هـ) — ٢١ — ١٦ — ١٤٩ — ٢١٥ — ٢٣٢ — ٢٣٣ — ٢٣٦ —

ابن الضياري، امام ابو البقاء احمد بن ابي الضياء محمد — (٥٧٨ هـ) — ١٦٢ — ١٦٣

ابن طاهر مقدسي، حافظ = ابو الفضل محمد بن طاهر قدسي

ابن الطبراني = محمد بن محمد الطبراني

ابن طوليون دمشقي، حافظ شمس الدين محمد بن علي بن احمد — (٩٥٣ هـ) — ١١٨ — ١٣٩ — ١٤٥

ابن عامر، عبد الله بن عامر بن يزيد بن تميم بن ربيعة الجعفي الدمشقي — (١١٨ هـ) — ٢١

ابن عباس = عبد الله بن عباس

ابن عبد البر النخعي اندلسي، علامه حافظ ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد — (٦٣٣ هـ) —

٢٤ — ٦٣ — ٦٥ — ١١٤ — ١٢٤ — ١٣٦ — ١٣٩ — ١٣٥ — ١٢٤ — ١٥٥ — ١٥٦ — ١٤٩ — ١٨٣ —

١٨٣ — ١٨٩ — ١٩٢ — ٢٠٢ — ٢٢٣ — ٢٢٦ —

ابن حبه و به ذراق — ٩٨

ابن عجلان، ابو عبد الله محمد — (١٧٨ هـ) — ٣٠

ابن عدي الحصري، حافظ ابو احمد عبد الله — (٣٦٥ هـ) — ٣٢ — ٣٨ — ٥٢ — ٦٢ —

٨٢ — ٨٥ — ٨٤ — ١٠١ — ١٩٨ — ٢١٣ —

ابن العزني الموافري، حافظ ابو بكر محمد بن عبد الله بن احمد — (٥٢٣ هـ) — ١٤٦ — ١٨٨ — ٢٢٤

ابن عساكر، حافظ ابو القاسم علي بن ابي محمد الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن الحسين — (٥٤١ هـ) —

١١ — ٤٢ — ٤٥ — ١٦٢ — ١٦٣ — ٢٣٤ —

ابن عفتة الشيباني، ابو الحسن علي بن محمد بن محمد — (٣٧٣ هـ) — ٢٢

ابن علقمة، حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعيد بن عبد الرحمن — (٣٣٢ هـ) —

٢٣ — ٢٢ — ٥١ — ٩٩ — ١٠٥ —

ابن عليّ البصري، ابو بشر اسمعيل بن ابراهيم بن مقسم — (١٩٣ هـ) — ١ — ١٨٩

ابن العاد جيلي، علامه ابو الفلاح عبد الحفيظ بن احمد بن محمد — (١٠٨٩ هـ) — ٣ — ١٢٥ — ٢٣١

ابن عَوْن ، امام ابو عَوْن عبد الله (١٥١هـ) — ٢٣٢

ابن عیینہ، عافظ ابو محمد سفیان (۱۹۸ھ) — ۱۱- ۱۲- ۱۶- ۲۵- ۳۱- ۳۲- ۵۵- ۶۶-

1944-1945-1946-1947-1948-1949-1950-1951

ابن فارس لغوی، ابی الجحین احمد — (۳۹۵ھ) — ۲۲۵

ابن الفرات، حافظ ابو مسعود احمد — (٢٥٨ هـ) — ٣٣

ابن القسري، حافظ ابو اليزيد عبد الله بن محمد بن يوسف — (٢٠٣ هـ) — ٩٣٩ هـ

ابن الفقيه، أبو بكر أحمد بن محمد بن إسحاق بن إبراهيم - (من علماء أواخر القرن الثالث) — ٢٢

ابن فهد، حافظ تقي الدين — (مشمس) — ۲۳-۲۴-۱۵۰-۱۵۱

ابن القاسم المصري، أبو عبد الله عبد الرحمن — (١٩١ هـ) — ٨٠ - ٨١ - ١٩٨

ابن الشراح، حافظ — عبد الباقي بن قانع.

ابن قتيبة، علامه ابو محمد عبد الله بن مسلم (٢٤٦هـ) — ١٢٩

ابن القطان ، حائط = ابوالحسن بن القطان

بن قسطلوبغا، حافظ ابوالعدل زين الدين قاسم — (٨٤٩ هـ) — ١٤٣ — ١٩٦

بن الفیثم، حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی کبر بن الیوب بن سعد ابن حمریز۔ (۱۵۴۸)۔

Y.P-191-140-179-33

بن کثیر دمشقی، عافظ ابو الفداء عماد الدین المصطفیٰ بن عمر۔ (۱۲۷۴ھ) — ۲ — ۲۶ — ۷۵۔

୧୪୧-୧୪୨-୧୪୩-୧୪୪-୧୪୫-୧୪୬-୧୪୭-୧୪୮-୧୪୯-୧୫୦

بن أبيه، حافظ عبد الله — (١٤٢٢هـ) — ٨٠-٨٨

بن الماحشون، أبو عبد الله محمد العزيز بن عبد الله بن أبي سلمة — (١٦٢هـ) — ١٨٩

بن حاجه، امام ابو عبد الله محمد بن يزيد (٢٤٣هـ) — ١- ٢- ٣- ٤- ٥- ٦- ٧- ٨- ٩- ١١-

01-00-70-30-22-22-21-20-29-28-27-20-19-17-13-12

4A-4C-4F-4G-4H-4J-4K-4L-4M-4N-4O-4P-4Q-4R-4S-4T-4U-4V-4W-4X-4Y-4Z-4AA-4AB-4AC-4AD-4AE-4AF-4AG-4AH-4AI-4AJ-4AK-4AL-4AM-4AN-4AO-4AP-4AQ-4AR-4AS-4AT-4AU-4AV-4AW-4AX-4AY-4AZ-4BA-4BB-4BC-4BD-4BE-4BF-4BG-4BH-4BI-4BJ-4BK-4BL-4BM-4BN-4BO-4BP-4BQ-4BR-4BS-4BT-4BU-4BV-4BW-4BX-4BY-4BZ-4CA-4CB-4CC-4CD-4CE-4CF-4CG-4CH-4CI-4CJ-4CK-4CL-4CM-4CN-4CO-4CP-4CQ-4CR-4CS-4CT-4CU-4CV-4CW-4CX-4CY-4CZ-4DA-4DB-4DC-4DD-4DE-4DF-4DG-4DH-4DI-4DJ-4DK-4DL-4DM-4DN-4DO-4DP-4DQ-4DR-4DS-4DT-4DU-4DV-4DW-4DX-4DY-4DZ-4EA-4EB-4EC-4ED-4EE-4EF-4EG-4EH-4EI-4EJ-4EK-4EL-4EM-4EN-4EO-4EP-4EQ-4ER-4ES-4ET-4EU-4EV-4EW-4EX-4EY-4EZ-4FA-4FB-4FC-4FD-4FE-4FF-4FG-4FH-4FI-4FJ-4FK-4FL-4FM-4FN-4FO-4FP-4FQ-4FR-4FS-4FT-4FU-4FV-4FW-4FX-4FY-4FZ-4GA-4GB-4GC-4GD-4GE-4GF-4GG-4GH-4GI-4GJ-4GK-4GL-4GM-4GN-4GO-4GP-4GQ-4GR-4GS-4GT-4GU-4GV-4GW-4GX-4GY-4GZ-4HA-4HB-4HC-4HD-4HE-4HF-4HG-4HH-4HI-4HJ-4HK-4HL-4HM-4HN-4HO-4HP-4HQ-4HR-4HS-4HT-4HU-4HV-4HW-4HX-4HY-4HZ-4IA-4IB-4IC-4ID-4IE-4IF-4IG-4IH-4II-4IJ-4IK-4IL-4IM-4IN-4IO-4IP-4IQ-4IR-4IS-4IT-4IU-4IV-4IW-4IX-4IY-4IZ-4JA-4JB-4JC-4JD-4JE-4JF-4JG-4JH-4JI-4JJ-4JK-4JL-4JM-4JN-4JO-4JP-4JQ-4JR-4JS-4JT-4JU-4JV-4JW-4JX-4JY-4JZ-4KA-4KB-4KC-4KD-4KE-4KF-4KG-4KH-4KI-4KJ-4KK-4KL-4KM-4KN-4KO-4KP-4KQ-4KR-4KS-4KT-4KU-4KV-4KW-4KX-4KY-4KZ-4LA-4LB-4LC-4LD-4LE-4LF-4LG-4LH-4LI-4LJ-4LK-4LL-4LM-4LN-4LO-4LP-4LQ-4LR-4LS-4LT-4LU-4LV-4LW-4LX-4LY-4LZ-4MA-4MB-4MC-4MD-4ME-4MF-4MG-4MH-4MI-4MJ-4MK-4ML-4MM-4MN-4MO-4MP-4MQ-4MR-4MS-4MT-4MU-4MV-4MW-4MX-4MY-4MZ-4NA-4NB-4NC-4ND-4NE-4NF-4NG-4NH-4NI-4NJ-4NK-4NL-4NM-4NN-4NO-4NP-4NQ-4NR-4NS-4NT-4NU-4NV-4NW-4NX-4NY-4NZ-4OA-4OB-4OC-4OD-4OE-4OF-4OG-4OH-4OI-4OJ-4OK-4OL-4OM-4ON-4OO-4OP-4OQ-4OR-4OS-4OT-4OU-4OV-4OW-4OX-4OY-4OZ-4PA-4PB-4PC-4PD-4PE-4PF-4PG-4PH-4PI-4PJ-4PK-4PL-4PM-4PN-4PO-4PP-4PQ-4PR-4PS-4PT-4PU-4PV-4PW-4PX-4PY-4PZ-4QA-4QB-4QC-4QD-4QE-4QF-4QG-4QH-4QI-4QJ-4QK-4QL-4QM-4QN-4QO-4QP-4QQ-4QR-4QS-4QT-4QU-4QV-4QW-4QX-4QY-4QZ-4RA-4RB-4RC-4RD-4RE-4RF-4RG-4RH-4RI-4RJ-4RK-4RL-4RM-4RN-4RO-4RP-4RQ-4RR-4RS-4RT-4RU-4RV-4RW-4RX-4RY-4RZ-4SA-4SB-4SC-4SD-4SE-4SF-4SG-4SH-4SI-4SJ-4SK-4SL-4SM-4SN-4SO-4SP-4SQ-4SR-4SS-4ST-4SU-4SV-4SW-4SX-4SY-4SZ-4TA-4TB-4TC-4TD-4TE-4TF-4TG-4TH-4TI-4TJ-4TK-4TL-4TM-4TN-4TO-4TP-4TQ-4TR-4TS-4TT-4TU-4TV-4TW-4TX-4TY-4TZ-4UA-4UB-4UC-4UD-4UE-4UF-4UG-4UH-4UI-4UJ-4UK-4UL-4UM-4UN-4UO-4UP-4UQ-4UR-4US-4UT-4UU-4UV-4UW-4UX-4UY-4UZ-4VA-4VB-4VC-4VD-4VE-4VF-4VG-4VH-4VI-4VJ-4VK-4VL-4VM-4VN-4VO-4VP-4VQ-4VR-4VS-4VT-4VU-4VV-4VW-4VX-4VY-4VZ-4WA-4WB-4WC-4WD-4WE-4WF-4WG-4WH-4WI-4WJ-4WK-4WL-4WM-4WN-4WO-4WP-4WQ-4WR-4WS-4WT-4WU-4WV-4WW-4WX-4WY-4WZ-4XA-4XB-4XC-4XD-4XE-4XF-4XG-4XH-4XI-4XJ-4XK-4XL-4XM-4XN-4XO-4XP-4XQ-4XR-4XS-4XT-4XU-4XV-4XW-4XX-4XY-4XZ-4YA-4YB-4YC-4YD-4YE-4YF-4YG-4YH-4YI-4YJ-4YK-4YL-4YM-4YN-4YO-4YP-4YQ-4YR-4YS-4YT-4YU-4YV-4YW-4YX-4YY-4YZ-4ZA-4ZB-4ZC-4ZD-4ZE-4ZF-4ZG-4ZH-4ZI-4ZJ-4ZK-4ZL-4ZM-4ZN-4ZO-4ZP-4ZQ-4ZR-4ZS-4ZT-4ZU-4ZV-4ZW-4ZX-4ZY-4ZZ-5A-5B-5C-5D-5E-5F-5G-5H-5I-5J-5K-5L-5M-5N-5O-5P-5Q-5R-5S-5T-5U-5V-5W-5X-5Y-5Z-6A-6B-6C-6D-6E-6F-6G-6H-6I-6J-6K-6L-6M-6N-6O-6P-6Q-6R-6S-6T-6U-6V-6W-6X-6Y-6Z-7A-7B-7C-7D-7E-7F-7G-7H-7I-7J-7K-7L-7M-7N-7O-7P-7Q-7R-7S-7T-7U-7V-7W-7X-7Y-7Z-8A-8B-8C-8D-8E-8F-8G-8H-8I-8J-8K-8L-8M-8N-8O-8P-8Q-8R-8S-8T-8U-8V-8W-8X-8Y-8Z-9A-9B-9C-9D-9E-9F-9G-9H-9I-9J-9K-9L-9M-9N-9O-9P-9Q-9R-9S-9T-9U-9V-9W-9X-9Y-9Z-0A-0B-0C-0D-0E-0F-0G-0H-0I-0J-0K-0L-0M-0N-0O-0P-0Q-0R-0S-0T-0U-0V-0W-0X-0Y-0Z-1A-1B-1C-1D-1E-1F-1G-1H-1I-1J-1K-1L-1M-1N-1O-1P-1Q-1R-1S-1T-1U-1V-1W-1X-1Y-1Z-2A-2B-2C-2D-2E-2F-2G-2H-2I-2J-2K-2L-2M-2N-2O-2P-2Q-2R-2S-2T-2U-2V-2W-2X-2Y-2Z-3A-3B-3C-3D-3E-3F-3G-3H-3I-3J-3K-3L-3M-3N-3O-3P-3Q-3R-3S-3T-3U-3V-3W-3X-3Y-3Z-4A-4B-4C-4D-4E-4F-4G-4H-4I-4J-4K-4L-4M-4N-4O-4P-4Q-4R-4S-4T-4U-4V-4W-4X-4Y-4Z-5A-5B-5C-5D-5E-5F-5G-5H-5I-5J-5K-5L-5M-5N-5O-5P-5Q-5R-5S-5T-5U-5V-5W-5X-5Y-5Z-6A-6B-6C-6D-6E-6F-6G-6H-6I-6J-6K-6L-6M-6N-6O-6P-6Q-6R-6S-6T-6U-6V-6W-6X-6Y-6Z-7A-7B-7C-7D-7E-7F-7G-7H-7I-7J-7K-7L-7M-7N-7O-7P-7Q-7R-7S-7T-7U-7V-7W-7X-7Y-7Z-8A-8B-8C-8D-8E-8F-8G-8H-8I-8J-8K-8L-8M-8N-8O-8P-8Q-8R-8S-8T-8U-8V-8W-8X-8Y-8Z-9A-9B-9C-9D-9E-9F-9G-9H-9I-9J-9K-9L-9M-9N-9O-9P-9Q-9R-9S-9T-9U-9V-9W-9X-9Y-9Z-0A-0B-0C-0D-0E-0F-0G-0H-0I-0J-0K-0L-0M-0N-0O-0P-0Q-0R-0S-0T-0U-0V-0W-0X-0Y-0Z-1A-1B-1C-1D-1E-1F-1G-1H-1I-1J-1K-1L-1M-1N-1O-1P-1Q-1R-1S-1T-1U-1V-1W-1X-1Y-1Z-2A-2B-2C-2D-2E-2F-2G-2H-2I-2J-2K-2L-2M-2N-2O-2P-2Q-2R-2S-2T-2U-2V-2W-2X-2Y-2Z-3A-3B-3C-3D-3E-3F-3G-3H-3I-3J-3K-3L-3M-3N-3O-3P-3Q-3R-3S-3T-3U-3V-3W-3X-3Y-3Z-4A-4B-4C-4D-4E-4F-4G-4H-4I-4J-4K-4L-4M-4N-4O-4P-4Q-4R-4S-4T-4U-4V-4W-4X-4Y-4Z-5A-5B-5C-5D-5E-5F-5G-5H-5I-5J-5K-5L-5M-5N-5O-5P-5Q-5R-5S-5T-5U-5V-5W-5X-5Y-5Z-6A-6B-6C-6D-6E-6F-6G-6H-6I-6J-6K-6L-6M-6N-6O-6P-6Q-6R-6S-6T-6U-6V-6W-6X-6Y-6Z-7A-7B-7C-7D-7E-7F-7G-7H-7I-7J-7K-7L-7M-7N-7O-7P-7Q-7R-7S-7T-7U-7V-7W-7X-7Y-7Z-8A-8B-8C-8D-8E-8F-8G-8H-8I-8J-8K-8L-8M-8N-8O-8P-8Q-8R-8S-8T-8U-8V-8W-8X-8Y-8Z-9A-9B-9C-9D-9E

AD-AM-AT-AT-AL-29-5A-26-47-60-64-67-61-60-79

-131-119-110-112-113-114-105-108-102-101-100-92-97-87

-PPP-PPP-PPP-19A-1A1-10M-1PA-1PC-1PT-1PO-1PM-1PT-1PT

٢٣٣-٢٣٤-٢٣٨-٢٣٩-٢٤٠-٢٤١-٢٤٢-٢٤٣-٢٤٤-٢٤٨

ابن ماكولا ، حافظ ابو نصر امير — (٢٤٥هـ) — ١٤٢

ابن مبارك — عبد الله بن مبارك —

ابن مديني ، حافظ — علي بن المديني

ابن مسعود — عبد الله بن مسعود

ابن مصفى ، حافظ — محمد بن مصفى

ابن معين — امام — يحيى بن معين

ابن المقرئ ، حافظ ابو يحيى محمد بن عبد الله بن يزيد — (٢٥٦هـ) — ٣٨-٣٥

ابن الملقن ، علامه سراج الدين عمر بن علي — (٢٥٧هـ) — ٢٣٦

ابن منته ، حافظ ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن محمد بن يحيى — (٢٥٩هـ) — ٢٣-١٠٩

١٣٩-٢١٩-٢٢٣-٢٣٢

ابن مهران جمال رازى ، حافظ ابو جعفر محمد — (٢٣٨هـ) — ٨٦

ابن ناصر ، حافظ ابو الفضل محمد — (٢٥٠هـ) — ١٦٦

ابن ناصر الدين ، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد بن احمد بن مجاهد — (٢٥٢هـ)

٣-١٢٥-١٥٠

ابن النديم ، ابو الفرج محمد بن اسحاق — (تقريباً ٣٨٥هـ) — ١٥٦

ابن نقاش بغدادى ، حافظ ابو بكر معين الدين محمد بن عبد الغنى — (٢٦٩هـ) — ٢١٣-٢٢٤

ابن نجير — محمد بن عبد الله بن نمير

ابن الهمام ، امام كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن عبد المجيد بن مسعود — (٢٦١هـ)

٣٩-١٩٤-٢٠٢

ابن واره رازى ، حافظ ابو عبد الله محمد بن مسلم بن عثمان بن عبد الله — (٢٤٤هـ)

٨٦-٨٨-٨٩-٩٠-٩١

ابن الوزير ايماني — محمد بن ابراهيم

ابن وهب — عبد الله بن وهب

ابن يونس ، حافظ ابو سعيد عبد الرحمن بن احمد — (٢٧٨هـ) — ٣٨-٨٢-٨٣-١٦٢

ابو احمد جلودی، شیخ محمد بن علی ابن عمرویه — (ششمه ۳۶۸) — ۲۱۴
 ابو احمد حاکم کبیر نیشاپوری، حافظ محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق — (ششمه ۳۶۸) — ۹۵-۹۶-۹۷-۹۸
 ابو احمد عسکری، حافظ حسن بن عبداللہ بن سعید — (ششمه ۳۸۲) — ۱۶۶
 ابو الاحوص محمد بن الہیثم بن حماد البغدادی، حافظ — (ششمه ۳۶۹) — ۶۹
 ابو الازھر نیشاپوری، حافظ احمد بن الازھر بن منیع بن سلیم العبدی — (ششمه ۳۶۳) —
 ۱۰۴-۱۰۵-۲۳۹

ابو اسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس — ۲۲۵-
 ابوالحسن آخری، ابراہیم بن محمد — ۸۵
 ابوالحسن البیسی، حافظ عمر عبداللہ البغدانی الکوفی — (ششمه ۳۶۸) — ۲۲۲-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۴
 ابوالحسن شیرازی، شیخ ابراہیم بن علی بن یوسف — (ششمه ۳۶۶) — ۴-۲۲۰
 ابوالحسن الفزاری، حافظ ابراہیم بن محمد بن الحارث بن اسماء — (ششمه ۳۸۵) — ۱۸۹
 ابوالحسن متلی بلخی، ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن داؤد — (ششمه ۳۶۶) — ۲۱۳
 ابوالحسن ہروی، حافظ — ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم
 ابویسعل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی، حافظ — (ششمه ۳۸۱) — ۲۳-۲۳۴
 ابو امامہ، صدی بن عجلان الباہلی — (ششمه ۳۸۶) — ۱۱۸
 ابویوب انصاری، خالد بن یزید — (ششمه ۳۸۵) — ۱۵
 ابوبشر دولابی، حافظ محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الوراق —
 (ششمه ۳۸۱) — ۳۸

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت — خطیب بغدادی
 ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق الدینوری المعروف بابن اثنی، حافظ — (ششمه ۳۶۳) —
 ۲۱۹-۲۲۰

ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک البغدادی، حافظ — رمادی
 ابوبکر الاعین، محمد بن ابی غیاث — (ششمه ۳۶۴) — ۲۲۴
 ابوبکر بن ابی الدنیا، حافظ عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی الاموی مولاہم البغدادی —
 (ششمه ۳۸۱) — ۶۸-۱۱۵

ابوبکر بن ابی شیبہ ، حافظ عبداللہ بن محمد — (۲۳۵ھ) — ۱۲-۲۱-۲۶-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸

۲۸-۲۹-۵۰-۵۱-۵۲-۶۲-۶۴-۸۶-۸۸-۲۰۶

ابوبکر بن حسنم ، قاضی — ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حسنم

ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام — (۲۹۳ھ) — ۱۹-۳۰

ابوبکر بن عیاش القسری — (۱۹۳ھ) — ۱۹۲

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری ، قاضی — (۱۲۰ھ) — ۱۳۴-۱۵۳-۱۵۴

۱۵۵-۱۵۶-۱۵۸

ابوبکر بن یزید ابن ماحب — ۱۲۳

ابوبکر جاردی حنفی ، حافظ محمد بن النضر بن سلیمان بن الجارود بن زبید — (۲۹۱ھ) — ۱۱۱-۱۱۲

ابوبکر جصاص رازی ، امام احمد بن علی — (۳۰۴ھ) — ۵۶-۱۹۶-۲۰۳-۲۲۵

ابوبکر جعابی حنفی ، حافظ محمد بن محمد بن سالم — (۳۵۵ھ) — ۲۳-۱۱۷

ابوبکر الحارثی ، حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان — (۵۸۲ھ) — ۲۱۲-۲۱۵

ابوبکر حماد ابهری — ۲۴۲

ابوبکر صافانی ، حافظ محمد بن اسحاق بن جعفر — (۲۷۷ھ) — ۶۹

ابوبکر الصدیق ، عبداللہ بن ابی قحافہ — (۳۱۳ھ) — ۶۶-۱۳۸-۱۴۳-۲۰۲-۲۰۶-۲۰۷-۲۲۰

ابوبکر عبدالرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفی ، امام — (۳۳۹ھ) — ۱۱۸

ابوبکر عتیق بن داؤد بیکانی ، امام — ۴۰

ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ — (۳۴۶ھ) — ۲۲۵-۲۲۶

ابوبکر محمد بن حرب — ۹۳

ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی ، امام — (۳۰۳ھ) — ۲۲۵

ابوبکر محمد بن ہارون بن حجاج مقتری — ۱۲

ابوبکر مہندس — ۳۸

ابوالتقی ہشام بن عبدالملک الیزنی المحضی ، حافظ — (۲۵۱ھ) — ۷۸

ابوتمیم مروزی ، حافظ یحییٰ بن داؤد — ۱۱۳

ابو ثور ، امام ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان — (۲۷۰ھ) — ۶۳-۶۵-۶۶-۶۷

ابو جعفر بن زبیر غناطی، حافظ — (ششم) — ۲۲۱-۲۲۶-۲۲۹-۲۳۴

ابو جعفر شترسی، حافظ احمد بن یحیی بن زبیر — (ششم) — ۸۹

ابو جعفر دارمی، احمد بن سعید بن عجز الترخی ثم النیسابوری — (ششم) — ۹۱-۱۰۵

ابو جعفر طحادی، امام — طحادی

ابو جعفر عقیلی، حافظ — ۲۱۴

ابو جعفر محمد بن احمد بن محمود نسفی — (ششم) — ۲۲۵

ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی، امام — (ششم) — ۱۶۴

ابو جعفر محمد بن علی (باقتر) امام — امام باقر

ابو جعفر محمد بن عیسی — ۲۴۳

ابو حاتم بن حبان بُستی، حافظ — ابن حبان

ابو حاتم رازی، امام حافظ محمد بن ادریس بن المنذر الحظلی — (ششم) — ۱۱-۱۲-۱۳

۲۱-۳۱-۳۵-۵۰-۵۸-۶۵-۷۱-۷۶-۷۸-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲

۹۳-۹۴-۹۵-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۶-۱۰۸-۱۴۴-۲۴۵

ابو حاتم المعرف بن یحیی موش، حافظ — ۲۳۸

ابو حامد احمد بن عبد الله بن داؤد المرزسی قاجری — ۲۲۹

ابو حامد سفرائی، علامه احمد بن محمد بن احمد — (ششم) — ۷۳-۷۴

ابو حامد بن الشرقی، حافظ — ابن الشرقی

ابو حامد محمد بن هارون حضرمی، محدث — (ششم) — ۱۱۷

ابو الحجاج مزنی، حافظ — جمال الدین مزنی

ابو حجر کبیلی، حافظ — عمرو بن رافع

ابو الحسن احمد بن عبد الله بن علی، امام — (ششم) — ۳۹

ابو الحسن دارقطنی، حافظ — دارقطنی

ابو الحسن طنافسی، حافظ — علی بن محمد، ابو الحسن

- ابوالحسن علی بن ابراهیم بن سلمه قزوینی، حافظ — (سنة ۲۷۵هـ) — ۲۲۴-۲۲۵-۲۲۵
- ابوالحسن علی بن احمد طحادی، امام — (سنة ۳۵۰هـ) — ۲۱۹
- ابوالحسن علی بن الحسن بن عبدالنصاری — ۲۲۵
- ابوالحسن علی بن عاصم بن صهیب واسطی، حافظ، مُسنَدِ عراق — (سنة ۳۰۰هـ) — ۲۰
- ابوالحسن قطان، حافظ — ابوالحسن علی بن ابراهیم بن سلمه بن بحر القزوینی
- ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن جبویہ — ۲۱۹
- ابوالحسن المعافری، حافظ علی بن محمد بن خلف — (سنة ۳۰۰هـ) — ۲۱۸
- ابوالحسن مولیٰ بنی نوفل — ۲۲۷
- ابوالحسن لؤی الدین محمد بن عبداللہ بن سندی، علامہ — (سنة ۱۱۳۸/۱۱۳۹هـ) — ۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶
- ابوالحسن واذری — ۲۲۹
- ابوالحسن بن المبارک — ۲۱
- ابوالحسن عاصم بن علی بن عاصم واسطی — (سنة ۳۲۱هـ) — ۲۰-۲۱
- ابوالحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہقی — ۱۱۷-۱۱۸
- ابوالحسن محمد بن احمد بن الطیب بن جعفر بن کمار الکماری — (سنة ۲۱۷هـ) — ۲۲۵
- ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن عبدوس بن کامل زعفرانی — (سنة ۳۹۳/۳۹۴هـ) — ۲۲۵
- ابو حفص صغیر، امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن حفص بن الزہرقان — (سنة ۳۶۲هـ) —
- ۱۸۵-۱۰۹-۱۰۸-۲۷-۲۲
- ابو حفص کبیر، امام احمد بن حفص — (سنة ۳۱۷هـ) — ۱۸۶-۱۸۵-۱۷۴-۱۰۹-۱۰۸-۲۲
- ابو حمزة سمری، حافظ محمد بن میمون — (سنة ۱۶۷/۱۶۸هـ) — ۱۱۲
- ابو حنیفہ، امام اعظم، نعمان بن ثابت بن زوطی — (سنة ۱۷۰هـ) — ۱۸-۱۶-۱۰-۷-۶-۳-۳
- ۵۲-۵۱-۴۹-۴۸-۴۷-۴۴-۴۰-۳۸-۳۷-۲۷-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹
- ۵۵-۵۶-۶۱-۶۲-۷۵-۸۰-۸۱-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۱۰۳-۱۰۴-۱۱۱-۱۱۳-۱۱۴
- ۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۲۱-۱۲۶-۱۲۷-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵
- ۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲
- ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۲۰۳-۲۰۵
- ۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱

ابو سعيد بكر بن منير — ١٨٦

ابو سعيد الحيري شامي — ٢٣٢

ابو سعيد الخدرسي، سعد بن مالك بن سنان بن عبيد — (٢٤٢ هـ) — ١١٨ — ١٣١٣

ابو سعيد روااس — ٢٣

ابو سعيد علائي، حافظ — ١٤٦

ابو سعيد هشيم بن كليب شاشي، حافظ — (٣٣٥ هـ) — ٢٢٩

ابو سفيان، صخر بن حرب بن امية — (٣١٣ هـ) — ٢٢٣ — ٢٢٢

ابو سفيان واسطي، طلحة بن نافع — ١٢٣

ابو سلمه بن عبد الرحمن بن عوف — (٢٥٢ هـ) — ٢٩

ابو سليمان جوز جاني، امام موسى بن سليمان — (٣١١ هـ) — ١٤٣

ابو سليمان شتر ديني حنفي — اسمعيل بن توبه

ابو سهل شتر ديني حنفي — اسمعيل بن توبه ابو سليمان

ابو شاه بكلي — ١٣٦

ابو شيبه، ابراهيم بن عثمان بن خواستي — (١٦٩ هـ) — ٢٩

ابو الشيخ بن حيان، حافظ — ١٠٢ — ١٤٣

ابو طاهر التقي، حافظ احمد بن محمد بن احمد — (٥٤١ هـ) — ١٢٨ — ٢٣ — ٢٣٢

ابو طلحه منصور بن محمد بن علي بن شترينه البزدوي — (٥٣٩ هـ) — ٢١٣

ابو الطيب احمد بن ابراهيم بن عبد الرحمن الشناني — ٢٢٣

ابو الطيب احمد بن روح شمراني — ٢٢٢

ابو الطيب الطبري، قاضي طاهر بن عبد الله بن طاهر — (٥٢٥ هـ) — ٤

ابو الطيب فاسي — ٢

ابو عاصم النبيل، امام ضحاک بن مخلد — (٥١٢ هـ) — ٥٦ — ٤٤ — ٩٠

ابو العاليه الرياحي البصري، امام رفيع بن هيران — (٥٩٣ هـ) — ١٦ — ٥٢

ابو عامر ثقفی — ١١٨

ابو العباس احمد بن الصلت بن المغلس الخثاني — (٥٠٥ هـ) — ١٣١

ابو عمرو احمد بن علي بن الحسن بصرى — ٢٢٥

ابو عمرو احمد بن محمد بن ابراهيم بن حكيم مدني اصبهاني — (٣٣٣هـ) — ٢٢٢

ابو عمرو احمد بن محمد بن عيسى المقرئ — ١٨٦

ابو عمرو بن حمدان — ٩٩

ابو عمرو بن الخطاب بن عمار بن عبد الله المقرئ البصرى — (١٥٢هـ) — ٢١

ابو عمرو بن نجيد — ٢١٤

ابو عيسى اسحاق بن موسى بن سعيد رملي — (٣٣٢هـ) — ٢٢٥

ابو عيسى ترمذى، امام — ترمذى

ابو الفتح بن سيد الناس يعزى مصرى شافعى، حافظ فتح الدين محمد بن محمد بن محمد — (٤٣٧هـ)

٦٢ - ٢٢٦ - ٢٢٤ - ٢٣٠

ابو الفرج احمد بن محمد بن عمر بن الحسن المعروف بابن المسلمه — (٢١٥هـ) — ٢٢٥

ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزى — ابن الجوزى

ابو الفضل زهرى — ٢٢

ابو الفضل عباس بن عبد العظيم البصرى الحافظ — عباس عنبرى

ابو الفضل محمد بن طاهر مقدسى، حافظ — (٥٠٤هـ) — ١١٢ - ١٢٦ - ٢١٨ - ٢٢٣ - ٢٢٤

٢٣٣ - ٢٣٨

ابو الفضل نور الدين علي بن مراد موصلى عمرى شافعى — (١١٧٤هـ) — ١٤٣

ابو القاسم — ٦٤ - ٨٩

ابو القاسم امام الدين عبد الكريم بن محمد القزوينى الراغبى الشافعى، محدث — راغبى

ابو القاسم سعد بن علي بن محمد زنجاني، حافظ — (٢٤٢هـ) — ٢١٨

ابو القاسم سكونى — ٣٢٢

ابو قلابه عبد الملك بن محمد بن عبد الله رقاشى — (٢٤٦هـ) — ٩٨

ابو كريب، محمد بن الخطاب بن كريب — (٢٣٣هـ) — ١٤ - ١٨ - ٥١ - ١١١

ابو مجلز، لاجى بن حميد السدوسى — (١٠٦هـ) — ١٥٤

ابو الحارث بن جيبى دمشقى، حافظ — (٤٦٥هـ) — ١٥٠ - ١٥١

ابو الحسن مرغینانی، امام — ١٦

ابو محمد احمد بن علی قلاسی — ٢١٤

ابو محمد شبیبی، شیخ — ٢١٦

ابو محمد حسن بن ابراهیم قطان — ٢٢٩

ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خالد راهرمزی، حافظ — (٣٦٠ هـ) — ١٦٦-٣١

ابو محمد الریح بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل، حافظ — ریح مرادی

ابو محمد سرخسی، عبد اللہ بن احمد بن ختویہ — (٣٨١ هـ) — ٢١٣

ابو محمد عباس بن عبد اللہ بن ابی نعیم الترقی البکاسی، حافظ — (٣٦٦ هـ) — ٤٣

ابو محمد عبد الرحمن رازی — ابن ابی حاتم

ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی — دارمی

ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث عارثی بخاری، حافظ — (٣٣٠ هـ) —

٢٢-٣٤-٨٠-٨١-١١٢-١٦٢

ابو محمد محی الدین، عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی — عبد القادر قرشی، حافظ

ابو مروان طنبی — ٢١٦

ابو مروان العثمانی — محمد بن عثمان بن خالد الاموی

ابو مزاحم خاقانی، موسیٰ بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان — (٣٢٥ هـ) — ٦٩

ابو مسلم کتبی، حافظ ابراہیم بن عبد اللہ بن مسلم — (٣٩٢ هـ) — ٢٢

ابو مسهر اللہ شقی، عبد الاعلیٰ بن مسهر — (٣١٨ هـ) — ٤٥

ابو مصعب زہری، حافظ احمد بن ابی بکر بن الحارث العوفی المدنی — (٢٣٢ هـ) — ١٨٣-٣١

ابو مطیع مکی بن الفضل النسیفی — (٢١٨ هـ) — ٢٤

ابو المظفر یوسف بن عبد اللہ، سبط ابن الجوزی — سبط ابن الجوزی

ابو معشر عبد الکرم بن عبد الصمد البصری المقرئ الشافعی، امام — (٣٤٨ هـ) — ١١٤-١١٨

ابو معاویہ الضریح، محمد بن خازم — (١٩٣ هـ) — ١١-١٨٠

ابو معشر بنج، جعفر بن محمد بن عمر البخاری — (٢٤٢ هـ) — ٩

ابو المغیرہ، عبد القدوس ابن الحجاج الخولانی الحمصی — (٢١٢ هـ) — ٤٤

- ابو مقاتل سمرقندی، امام حفص بن مسلم ————— (۳۰۸ھ) ————— ۱۶۵
 ابو منصور عبدالرحمن بن محمد القسزاري ————— ۹۲
 ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن قیس بن سلیم الیمانی ————— (۲۷۷ھ) ————— ۵۲-۳۷-۳۳
 ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ، حافظ ————— محمد بن المثنیٰ
 ابو موسیٰ مدینی، حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی علی ————— (۵۸۱ھ) ————— ۳۱۰-۲۰۸
 ابو نصر احمد بن ابی حامد الباہلی ————— ۱۸۶
 ابو نعیم اصبہانی شافعی، حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد ————— (۷۳۰ھ) ————— ۹۱-۵۵-۳۵
 ۱۱۶-۱۱۷-۱۲۹-۱۵۳-۱۵۶-۱۷۳
 ابو ہارون جندی، حماد بن یحییٰ ————— (۱۳۷ھ) ————— ۱۸۸
 ابو ہریرہ ————— (۵۷۷ھ) ————— ۱-۶-۱۳-۳۰-۱۱۸-۱۳۵-۱۳۶-۱۴۰-۱۴۵-۱۴۷-۱۴۹-۱۹۹
 ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی، حافظ ————— ولید بن شجاع
 ابو ہمام صلت بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی المنیرہ ————— ۹۲
 ابو الیثم کشیم بنی، محمد بن مکی بن محمد ————— (۲۸۹ھ) ————— ۲۱۳
 ابو الوفاء الاغانی، مولانا ————— ۱۷۳-۱۹۶-۲۲۵
 ابو الولید ————— ۱۸۶
 ابو الولید الباجی، حافظ سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن واریث ————— (۲۷۷ھ) ————— ۲۱۳
 ابو الولید حسان بن محمد نیشاپوری، حافظ ————— (۳۲۹ھ) ————— ۱۱۰
 ابو الولید طباطبائی، حافظ ہشام بن عبدالملک ————— (۲۲۷ھ) ————— ۹۱-۱۰۹
 ابو الولید یوسف بن عبدالعزیز الاندلسی المشہور بابن الدباغ، حافظ ————— (۵۲۶ھ) ————— ۱۲۸
 ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی ————— (۲۰۹ھ) ————— ۱۷۲-۱۷۳
 ابو یحییٰ الحمائی، عبدالحمید بن عبدالرحمن ————— (۲۰۲ھ) ————— ۱۸۸
 ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری، حافظ ————— (۲۹۸ھ) ————— ۱۶۲-۱۷۵
 ابو یعلیٰ خلیل، حافظ ————— خلیل
 ابو یعلیٰ مؤصلی، حافظ احمد بن علی بن المثنیٰ ————— (۳۰۷ھ) ————— ۱۲-۱۲۲-۱۳۸
 ابو الیمان النخعی، الحکم بن نافع ————— (۳۲۱ھ) ————— ۷۷

ابو یوسف، امام قاضی یعقوب بن ابراہیم بن حبیب — (۱۸۲ھ) — ۱۷-۲۳-۲۴-۲۹

۵۲-۶۱-۶۲-۶۳-۷۰-۸۱-۸۲-۸۷-۱۰۱-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۶۳-۱۶۷-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰

۱۸۰-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۸-۱۹۲-۱۹۵-۱۹۶

ابو یوسف حیدر لانی، حافظ محمد بن احمد بن محمد بن الحاج بن میسرہ — (۲۲۶ھ) — ۸۴-۸۵

احمد بن ابراہیم بن کثیر، حافظ ابو عبد اللہ العبدی النکری البغدادی الدورقی — احمد بن ابراہیم دورقی

احمد بن ابراہیم دورقی، حافظ — (۲۲۶ھ) — ۶۲-۶۸-۶۹

احمد بن ابراہیم قزوینی — ۲۲۲

احمد بن ابی بکر العوفی المدنی — ابو مصعب زہری

احمد بن الازہر بن منیع بن سلیط العبدی، حافظ — ابو الازہر نیشاپوری

احمد بن اسمعیل، ابو حذافۃ السہمی المدنی — (۲۵۹ھ) — ۶۹-۷۱

احمد بن بدیل بن قتریش، ابو جعفر الیامی، (قاضی کوفہ) — (۲۵۸ھ) — ۵۲

احمد بن بکر بن سیف، ابو بکر خضینی — ۱۴۲-۱۴۳

احمد بن ثابت الجدری، ابو بکر البصری — (۲۵۵ھ) — ۵۹

احمد بن حسن — ۲۲۹

احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی الکبیر — ۱۳۸

احمد بن الحسن مار دانی — ۹۲

احمد بن خض، امام — ابو خض کبیر

احمد بن محمد بن حنبل، امام ابو عبد اللہ — (۲۴۱ھ) — ۹-۱۳-۱۶-۱۷-۲۰-۲۹-۳۱-۳۲

۳۳-۳۵-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱

- احمد بن سنان بن اسد بن جبان القطان، حافظ ابو جعفر الواسطي — (٢٥٦هـ) — ٤١ — ٤٢
 احمد بن شبيب نسائي، امام — نسائي
 احمد بن صالح مصري، حافظ ابو جعفر — (٢٧٨هـ) — ٥١
 احمد بن عاصم بن عبيد العباداني، ابو صالح — ٤٠
 احمد بن عبد الرحمن بن وهب، ابو عبد الله — (٢٦٣هـ) — ٨١
 احمد بن عبد الرحمن بن بكار، ابو الوليد البصري العامري الدمشقي — (٢٧٨هـ) — ٤٠
 احمد بن عبد الرحمن القرشي المخزومي الكوفي المقرئ — ٥٢
 احمد بن عبدة بن موسى الضبي، ابو عبد الله البصري — (٢٣٥هـ) — ٥٩ — ٦٠
 احمد بن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن ابى السقر الهذلي، ابو عبيدة الكوفي — (٢٥٨هـ) — ٥٢
 احمد بن عبد الله بن ميمون تغلبي، ابو الحسن بن ابى الحوارى الدمشقي النخعي الزاهد — (٢٣٦هـ) — ٤٤
 احمد بن عبد الله بن يوسف الحروري — ١١٥
 احمد بن عبد الله الكوفي — ١٨٢
 احمد بن عثمان بن حكيم الادي، ابو عبد الله الكوفي — (٢٦١هـ) — ٥٢
 احمد بن علي اللابودي، ابو سهل — (٢٣٦هـ) — ٢٤
 احمد بن عيسى بن حسان المصري، حافظ ابو عبد الله العسكري المعروف بالشمسي — (٢٧٣هـ) — ٤٢
 احمد بن كامل بن شجرة، قاضي ابو بكر — (٢٥٥هـ) — ٦٨
 احمد بن محمد بن احمد المقرئ، ابو العباس — (١٠٣١هـ) — ٣٦
 احمد بن محمد بن اسمعيل البخاري الاسعيلي، ابو بكر — ٢٤
 احمد بن محمد بن يحيى بن سعيد القطان، ابو سعيد البصري — (٢٥٨هـ) — ٥٩
 احمد بن المقدم بن سليمان لعجلي، ابو الاشعث البصري — (٢٥٣هـ) — ٥٩
 احمد بن ميمون، حافظ ابو جعفر البغوي ثم البغدادي الاصم — (٢٣٢هـ) — ٦٣
 احمد بن يوسف بن خالد الملهبي الازدي، حافظ ابو الحسن السلمي المعروف ببحدان — (٢٦٣هـ) — ١٠٥ — ١٠٣
 اخف بن قيس بن معاوية، ابو بكر — (٢٦٤هـ) — ٢٣٤
 ازرق، ابو محمد احمد بن الوليد بن عقبه بن الازرق — (٢١٢هـ) — ٣١
 ازهر بن مروان الرقاشي النواء مولى بنى هاشم لمقب به فرنج البصري — (٢٥٣هـ) — ٥٩

الازهرى ، ابو طالب محمد بن احمد — (٢٧٥ هـ) — ٩٢

اسامه بن زيد بن حارثه بن شراحيل بجلي — (٢٥٢ هـ) — ٣٠

اسباط بن محمد بن عبد الرحمن ، ابو محمد — (١٩٩ هـ) — ١٠٦

اسحاق بن ابراهيم بن جميل — ٦٢

اسحاق بن ابراهيم بن حبيب بن الشهيد الشهيدى ، ابو يعقوب البصرى — (٢٥٤ هـ) — ٥٩

اسحاق بن ابراهيم بن داود السواق البصرى — ٥٩

اسحاق بن ابراهيم الخطلى المعروف بابن راهويه ، امام ابو يعقوب — (٢٣٤ هـ) — ١٠

٨٦ - ٨٤ - ٨٨ - ٩١ - ٩٧ - ١٠٠ - ١٠٣ - ١٠٢ - ١٠٥ - ١١١ - ١١٣ - ١٢١ - ١٦٩ - ١٨٩

٢٠٦ - ٢٠٨ - ٢١١ - ٢١٥

اسحاق بن ابى اسرائيل ، ابو يعقوب — (٢٧٩ هـ) — ٢٦

اسحاق بن احمد زيرك — ٩٣

اسحاق بن اسمعيل بن عبد الاعلى ، ابو يعقوب — (٢٥٨ هـ) — ٤٩

اسحاق بن محمد تنوينى — ٢٢٢

اسحاق بن موسى الانصارى ، حافظ ابو موسى الخطلى المدينى — (٢٢٢ هـ) — ٣١

اسحاق بن وهب بن زياد العلاف ، ابو يعقوب الواسطى — (٢٥٥ هـ) — ٤١

اسد بن عمرو بجلي — (١٩٠ هـ) — ١٤ - ٩١ - ٩٢ - ١٩٣ - ١٩٥

اسد بن العنرات — ٢٢ - ١٩٣ - ١٩٥

اسد بن موسى اموى ، حافظ — (٢١٢ هـ) — ٢٠٦

اسرائيل بن يونس بن ابى اسحق ، ابو يوسف — (٢١٦ هـ) — ١٤ - ٢٢٨ - ٢٢٩

اسماعيل بن ابراهيم البالىسى — (٢٣٦ هـ) — ٤٩

اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة جعفى ، ابو الحسن (والد امام بخارى) — ١٨٥

اسماعيل بن ابى الحارث اسد بن شاين البغدادى ، ابو اسحق — (٢٥٨ هـ) — ٤٠

اسماعيل بن محمد بن احمد الكشانى ، ابو على — (٣٩١ هـ) — ٢٤

اسماعيل بن بشر بن منصور السليمى ، ابو بشر البصرى — (٢٥٥ هـ) — ٥٩ - ١١٢

اسماعيل بن بهرام بن يحيى الهمدانى ثم النجدي الوشار الكوفى — (٢٢١ هـ) — ٥٢

- اسمعيل بن توبه بن سليمان ، ابو سليمان قنزي بن حنفي — (٢٢٢٤هـ) — ١٢-٦
 اسمعيل بن جعفر بن ابى كثير المدني ، ابو اسحق — (٢٢٢٥هـ) — ٣٠-١٢
 اسمعيل بن حبان بن واقد الشافعي ، ابو اسحاق القنطاري الواسطي — ٤١
 اسمعيل بن حفص بن عمر الايلي ، ابو بكر الاودي البصري — (٢٢٢٦هـ) — ٥٩
 اسمعيل بن عبد الكريم صنعاني ، ابو هشام — (٢٢٢٧هـ) — ١٣٥-١٢٢
 اسمعيل بن عبد الله بن خالد القرشي الجعدي ، ابو عبد الله المعروف بالسكري — (٢٢٢٨هـ) — ٤٤
 اسمعيل بن عبد الله بن زرارعة ، ابو الحسن الرقي — (٢٢٢٩هـ) — ١٩
 اسمعيل بن عبيد بن عمر بن ابى كريمه ، ابو احمد الحراني — (٢٢٣٠هـ) — ٨٥
 اسمعيل بن عطاء الله جلبي ثم الملكي — ٢٢٣١
 اسمعيل بن حياش بن سلم ، ابو عتبة — (٢٢٣١هـ) — ١٢٤-٤٤
 اسمعيل بن محمد المعروف بابن بردس ، حافظ عماد الدين — (٢٢٣٢هـ) — ١٥٠
 اسمعيل بن محمد بن اسمعيل التميمي لطفي الكوفي — (٢٢٣٣هـ) — ٥٢
 اسمعيل بن موسى الفزازي المعروف بابن بنت السدي ، ابو محمد — (٢٢٣٥هـ) — ١١١-٥٣-٥٢
 اسمعيل شبيب دهلوي ، مولانا محمد — (٢٢٣٦هـ) — ٢٢٥
 اسود بن هلال المحاربي ، ابو سلام — (٢٢٣٧هـ) — ٣٩-٣٢
 اشج ، ابو سعيد عبد الله بن سعيد بن حسين الكندي ، شيخ الاسلام — (٢٢٣٨هـ) — ١٢٢-٥٠-٣٢
 اشهب بن عبد العزيز بن داود بن ابراهيم ، امام ابو عمرو — (٢٢٣٩هـ) — ١٩٨-١٦٢-١٦١
 اصبح بن خليل قنطاري — (٢٢٤٠هـ) — ٥٠-٣٩-٣٢
 اخمعي ، ابو سعيد عبد الملك بن قريش بن عبد الملك — (٢٢٤١هـ) — ٨٥
 اخمش ، امام ابو محمد سليمان بن مهران — (٢٢٤٢هـ) — ١٨٨-٩٢-٣٢-١٩
 امام اعظم — ابو حنيفة .
 امام باقر ، ابو جعفر محمد بن علي زين العابدين بن حسين بن علي بن ابى طالب — (٢٢٤٣هـ) — ١٣٩-٥٢
 امام الحرمين ابو المعالي عبد الملك بن عبد الله بن يوسف الجويني — (٢٢٤٤هـ) — ٤
 أم جبيب بنت ابى سفيان ، أم المؤمنين — (٢٢٤٥هـ) — ٢٢٣-٢٢٢
 امير بن مأكولا ، حافظ — ابن مأكولا

امير يافى، علامه محمد بن اسماعيل بن صلاح — (١١٨٢ هـ) — ١٦٠-١٦٣-٢١٩-٢٣٥-٢٣٦

امين، محمد بن بارون الرشيد بن المهدي، خليفه عباسي — (١١٩٨ هـ) — ١٨٣

انس بن مالك بن النضر، ابو حمزه — (١١٩٣ هـ) — ١٣-٥٢-١١٦-١١٤-١١٨-١١٩-١٢٠-

١٢٥-١٢٣-١٢٦-١٥٢-١٥٣-٢٢٢

أوزاعي، امام ابو عمرو وعبد الرحمن بن عمرو بن محمد — (١١٥٥ هـ) — ١٩-٤٢-٤٥-٨٤-١٥٤

١٨٤-١٨٩-٢٢١-٢٢٠

ايوب بن ابى تيمه كيسان السخيتاني، امام ابو بكر — (١١٣١ هـ) — ٥٢-٢٠٢

ايوب بن حسان الواسطي، ابو سليمان الدقاق — ٤١

ايوب بن الحسن نيشاپوري حنفي — (١٢٥٥ هـ) — ١٤-٢١٤

ايوب بن محمد بن ايوب الهاشمي البصري المعروف بالقلب — ٥٩-٦٠-١٢٢

ايوب بن محمد بن زياد الوزان، ابو محمد الرقي — (١٢٧٩ هـ) — ٨٥

ايوب بن موسى بن عمرو بن سعيد بن العاص — (١١٣٢ هـ) — ٢٢٣

ايوب بن هاني الكوفي — ٢٧٢

ايوب خلوتي، محدث — (١٢٨٥ هـ) — ١٤٥



بجينة — ٢٢٣٣

بخاري، امام ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة جعفي — (١٢٥٦ هـ) — ٣-٤

٦-٤-٨-٩-١٢-٢١-٢٤-٣١-٣٢-٣٥-٣٨-٣٩-٤٠-٤١-٤٢-٤٣-٤٤-٤٥-٤٦-٤٧-٤٨-٤٩-٥٠-٥١-٥٢

٥٣-٥٤-٥٥-٥٦-٥٧-٥٨-٥٩-٦٠-٦١-٦٢-٦٣-٦٤-٦٥-٦٦-٦٧-٦٨-٦٩-٧٠-٧١-٧٢-٧٣-٧٤-٧٥-٧٦-٧٧-٧٨-٧٩-٨٠-٨١-٨٢-٨٣-٨٤-٨٥-٨٦-٨٧-٨٨-٨٩-٩٠-٩١-٩٢

٩٣-٩٤-٩٥-٩٦-٩٧-٩٨-٩٩-١٠٠-١٠١-١٠٢-١٠٣-١٠٤-١٠٥-١٠٦-١٠٧-١٠٨-١٠٩-١١٠-١١١-١١٢-١١٣-١١٤-١١٥-١١٦-١١٧-١١٨-١١٩-١٢٠-١٢١-١٢٢-١٢٣-١٢٤-١٢٥-١٢٦-١٢٧-١٢٨-١٢٩-١٣٠-١٣١-١٣٢-١٣٣-١٣٤-١٣٥-١٣٦-١٣٧-١٣٨-١٣٩-١٤٠-١٤١-١٤٢-١٤٣-١٤٤-١٤٥-١٤٦-١٤٧-١٤٨-١٤٩-١٥٠-١٥١-١٥٢-١٥٣-١٥٤-١٥٥-١٥٦-١٥٧-١٥٨-١٥٩-١٦٠-١٦١-١٦٢-١٦٣-١٦٤-١٦٥-١٦٦-١٦٧-١٦٨-١٦٩-١٧٠-١٧١-١٧٢-١٧٣-١٧٤-١٧٥-١٧٦-١٧٧-١٧٨-١٧٩-١٨٠-١٨١-١٨٢-١٨٣-١٨٤-١٨٥-١٨٦-١٨٧-١٨٨-١٨٩-١٩٠-١٩١-١٩٢-١٩٣-١٩٤-١٩٥-١٩٦-١٩٧-١٩٨-١٩٩-٢٠٠-٢٠١-٢٠٢-٢٠٣-٢٠٤-٢٠٥-٢٠٦-٢٠٧-٢٠٨-٢٠٩-٢١٠-٢١١-٢١٢-٢١٣-٢١٤-٢١٥-٢١٦-٢١٧-٢١٨-٢١٩-٢٢٠-٢٢١-٢٢٢-٢٢٣-٢٢٤-٢٢٥-٢٢٦-٢٢٧-٢٢٨-٢٢٩-٢٣٠-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤-٢٣٥-٢٣٦-٢٣٧-٢٣٨-٢٣٩-٢٤٠-٢٤١-٢٤٢-٢٤٣-٢٤٤-٢٤٥-٢٤٦-٢٤٧-٢٤٨-٢٤٩-٢٥٠-٢٥١-٢٥٢-٢٥٣-٢٥٤-٢٥٥-٢٥٦-٢٥٧-٢٥٨-٢٥٩-٢٦٠-٢٦١-٢٦٢-٢٦٣-٢٦٤-٢٦٥-٢٦٦-٢٦٧-٢٦٨-٢٦٩-٢٧٠-٢٧١-٢٧٢-٢٧٣-٢٧٤-٢٧٥-٢٧٦-٢٧٧-٢٧٨-٢٧٩-٢٨٠-٢٨١-٢٨٢-٢٨٣-٢٨٤-٢٨٥-٢٨٦-٢٨٧-٢٨٨-٢٨٩-٢٩٠-٢٩١-٢٩٢-٢٩٣-٢٩٤-٢٩٥-٢٩٦-٢٩٧-٢٩٨-٢٩٩-٣٠٠-٣٠١-٣٠٢-٣٠٣-٣٠٤-٣٠٥-٣٠٦-٣٠٧-٣٠٨-٣٠٩-٣١٠-٣١١-٣١٢-٣١٣-٣١٤-٣١٥-٣١٦-٣١٧-٣١٨-٣١٩-٣٢٠-٣٢١-٣٢٢-٣٢٣-٣٢٤-٣٢٥-٣٢٦-٣٢٧-٣٢٨-٣٢٩-٣٣٠-٣٣١-٣٣٢-٣٣٣-٣٣٤-٣٣٥-٣٣٦-٣٣٧-٣٣٨-٣٣٩-٣٤٠-٣٤١-٣٤٢-٣٤٣-٣٤٤-٣٤٥-٣٤٦-٣٤٧-٣٤٨-٣٤٩-٣٥٠-٣٥١-٣٥٢-٣٥٣-٣٥٤-٣٥٥-٣٥٦-٣٥٧-٣٥٨-٣٥٩-٣٦٠-٣٦١-٣٦٢-٣٦٣-٣٦٤-٣٦٥-٣٦٦-٣٦٧-٣٦٨-٣٦٩-٣٧٠-٣٧١-٣٧٢-٣٧٣-٣٧٤-٣٧٥-٣٧٦-٣٧٧-٣٧٨-٣٧٩-٣٨٠-٣٨١-٣٨٢-٣٨٣-٣٨٤-٣٨٥-٣٨٦-٣٨٧-٣٨٨-٣٨٩-٣٩٠-٣٩١-٣٩٢-٣٩٣-٣٩٤-٣٩٥-٣٩٦-٣٩٧-٣٩٨-٣٩٩-٤٠٠-٤٠١-٤٠٢-٤٠٣-٤٠٤-٤٠٥-٤٠٦-٤٠٧-٤٠٨-٤٠٩-٤١٠-٤١١-٤١٢-٤١٣-٤١٤-٤١٥-٤١٦-٤١٧-٤١٨-٤١٩-٤٢٠-٤٢١-٤٢٢-٤٢٣-٤٢٤-٤٢٥-٤٢٦-٤٢٧-٤٢٨-٤٢٩-٤٣٠-٤٣١-٤٣٢-٤٣٣-٤٣٤-٤٣٥-٤٣٦-٤٣٧-٤٣٨-٤٣٩-٤٤٠-٤٤١-٤٤٢-٤٤٣-٤٤٤-٤٤٥-٤٤٦-٤٤٧-٤٤٨-٤٤٩-٤٥٠-٤٥١-٤٥٢-٤٥٣-٤٥٤-٤٥٥-٤٥٦-٤٥٧-٤٥٨-٤٥٩-٤٦٠-٤٦١-٤٦٢-٤٦٣-٤٦٤-٤٦٥-٤٦٦-٤٦٧-٤٦٨-٤٦٩-٤٧٠-٤٧١-٤٧٢-٤٧٣-٤٧٤-٤٧٥-٤٧٦-٤٧٧-٤٧٨-٤٧٩-٤٨٠-٤٨١-٤٨٢-٤٨٣-٤٨٤-٤٨٥-٤٨٦-٤٨٧-٤٨٨-٤٨٩-٤٩٠-٤٩١-٤٩٢-٤٩٣-٤٩٤-٤٩٥-٤٩٦-٤٩٧-٤٩٨-٤٩٩-٥٠٠-٥٠١-٥٠٢-٥٠٣-٥٠٤-٥٠٥-٥٠٦-٥٠٧-٥٠٨-٥٠٩-٥١٠-٥١١-٥١٢-٥١٣-٥١٤-٥١٥-٥١٦-٥١٧-٥١٨-٥١٩-٥٢٠-٥٢١-٥٢٢-٥٢٣-٥٢٤-٥٢٥-٥٢٦-٥٢٧-٥٢٨-٥٢٩-٥٣٠-٥٣١-٥٣٢-٥٣٣-٥٣٤-٥٣٥-٥٣٦-٥٣٧-٥٣٨-٥٣٩-٥٤٠-٥٤١-٥٤٢-٥٤٣-٥٤٤-٥٤٥-٥٤٦-٥٤٧-٥٤٨-٥٤٩-٥٥٠-٥٥١-٥٥٢-٥٥٣-٥٥٤-٥٥٥-٥٥٦-٥٥٧-٥٥٨-٥٥٩-٥٦٠-٥٦١-٥٦٢-٥٦٣-٥٦٤-٥٦٥-٥٦٦-٥٦٧-٥٦٨-٥٦٩-٥٧٠-٥٧١-٥٧٢-٥٧٣-٥٧٤-٥٧٥-٥٧٦-٥٧٧-٥٧٨-٥٧٩-٥٨٠-٥٨١-٥٨٢-٥٨٣-٥٨٤-٥٨٥-٥٨٦-٥٨٧-٥٨٨-٥٨٩-٥٩٠-٥٩١-٥٩٢-٥٩٣-٥٩٤-٥٩٥-٥٩٦-٥٩٧-٥٩٨-٥٩٩-٦٠٠-٦٠١-٦٠٢-٦٠٣-٦٠٤-٦٠٥-٦٠٦-٦٠٧-٦٠٨-٦٠٩-٦١٠-٦١١-٦١٢-٦١٣-٦١٤-٦١٥-٦١٦-٦١٧-٦١٨-٦١٩-٦٢٠-٦٢١-٦٢٢-٦٢٣-٦٢٤-٦٢٥-٦٢٦-٦٢٧-٦٢٨-٦٢٩-٦٣٠-٦٣١-٦٣٢-٦٣٣-٦٣٤-٦٣٥-٦٣٦-٦٣٧-٦٣٨-٦٣٩-٦٤٠-٦٤١-٦٤٢-٦٤٣-٦٤٤-٦٤٥-٦٤٦-٦٤٧-٦٤٨-٦٤٩-٦٥٠-٦٥١-٦٥٢-٦٥٣-٦٥٤-٦٥٥-٦٥٦-٦٥٧-٦٥٨-٦٥٩-٦٦٠-٦٦١-٦٦٢-٦٦٣-٦٦٤-٦٦٥-٦٦٦-٦٦٧-٦٦٨-٦٦٩-٦٧٠-٦٧١-٦٧٢-٦٧٣-٦٧٤-٦٧٥-٦٧٦-٦٧٧-٦٧٨-٦٧٩-٦٨٠-٦٨١-٦٨٢-٦٨٣-٦٨٤-٦٨٥-٦٨٦-٦٨٧-٦٨٨-٦٨٩-٦٩٠-٦٩١-٦٩٢-٦٩٣-٦٩٤-٦٩٥-٦٩٦-٦٩٧-٦٩٨-٦٩٩-٧٠٠-٧٠١-٧٠٢-٧٠٣-٧٠٤-٧٠٥-٧٠٦-٧٠٧-٧٠٨-٧٠٩-٧١٠-٧١١-٧١٢-٧١٣-٧١٤-٧١٥-٧١٦-٧١٧-٧١٨-٧١٩-٧٢٠-٧٢١-٧٢٢-٧٢٣-٧٢٤-٧٢٥-٧٢٦-٧٢٧-٧٢٨-٧٢٩-٧٣٠-٧٣١-٧٣٢-٧٣٣-٧٣٤-٧٣٥-٧٣٦-٧٣٧-٧٣٨-٧٣٩-٧٤٠-٧٤١-٧٤٢-٧٤٣-٧٤٤-٧٤٥-٧٤٦-٧٤٧-٧٤٨-٧٤٩-٧٥٠-٧٥١-٧٥٢-٧٥٣-٧٥٤-٧٥٥-٧٥٦-٧٥٧-٧٥٨-٧٥٩-٧٦٠-٧٦١-٧٦٢-٧٦٣-٧٦٤-٧٦٥-٧٦٦-٧٦٧-٧٦٨-٧٦٩-٧٧٠-٧٧١-٧٧٢-٧٧٣-٧٧٤-٧٧٥-٧٧٦-٧٧٧-٧٧٨-٧٧٩-٧٨٠-٧٨١-٧٨٢-٧٨٣-٧٨٤-٧٨٥-٧٨٦-٧٨٧-٧٨٨-٧٨٩-٧٩٠-٧٩١-٧٩٢-٧٩٣-٧٩٤-٧٩٥-٧٩٦-٧٩٧-٧٩٨-٧٩٩-٨٠٠-٨٠١-٨٠٢-٨٠٣-٨٠٤-٨٠٥-٨٠٦-٨٠٧-٨٠٨-٨٠٩-٨١٠-٨١١-٨١٢-٨١٣-٨١٤-٨١٥-٨١٦-٨١٧-٨١٨-٨١٩-٨٢٠-٨٢١-٨٢٢-٨٢٣-٨٢٤-٨٢٥-٨٢٦-٨٢٧-٨٢٨-٨٢٩-٨٣٠-٨٣١-٨٣٢-٨٣٣-٨٣٤-٨٣٥-٨٣٦-٨٣٧-٨٣٨-٨٣٩-٨٤٠-٨٤١-٨٤٢-٨٤٣-٨٤٤-٨٤٥-٨٤٦-٨٤٧-٨٤٨-٨٤٩-٨٥٠-٨٥١-٨٥٢-٨٥٣-٨٥٤-٨٥٥-٨٥٦-٨٥٧-٨٥٨-٨٥٩-٨٦٠-٨٦١-٨٦٢-٨٦٣-٨٦٤-٨٦٥-٨٦٦-٨٦٧-٨٦٨-٨٦٩-٨٧٠-٨٧١-٨٧٢-٨٧٣-٨٧٤-٨٧٥-٨٧٦-٨٧٧-٨٧٨-٨٧٩-٨٨٠-٨٨١-٨٨٢-٨٨٣-٨٨٤-٨٨٥-٨٨٦-٨٨٧-٨٨٨-٨٨٩-٨٩٠-٨٩١-٨٩٢-٨٩٣-٨٩٤-٨٩٥-٨٩٦-٨٩٧-٨٩٨-٨٩٩-٩٠٠-٩٠١-٩٠٢-٩٠٣-٩٠٤-٩٠٥-٩٠٦-٩٠٧-٩٠٨-٩٠٩-٩١٠-٩١١-٩١٢-٩١٣-٩١٤-٩١٥-٩١٦-٩١٧-٩١٨-٩١٩-٩٢٠-٩٢١-٩٢٢-٩٢٣-٩٢٤-٩٢٥-٩٢٦-٩٢٧-٩٢٨-٩٢٩-٩٣٠-٩٣١-٩٣٢-٩٣٣-٩٣٤-٩٣٥-٩٣٦-٩٣٧-٩٣٨-٩٣٩-٩٤٠-٩٤١-٩٤٢-٩٤٣-٩٤٤-٩٤٥-٩٤٦-٩٤٧-٩٤٨-٩٤٩-٩٥٠-٩٥١-٩٥٢-٩٥٣-٩٥٤-٩٥٥-٩٥٦-٩٥٧-٩٥٨-٩٥٩-٩٦٠-٩٦١-٩٦٢-٩٦٣-٩٦٤-٩٦٥-٩٦٦-٩٦٧-٩٦٨-٩٦٩-٩٧٠-٩٧١-٩٧٢-٩٧٣-٩٧٤-٩٧٥-٩٧٦-٩٧٧-٩٧٨-٩٧٩-٩٨٠-٩٨١-٩٨٢-٩٨٣-٩٨٤-٩٨٥-٩٨٦-٩٨٧-٩٨٨-٩٨٩-٩٩٠-٩٩١-٩٩٢-٩٩٣-٩٩٤-٩٩٥-٩٩٦-٩٩٧-٩٩٨-٩٩٩-١٠٠٠-١٠٠١-١٠٠٢-١٠٠٣-١٠٠٤-١٠٠٥-١٠٠٦-١٠٠٧-١٠٠٨-١٠٠٩-١٠١٠-١٠١١-١٠١٢-١٠١٣-١٠١٤-١٠١٥-١٠١٦-١٠١٧-١٠١٨-١٠١٩-١٠٢٠-١٠٢١-١٠٢٢-١٠٢٣-١٠٢٤-١٠٢٥-١٠٢٦-١٠٢٧-١٠٢٨-١٠٢٩-١٠٣٠-١٠٣١-١٠٣٢-١٠٣٣-١٠٣٤-١٠٣٥-١٠٣٦-١٠٣٧-١٠٣٨-١٠٣٩-١٠٤٠-١٠٤١-١٠٤٢-١٠٤٣-١٠٤٤-١٠٤٥-١٠٤٦-١٠٤٧-١٠٤٨-١٠٤٩-١٠٥٠-١٠٥١-١٠٥٢-١٠٥٣-١٠٥٤-١٠٥٥-١٠٥٦-١٠٥٧-١٠٥٨-١٠٥٩-١٠٦٠-١٠٦١-١٠٦٢-١٠٦٣-١٠٦٤-١٠٦٥-١٠٦٦-١٠٦٧-١٠٦٨-١٠٦٩-١٠٧٠-١٠٧١-١٠٧٢-١٠٧٣-١٠٧٤-١٠٧٥-١٠٧٦-١٠٧٧-١٠٧٨-١٠٧٩-١٠٨٠-١٠٨١-١٠٨٢-١٠٨٣-١٠٨٤-١٠٨٥-١٠٨٦-١٠٨٧-١٠٨٨-١٠٨٩-١٠٩٠-١٠٩١-١٠٩٢-١٠٩٣-١٠٩٤-١٠٩٥-١٠٩٦-١٠٩٧-١٠٩٨-١٠٩٩-١١٠٠-١١٠١-١١٠٢-١١٠٣-١١٠٤-١١٠٥-١١٠٦-١١٠٧-١١٠٨-١١٠٩-١١١٠-١١١١-١١١٢-١١١٣-١١١٤-١١١٥-١١١٦-١١١٧-١١١٨-١١١٩-١١٢٠-١١٢١-١١٢٢-١١٢٣-١١٢٤-١١٢٥-١١٢٦-١١٢٧-١١٢٨-١١٢٩-١١٣٠-١١٣١-١١٣٢-١١٣٣-١١٣٤-١١٣٥-١١٣٦-١١٣٧-١١٣٨-١١٣٩-١١٤٠-١١٤١-١١٤٢-١١٤٣-١١٤٤-١١٤٥-١١٤٦-١١٤٧-١١٤٨-١١٤٩-١١٥٠-١١٥١-١١٥٢-١١٥٣-١١٥٤-١١٥٥-١١٥٦-١١٥٧-١١٥٨-١١٥٩-١١٦٠-١١٦١-١١٦٢-١١٦٣-١١٦٤-١١٦٥-١١٦٦-١١٦٧-١١٦٨-١١٦٩-١١٧٠-١١٧١-١١٧٢-١١٧٣-١١٧٤-١١٧٥-١١٧٦-١١٧٧-١١٧٨-١١٧٩-١١٨٠-١١٨١-١١٨٢-١١٨٣-١١٨٤-١١٨٥-١١٨٦-١١٨٧-١١٨٨-١١٨٩-١١٩٠-١١٩١-١١٩٢-١١٩٣-١١٩٤-١١٩٥-١١٩٦-١١٩٧-١١٩٨-١١٩٩-١٢٠٠-١٢٠١-١٢٠٢-١٢٠٣-١٢٠٤-١٢٠٥-١٢٠٦-١٢٠٧-١٢٠٨-١٢٠٩-١٢١٠-١٢١١-١٢١٢-١٢١٣-١٢١٤-١٢١٥-١٢١٦-١٢١٧-١٢١٨-١٢١٩-١٢٢٠-١٢٢١-١٢٢٢-١٢٢٣-١٢٢٤-١٢٢٥-١٢٢٦-١٢٢٧-١٢٢٨-١٢٢٩-١٢٣٠-١٢٣١-١٢٣٢-١٢٣٣-١٢٣٤-١٢٣٥-١٢٣٦-١٢٣٧-١٢٣٨-١٢٣٩-١٢٤٠-١٢٤١-١٢٤٢-١٢٤٣-١٢٤٤-١٢٤٥-١٢٤٦-١٢٤٧-١٢٤٨-١٢٤٩-١٢٥٠-١٢٥١-١٢٥٢-١٢٥٣-١٢٥٤-١٢٥٥-١٢٥٦-١٢٥٧-١٢٥٨-١٢٥٩-١٢٦٠-١٢٦١-١٢٦٢-١٢٦٣-١٢٦٤-١٢٦٥-١٢٦٦-١٢٦٧-١٢٦٨-١٢٦٩-١٢٧٠-١٢٧١-١٢٧٢-١٢٧٣-١٢٧٤-١٢٧٥-١٢٧٦-١٢٧٧-١٢٧٨-١٢٧٩-١٢٨٠-١٢٨١-١٢٨٢-١٢٨٣-١٢٨٤-١٢٨٥-١٢٨٦-١٢٨٧-١٢٨٨-١٢٨٩-١٢٩٠-١٢٩١-١٢٩٢-١٢٩٣-١٢٩٤-١٢٩٥-١٢٩٦-١٢٩٧-١٢٩٨-١٢٩٩-١٣٠٠-١٣٠١-١٣٠٢-١٣٠٣-١٣٠٤-١٣٠٥-١٣٠٦-١٣٠٧-١٣٠٨-١٣٠٩-١٣١٠-١٣١١-١٣١٢-١٣١٣-١٣١٤-١٣١٥-١٣١٦-١٣١٧-١٣١٨-١٣١٩-١٣٢٠-١٣٢١-١٣٢٢-١٣٢٣-١٣٢٤-١٣٢٥-١٣٢٦-١٣٢٧-١٣٢٨-١٣٢٩-١٣٣٠-١٣٣١-١٣٣٢-١٣٣٣-١٣٣٤-١٣٣٥-١٣٣٦-١٣٣٧-١٣٣٨-١٣٣٩-١٣٤٠-١٣٤١-١٣٤٢-١٣٤٣-١٣٤٤-١٣٤٥-١٣٤٦-١٣٤٧-١٣٤٨-١٣٤٩-١٣٥٠-١٣٥١-١٣٥٢-١٣٥٣-١٣٥٤-١٣٥٥-١٣٥٦-١٣٥٧-١٣٥٨-١٣٥٩-١٣٦٠-١٣٦١-١٣٦٢-١٣٦٣-١٣٦٤-١٣٦٥-١٣٦٦-١٣٦٧-١٣٦٨-١٣٦٩-١٣٧٠-١٣٧١-١٣٧٢-١٣٧٣-١٣٧٤-١٣٧٥-١٣٧٦-١٣٧٧-١٣٧٨-١٣٧٩-١٣٨٠-١٣٨١-١٣٨٢-١٣٨٣-١٣٨٤-١٣٨٥-١٣٨٦-١٣٨٧-١٣٨٨-١٣٨٩-١٣٩٠-١٣٩١-١٣٩٢-١٣٩٣-١٣٩٤-١٣٩٥-١٣٩٦-١٣٩٧-١٣٩٨-١٣٩٩-١٤٠٠-١٤٠١-١٤٠٢-١٤٠٣-١٤٠٤-١٤٠٥-١٤٠٦-١٤٠٧-١٤٠٨-١٤٠٩-١٤١٠-١٤١١-١٤١٢-١٤١٣-١٤١٤-١٤١٥-١٤١٦-١٤١٧-١٤١٨-١٤١٩-١٤٢٠-١٤٢١-١٤٢٢-١٤٢٣-١٤٢٤-١٤٢٥-١٤٢٦-١٤٢٧-١٤٢٨-١٤٢٩-١٤٣٠-١٤٣١-١٤٣٢-١٤٣٣-١٤٣٤-١٤٣٥-١٤٣٦-١٤٣٧-١٤٣٨-١٤٣٩-١٤٤٠-١٤٤١-١٤٤٢-١٤٤٣-١٤٤٤-١٤٤٥-١٤٤٦-١٤٤٧-١٤٤٨-١٤٤٩-١٤٥٠-١٤٥١-١٤٥٢-١٤٥٣-١٤٥٤-١٤٥٥-١٤٥٦-١٤٥٧-١٤٥٨-١٤٥٩-١٤٦٠-١٤٦١-١٤٦٢-١٤٦٣-١٤٦٤-١٤٦٥-١٤٦٦-١٤٦٧-١٤٦٨-١٤٦٩-١٤٧٠-١٤٧١-١٤٧٢-١٤٧٣-١٤٧٤-١٤٧٥-١٤٧٦-١٤٧٧-١٤٧٨-١٤٧٩-١٤٨٠-١٤٨١-١٤٨٢-١٤٨٣-١٤٨٤-١٤٨

- بدر الدين زر كشي، ابو عبد الله محمد بن بھادر بن عبد الله — (٤٩٢ هـ) — ١٩٢
 بدر الدين عيني، حافظ ابو محمد محمود بن احمد بن موسى بن احمد — (٥٥٥ هـ) — ١١٤
 بركاء بن عازب بن الحارث بن عدي، ابو عماره — (١٤٢ هـ) — ٣٥-٣
 برهان الدين ابراهيم بن محمد المعروف بسبط ابن العجي، حافظ — (٨٣١ هـ) — ٢٣٦
 برهان الدين مرغيناني، شيخ الاسلام ابو الحسن علي بن ابى بكر — (٥٩٣ هـ) — ١٩٦-٢٢٩
 بزيده بن الحبيب الاسلمي — (٦٢٠ هـ) — ١١٢-١٨١
 بسر بن عبيد الله الحنزي — ١٦
 بسر الفاتني (ابو الحسن بشري بن ميس الفاتني) — (٣٣١ هـ) — ٢٢
 بشر بن آدم بن يزيد البصري الاصغر، ابو عبد الرحمن — (٢٥٢ هـ) — ٥٩
 بشر بن معاذ العقدي، ابو سهل البصري الضمير — (٢٢٥ هـ) — ٥٩
 بشر بن مفضل بن لاحق، امام ابو سفيان — (٢٨٦ هـ) — ١٨٩
 بشر بن بلال الصواف، ابو محمد النخعي البصري — (٢٤٤ هـ) — ٥٩-٦٠
 بشير بن خنيك سدوسي، ابو الشفاء — ١٢٥
 بقوي، امام ابو محمد الحسين بن مسعود بن محمد المعروف بابن الفراء — (٥١٦ هـ) — ١٩٤
 بقي بن مخلد، شيخ الاسلام ابو عبد الرحمن — (٢٤٦ هـ) — ٣٩-١٢١-١٢٢
 بقيه بن الوليد الكلاعي، ابو محمد — (٢٩٤ هـ) — ١٩-٤٤
 بكار بن قتيبة بن اسد، ابو بكره — (٢٤٠ هـ) — ٣
 بكر بن خلف البصري، ابو بشر — (٢٣٠ هـ) — ٥٩-٦٠
 بكر بن عبد الوهاب المدني — (بعد ٢٥٥ هـ) — ٣١
 بكر بن محمد بن علي زر نجري، شمس الائمة ابو الفضل — (٥١٢ هـ) — ٢٤
 بكري، نور الدين ابو الحسن علي بن يعقوب بن جبريل — (٤٢٣ هـ) — ٨٦
 بلقيش، علامه صالح بن عيسى بن رسلان — (٨٦٥ هـ) — ٢١٥
 بنار امام ابو بكر محمد بن بشار بن عثمان العبدى البصري، حافظ — محمد بن بشار
 بهاء الدين بن محمد نقشبندى بخارى، خواجه — (٤٩١ هـ) — ٨-٤
 بهدله — ٢١

بهز بن اسد، ابو الاسود — (١٩٤ هـ) — ٢٣٣

بوصيري، حافظ شهاب الدين — (٨٢٠ هـ) — ٢٢٠-٢٢١-٢٢٤

بويطى، امام ابو يعقوب يوسف بن يحيى المصرى — (٢٣١ هـ) — ٢٥-٨٠

بنيهي، امام ابو بكر احمد بن الحسين بن علي بن عبد الله — (٢٥٨ هـ) — ٤-٨٤-٨٨-١٠٨

١٠٩-١٣٨-١٢٠-٢٠٠



تاج الدين سبكي، علامه — سبكي

تاج الدين قلعي حنفى، شيخ — (١٤١)

ترمذى، امام ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة — (٢٤٩ هـ) — ٦-٤-٨-٩-١٨-١٤

١٩-٣١-٣٥-٥٢-٥٦-٦٢-٦٨-٦٩-٧١-٧٦-٨٤-١٠٠

١٠٥-١١٩-١٣٨-١٣٩-١٣١-١٣٢-١٣٣-١٣٥-١٤٦-١٨١-١٨٢-١٨٨

٢١٨-٢١٩-٢٢٦-٢٢٤-٢٢٨-٢٢٩-٢٣٠-٢٣٨

تقى الدين بن دقيق العيد، شيخ الاسلام محمد بن الشيخ محمد الدين على بن وهب — (٤٠٢ هـ) — ١٢٩

تقى الدين سبكي، حافظ ابو الحسن على بن عبد الكافي بن علي بن تمام — (٤٥٦ هـ) — ٢١٩

تيم بن المنتصر الهاشمى مولا هم الواسطى — (٢٢٣ هـ) — ٤١



ثابت — (والد امام ابو حنيفه) — ١١٤

ثابت بن اسلم البسناني، امام ابو محمد — (١١٨ هـ) — ٥٣-٢٢٢-٢٢٤

ثمامه بن عبد الله بن انس بن مالك — ١٢٣

ثنا الله پاني پتي، قاضى — (٢٢٥ هـ) — ٨-٤

ثورى، امام — سفيان ثورى



جابر بن عبد الله بن عمرو انصارى، ابو عبد الله — (٤٢٤ هـ) — ١٢-٢٤-٨١-١١٨-١٢٣-١٢٤

جابر جعفی — (۱۲۴ هـ) — ۱۸۸ — ۲۲۹ — ۲۳۰

جارود بن یزید ، ابو علی — ۱۱۱

جامی ، ملا نورالدین عبدالرحمن بن احمد — (۸۹۸ هـ) — ۸

جبارة بن یحییٰ بن الحنفی ، ابو محمد الکوفی — (۲۷۱ هـ) — ۵۲ — ۵۳ — ۱۱۹ — ۱۲۰ — ۱۲۱ — ۱۲۲

جبرئیل علیه السلام ، (روح القدس) — ۱۳۳

جبریر بن عبدالحمید ، حافظ ابو عبداللہ الضبی الکوفی — (۸۸۸ هـ) — ۱۴ — ۸۶

جبریر بن عبداللہ بن جابر ، ابو عمرو — (۵۱۰ هـ) — ۲۲ — ۲۵

جعفر بن ادريس — ۸ — ۱۲۲ — ۱۲۶ — ۲۲۲

جعفر بن محمد الصادق ، ابو عبداللہ — (۱۷۸ هـ) — ۳

جعفر بن محمد القنریانی ، حافظ ابو بکر — (۳۰۱ هـ) — ۲۲

جعفر بن مسافر بن راشد ، ابو صالح التمیمی البذلّی مولاهم — (۲۵۲ هـ) — ۸۳ — ۸۴

جمال الدین ابوالمحسن یوسف ابن تغری بردی حنبلی — ابن تغری بردی

جمال الدین زیلعی ، حافظ — زیلعی

جمال الدین مرزی ، حافظ ابوالمحسن الحاج — (۴۲۲ هـ) — ۵۲ — ۵۴ — ۶۸ — ۷۲ — ۷۴ — ۸۲ — ۸۴

۸۸ — ۹۳ — ۱۰۱ — ۱۰۲ — ۱۱۳ — ۱۲۵ — ۱۵۰ — ۱۸۱ — ۱۸۲ — ۲۳۵ — ۲۳۷ — ۲۳۹ — ۲۴۲

جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی لحتکی الجعفی ، ابو الحسن البصری — ۸۵

جشنید بغدادی ، ابو القاسم — (۲۹۸ هـ) — ۶۵ — ۶۶

جهم بن صفوان — (جد ۱۲۸ هـ) — ۱۸۷

جوهری ، حافظ ابراهیم بن سعید ابو اسحق الطبری — (۲۴۴ هـ) — ۶۶

جوینی ، عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن حیوئے الشافعی — (۲۳۹ هـ) — ۷

جیون ، ملا احمد — (۱۳۰۰ هـ) — ۱۴۰ — ۱۴۱

ج

چلبی ، ملا کاتب مصطفیٰ ابن عبداللہ — (۱۰۶۷ هـ) — ۲۸

چنگیز خان ، تاتاری — (۶۲۴ هـ) — ۱۰۲

ح

حاتم بن بکر بن غیلان النضبی، ابو عمر و البصری الصیرفی — ۵۹ - ۶۰

حارث بن عبد کلال — ۱۳۶ - ۱۳۸

حارث بن عبد اللہ الاعور، ابو زبیر — (س ۶۵) — ۱۸۸

حارث بن محمد بن ابی اسامہ — (س ۲۸۲) — ۲۰ - ۲۲۵

حارث لیشی — ۳۹

حارثی، امام — ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث

حافظ الدین ابن البراز کردی، امام — کردی

حاکم کبیر — ابو احمد نیشاپوری، حافظ

حاکم نیشاپوری، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ — (س ۲۰۵) — ۴ - ۸ - ۱۵ - ۱۴ - ۱۸ -

۲۹ - ۳۵ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۲ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۵ - ۷۱ - ۸۱ - ۹۸ - ۱۰۱ - ۱۰۵ - ۱۰۸ - ۱۱۱ -

۱۳۵ - ۱۳۸ - ۱۴۳ - ۱۸۰ - ۲۰۶ - ۲۰۸ - ۲۱۵ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۲۵ - ۲۲۷ - ۲۳۰ -

حامد بن محمد بن شعیب بن الحنفی المدنی، ابو العباس — (س ۳۰۹) — ۱۳۸

حبيب بن ابی عمرۃ القصاب، ابو عبد اللہ — (س ۱۴۲) — ۲۲۸

حبیب بن ثابت — ۲۲۷

حبیش بن بشر ثقفی، ابو عبد اللہ الفقیه الطوسی — (س ۲۵۸) — ۷۰

حجاج بن الشاعر، ابو محمد — (س ۲۵۷) — ۹۱

حجاج بن یوسف ابن حکم، ابو محمد ثقفی — (س ۹۵) — ۷۱

حذیفه بن الیمان، ابو عبد اللہ — (س ۳۶) — ۳۷ - ۷۳

حرمله بن یحیی، حافظ ابو حفص اشجینی مولا اہم المصری — (س ۲۲۳) — ۸۰ - ۸۲

حریر بن عثمان بن جبرجی، ابو عثمان — (س ۱۶۲) — ۷۷ - ۱۸۰

حسام الدین راشدی، سید — ۲۲۵

حسان بن زید — ۱۲۷

حسن بصری، امام ابو سعید — (س ۵۴) — ۵۴ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۵۷ - ۱۶۸ - ۱۹۹ - ۲۲۷ -

الحسن بن حماد بن کبیر الحضرمی، ابو علی البغدادی المعروف بتجاره — (س ۲۲۱) — ۷۰

حسن بن داود، أبو محمد المديني المتكدرى — (٢٢٧هـ) — ٣١

الحسن بن رشيق العسكري، أبو محمد — ٢٢٥-٢١٩

حسن بن زياد كوكبوسى، إمام أبو علي — (٢٠٢هـ) — ٢٠٩-١٨-٨٩-١٤٥-١٩٥-١٩٦

حسن بن سفيان بن عامر بن عبد العزيز بن النعمان الشيباني السري، حافظ أبو العباس — (٣٠٣هـ) — ١٣٨

حسن بن صالح — (١٦٩هـ) — ٢٣٠

الحسن بن عرفة، أبو علي العبدى البغدادى المتوذب — (٢٥٤هـ) — ٤٠
حسن بن علي بن بحر — ٤١

حسن بن علي بن عفان العامرى، أبو محمد الكوفي — (٢٤٤هـ) — ٥٢

حسن بن عمرو بن أمية ضمرى — ١٢٢

حسن بن قنبر بن عبيد الهاشمى، أبو علي — (٢٥٠هـ) — ٥٩

حسن بن محمد (برادر علي بن محمد طنافسى) — ١١-١٢

حسن بن مدرك بن بشير السدوسى، أبو علي البصرى الطحان الحافظ — ٥٢

الحسن بن يحيى بن الجعد العبدى، أبو علي بن أبى الربيع الجرجاني البغدادى — (٢٦٣هـ) — ٤٠

حسين بن أبى السرى متوكل بن عبد الرحمن بن حسان الهاشمى مولا هم العطائى — (٢٢٠هـ) — ٤٨-٢٢٢

حسين بن اسحاق شترى — (٢٢٩هـ) — ١٢

الحسين بن بيان البغدادى — ٤٠-٤١

حسين بن جنيده الدامغانى القومى — ١٠٢

حسين بن حسن بن حرب السلى المروزي — (٢٢٦هـ) — ٣٥

حسين بن سلمة بن سمعيل الازدى الطحان البصرى — (٢٥٠هـ) — ٥٩

الحسين بن عبد الرحمن، أبو علي الجرجاسى — (٢٥٣هـ) — ٤٣

حسين بن علي بن برانباد — ٢٢٢

حسين بن علي بن محمد طنافسى (قاضى شتروين) — ١١

حسين بن محمد بن حاتم معروف بن عبيد الجبلى، أبو علي — (٢٩٢هـ) — ٩٣

الحسين بن محمد بن شنبه الواسطى، أبو عبد الله البزار — ٤١

الحسين بن هدي بن مالك الايلي، ابو سعيد البصري — (٢٢٤هـ) — ٥٩

حسين بن واقد المروزي، ابو عبد الله — (١٥٩هـ) — ١١٢

حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب — ٢٢٣

حفص بن عبد الله بن راشد، امام ابو عمرو — (٢٠٩هـ) — ١٠٣

حفص بن عمر بن عبد العزيز بن هيب الازدي، ابو عمر الدوري المقرئ الضريح الاصغر — (٢٢٥هـ) — ٤٢

حفص بن عمرو بن ربال، ابو عمر الرقاشي البصري — (٢٥٨هـ) — ٥٩

حفص بن غياث بن طلق، قاضي ابو عمر — (١٩٢هـ) — ١١ - ٦٤ - ١٢٤ - ١٩٥ - ٢٢٨

حكم بن ايوب — ١٤٣

حكم بن عتيبة، حافظ ابو عمر — (١١٣هـ) — ٢٢٢

حكيم ترمذي، ابو عبد الله محمد بن علي بن الحسن بن بشر — ١٣٥

حلواني، حافظ ابو محمد حسن بن علي بن محمد النخّال — (٢٢٢هـ) — ٣٢٢ - ٣٥

حلواني، شمس الائمة عبد العزيز بن احمد بن نصر بن صالح — (٢٢٢هـ) — ٢٤

حماد بن ابى حنيفة النخّان — (٢٢٢هـ) — ١٤٢ - ١٩٣ - ١٤٦

حماد بن ابى سليمان — (٢٢٢هـ) — ٨٩ - ١٥٨ - ١٤٥

حماد بن زيد — (٢٢٢هـ) — ٥٢ - ٢٢٤

حماد بن سلمه — (٢٢٢هـ) — ١٨ - ٢٢٢ - ٥٢ - ١٢٣ - ١٨٤ - ١٨٩ - ٢٢٢

حماد بن شاذان نسي، ابو محمد الوراق — (٢٢٢هـ) — ٢١٣ - ٢١٢ - ٢١٢

حمدان نيشاپوري، حافظ — احمد بن يوسف بن خالد المهبلي الازدي

حمد بن محمد، ابو سليمان خطابي — (٢٢٢هـ) — ٢٢٣

حمدون (محمد) بن عماره البغدادي، ابو جعفر البزار — (٢٢٢هـ) — ٤٠ - ٤١ - ١١٥

حمزة اسدي — ٢١

حمزة بن جبيب بن عماره بن سماعيل الزيات، ابو عماره — (١٥٦هـ) — ٢١

حمزة بن محمد بن علي بن عباس الكنانى، حافظ ابو القاسم — (٢٢٢هـ) — ١٢٩ - ٢١٩

حميد بن مسعود بن المبارك السامي الباهلي، ابو علي البصري — (٢٢٢هـ) — ٥٩ - ١١١

حميد بن نافع مدني، ابو صالح — ٢٢٣

مُجِيدِي، ابوبكر عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبد الله بن اسامة — (٢١٩ هـ) — ٣١ —
١٠٩ — ٢٢٣

حنبل بن سحج بن حنبل، ابو علي الشيباني — (٢٤٣ هـ) — ٢٠٩ —
حنظله بن ابى شفيان عبد الرحمن بن صفوان، حافظ — (١٥١ هـ) — ٣١ —
حوشره بن محمد بن قديم المقي، ابوالازهر البصري الوراق — (٢٥٦ هـ) — ٥٩ —
حيدر حسن خان توكي، مولانا — ٢٠٢ —
حيوة بن شريح، امام الوزر عتيبي مصري — (١٥٥ هـ) — ٨٠ —

خ

خارجة بن زيد بن ثابت انصاري — (٢٩٩ هـ) — ٢٩ — ٣٠ — ١٢٩ —
خالد (امير بخارا) — ١٠٩ —
خالد بن حيان الرقي الخزاز — (١٩١ هـ) — ٢٢٢ —
خالد بن صلح (قاضي مرو) — ١٠ —
خالد بن معدان بن ابى كريب، ابو عبد الله الكلاعي — (١٠٣ هـ) — ١٢٤ —
ختلي، احمد بن جعفر (محمد) بن سلم — (٣٦٥ هـ) — ٢٢ —
خنزرجي، علامه — صفى الدين خنزرجي —
نصاف، امام ابوبكر احمد بن عمر — (٢٦١ هـ) — ١٩٦ —
خطيب بغدادى، حافظ ابوبكر احمد بن علي بن ثابت بن مهدي — (٢٦٣ هـ) — ١٥ — ٢٣ — ٢٥ —
٣١ — ٣٢ — ٥٤ — ٦٢ — ٦٤ — ٨٣ — ١٠١ — ١٠٥ — ١١٢ — ١١٦ — ١١٤ — ١٣٥ — ١٩٢ —
١٤٥ — ١٤٦ — ١٦٤ — ١٤٥ — ١٨٥ — ١٩٨ — ٢٠٠ — ٢٠٢ — ٢٢٢ — ٢٢٥ — ٢٢٤ —
خلف بن ايوب عامري بلخي، ابوسعيد — (٣٠٥ هـ) — ١٤ — ١٨ — ١١٣ —
خلف بن خليفة الواسطي — (١٨١ هـ) — ١٢ —
خلف بن سالم — (٢٣٨ هـ) — ٦٥ — ٤٦ —
خلف بن محمد بن عيسى الخشاب القافلاني، ابوالحسين بن ابى عبد الله الواسطي المعروف بكردوس — (٢٤٣ هـ) — ٤١ —
خليل بن احمد بن عبد الرحمن الازدي القراهمدي البصري — (١٦٢ هـ) — ٥٢ —

الخليل بن عمرو الشافعي، ابو عمرو البراز البغوي — (٢٣٩ هـ) — ٤٠

خليل، حافظ ابو يعلى خليل بن عبد الله بن احمد القزويني — (٢٣٦ هـ) — ٢ - ٣ - ١٢ - ١٣ - ١٤ -

٢٣ - ٢٨ - ٢٩ - ٤٦ - ٨٢ - ١٠٦ - ١١٢ - ١٢٢ - ٢١٢ - ٢٢٢ - ٢٢٥ -

خوارزمي، محدث — محمد بن محمود خوارزمي

د

داود بن ابى العوام — ٣٤

داود بن رشيد الهاشمي مولا هم الخوارزمي البغدادي، ابو الفضل — (٢٣٩ هـ) — ٦٨ - ٤٠

داود بن سليمان بن حفص العسكري، ابو سهل الدقاق السامري المعروف به نبال — ٤٢

داود بن نصير الطائي، امام ابو سليمان — (٢٦٥ هـ) — ١٩٢ - ١٩٥

داود بن علي بن خلف ظاهري، امام ابو سليمان — (٢٤٠ هـ) — ٩٣

دارقطني، حافظ ابو الحسن علي بن عمر بن احمد بن مهدي — (٢٨٥ هـ) — ٤ - ١٩ - ٣٨ - ٥٥ -

٥٦ - ٦٤ - ٦٩ - ٨٥ - ٨٤ - ٩٦ - ١٠٢ - ١٠٤ - ١١٦ - ١١٤ - ١٣٤ - ١٦٢ - ١٦٣ -

١٩٦ - ٢٠٠ - ٢٠٣ - ٢١٨ - ٢١٩ -

دارمي، ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد — (٢٥٥ هـ)

٤ - ٨ - ١٢ - ١٥ - ١٦ - ١٣٨ - ١٣٦ - ١٦٠ - ١٤٦ - ١٨١ - ٢٢٨ - ٢٢٩ - ٢٣٥ -

٢٣٦ - ٢٣٤ -

دجيم، عبد الرحمن بن ابراهيم بن عمرو بن ميمون الاموي، حافظ ابو سعيد الدمشقي القاضي المعروف

بدجيم الحافظ ابن اليتيم — (٢٣٥ هـ) — ٤٥ - ٢٢٠ -

دنياطي، حافظ ابو محمد عبد المؤمن بن خلف بن ابى الحسن بن شرف — (٢٤٥ هـ) — ٢٣ -

دولابي، حافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد — (٢٣٠ هـ) — ٥٦ -

ذ

ذهبي، حافظ ابو عبد الله شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان — (٢٨٥ هـ) — ١١ - ١٤ - ١٨ -

٢٠ - ٢١ - ٢٢ - ٢٣ - ٢٥ - ٢٦ - ٢٨ - ٢٩ - ٣٠ - ٣١ - ٣٢ - ٣٣ - ٣٥ - ٣٨ -

رفيع بن الفرج البزار، ابو الحسن البغدادي — (٢٥٨هـ) — ٤٠ - ٤١

ز

زائدة بن ثارم، امام الواصلت — (٢١٦هـ) — ٢٢٩

زاهد كوثري، محدث — كوثري

زبير بن بكار، حافظ ابو عبد الله بن ابى بكر قرشي اسدي مكي — (٢٥٦هـ) — ٣٢

زبير بن العوام، ابو عبد الله — (٢٣٦هـ) — ٣٢

زبير بن نجيش — (٢٥٢هـ) — ٣٩

زرقاني، ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف — (٢٣٢هـ) — ١٨٢

زعفراني، حافظ ابو علي حسن بن محمد بن صباح البغدادي — (٢٦٠هـ) — ٦٣ - ٦٦

زفر بن الهذيل الغبري، امام — (٢٥٨هـ) — ١٤ - ٢٠ - ٥٦ - ١٤٢ - ١٤٣ - ١٨٣ - ١٩٢

١٩٦ - ١٩٥

زكريا الاشقر الاسكندراني — ٨٠

زكريا بن محمد بن احمد انصاري، شيخ الاسلام ابو يحيى — (٢٩٢هـ) — ٨٠

زكريا ساجي، محدث — (٢٨٢هـ) — ٢٢٣

زنجويه بن محمد — ١٠٦

زندوستي، امام ابو علي حسين بن يحيى البخاري — ١٨٦

زهريري، امام ابو بكر محمد بن مسلم بن شهاب — (٢٣٥هـ) — ٣٠ - ٩٢ - ١٣٤ - ١٣٩ - ١٣٦ - ١٣٧

١٣٨ - ١٣٤ - ١٥٥ - ١٥٦ - ١٥٤ - ١٥٥ - ١٦١ - ١٩٣ - ٢٠٢

زهير بن حرب، حافظ ابو خيثمة — ابو خيثمة

زهير بن محمد بن قيس، حافظ ابو محمد المروزي — (٢٥٤هـ) — ٩٤

زياد بن ايوب بن زياد طوسي، ابو هاشم — (٢٥٢هـ) — ١٢

زياد بن يحيى بن حسان الحسافي، ابو الخطاب النكري البصري — (٢٥٣هـ) — ٥٩

زيد بن اخزم، ابو طالب الطائي البصري الحافظ — (٢٥٤هـ) — ٥٥

زيد بن ثابت بن ابي حنيفة — (٢٥٥هـ) — ١٣٦ - ١٥٩ - ١٦٩ - ١٤٠ - ١٩٠ - ١٩١

زید بن عیاش ، ابو عیاش — ۲۳۰

زینبی ، امام حافظ ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن محمد — (۶۲ھ) — ۷۲

۱۳۷-۱۹۶-۱۹۸

زینب بنت ابی سلمہ — ۲۲۳

زینب بنت جحش بن رباب الاسدی ، ام المؤمنین — (۲۰ھ) — ۲۲۰

زین الدین عراقی ، حافظ — عراقی

س

سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب — (۱۰۵ھ) — ۲۹-۱۳۹-۱۵۶-۱۹۰-۲۰۲

سبط ابن الجوزی ، شمس الدین ابو مظفر یوسف بن قزّاز علی بن عبداللہ — (۵۴ھ) — ۱۱۶-۱۱۸

سبکی ، علامۃ تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب بن تقی الدین — (۱۱ھ) — ۹-۲۲-۶۰-۶۱

۶۳-۶۵-۸۲-۹۲-۹۵-۱۰۳-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۲-۲۱۹-۲۲۳

سخاوی ، حافظ شمس الدین ابو النخیر محمد بن عبدالرحمن — (۹۰۲ھ) — ۲-۳۸-۳۰-۴۲

۴۳-۴۸-۶۳-۹۲-۹۹-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۳-۱۸۸-۲۱۸

۲۲۳-۲۲۴

سرخسی شمس اللہ ابو حامد محمد بن احمد بن ابی سہل — (۳۸۳ھ) — ۱۹۶

سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ، ابو اسحق — (۱۲۵ھ) — ۲۲۳

سعد بن ابی وقاص ، ابو اسحق — (۵۵ھ) — ۲۷-۳۹-۲۳۰

سعدون — ۲۲۴

سعدون مالکی — ۲۲-۲۵

سجد بن ابی سجد نیشاپوری — ۱۱۶

سجد بن جبیر — (۹۴ھ) — ۳۱-۴۱-۱۴۵-۲۰۲-۲۲۸

سجد بن زید بن عمرو بن نفیل ، ابو الاعور — (۵۵ھ) — ۳۹

سجد بن یسکین ، حافظ ابو علی — (۳۵۳ھ) — ۲۲۳-۲۳۲

سجد بن سلیمان ، ابو عثمان واسطی معروف بہ سعد و بیہ — (۲۲۵ھ) — ۱۶

سعيد بن العاص بن ابى ايحيم بن سعيد بن العاص بن أمية — (٥٩٥ هـ) — ٥

سعيد بن خروان بن علي، ابو عثمان البغدادي — (٢٥٢ هـ) — ١١٢

سعيد بن المسيب، ابو محمد — (٩٢ هـ) — ١٦-٢٩-٣٠-١٣٤-١٥٤-١٩٠-١٩٩-٢٠٢

سعيد بن منصور بن شعبه خراساني، ابو عثمان — (٢٢٦ هـ) — ٣١-١٠٦-٢١٥

سعيد بن يحيى بن الازهر الواسطي، ابو عثمان — (٢٢٢ هـ) — ٤١

سفيان بن زياد بن آدم العقيلي، ابو سعيد البصري البلدي الموزني — ٥٩

سفيان بن سعيد ثوري، امام ابو عبد الله — (١٦١ هـ) — ١٩-٣١-٦٥-٤٥-٨٤-١٢٦

١٦١-١٦٣-١٦٦-١٦٨-١٨٢-١٨٢-١٨٥-١٨٦-١٨٤-١٨٩-١٩٢-٢١٢-٢٢١

٢٢٢-٢٢٩-٢٣٠

سفيان بن عيينه — ابن عيينه

سفيان بن وكيع بن الجراح الرزازي، ابو محمد الكوفي — (٢٢٤ هـ) — ٥٢-٥٣

سلام الله شيخ — ١٦٢-١٦٣

سلمان الفارسي، ابو عبد الله — (٣٢٢ هـ) — ٦-٢٣٠

سلم بن جادة بن سلم السوائي العامري، ابو السائب الكوفي — (٢٥٢ هـ) — ٥٢

سلم بن قيس العلوي البصري — ١٢٦

سلمه بن شبيب النيشاپوري، حافظ ابو عبد الرحمن الحارثي لمسي — (٢٢٦ هـ) — ٣٥

سليمان ابن بنت شريك، ابو ايوب — (٢٣٢ هـ) — ٤٥

سليمان بن بلال — (١٤٢ هـ) — ٣٠

سليمان بن قوبة النهرواني، ابو داود البغدادي — (٢٦١ هـ) — ٤٠-٤١

سليمان بن حرب، حافظ ابو ايوب — (٢٢٢ هـ) — ٢١-٢٢

سليمان بن خارج بن زيد بن ثابت الانصاري — ٣٠

سليمان بن سمرة بن جندب الفزاري — ١٣٢

سليمان بن شعيب بن سليمان الكيساني — (٢٤٨ هـ) — ١٦٤

سليمان بن عبد الله بن الزبير تقي — ٢٣٢

سليمان بن قيس الاشكري — ١٢٢

سليمان بن يزيد ترويني — ۲۳۴
 سليمان بن يسار — (سنة ۳۰۰-۲۹۹)
 سليمان بن طرخان التيمي، ابو المعتمر — (سنة ۱۴۳)
 سليمان ندوي، علامه سيد — (سنة ۱۶۱-۱۶۳-۱۶۱)
 سليمان، حافظ ابو الفضل احمد بن علي بن عمرو — (سنة ۱۶۳-۹۲)
 سمرة بن جندب بن لؤلؤ الفزاري — (سنة ۱۴۳)
 سمعاني، علامه حافظ ابو سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور — (سنة ۲۲-۸-۳-۲)
 ۲۲۴-۱۸۵-۱۴۲-۱۶۶-۸۳-۷۳-۲۴-۲۵-۲۲
 سمويه — ۱۳۵

سهل بن ابي سهل، حافظ — سهل بن زنجيد
 سهل بن الحق بن ابراهيم المازني، ابو هشام الواسطي — ۱۱۵-۷۱
 سهل بن زنجيد، حافظ ابو عمرو الرازي الخطاط الاشر — (سنة ۸۶)
 سهل بن مزاحم — ۱۰
 سويد بن سجد حدثاني، حافظ — (سنة ۱۱۱-۷۳)
 سيبويه، ابو بشر عمرو بن عثمان البصري — (سنة ۵۳)
 سيوطي، علامه حافظ جلال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن الكمال — (سنة ۳۰-۱۱-۹-۷)
 ۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۷-۱۵۵-۱۵۱-۱۲۵-۱۱۸-۹۹-۷۹-۴۳-۳۱
 ۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۷-۱۵۵-۱۵۱-۱۲۵-۱۱۸-۹۹-۷۹-۴۳-۳۱
 ۲۳۵-۲۳۳-۲۲۶-۲۱۸-۲۱۶-۲۰۸-۱۹۸-۱۹۱-۱۸۷-۱۸۴-۱۸۲-۱۷۷
 ۲۲۶-۲۳۸

ش

شاذ كوفي، حافظ ابو ايوب سليمان بن داود بن بشر بن زياد — (سنة ۵۷)
 شافعي، امام ابو عبد الله محمد بن ادريس بن العباس بن عثمان — (سنة ۲۵-۲۴-۱۷-۱)
 ۱۶۳-۱۱۹-۸۷-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۵-۶۷-۶۶-۶۵-۶۳-۴۷-۳۵-۲۷
 ۲۲۶-۲۲۳-۲۲۱-۱۸۶-۱۸۱-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷

شامی، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی — (۹۳۲ھ) — ۴ — ۲۸ — ۱۴۵

شاه پور، ذوالاکتاف — ۴

رشباک — ۱۳۶

رشبلی نعمانی، علامہ — (۳۳۲ھ) — ۱۶۱ — ۱۴۱ — ۱۹۵

شجاع بن مخلد الفلاس، ابو الفضل البغوی — (۲۳۵ھ) — ۷

شداد بن اؤس بن ثابت — (۶۳ھ) — ۷۹

شداد بن حکیم بلخی — (۲۱۰ھ) — ۱۴۳

شداد بن عبد الرحمن، ابوردیہ — ۱۱۸

شربیل بن عبد کلال — ۱۳۶

شرف الدین ابوالحسن علی بن الفضل مالکی، حافظ — (۶۱۱ھ) — ۱۳۸

شرنج بن الحارث بن قیس، قاضی ابوامیہ — (۷۵ھ) — ۳۹ — ۱۹۱

شریک بن عبد اللہ بن ابی شریک النخعی، ابو عبد اللہ — (۷۱ھ) — ۴۲

شعبہ بن الحجاج، امام ابوبسطام — (۱۶۰ھ) — ۳۱ — ۶۱ — ۶۸ — ۱۳۳ — ۱۶۲ — ۱۶۶

۱۸۸ — ۱۸۹ — ۲۳۰ — ۲۴۳

شعبی، امام — عام شعبی

شعرائی، امام ابوالموہب عبد الوہاب بن احمد بن علی — (۹۴۳ھ) — ۶۶ — ۱۶۸ — ۱۸۸

شعیب بن ابی حمزہ (دینار)، ابوبشر — (۱۶۲ھ) — ۷۷

شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص — ۱۳۰ — ۱۳۱

شعیق بن ابراہیم بلخی، ابو علی — (۱۹۲ھ) — ۱۹

شمس الائمہ بکر بن محمد — بکر بن محمد بن علی زرنجری

شمس الائمہ حلوانی — حلوانی

شمس الدین ابن خلکان، مؤرخ — ابن خلکان

شمس الدین ذہبی، حافظ — ذہبی

شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی، حافظ — سخاوی

شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی، حافظ — ابن طولون دمشقی

شمس الدين محمد بن محمد بن علي بن يوسف المعروف بابن الجزري، حافظ ابو الخير (٢٨٣هـ) —

٢٠٩ - ٢١٠

ص

صالح بن ابني عريب — ٩٠

صالح بن احمد بن جنبل، ابو الفضل (٢٦٥هـ) — ٢٠٩ - ٥٥

صالح بن محمد بن يحيى بن سعيد القطان — ٦٠ - ٥٩

صالح بن محمد بن حنبل، حافظ ابو علي الاسدي البغدادي (٢٩٢هـ) — ٦٢ - ٥٨ - ٢٥

٩٢ - ٩٥ - ١٠٢ - ١٠٦ - ١٨٥

صالح بن ابيشم الواسطي، ابو شبيب الصيرفي الطحان — ٤٢

صالح فلاني، محدث (٣١٨هـ) — ١٤٩ - ١٤٨

صدر الائمة، مكّي = موفق بن احمد

صديق حسن خان قنوجي، نواب ابو الطيب (٣٠٤هـ) — ١ - ٦ - ٤ - ٨ - ١١١

١٤٤ - ٢٣٢ - ٢٣٥ - ٢٣١

صفوان بن سليم (٢٢٢هـ) — ١٠٣

صفى الدين خنرجي، علامة شيخ — ٢٣٥ - ١١٠ - ١٠٥ - ١٠٢ - ٨٦ - ٨٢ - ٥٢ - ١٩

صلاح الدين خليل بن كيكدي علائي، حافظ ابو سعيد (٤٦١هـ) — ٢٣٦ - ٢٣٥

صيداني، حافظ = ابو يوسف صيدلاني -

صنيرزي، محدث ابو عبد الله حسين بن علي بن محمد (٢٣٦هـ) — ٦٢ - ٥٦ - ٢١

٨٢ - ١٦٦ - ٢٢٥

ض

ضحاك بن مخلد النسيب = ابو عاصم النسيب

ضمرة بن ربيعة، ابو عبد الله (٢٠٢هـ) — ٢٣٢

ط

طاووس بن كيسان، ابو عبد الرحمن — (١٦٠ هـ) — ١٥٤

طاهر بن صالح حبز اترى، شيخ — (١٣٣٨ هـ) — ١٨٣

طبراني، حافظ ابو القاسم سليمان بن احمد بن ايوب — (٣٦٠ هـ) — ٣٨ — ١٣٥ — ١٣٨

١٤٣

طبري، امام ابو جعفر محمد بن جبرير بن يزيد — (٣١٠ هـ) — ٦٣ — ٦٨ — ٢٠٠

طحاوي، امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلام بن سلمه — (٣٣١ هـ) — ٣ — ٥٦ — ٨١

٨٨ — ١٦٤ — ١٤٣ — ١٨٥ — ١٩٢ — ١٩٥ — ١٩٦

طيح بن خويلد بن نوفل اسدي — (٢١٠ هـ) — ٣

ع

عائشة بنت عجرد — ١١٦

عائشة صديقة بنت ابى بكر صديق، ام المؤمنين — (٥٥٨ هـ) — ٣٠ — ٣٩ — ٦٦ — ١٥٢

١٥٥ — ١٤٠ — ١٩٠ — ١٩٣

عاصم بن سليمان الاحول، ابو عبد الرحمن — (١٣٢ هـ) — ١٥٤

عاصم بن ابى الجود، ابو بكر الاسدي — (١٢٤ هـ) — ٣٩ — ٣١ — ٢٢٠

عاصم بن علي — ابو الحسين عاصم بن علي بن عاصم واسطي

عاصم بن كليب بن شهاب — (١٣٤ هـ) — ١١٨

عامر بن شراحيل شجعي، امام ابو عمرو — (١٠٣ هـ) — ١٦ — ٣٤ — ٢٢ — ١٣٨ — ١٢٢

١٢٦ — ١٢٤ — ١٥٤ — ١٥٨ — ١٥٩ — ١٩٠ — ١٩١ — ١٩٣

عقباد بن العوام بن عمر بن عبد الله، ابو هبل — (١٨٣ هـ) — ٢٣٤

عقباد بن الوليد بن خالد الخبزي، ابو بدر البغدادي — (٢٥٨ هـ) — ٤٠

عباد بن يعقوب الرواحي الاسدي، ابو سعيد الكوفي — (٢٥٨ هـ) — ٥٢ — ٥٣ — ١٨٠

عباد بن الصامت، ابو الوليد — (٣٣٢ هـ) — ٣٣ — ٤٣ — ٤٩

- عباس بن جبراني بن يزيد بن ابي جيب البصري (عباسية) معروف بجدي — (٢٥٨هـ) — ٥٥
- عباس بن جعفر، ابو محمد بن ابي طالب البغدادي — (٢٥٨هـ) — ٤٠
- عباس بن عبد العظيم عتيري، ابو الفضل البصري الحافظ — (٢٦٦هـ) — ٥٥
- عباس بن عبد الله بن ابي عيسى الترقفي الباكساني، حافظ ابو محمد — ابو محمد عباس بن عبد الله بن ابي عيسى
- عباس بن عبد المطلب بن هاشم، ابو الفضل — (٢٣٢هـ) — ٢٢٤
- عباس بن عثمان بن محمد الجلي، ابو الفضل الدمشقي الرازي المعظم — (٢٣٩هـ) — ٤٤
- عباس بن عزيز القطان — ٨٠
- عباس بن مصعب المزوزي — ٢٦
- عباس بن الوليد بن صبح الخلال السلي، ابو الفضل الدمشقي — (٢٣٨هـ) — ٢٣٩-٤٤
- عباس دوري بن محمد بن حاتم، حافظ ابو الفضل — (٢٤١هـ) — ٩٨-٦٢
- عبدان بن احمد اهوازي، حافظ ابو محمد — (٢٤٦هـ) — ١٢٢
- عبدان بن عثمان مروزي، حافظ ابو عبد الرحمن — (٢٥٠هـ) — ١١٣-٩٢
- عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق، ابو الحسين الاموي الحافظ — (٢٥١هـ) — ٢٣٥-٥٦
- عبد بن محمد بن نصر، ابو محمد — (٢٥٩هـ) — ٢٠
- عبد التواب ملتاني، مولوي — ٥٠
- عبد الحق محدث دهلوي، شيخ ابو المجد — (٢٥٢هـ) — ٢٢١-٢٠٥-٩٤
- عبد الحميد بن بيان، ابو الحسن التكري العطار الواسطي — (٢٥٢هـ) — ٤٢
- عبد الحميد بن جعفر بن عبد الله، ابو الفضل — (٢٥٣هـ) — ٩٠
- عبد ربه بن خالد بن عبد الملك النعيري، ابو الخليل البصري — (٢٥٢هـ) — ٥٩
- عبد الرحمن بن ابراهيم الدمشقي — دميم
- عبد الرحمن بن ابي حاتم — ابن ابي حاتم
- عبد الرحمن بن الاسود بن يزيد بن قيس — (٢٩٩هـ) — ٢٢٨
- عبد الرحمن بن بشر بن الحكم العبدي، ابو محمد النيسابوري — (٢٦٠هـ) — ٢٢٣-١١٢-١٠٢
- عبد الرحمن بن زاذان — (عبد الرحمن بن زياد) — ١١٨
- عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود الهذلي — (٢٤٩هـ) — ١٣٥

عبد الرحمن بن عبد الله بن سلم، ابو محمد بن الفزاري الملقب بجويه — ٥٩

عبد الرحمن بن عبد الوهاب النخعي البصري الصيرفي — ٥٩

عبد الرحمن بن عمر، ابو الحسين المعروف بابن حمة الخلال — (٣٩٤ هـ) — ٦٢

عبد الرحمن بن عسمر بن يزيد بن كثير الزهري، ابو الحسن الاصمعياني الازرق الملقب بهرسته —
(٢٢٦ هـ) — ١٠١

عبد الرحمن بن مهدي، حافظ البوسعيد — (١٩٨ هـ) — ١٣-١٠٢-١٠٦-١٦٧-١٨٩-٢٢٩

عبد الرحمن بن محمد الحارثي — (١٩٥ هـ) — ٢٢٤

عبد الرزاق بن تمام بن نافع، حافظ ابو بكر — (٢١١ هـ) — ١٣-٣٥-٥٥-٦٤-٩٢-١٠٠-
١٠٦-١٩١-٢٢٢

عبد السلام بن حرب بن سلم، حافظ ابو بكر — (١٨٤ هـ) — ٣١

عبد السلام بن عاصم الجعفي الريجاني الرازي — ١٠٠

عبد السلام حفي، مولانا — سلام الله، شيخ

عبد الصمد بن فضل — ١١٢

عبد العزيز بن ابى رزقه، ابو محمد — (٢٠٦ هـ) — ٣٤-٣٨

عبد العزيز بن محمد دراوردي، امام ابو محمد — (١٨٩ هـ) — ١٥٦-١٦١-٢٢٠

عبد العزيز بن مسلم القسبي، ابو زيد — (١٦٤ هـ) — ١٥٢

عبد العزيز بن ميثيب بن سلام بن الضريس، ابو الدرداء المروزي — (٢٦٤ هـ) — ١١٣

عبد العزيز بن محمد دهلوي، شاه — (٢٣٩ هـ) — ٢-١-١٤١-١٨٤-١٩٨-٢٠٩-٢٢٣-٢٣١

عبد الغني بن ابى سعيد مجددي دهلوي حفي، شيخ — (٢٩٥ هـ) — ٢٢٦

عبد الغني بن اسمعيل بن المصطفى حفي، محدث — (١١٢٣ هـ) — ٢٣٢

عبد الغني بن عبد الواحد مقدسي، حافظ ابو محمد — (٢٠٦ هـ) — ٢٣٣

عبد القادر القشري، حافظ ابو محمد محي الدين — (٥٤٥ هـ) — ١٢-١٦-١٤-٢١-٢٢-

٢٣-٢٩-٣١-٣٨-٥١-٥٦-٤٠-٨٦-٨٤-١٠١-١٠٣-١١١-١١٤-١٢١-١٢٤-

١٦٩-١٤٢-١٤٣-١٨٢-١٨٥-١٩٢-١٩٤-٢١٤-٢٢٠-٢٢٥-٢٣٤-

عبد القدوس بن محمد، ابو بكر الجبالي المعولي العطار البصري — ٥٩

عبد الكريم بن احمد بن شبيب نسائي — ٢١٩

عبد الله الاستاذ — ابو محمد عبد الله حارثي بخاري (جامع مسند امام ابو حنيفه)

عبد الله بن ابي اوفى الاسلمي — (٢١٦هـ) — ١١٦

عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم — (٢١٥هـ) — ١٥٥

عبد الله بن ابي حبيب المدني — ١١٨

عبد الله بن ابي داود التميمي، حافظ ابو بكر — (٢١٦هـ) — ٢١-٢٢-٢٣-٢٤-٥٠

٥٨-١٠٦-٢٠٣

عبد الله بن ابي نجيح، البوير — (٢١٦هـ) — ٣١

عبد الله بن احمد بن بشير بن ذكوان البهراني، ابو عمرو الدمشقي المقرئ — (٢٢٢هـ) — ٤٤

عبد الله بن احمد بن حنبل، ابو عبد الرحمن — (٢٢٩هـ) — ٢٣-٢٤-٢٥-٨٨-

١٢٢-٢٠٨-٢٠٩

عبد الله بن احمد بن محمد بن مهران — ٢١

عبد الله بن ادريس بن يزيد بن عبد الرحمن، امام ابو محمد الاودى الكوفي — (٢٩٢هـ) —

١١-٢٤-١٨١-١٨٢-١٨٣

عبد الله بن ابي، ابو محمد الجوهري، حافظ الملقب به بديع — (٢٥٤هـ) — ٥٥

عبد الله بن ابي بن محمد الناقض، ابو جعفر الواسطي — ٤٠

عبد الله بن ابيس الجعفي، ابو يحيى — (٢٥٢هـ) — ١٢

عبد الله بن بريده بن الحبيب، ابو سهل — (٢٥٥هـ) — ١٥-١١٢

عبد الله بن الجراح بن سعد التميمي، حافظ ابو محمد القهستاني — (٢٣٤هـ) — ١٠٥

عبد الله بن الحارث بن جزة الزبيدي، ابو الحارث — (٢٦٦هـ) — ١١٦-١١٤

عبد الله بن الحكم بن ابي زياد القطواني، ابو عبد الرحمن الكوفي — (٢٥٥هـ) — ٥٢

عبد الله بن دينار البهري، ابو محمد — ١٥٣-١٥٢

عبد الله بن الزبير بن العوام، ابو حبيب — (٢٤٣هـ) — ٢١-٢٠٢-٢٢٠

عبد الله بن سالم، ابو محمد الكوفي القزاز المعروف بالملجوج — (٢٣٥هـ) — ٥٣

عبد الله بن سالم بصري، محدث — ٢٢٦

عبد الله بن شداد بن الهاد، أبو الوليد — (٨٢هـ) — ٨١

عبد الله بن طاهر بن الحسين، أبو العباس — (٨٣هـ) — ٩٢

عبد الله بن عامر بن بزاد الأشعري، أبو عامر الكوفي — ٥٣

عبد الله بن عامر بن زرارعة، أبو محمد الكوفي — (٨٤هـ) — ٥٣

عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم، أبو العباس — (٨٥هـ) — ٣٢ — ٥٢ — ١٢٢

١٢٥ — ١٢٦ — ١٢٤ — ١٢٥ — ١٦٩ — ١٤٠ — ١٨٨ — ١٩٠ — ٢٢٠

عبد الله بن عبد الرحمن، إمام أبو محمد — دارمي

عبد الله بن محمد بن عبد العزيز كوفي، أبو القاسم — (٨٤هـ) — ١٣٨

عبد الله بن عبد الله بن عمر بن الخطاب، أبو عبد الرحمن — ١٣٩

عبد الله بن عبد المؤمن بن عثمان الأرحبي الواسطي الطويل — ٤٢

عبد الله بن عكيم، أبو عبد — ١٣٩

عبد الله بن عمر بن الخطاب، أبو عبد الرحمن — (٨٤هـ) — ١١٨ — ١٣٨ — ١٣٩ — ١٢٦ — ١٢٧

١٦٩ — ١٤٠ — ١٤٥ — ١٤٤ — ١٨٨ — ١٩٠ — ١٩٣ — ٢٠٢ — ٢٠٣ — ٢١٦ — ٢٢٠

عبد الله بن عمران بن أبي علي الأسدي، أبو علي الأصهباني — ١٠٠

عبد الله بن عمرو بن العاص، أبو محمد — (٨٥هـ) — ١٣٥ — ١٣٦ — ١٣٩ — ١٤٠ — ١٢١ — ١٢٢

عبد الله بن كثير بن المطالب القرشي، أبو مقبل — (٨٥هـ) — ٣١ — ٢١

عبد الله بن مالك ابن بكينة ازدی، أبو محمد — ١ — ٢٢٣

عبد الله بن المبارك بن واضح، إمام أبو عبد الرحمن — (٨١هـ) — ١٢ — ١٨ — ٢٦ — ٢٤

٢٩ — ٣٠ — ٨١ — ١٠٣ — ١١٢ — ١٦١ — ١٦٢ — ١٦٥ — ١٨٥ — ١٨٨ — ١٨٩ — ١٩٥ — ٢١٢

٢٢٢ — ٢٢٤

عبد الله بن المثنى بن عبد الله بن أنس، أبو المثنى — ١٢٣

عبد الله بن محمد بن إبراهيم، ابن أبي شيبة، حافظ أبو بكر — (٨٥هـ) — ٢٦

عبد الله بن محمد بن ربح بن المهاجر النخعي، أبو سعيد المصري — (٨٥هـ) — ٨٢

عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن بن المسور الزهري البصري — (٨٥هـ) — ٥٩

عبد الله بن محمد بن عبد الله مسدي، حافظ أبو جعفر — (٨٥هـ) — ١٨٥

عبد الله بن محمد بن عبد المؤمن بن يحيى — ٢٢٦

عبد الله بن محمد بن عبيد، حافظ — أبو بكر بن أبي الدنيا

عبد الله بن محمد بن عقیل، أبو محمد — (بعد ٢٢٧ هـ) — ١٢

عبد الله بن محمد بن وهب الدينوري، حافظ أبو محمد — (٢٠٨ هـ) — ٨٩ — ٢٢٢

عبد الله بن محمد بن يزيد بن ماجه — ١٢٣

عبد الله بن مسعود بن غافل، أبو عبد الرحمن — (٢٢ هـ) — ١٦ — ٣٣ — ٣٤ — ٣٩ — ٣٠ —

٢١ — ٢٢ — ٢٥ — ٤٢ — ١٢٥ — ١٥٨ — ١٥٩ — ١٦٥ — ١٦٩ — ١٤٠ — ١٨٢ — ١٩١ —

١٩٣ — ١٩٢ — ٢٢٨ — ٢٢٢

عبد الله بن معاوية بن موسى النحوي، أبو جعفر البصري — (٢٢٣ هـ) — ٥٩

عبد الله بن حمزة الخزازي، حافظ أبو هشام — (١٩٩ هـ) — ٥١

عبد الله بن هاشم بن حيان — (٢٥٥ هـ) — ١٠٢

عبد الله بن وهب بن مسلم، إمام أبو محمد — (١٩٤ هـ) — ١١ — ٤٢ — ٨٠ — ٨٢ — ١٢٢ —

١٨٨ — ١٨٩ — ١٩٢ — ١٩٨

عبد الله بن يزيد، حافظ أبو عبد الرحمن المقرئ مكي — (٢١٣ هـ) — ٣ — ٣١ — ٣٥ — ٥٩ — ١٦٦

عبد الله بن علي، البوير — ٩٥

عبد الله بن سفيان، شيخ — ١٤٢

عبد الملك بن مروان بن الحكم بن أبي العاص، أبو الوليد — (٢٨٦ هـ) — ٤٥

عبد بن عبد الله بن عبد الله بن أبي الصغار، أبو سهل البصري — (٢٥٨ هـ) — ٥٩

عبد الوارث بن عبد الصمد العبدي البصري — (٢٥٢ هـ) — ٥٩

عبدوس نيشاپوري، حافظ أبو محمد عبيد الله بن محمد بن مالك — (٢٨٢ هـ) — ١٦٥

عبد الوهاب بن الضحاك بن إبان السلمي العرضي، أبو الحارث الحمصي — (٢٣٥ هـ) — ٤٨

عبيد بن إسباط بن محمد، أبو محمد الكوفي — (٢٥٠ هـ) — ٥٣

عبيد الله بن الجهم الانطاقي البصري — (بعد ٢٣٩ هـ) — ٥٩ — ٦٠

عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود، أبو عبد الله — (٢٩٨ هـ) — ٢٩ — ٣٠ — ١٩٠

عبيد الله بن عبد الله بن عمر بن الخطاب — ٢٠٢

عبد الله بن عدي — (سنة ١٥) —

عبد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، ابو عثمان — (سنة ١٧٤) — ٣٠ - ٢٢٠

عبد الله بن عمر بن ميسرة قواريري، ابو شبيب — (سنة ٢٣٥) — ٢٠٨

عبد الله بن موسى العباسي، حافظ ابو محمد — (سنة ٢١٣) — ١٨٠ - ٢٠٦ - ٢٠٨

عبد الله بن يوسف الجعفي، ابو حفص البصري — (سنة ٢٥٠) — ٥٩

عبيدة بن عمرو التماري المرادي — (سنة ٤٢) — ٢٢٢

عثمان بن ابى شيبة، حافظ ابو الحسن — (سنة ٢٣٩) — ٢٦ - ٥٠ - ١٢١ - ٢٠٦ - ٢١٥

عثمان بن اسمعيل بن عمران الهذلي، ابو محمد المشقي — ٤٤

عثمان بن خسر زاذ، حافظ ابو عمرو — (سنة ٢٨١) — ٩١

عثمان بن سعيد بن خالد دارمي، حافظ ابو سعيد — (سنة ٢٨٠) — ١٠٢ - ١٣٨

عثمان بن عفان بن ابى العاص، امير المؤمنين ابو عمرو — (سنة ٣٥) — ٢ - ٣٠ - ٣٦ - ٩٢

١٢٢ - ١٩٠ - ٢٠٢ - ٢٢٠ - ٢٢٢

عجلي، حافظ ابو الحسن احمد بن عبد الله بن صالح — (سنة ٢٦١) — ٢١ - ٥٦ - ٨٦ - ١٠١ - ١٨٢

عدني، حافظ ابو عبد الله محمد بن يحيى بن ابى عمر — (سنة ٢٢٣) — ٣٥

عدي بن حاتم بن عبد الله الطائي — (سنة ٢٦٤) — ٣٤

عراقي، حافظ ابو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين — (سنة ٨٠٦) — ٢٢ - ٩٣ - ١١٦

١١٤ - ٢٣٦

عروة بن الزبير بن العوام، ابو عبد الله — (سنة ٩٢) — ٢٩ - ٣٠ - ١٩٠

عصمة بن الفضل النعماني، ابو الفضل النيسابوري — (سنة ٢٥٠) — ١١٢

عطاء بن ابى رباح المكي، ابو محمد — (سنة ١١٢) — ٣١ - ١١٨ - ١٥٤ - ١٦٨ - ١٨٨

١٩٠ - ٢٢٩

عطية بن سعد بن جنادة الوافي، ابو الحسن — (سنة ١١١) — ١١٨

عفان بن مسلم الصفار، حافظ ابو عثمان — (سنة ٢٢٢) — ٢١ - ٢٢

عقبة بن عامر الجهني — (سنة ٥٥) — ١٥

عقبة بن مكرم بن افلح العمي، حافظ ابو عبد الملك — (سنة ٢٢٣) — ٥٦ - ٥٤

علي بن سليمان الدمشقي الجمعي المالكي، شيخ — (بعد سنة ١٢٢٢) — ٢٢٦

علي بن عاصم — ابوالحسن علي بن عاصم بن صهيب واسطي

علي بن عبدالحسن دواليحي حسبي، محدث — (سنة ١٤٥)

علي بن عمرو بن الحارث الانصاري، اليوسيرة البغدادي — (سنة ٢٥٩) — ٤٠

علي بن محمد بن ابني النخيب القرشي الوشاء الكوفي — (سنة ٢٥٨) — ٥٣

علي بن محمد بن سلق، حافظ ابوالحسن الطناني — (سنة ٢٣٣) — ١١ - ٦

علي بن المديني، حافظ ابوالحسن — (سنة ٢٣٢) — ٢١ - ٢٥ - ٥٤ - ٨٦ - ٩٦ - ٩٤

١٠٦ - ١٢٢ - ٢١٢

علي بن مسهر، حافظ ابوالحسن — (سنة ١٨٩) — ١٨٢

علي بن المنذر بن زيد الادي، ابوالحسن الكوفي الطريقي — (سنة ٢٥٦) — ١٦ - ٥٣

علي بن ميمون الرقي، ابوالحسن العطار — (سنة ٢٣٥) — ٨٥ - ٢٢٢

علي بن هاشم بن مرزوق الهاشمي، ابوالحسن الرازي — ١٠٠

عماد الدين ابن كثير، حافظ — ابن كثير

عمار بن خالد بن يزيد الواسطي التمار، ابو الفضل — (سنة ٢٦٦) — ٤٢

عمار بن طالوت بن عباد الجدي البصري — ٦٠

عمار بن ياسر بن عمار بن مالك، ابواليقطان — (سنة ٣٤٠) — ٣٤ - ٢٢٢

عمران بن حصين بن عبّيد، ابو نجيد — (سنة ٢٥٢) — ٥٢

عمران بن عبد الرحيم بن ابني الورد — ١٦٣

عمران بن موسى بن حبان الليثي، ابو عمرو البصري القزاز — (بعد سنة ٢٢٢) — ٦٠

عمر بن ابراهيم العبدسي، ابو حفص — ٢٢٤

عمر بن ابني ربيع المخزومي، ابو الخطاب — (سنة ١٠٨) — ١٢٤ - ١٢٨

عمر بن حفص السدوسي — ٢١

عمر بن الخطاب، امير المؤمنين ابو حفص — (سنة ٢٣٣) — ١٦ - ٣٠ - ٣٤ - ٣٩ - ٢٠

٤٢ - ٨٠ - ١٣٤ - ١٣٨ - ١٣٩ - ١٥٣ - ١٥٢ - ١٥٦ - ١٦٥ - ١٤٠ - ١٤٤ - ١٨٢

١٩٠ - ١٩٣ - ٢٠٢ - ٢٢٩ - ٢٣٠

عمر بن شبة بن عبدة، حافظ أبو زيد الغيري البصري — (٢٩٢هـ) — ٥٤
عمر بن عبد العزيز بن مردان بن الحكم، أمير المؤمنين أبو حفص — (١٠٨هـ) — ١٣٤-١٣٩-

١٥٣-١٥٢-١٥٥-١٥٦-١٥٤-١٥٨

عمر بن اردون بن يزيد بن جابر البلخي، أبو حفص — (١٩٧هـ) — ١١٣

عمر بن بنت عبد الرحمن — (١٩٦هـ) — ١٥٢-١٥٥

عمر بن أبي عاصم الضحاك بن مخلد — (٢٧٢هـ) — ٤٤

عمر بن أبي عمرو — ١٤٢

عمر بن الحارث بن يعقوب الانصاري، البوامية — (٢٧٨هـ) — ٨٠

عمر بن حزم بن زيد الانصاري، الخزرجي، أبو الضحاك — (٢٥١هـ) — ١٣٤-١٣٩

عمر بن رافع، حافظ أبو جبر بخل — (٢٣٤هـ) — ٦-١٣

عمر بن سواد بن الاسود العامري السرجي، أبو محمد المصري — (٢٣٥هـ) — ٨٣

عمر بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص، أبو إبراهيم — (١١٨هـ)

١٣٤-١٢٠-١٢١-١٢٢

عمر بن العاص بن دائل، أبو محمد — (٢٣٣هـ) — ٣٣-٨٠-١٢٠

عمر بن عبد الله بن حنش الاودي الكوفي، أبو عثمان — ٥٣

عمر بن عبيد عابد المعتزلي، أبو عثمان — (١٢٢هـ) — ١٨٤

عمر بن عثمان بن سعيد بن كثير الجعفي، حافظ أبو حفص — (٢٥٠هـ) — ٤٤-٤٨

عمر بن علي الصيرفي الفلاس، حافظ أبو حفص — (٢٣٩هـ) — ٥١-٢٥-٥٤-١١١

عوام بن عباد بن العوام الواسطي — ٢٢٤

عون بن أبي جميلة اعمرابي، أبو سهل — (٢٢٦هـ) — ١٤

عون بن عبد الله بن عتبة، أبو عبد الله — (١٢٠هـ) — ١١٨

عياض، قاضي أبو الفضل — (٢٣٢هـ) — ١٨٢-١٨٣-١٩٨-٢١٦

عيسى بن أحمد عقتلان، أبو يحيى — (٢٦٨هـ) — ١١٣

عيسى بن حماد التميمي، أبو موسى المصري — (٢٣٨هـ) — ٨٣

عيسى بن محمد بن اسحاق، أبو عمير بن الخاس الرملي — (٢٥٨هـ) — ٤٨-٢٢٢

عيسى بن مريم عليها السلام — ٨٣

عيسى بن موسى غنjar، ابو احمد — (شماره ١٨٥)

عيسى بن يونس بن ابان الجزار، ابو موسى الرملي — (شماره ٢٢٢-٤٨)

عيسى بن يونس بن ابى اسحق الشيبى، حافظ ابو عمرو — (شماره ١٨٣-٢٢٠)

عيسى جعفرى مغربى، محدث — (شماره ١٨١)

غ

غزالى، امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد — (شماره ٢٢٣-٤)

غياث بن جعفر الشامى الرجبى — ٤٤

ف

فاطمه الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم — (شماره ٢٢٤)

فستج بن عمرو وراق — ١٠

فخر الحسن گنگوهى، مولانا — ٢٢٦

قزيرى، ابو عبد الله محمد بن يوسف بن مطهر بن صالح — (شماره ٢١٥-٢١٣-٢٤)

قزيرى، حافظ ابو عبد الله محمد بن يوسف بن واقد بن عثمان — (شماره ٩٢)

فسوى = يعقوب بن سفيان

فضاله بن عبید الانصارى، ابو محمد — (شماره ١٥)

فضل بن دكين (حمرو بن حماد بن زهير بن درهم)، حافظ ابو نعيم — (شماره ١٩)

فضلان بن صالح — ١٠٢

الفضل بن سهل بن عبد الله، ابو عبد الله ذوالرياستين — (شماره ١٠)

فضل بن الصباح البغدادمى، ابو العباس التمار — (شماره ٤٠)

فضل بن عباس بن عبد المطلب — (شماره ١١٨)

الفضل بن العباس الرازى معروف به فضلك الصانع، حافظ ابو بكر — (شماره ٨٩)

الفضل بن موسى السيناني، ابو عبد الله المروزي — (١٩١ هـ) — ١٢ — ١١٢

فضل بن يعقوب البصري، ابو العباس المعروف بالجزري — (٢٥٦ هـ) — ٦٠

فضلك الرازي، حافظ — الفضل بن العباس

الفضيل بن عياض، امام ابو علي التيمي الزبوعي — (١٨٤ هـ) — ٣١

فلاس، حافظ — عمرو بن علي فلاس

فهد بن عوف (زيد)، البوريجي — (٢١٩ هـ) — ٥٥

فيروز آبادي، علامه محمد الدين ابو طاهر محمد بن يعقوب بن محمد — (١٨٤ هـ) — ٢ — ٣٦

ق

قاسم بن اصبح، حافظ ابو محمد القسطلبي — (٢٢٧ هـ) — ٢٣ — ٢٩

قاسم بن زكريا بن دينار القرشي، ابو محمد الطحان الكوفي — (٢٣٥ هـ) — ٥٣

القاسم بن عباد — ١٦٢ — ١٦٥

قاسم بن قطلوبغا، حافظ زين الدين ابو العدل — (٢٤٩ هـ) — ٢٨ — ٢٠٠

قاسم بن محمد بن ابي بكر الصديقي، ابو محمد — (٢٦٠ هـ) — ٢٩ — ٣٠ — ٦٦ — ١٥٢ — ١٥٥

قاسم بن محمد بن عباد الازدي، ابو محمد البصري — ٤٠

قتاده بن دعامة، ابو الخطاب — (١١٤ هـ) — ٣٨ — ٣٩ — ٤١ — ٥٢ — ١٢٣ —

١٢٢ — ١٢٤ — ١٥٢ — ٢٢٤

قتيبة بن سعيد بن جميل، البورجاء — (٢٢٧ هـ) — ٥٢ — ١١٣

قشيري، امام ابو الحسين احمد بن محمد — (٢٢٨ هـ) — ٢٢٥

قفال، ابو بكر محمد بن علي بن سميع الشاشي — (٣٦٥ هـ) — ٨٢

قيس بن ابي حازم البجلي، ابو عبد الله — (٢٩٨ هـ) — ٢٠٤

قيس بن الربيع الاسدي، ابو محمد — (١٦٥ هـ) — ١٤ — ٢٢٨

ك

كاشاني، امام — علامه الدين كاشاني

کبشه بنت عبدالرحمن — ۱۵۵

کثیر بن سلیم ، ابوسلمه — ۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱

کثیر بن عبید بن نضیر المذحجی ، ابوالحسن المحضی الخزاز المقرئ — (شده) — ۷۸

کثیر بن قیس شامی — ۱۵

کثیر بن مروة الحضرمی ، ابوالقاسم — (شده) — ۹۰

کرامیسی ، ابوعلی الحسین بن علی بن یزید البخارادی — (شده) — ۶۳

کرفی ، امام ابوالحسن عبید اللہ بن الحسین — (شده) — ۱۹۶-۲۲۵

کردری ، علامه حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز — (شده) — ۱۸-۳

۱۸۲-۱۹۲

کرمانی ، شمس الدین محمد بن یوسف بن علی — (شده) — ۳۲

کسائی ، ابوالحسن علی بن حمزه الاسدی — (شده) — ۳۱-۲۱۲

کفوسی ، علامه محمود بن سلیمان — (شده) — ۲۲-۱۹۴

کمال الدین احمد بن الحسن السبایضی ، علامه — (شده) — ۱۶۵

کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی دیمیری ، ابوالبقار — (شده) — ۲۳۶

کو تکین بن ساتکین — ۹۲

کوثری ، محدث محمد زاهد — (شده) — ۱۴-۲۲-۲۲-۲۴-۲۸-۵۴-۱۱۸

۱۵۱-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۴۵-۲۱۲-۲۲۱-۲۲۶

گوئج ، حافظ ابویعقوب اسحق بن منصور بن بهرام المروزی — (شده) — ۱۰۵

ل

لالکائی ، حافظ ابوالقاسم هبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی — (شده) — ۶۲-۸۶

لیث بن سعد بن عبدالرحمن ، امام ابوالحارث — (شده) — ۲۱-۲۴-۸۰-۸۱

۸۲-۸۴-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۸

م

مالك بن النخعي ————— ٢٢٣

مالك بن انس أصحى، امام ابو عبد الله (١٤٩هـ) — ٩-١٦-٢٧-٢٥-٢٩-٣٠

107-107-107-118-118-11-60-60-79-70-0-89-86-81

124-125-126-127-128-129-130-131-132-133-134-135-136-137-138-139-140-141-142-143-144-145-146-147-148-149-150-151-152-153-154-155-156-157-158-159-160-161-162-163-164-165-166-167-168-169-170-171-172-173-174-175-176-177-178-179-180-181-182-183-184-185-186-187-188-189-190-191-192-193-194-195-196-197-198-199-200-201-202-203-204-205-206-207-208-209-210-211-212-213-214-215-216-217-218-219-220-221-222-223-224-225-226-227-228-229-230-231-232-233-234-235-236-237-238-239-240-241-242-243-244-245-246-247-248-249-250-251-252-253-254-255-256-257-258-259-260-261-262-263-264-265-266-267-268-269-270-271-272-273-274-275-276-277-278-279-280-281-282-283-284-285-286-287-288-289-290-291-292-293-294-295-296-297-298-299-300-301-302-303-304-305-306-307-308-309-310-311-312-313-314-315-316-317-318-319-320-321-322-323-324-325-326-327-328-329-330-331-332-333-334-335-336-337-338-339-340-341-342-343-344-345-346-347-348-349-350-351-352-353-354-355-356-357-358-359-360-361-362-363-364-365-366-367-368-369-370-371-372-373-374-375-376-377-378-379-380-381-382-383-384-385-386-387-388-389-390-391-392-393-394-395-396-397-398-399-400-401-402-403-404-405-406-407-408-409-410-411-412-413-414-415-416-417-418-419-420-421-422-423-424-425-426-427-428-429-430-431-432-433-434-435-436-437-438-439-440-441-442-443-444-445-446-447-448-449-450-451-452-453-454-455-456-457-458-459-460-461-462-463-464-465-466-467-468-469-470-471-472-473-474-475-476-477-478-479-480-481-482-483-484-485-486-487-488-489-490-491-492-493-494-495-496-497-498-499-500-501-502-503-504-505-506-507-508-509-510-511-512-513-514-515-516-517-518-519-520-521-522-523-524-525-526-527-528-529-530-531-532-533-534-535-536-537-538-539-540-541-542-543-544-545-546-547-548-549-550-551-552-553-554-555-556-557-558-559-560-561-562-563-564-565-566-567-568-569-570-571-572-573-574-575-576-577-578-579-580-581-582-583-584-585-586-587-588-589-590-591-592-593-594-595-596-597-598-599-600-601-602-603-604-605-606-607-608-609-610-611-612-613-614-615-616-617-618-619-620-621-622-623-624-625-626-627-628-629-630-631-632-633-634-635-636-637-638-639-640-641-642-643-644-645-646-647-648-649-650-651-652-653-654-655-656-657-658-659-660-661-662-663-664-665-666-667-668-669-670-671-672-673-674-675-676-677-678-679-680-681-682-683-684-685-686-687-688-689-690-691-692-693-694-695-696-697-698-699-700-701-702-703-704-705-706-707-708-709-710-711-712-713-714-715-716-717-718-719-720-721-722-723-724-725-726-727-728-729-730-731-732-733-734-735-736-737-738-739-740-741-742-743-744-745-746-747-748-749-750-751-752-753-754-755-756-757-758-759-760-761-762-763-764-765-766-767-768-769-770-771-772-773-774-775-776-777-778-779-780-781-782-783-784-785-786-787-788-789-790-791-792-793-794-795-796-797-798-799-800-801-802-803-804-805-806-807-808-809-810-811-812-813-814-815-816-817-818-819-820-821-822-823-824-825-826-827-828-829-830-831-832-833-834-835-836-837-838-839-840-841-842-843-844-845-846-847-848-849-850-851-852-853-854-855-856-857-858-859-860-861-862-863-864-865-866-867-868-869-870-871-872-873-874-875-876-877-878-879-880-881-882-883-884-885-886-887-888-889-890-891-892-893-894-895-896-897-898-899-900-901-902-903-904-905-906-907-908-909-910-911-912-913-914-915-916-917-918-919-920-921-922-923-924-925-926-927-928-929-930-931-932-933-934-935-936-937-938-939-940-941-942-943-944-945-946-947-948-949-950-951-952-953-954-955-956-957-958-959-960-961-962-963-964-965-966-967-968-969-970-971-972-973-974-975-976-977-978-979-980-981-982-983-984-985-986-987-988-989-990-991-992-993-994-995-996-997-998-999-1000-1001-1002-1003-1004-1005-1006-1007-1008-1009-1010-1011-1012-1013-1014-1015-1016-1017-1018-1019-1020-1021-1022-1023-1024-1025-1026-1027-1028-1029-1030-1031-1032-1033-1034-1035-1036-1037-1038-1039-1040-1041-1042-1043-1044-1045-1046-1047-1048-1049-1050-1051-1052-1053-1054-1055-1056-1057-1058-1059-1060-1061-1062-1063-1064-1065-1066-1067-1068-1069-1070-1071-1072-1073-1074-1075-1076-1077-1078-1079-1080-1081-1082-1083-1084-1085-1086-1087-1088-1089-1090-1091-1092-1093-1094-1095-1096-1097-1098-1099-1100-1101-1102-1103-1104-1105-1106-1107-1108-1109-1110-1111-1112-1113-1114-1115-1116-1117-

— 190—189—188—186—185—183—182—181—180—169—168—166

۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۱-۲۱۲-۲.۲-۲.۲-۱۹۸-۱۹۸-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱

۲۲۴-۲۲۵

مامون اصغر=====الواثق بالله

مأمون الرشيد عباسي، أبو العباس عبد الله — (٢١٨هـ) — ٩-١٠-١١-٢١-

187-188-189-190

المتوكل على الله عباسي، أبو الفضل جعفر — (٢٢٦/٢٢٤ هـ) — ٢٦ — ١٣٢

مجاہدین جبر، الواحجاج — (۱۳۲۲ھ) — ۱۳۱ — ۱۳۰

موسى النخوارزمى، ابو على الختلى — (٣٢٢ هـ) — ١

محبزة بن سفيان الشافعي البصري — ٦٠

مُحَارِبُ بْنُ دِنَارٍ السَّدُوسِيُّ، أَبُو مَطْرَفٍ — (١١٦هـ) — ١٤٥هـ

محب بن الشحنة — ۴

محرزين سلمه الملكى العدنى — (٣٣٢هـ) — ٣٥

محفوظین علیکم ، الوجزادہ — ۲۲۰

الحمد، رسول الله صلى الله عليه وسلم — (السلام) — ١-٢-٣-٤-٥-٦-٧-٨-٩-١٠-١١-١٢-١٣-١٤-١٥-١٦

44-45-46-47-48-49-50-51-52-53-54-55-56-57-58-59-60

- 1P - 119 - 11A - 117 - 115 - 112 - 109 - 90 - 89 - 88 - 81 - 64 - 6M

11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1041 1042 1043 1044 10

-158-154-153-152-148-146-143-132-130-129-128-124

2.3-199-191-190-189-188-186-185-178-176-177-159

-228-229-232-230-212-211-209-208-206-204-203-202

٢٢٩-٢٣٠-٢٣٢-٢٣٠-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤-٢٣٨

محمد، امام — محمد بن حسن شيباني

محمد بن جبراني، حافظ ابو عبد الله محمد بن محمد بن ربيع القيسي البصري — (٢٥٦هـ) — ٥٨

محمد بن آبان البلخي، حافظ ابو بكر المعروف محمدويه — (٢٧٤هـ) — ١١٣-١١٤

محمد بن ابراهيم بن جيبش بغوي — (٣٣٥هـ) — ١٤٥-١٤٦

محمد بن ابراهيم بن الحارث الشامي الدمشقي، ابو عبد الله الزاهد — ٤٤

محمد بن ابراهيم المعروف بابن الوزير الباني، علامة — (٣٨٠هـ) — ١٣٤-٣٣٣-٣٣٢

محمد بن ابي خالد، ابو بكر فتزويني طبري — ١٣

محمد بن احمد بن بلال شطوسي، ابو بكر — (٣١٠هـ) — ٥٠

محمد بن احمد بن الجراح، ابو عبد الرحيم الجوزجاني — (٢٧٥هـ) — ١١٢-١١٥

محمد بن احمد بن حفص، امام — ابو حفص صغير

محمد بن احمد بن سليمان الحافظ — ١٨٦

محمد بن ادريس — شافعي

محمد بن اسحق بن عون البكائي ثم العامري، ابو بكر الكوفي — (٣٦٢هـ) — ٥٣

محمد بن اسحق مسوح، حافظ — ٥٥

محمد بن اسمعيل اميركافي، علامة — اميركافي

محمد بن اسمعيل بن ابراهيم بن مغيرة بخاري، امام — بخاري

محمد بن اسمعيل بن ابي ضرار الضرائري، ابو صالح الرازي — ١٠٠

محمد بن اسمعيل بن البخترى الحناني، ابو عبيد الله الواسطي الضريبي — (٣٥٨هـ) — ٤٠

محمد بن اسمعيل بن سمرة الاحمسي، ابو جعفر الكوفي السراج — (٣٦٠هـ) — ٥٣

محمد بن الاسود فتزويني — ١٢٣

محمد بن بشير، بن دار، حافظ ابو بكر — (٢٥٢هـ) — ٥٤-٥٨-٩٠

محمد بن ثعلبة السدوسي البصري — ٦٠

محمد بن ثواب بن سعيد البصري، ابو عبد الله الكوفي — (٣٦٠هـ) — ٥٣

محمد بن جابر بن بكير بن عقبة المحاربي، ابو بكر الكوفي — (٣٥٦هـ) — ٥٣

محمد بن جبريط بن طبري، امام — طبري

محمد بن جعفر بن الزبير بن العوام — (١١٣٠ هـ) — ٢٠٢

محمد بن جعفر بن محمد بن اعيان — ٣

محمد بن جعفر السمناني القوسي، ابو جعفر بن ابى الحسين — ١٠٢

محمد بن جعفر الكتاني — (١٣٢٥ هـ) — ١٤٩

محمد بن الحارث بن راشد بن طارق الاموي، ابو عبد الله المعروف به صدره — (٢٣١ هـ) — ٨٣

محمد بن حرب — ابو بكر محمد بن حرب

محمد بن حسان بن فيروز الشيباني الازرق، ابو جعفر البغدادي — (٢٥٤ هـ) — ٤٠

محمد بن الحسن الشيباني، امام ابو عبد الله — (١٨٩ هـ) — ٩ - ١٢ - ١٤ - ٢٢ - ٢٣ - ٢٣ - ٢٣

٢٥ - ٢٦ - ٢٦ - ٤٠ - ٨٢ - ١٠١ - ١٠٩ - ١٥٣ - ١٩٣ - ١٩٩ - ١٤٠ - ١٤١ - ١٤٢

٢١٤ - ١٩٦ - ١٩٥ - ١٩٢ - ١٨٥ - ١٨٠ - ١٤٥ - ١٤٢

محمد بن حماد الطهراني، حافظ ابو عبد الله الرازي — (٢٤١ هـ) — ١٠٠

محمد بن محمد بن حيان التميمي، حافظ ابو عبد الله الرازي — (٢٤٥ هـ) — ٨٦ - ٩٣ - ١٠٠

محمد بن الحنفية (محمد بن علي بن ابى طالب) — (٢٨١ هـ) — ١٢٢

محمد بن خالد بن خداش المهلبى مولا ابيهم، ابو بكر الضرير البصري ثم البغدادي — ٤٠

محمد بن خالد بن عبد الله الواسطي الطحان — (٢٤٣ هـ) — ٤٢

محمد بن خالد بن محمد وهبي، محدث ابو يحيى — (قبل ١٩٠ هـ) — ١٤٦

محمد بن خلاد بن كثير الباهلي، ابو بكر البصري — (٢٣٠ هـ) — ٦٠

محمد بن خلف بن عمار العقلاي، ابو نصر — (٢٦٠ هـ) — ٤٨

محمد بن رافع بن ابى رافع النيسابوري، حافظ ابو عبد الله — (٢٢٥ هـ) — ١٠٣

محمد بن رافع بن المهاجر بن محمد بن سالم التجيبي، حافظ ابو عبد الله المصري — (٢٣٢ هـ) — ٨٢

محمد بن زهير بن محمد بن قيس — ٦٤

محمد بن زياد — ١٩

محمد بن زياد بن عبيد الله الزيايدي، ابو عبد الله البصري الملقب به يوتو — (٢٥٥ هـ) — ٦٠

محمد بن زياد الالباني، ابو سفيان — ١٨٠

محمد بن سعيد بن سابق، ابو عبد الله رازي — (٢١٦هـ) — ٦

محمد بن سعيد بن غالب البغدادي، ابو يحيى العطار (القطان) الضري — (٢١٦هـ) — ٤٠ — ١١٥

محمد بن سعيد بن يزيد بن ابراهيم التستري، ابو بكر البصري — ٦٠

محمد بن سعيد بن حسان مصلوب — ٢١١

محمد بن سلام السبيكندي، حافظ ابو عبد الله — (٢٢٥هـ) — ١٨٥

محمد بن سلمة بن عبد الله بن ابى قاطمة المرادي، ابو الحارث المصري الفقيه — (٢٢٨هـ) — ٨٣

محمد بن سليمان بن هشام اليشكري، ابو جعفر الشطوي البغدادي الخزاز المحرف باخي هشام — (٢٦٥هـ) — ٤٠ — ٤١

محمد بن سماء بن عبيد الله بن حمّال التميمي، حافظ ابو عبد الله الكوفي — (٢٣٣هـ) — ٨٢

محمد بن سهل بن عسكر، حافظ ابو بكر — (٢٥١هـ) — ١٠٦

محمد بن شاذان الواسطي — ٤٢

محمد بن شجاع التميمي، حافظ ابو عبد الله — (٢٦٦هـ) — ١٤٢ — ١٤٥

محمد بن الصباح بن سفيان البحراني، ابو جعفر التاجر — (٢٢٢هـ) — ٣ — ١١١

محمد بن طاهر مهدي، حافظ — ابو الفضل محمد بن طاهر مهدي

محمد بن طريف بن خليفة الجلي، ابو جعفر الكوفي — (٢٢٢هـ) — ٥٣

محمد بن عباد بن آدم الهذلي، ابو عبد الله البصري — (٢٦٨هـ) — ٦٠

محمد بن عباد بن جعفر — ٢٠٢

محمد بن عبادة بن البخترى الواسطي، ابو عبد الله — ٤٢

محمد بن عبد الاعلى الصنعائي القيسي، ابو عبد الله البصري — (٢٧٥هـ) — ٦٠

محمد بن عبد الرحمن بن ابى ذئب، امام — ابن ابى ذئب

محمد بن عبد الرحمن بن الحسن الجعفي، ابو بكر الكوفي — (٢٨٤هـ) — ٤٤

محمد بن عبد الرحمن بن الحكم بن هشام الأموي امير الاندلس — (٢٤٣هـ) — ٢٩

محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن ذرارة — (٢٨٤هـ) — ١١٨

محمد بن عبد العزيز بن ابى رزمة اليشكري، ابو عمرو المروزي — (٢٨٤هـ) — ١١٣

محمد بن عبد الله بن حفص بن هشام بن زيد بن انس بن مالك الانصاري البصري — ٦٠

محمد بن عبد الله بن سابور البخاري الرقي — ٨٥

محمد بن عبد الله بن عبد الحكم مكي، ابو عبد الله — (٢٦٥ هـ) — ٢٤

محمد بن عبد الله بن عبيد الهلالي، ابو مسعود البصري — ٦٠

محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص — ١٢٠

محمد بن عبد الله بن المثني بن عبد الله بن انس بن مالك، ابو النضر — (٢١٥ هـ) — ١٢٣

محمد بن عبد الله بن نمير، حافظ ابو عبد الرحمن الهمداني الخارفي الكوفي

(٢٣٣ هـ) — ١٩ - ٥١ - ٦٤ - ١٢١

محمد بن عبد الله بن يزيد العدوي، ابو يحيى المقرئ المكي — ابن المقري

محمد بن عبد الملك بن ابى الشوارب محمد بن عبد الله القرشي الاموسي، ابو عبد الله الأبلبي البصري

(٢٢٣ هـ) — ٦٠ - ١١١

محمد بن عبد الملك بن زنجويه البغدادي، حافظ ابو بكر خنزال — (٢٥٨ هـ) — ٦٩

محمد بن عبد الملك بن مروان الواسطي، ابو جعفر الديقي — (٢٦٦ هـ) — ٤٢

محمد بن عبيد بن ابى أمية الطنافسي، ابو عبد الله — (٢٠٥ هـ) — ١١

محمد بن عبيد بن عتبة الكندي، ابو جعفر الكوفي — ٥٣

محمد بن عبيد بن محمد العامري الكوفي المعروف بالحوت — ٥٣

محمد بن عبيد بن ميمون المدني التتبان — ٣١

محمد بن عثمان بن خالد الاموسي، ابو مروان العثماني المدني — (٢٢١ هـ) — ٣٥ - ٢٣٣

محمد بن عثمان بن كرامة الحجلي الكوفي، ابو جعفر — (٢٥٦ هـ) — ٥٣

محمد بن عزيز بن عبد الله بن زياد الديلمي، ابو عبد الله العقيلي — (٢٦٤ هـ) — ٤٩

محمد بن عقيل بن خويلد، ابو عبد الله النيسابوري — (٢٥٤ هـ) — ١١٢

محمد بن العلماء بن كريب الهمداني الكوفي، ابو كريب — ابو كريب محمد بن العلماء

محمد بن علي بن طاهر خان السنجي، حافظ — (٢٩٢ هـ) — ١١٣

محمد بن علي قهرمان — ١٢٣

محمد بن عمر بن علي المقري، ابو عبد الله البصري — ٦٠

محمد بن عمر بن هياج الهمداني الصائدي، ابو عبيد الله الكوفي — (٢٥٥ هـ) — ٥٣

- محمد بن عمر بن الوليد الكندي، ابو جعفر الكوفي — (٢٥٦هـ) — ٥٣
 محمد بن عمرو بن بكر بن سالم التميمي العدوي، ابو عثمان الرازي الطيالي المعروف بزنج — (٢٥٧هـ) — ١٠٠
 محمد بن عيسى بن ابي عمر المقصري — ١١٥
 محمد بن عيسى صفار — ٢٢٣
 محمد بن فخر اسن الضبي، ابو هريزة الصيرفي البصري — (٢٥٥هـ) — ٦٠
 محمد بن قيس الهمداني المزيبي — ١١٨
 محمد بن المؤمل العيسى، ابو القاسم البصري — (٢٥٠هـ) — ٦٠
 محمد بن المثنى بن عبيد، حافظ ابو موسى — (٢٥٢هـ) — ٥٨ - ٢٢٨ - ٢٢٩
 محمد بن المثنى السمار — ٥٥
 محمد بن محمد بن مرزوق الباطلي البصري، ابو عبد الله — (٢٣٨هـ) — ٦٠
 محمد بن محمود خوارزمي، امام ابو المويد — (٢٥٥هـ) — ٢٣ - ١١٨ - ١٦٣ - ١٦٥ - ١٤١ -
 ١٤٣ - ١٤٢ - ١٤٥ - ١٤٦
 محمد بن مخلد بن حفص العطار الدوري، حافظ ابو عبد الله — (٣٣١هـ) — ٢٢٢
 محمد بن مزاحم مروزي، ابو وهب — ابو وهب
 محمد بن مسلم بن شهاب — زهرى
 محمد بن مسلم بن عثمان — ابن واره
 محمد بن مصفى بن بهلول القشري، حافظ ابو عبد الله الحمصي — (٢٣٦هـ) — ٤٤
 محمد بن معاوية بن الاحمر — ٢١٨ - ٢١٩ - ٢٢٠
 محمد بن المغيرة — ١٤٣
 محمد بن المنهال الضري، حافظ ابو عبد الله — (٢٣١هـ) — ٩١
 محمد بن موسى بن عمران القطان، ابو جعفر الواسطي — ٤٢
 محمد بن ميمون النخياط البزاز، ابو عبد الله المكي — (٢٥٢هـ) — ٣٥
 محمد بن النضر بن سلم بن الجارود بن زيد، حافظ ابو بكر الجارودي — ابو بكر جارودي
 محمد بن اردن بن ابراهيم الربعي، ابو جعفر البغدادي البزاز المعروف بابي شيط — (٢٥٥هـ) — ٤١ - ١١٥
 محمد بن الوليد بن عبد المجيد القرشي البصري الملقب بكنان البصري — (٢٥٥هـ) — ٦٠

محمد بن یحیی بن عبد الکریم الازدی، ابو عبد الله بن ابی حاتم البصری — (۲۵۲هـ) — ۷۱
 محمد بن یحیی بن عبد الله بن خالد بن فارس نیشاپوری، امام ابو عبد الله دهلوی — (۲۵۸هـ) — ۲۰
 ۱۱۴-۱۱۳-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۹۳-۹۲-۹۱-۵۱-۳۳

۲۴۷

محمد بن یزید بن عبد الملك الاسفاطی، ابو عبد الله البصری الاحمر — ۶۰
 محمد بن یزید بن محمد العجلی، ابو هشام الرافعی الکوفی — (۲۴۸هـ) — ۵۳
 محمد بن یزید الترمذی القشروبی — ابن ماجه
 محمد بن یزید العدل — ۲۱۷
 محمد بن یعقوب — ۶۲
 محمد بن یعقوب الفرجی — ۱۰۰
 محمد بن یوسف بن الخضر بن عبد الله حلبی حنفی المعروف بابن الابيض — (۲۱۵هـ) — ۳۰
 محمد بن یوسف صالحی شافعی، حافظ — شامی، (مصنف سيرة شامیه)
 محمد بن یونس بن موسی، ابو العباس — (۲۸۶هـ) — ۱۲
 محمد زاهد کوشی — کوشی
 محمد طاهر پشی، محدث — (۹۸۶هـ) — ۱۸۱
 محمد عابد سندی، محدث — (۱۲۵۷هـ) — ۱۷۵
 محمد عبد الحی فرنگی حلبی، مولانا ابو الحسنات — (۱۳۰۴هـ) — ۲۲-۱۰۹-۲۲۰
 محمد علوی، شیخ — ۲۴۶
 محمد المهدی عباسی (محمد بن ابی جعفر المنصور) — (۱۶۹هـ) — ۱۸۲
 محمود بن خالد بن ابی خالد یزید اسلمی، ابو علی الدمشقی — (۲۳۹هـ) — ۷۷
 محمود بن خداش الطالقانی، ابو محمد — (۲۵۰هـ) — ۷۱
 محمود بن سلیمان کفوی، علامه — کفوی
 محمود بن غیلان مروزی، حافظ الواحسد — (۲۳۹هـ) — ۱۱۳-۱۸۸
 مختار بن ابی عبید الشقی کذاب — (۲۷۷هـ) — ۱۸۸
 مذکور بن سلیمان الواسطی — ۳۱

مرادی، علامه ابو الفضل محمد خلیل بن علی بهاء الدین محمد — (شماره ۲۰۶) — ۱۴۴

مراد بن حمویه الشافعی، حافظ ابو احمد الجهادی — (شماره ۲۵۷) — ۱۰۲

مرتضی زبیدی، علامه سید ابو الفیض محمد بن محمد بن عبدالرزاق — (شماره ۱۲۰۵) — ۲۱۴-۲-۱

مرغینانی، امام = ابو الحسن مرغینانی

مروان بن الحکم بن ابی العاص — (شماره ۶۵) — ۱۴۶-۱۴۳

مروان بن محمد بن حسان الطاطری — (شماره ۲۱۴) — ۲۳۹-۴۵

مرزنی، ابو ابراهیم اسمعیل بن یحیی — (شماره ۲۶۳) — ۸۲-۸۰

مرزی، حافظ ابو الحاج جمال الدین — جمال الدین مرزی

المستعین بالله، ابو العباس احمد بن محمد بن الخلیفه المعتمد بالله — (شماره ۲۵۲) — ۵۸

مستغفری، حافظ ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز — (شماره ۲۳۲) — ۲۱۴

مسدد بن سرحد بصری، حافظ ابو الحسن — (شماره ۲۲۸) — ۲۰۶

مشرق بن الاعدع الکوفی، ابو عائشه — (شماره ۶۳) — ۲۴۲-۱۹۱

مسروق بن المرزبان بن مسروق الکندی، ابو سعید بن ابی النعمان الکوفی — (شماره ۲۲۷) — ۵۳

مشعر بن کدّام بن ظبیر بن عبیده، حافظ ابو سلمه — (شماره ۱۵۳) — ۲۳۰-۱۶۶

مسعود بن شیبہ سندی، علامه — ۱۸۵-۱۶۴

مسلم بن ابراهیم قراجه‌دی بصری، حافظ ابو عسمر — (شماره ۲۲۲) — ۵۴-۲۶

مسلم بن الحجاج القشیری، امام ابو الحسین — (شماره ۲۶۱) — ۶-۴-۸-۹-۳۱-۳۵-۴۵

۸۶-۸۳-۸۲-۸۱-۷۳-۷۲-۷۴-۶۵-۶۴-۵۶-۵۵-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹

۹۵-۹۶-۹۴-۹۸-۹۹-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲

۱۱۶-۱۱۹-۱۶۴-۱۴۸-۱۸۰-۱۸۱-۱۹۳-۱۹۸-۲۰۰-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۸

۲۱۹-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۸-۲۳۰-۲۳۲-۲۳۶-۲۳۸

مسلم بن خالد زنجی، ابو خالد — (شماره ۲۱۱) — ۳۱

مسلم بن کیسان الاحمر، ابو عبداللہ — ۱۱۸

مسلم بن قاسم اندلسی، حافظ — (شماره ۲۵۳) — ۳۸-۶۸-۹۲-۹۶-۹۷-۹۸-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-

- ميتب بن شريك — (١٨٥ هـ) — ٨٣
 مصعب بن عبد الله بن مصعب الزبيري، ابو عبد الله المدني — (٣٣٦ هـ) — ٤١-٢٦
 مطين، حافظ ابو جعفر محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمي الكوفي — (٢٩٤ هـ) — ١٢٢-١٢١
 معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس، ابو عبد الرحمن — (١٨٥ هـ) — ٢٣٣-٣٩-٤٢-٩٠-٢٣٢
 محافي بن عمران موصلي، ابو مسعود — (٨٧٢ هـ) — ١٨٩
 معاوية بن ابى سفيان صخر بن حرب، ابو عبد الرحمن — (٢٦٦ هـ) — ٢٣٢-٤٥-٣٣
 معقلم بالله محمد، ابو اسحق بن بارون الرشيد عباسي — (٢٢٤ هـ) — ١٢٢-٤٢-٦٣-٢١-١١
 المعتمد بالله، ابو العباس احمد عباسي — (٢٨٩ هـ) — ٤٢-٦٨
 المعتمد على الله، ابو العباس احمد بن المتوكل على الله عباسي — (٢٤٩ هـ) — ١٢٢-٩٢
 معلى بن خالد رازي — ٨٣
 معلى بن منصور رازي، حافظ البويعلي — (٢١١ هـ) — ١٠١
 معمر بن راشد، حافظ ابو عروه — (٢٥٣ هـ) — ١٨٩-١٨٤-١٥٦
 معن بن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود — ١٢٥
 معن بن عيسى بن يحيى، ابو يحيى — (١٩٨ هـ) — ٣١
 مغلطاسي، حافظ — علاء الدين ابو عبد الله مغلطاسي
 ميخث بن سمي الاوزاعي، ابو ايوب — ٢٢٠
 مغيره بن الحكم الصنعاني — ١٣٠
 مغيره بن مقسم، حافظ ابو هشام — (١٣٣ هـ) — ١٩٢-٢٠
 مقاتل بن سليمان بن بشير، ابو الحسن — (١٥٠ هـ) — ١٨٤
 منجول دمشقي، امام ابو عبد الله — (١١٢ هـ) — ١٥٦-١٥٤-١٥٨-١٩٩
 منجى بن ابراهيم بلخي، حافظ ابوالحسن — (٢١٥ هـ) — ١١٣-١١٢-١٦٦
 ملا علي قاري ثور الدين — (١١٢ هـ) — ٢٢-١٤١-١٤٢-١٨٣-٢٠٠
 منذل بن علي الخزرجي، ابو عبد الله — (١٦٤ هـ) — ١٢١
 منذر بن شاذان، ابو عمرو — ٨٩
 منذري، حافظ زكي الدين ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوي — (٢٥٦ هـ) — ٢٣٠-٢٣٩

منصور، أبو جعفر عبد الله بن محمد العباسي — (٥٨٥هـ) — ١٩-١٨٣-١٨٢-١٨٤

منصور بن المعمر الكوفي، حافظ أبو عتاب (٣٢٠هـ) — ٢٢٢

منصور فقير — ۱۰۰

مؤرق بن مشرج، أبو معمر — (١٠٣ هـ) — ١٥٢

موسى، عليه السلام ————— ۱۳-۱۲۹

موسیٰ بن ابراہیم بن حیان قزوینی — ۱۳

موسیٰ بن ابی عائشہ، ابو الحسن — ۸۱

موسیٰ بن اسحاق انصاری، قاضی ابوبکر — (۲۹۷ھ) — ۵۱-۹۱

موسیٰ بن داؤد الضبی، ابو عبد اللہ — (۲۱۶ھ) — ۱۶۵

موسى بن عبد الرحمن بن سعيد الكندي المبروكى، ابو عيسى الكوفى — (٢٥٨هـ) — ٥٣

موسى بن عقبه بن ابى عقيش المدنى، ابو محمد — (١٣١ هـ) — ٢١٢

موسیٰ بن مروان، ابو عمران التمار البنادی — (۲۲۷ھ) — ۸۵

موسیٰ بن ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی ————— ۱۳

موفق بن احمد بن محمد بن صدر الائمه ابو المؤيد - (٥٩٨ هـ) - ١٠-١١-١٢-١٣-١٤-١٥-١٦-١٧-١٨-١٩-٢٠-٢١-٢٢-٢٣-٢٤-٢٥-٢٦-٢٧-٢٨-٢٩-٣٠-٣١-٣٢-٣٣-٣٤-٣٥-٣٦-٣٧-٣٨-٣٩-٤٠

140-147-148-149-11A-11C-11F-11F-29-A

المؤيد بن محمد بن علي الطوسي النيسابوري، أبو الحسن — (١٠٢٤ هـ) — ١٠٢٤

پیسره عاندی — ۴

ميمون بن علي بن ميمون اليموني، أبو القاسم — ٢٤

ميمونة بنت الحارث، أم المؤمنين — (٥٨) — ٣٠

١

نافع، أبو عبد الله مولى عبد الله بن عمر بن الخطاب — (١١٦ هـ) — ١١٨ - ١٨٨ - ٢٠٢

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم، ابورویم — (۱۶۹ھ) — ۳۰-۴۱

نجم الدين عمر بن فهد، حافظ، (٥٨٨٥هـ) — ١٥٠

شخصی، امام ابوعمران ابراهیم بن یزید بن قیس — (۹۵ هـ) — ۲۲ — ۱۴۶ — ۱۶۸

199-193-191-189

لَسَاتِي، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي ابن سنان بن حجر — (٣٠٣ هـ) — ٤-٤

٩-١٢-١٩-٣١-٣٨-٥٢-٥٣-٥٥-٥٦-٥٨-٦٤-٦٨-٦٩

٤٢-٤٦-٤٤-٤٨-٨٢-٨٣-٨٤-٨٦-٨٤-٩٢-١٠٢-١٠٥-١٠٦-١١١

١١٣-١١٩-١٢٢-١٣٨-١٣٩-١٨١-١٨٢-٢١٦-٢١٤-٢١٨-٢١٩-٢٢٠

٢٢٣-٢٣٢-٢٣٨-٢٢٠

نصر بن سيار بن صاعد، ابو الفتح — (٥٤٢ هـ) — ٢٢٤

نصر بن عبد الرحمن بن بكار الناجي، ابو سليمان الكوفي الوشاء — (٢٢٨ هـ) — ٥٣

نصر بن علي الازدي، حافظ ابو عمرو الجبتي البصري — (٢٥٠ هـ) — ٥٨-٣٩

نصر بن محمد بن سليمان بن ابى ضمرة، ابو القاسم السلمي الحمصي — ٤٨

نصر بن شمیل، علامه ابو الحسن — (٢٠٣ هـ) — ٥٢-١٠

نصر بن محمد المروزي — (١٨٣ هـ) — ٣٤

نعيم بن حماد بن معاوية خسر احمي — (٢٢٨ هـ) — ٢٠٩-٢٢٩

نعيم بن عبد شلال — ١٣٦

نُقَيْل، ابو جعفر عبد الله بن محمد بن علي بن نقيل — (٢٣٢ هـ) — ٩٢

نُهَيْك بن مریم اوزاعي — ٢٢٠

نوح بن اسد بن سامان — ١٨

نُوح بن قيس البصري، ابو روح — (١٨٣ هـ) — ٣٩

نوح قنوي، علامه — ١١٨

نور الدين بن شيخي، حافظ ابو الحسن — (٨٠٤ هـ) — ٢١١

نُودِي، امام ابو زكريا محي الدين يحيى بن شرف — (٦٤٦ هـ) — ٢١٥-٣٦-٨-٣-٢

٢١٦-٢١٤-٢٢٢-٢٣٢-٢٣٣



هارون (مستمل عاصم بن علي) — ٢١

هارون بن اخنوخ بن محمد بن الهادي، حافظ ابو القاسم الكوفي — (٢٥٠ هـ) — ٥٢

هارون بن سجد بن البيشم الابلي، ابو جعفر — (٢٥٣ هـ) — ٨٣

هارون بن معاوية بن عبید اللہ — ٢٢٨

هارون بن موسى بن حيان تميمي، ابو موسى — (٢٢٨ هـ) — ١٣

هارون تمال، حافظ ابو موسى بن عبد اللہ بن مروان البغدادي البزاز المعروف بالجمال — (٢٢٣ هـ) — ٩٩

هارون الرشيد، ابو جعفر بن محمد المهدي العباسي — (١٩٣ هـ) — ٥ - ١٢ - ٣١ - ٨٢ - ١٤٠

١٨٢ - ١٨٣ - ١٨٤ - ١٨٩

هاشم بن القاسم بن شيبه بن سميع بن شيبه، ابو محمد الحراني — (٢٦٠ هـ) — ٨٥

هبة اللہ بن زاذان — ٢

هبة اللہ طبري — لا کافي

هبة بن عبد الوهاب المرؤزي، ابو صالح — (٢٢١ هـ) — ١١٣

هشام بن ابی عبد اللہ دستواي، ابو بكر — (١٥٢ هـ) — ١٨٩

هشام بن خالد بن يزيد الازرق، ابو مروان الدمشقي السلمي — (٢٢٩ هـ) — ٤٤

هشام بن عبد الملك اليزني المحصي، حافظ ابو التقي — ابو التقي

هشام بن خزوه بن الزبير بن العوام، ابو المنذر — (١٢٥ هـ) — ٣٤ - ٦١

هشام بن عمار، شيخ الاسلام ابو الوليد سلمی الدمشقي — (٢٢٥ هـ) — ٤٥ - ٤٦

هشام بن محمد بن التائب كلبي — (٢٠٢ هـ) — ١٢٩

هشيم بن بشير الواسطي، ابو معاوية — (٨٣ هـ) — ١٢ - ٦١ - ٦٦ - ٦٤ - ١٨٨ - ١٨٩

هشام بن منبه بن كامل يافى، ابو عقبه — (١٣١ هـ) — ١٢٥

هشام بن السري بن مصعب، حافظ ابو السري تميمي الدارمي — (٢٢٣ هـ) — ٥١

و

الواثق باللہ، ابو جعفر هارون بن المقصم محمد عباسي — (٢٣٢ هـ) — ٦٣ - ١٢٢

واصل بن عبد الاعلى بن بلال الاسدي، ابو القاسم الكوفي — (٢٢٧ هـ) — ٥٣

واصل بن عطاء غزال، ابو حذيفة البصري — (١٣١ هـ) — ١٨٤

واقدي، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد — (٢٠٤ هـ) — ٣١ - ١١٤ - ١٢٩ - ١٨٣

وَرَش، قاري، ابو سعيد عثمان بن سعيد — (١٩٤ هـ) — ٨٣

ابو ضيف بن عطار بن كنانة — (١٢٤ هـ) — ٢٢٠ —
 وكيع بن الجراح بن ملىح ، امام البوسفيان — (١٩٦ هـ) — ١١ - ٥٢ - ٥٥ - ١١٢ - ١٦٢

١٦٥ - ١٨٥ - ١٨٩ - ١٩٥ - ٢٢٢ - ٢٣٠

وليد بن شجاع ، حافظ ابو تمام بن ابى بدر الشكونى الكوفى — (٢٢٣ هـ) — ٥٢

وليد بن حنيفة بن ابى معيط ، ابو وهب — ٥ - ٢٢٢

وليد بن عمرو البصري ، ابو العباس البصرى — ٦٠

وليد بن كثير الخزومى ، ابو محمد — (١٥١ هـ) — ٢٠١ - ٢٠٢

وليد بن مسلم ، ابو العباس الدمشقى — (١٩٥ هـ) — ٤٢ - ٢٣٠

وليد بن يزيد بن عبد الملك بن مروان الاموى — (١٢٦ هـ) — ١٥٦

ولى الدين خطيب ، شيخ ابو عبد الله محمد بن عبد الله — ١٩٨

ولى الله محدث دهلوى ، شاه — (١١٤٦ هـ) — ٤ - ٨ - ٢٢ - ٢٥ - ٢٩ - ٣٦ - ١٥٨

١٤٠ - ١٤١ - ١٤٤ - ١٨٠ - ١٨١ - ١٨٢ - ١٨٤ - ١٨٩ - ١٩١ - ١٩٢ - ١٩٣ - ١٩٤

٢٠١ - ٢٠٢ - ٢١٢ - ٢١٣ - ٢٣٥

وهب بن زمعه ، ابو عبد الله — ٣٤

وهب بن منية بن كامل ، ابو عبد الله — (١١٠ هـ) — ١٢٢

ى

ياقوت حموى رومى ، علامه ابو عبد الله — (٦٢٦ هـ) — ٢ - ٥ - ٢٢ - ٢٢ - ٥١ - ٤٣ - ٤٨

٤٩ - ٨٠ - ٨٣ - ٩٢ - ١٠٣ - ١١٣ - ١٢٥

يحيى بن ابى طالب جعفر بن الزبير قان — (٢٤٥ هـ) — ٢١

يحيى بن اكنعم ، قاضى — (٢٢٢ هـ) — ١٠٣

يحيى بن ايوب الغافقى ، ابو العباس — (١٦٨ هـ) — ٨٠

يحيى بن جيب بن عوفى الحارثى البصرى ، ابو زكريا — (٢٢٨ هـ) — ٦٠

يحيى بن حسان بن حيان ، ابو زكريا — (٢٠٨ هـ) — ٨٣

يحيى بن حكيم ، حافظ ابو سعيد البصرى المقوم — (٢٥٦ هـ) — ٥٨

يحيى بن حنّاد — (٢١٥هـ) — ٥٥

يحيى بن خزام الغنوي، ابو زكريا السفطي البصري — (٢٥٢هـ) — ٦٠

يحيى بن خلف الباطلي، الوسلطه البصري المعروف بالحواري — (٢٢٢هـ) — ٦٠

يحيى بن داود بن ميمون الواسطي — (٢٢٢هـ) — ٤٢

يحيى بن درست الهاشمي البصري، ابو زكريا — ٦٠

يحيى بن زكريا بن ابني زائده، ابو سعيد — (١٨٢هـ) — ١٩٥

يحيى بن زكريا طسرانفي — ١٢٣

يحيى بن سعيد بن قيس انصاري، ابو سعيد — (٢٣٣هـ) — ١٨٣-١٦١-٢٣-٣٤-٣٠

يحيى بن سعيد بن مشرف القطان، حافظ ابو سعيد — (١٩٨هـ) — ١٢٢-٥٩-٥٤-٥٥

١٨٩-١٦٦-١٩٢

يحيى بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار القرشي، ابو سليمان الحنفي — (٢٥٥هـ) — ٤٨-٤٤

يحيى بن عثمان بن صالح القرشي السهمي، حافظ ابو زكريا المصري — (٢٨٢هـ) — ٨٣

يحيى بن فضل الغنوي، ابو زكريا البصري المعروف بالخرقي — (٢٥٦هـ) — ٦٠

يحيى بن علي بن منصور، ابو زكريا رازي — ١٠٠

يحيى بن معين، امام ابو زكريا — (٢٣٣هـ) — ٢٥-٣١-٣٩-١٩-١٨-١٤-٩

١٠١-٩٤-٨٤-٨٦-٤٦-٤٥-٤٢-٦٩-٦٨-٦٤-٦٥-٦٢-٥٢

١٠٦-١٠٩-١١٢-١١٦-١١٤-١٢١-١٥٤-١٦٥-١٦٤-١٦٨-١٨٢-١٨٨

٢١٥-٢١٢-٢١٢

يحيى بن يحيى بن بكير بن عبد الرحمن، حافظ ابو زكريا — (٢٢٦هـ) — ١٠٣

يحيى بن يحيى بن كثير الليثي ميموني، ابو محمد — (٢٣٢هـ) — ١٤٩-٢٥

يحيى بن يزيد الداعسي، ابو الصقر الوراق — ٤٢

يحيى بن يونس الليثي البصري، ابو سليمان — (٢٨٩هـ) — ١١٢

يزيد، ابو خالد — ١٣

يزيد بن السمط، ابو السمط — (تقريباً ١٦٠هـ) — ٢٢٠

يزيد بن عبد الله بن يزيد اليمامي، ابو محمد — (٢٢٠هـ) — ٣٥

يزيد بن هارون، حافظ ابو خالد — (٢٠٦هـ) — ٣١-٣٥-١٦٦-١٨٢
يزيدي، عسامة — ٦٣

يعقوب بن ابراهيم الدؤقي، حافظ ابو يوسف العبدي — (٢٥٢هـ) — ٦٢-٦٩

يعقوب بن محمد بن كاسب، حافظ — (٢٣١هـ) — ٣٥-٢٢٠

يعقوب بن سفيان قنوي، حافظ ابو يوسف — (٢٤٤هـ) — ١٩-٢٤-١٣٤-١٣٨

يعقوب بن شيبه بن بصلت، حافظ ابو يوسف السدوسي — (٢٦٢هـ) — ٢٠-٣٢-٦٤-١٠١-١٨٢

يعلى بن شداد بن اوس بن ثابت، ابو ثابت — ٢٢٢

يعلى بن عبيد الطنافسي، ابو يوسف — (٢٠٩هـ) — ١١

يوسف بن ابى يوسف، امام — (١٩٢هـ) — ١٤٣-١٤٧

يوسف بن احمد، حافظ — ٢٢٤

يوسف بن حسن بن عبد الهادي حنبل، علامه — (٩٠٩هـ) — ١٥١

يوسف بن حماد المعنى، ابو يعقوب البصري — (٢٢٥هـ) — ٦٠

يوسف بن خالد بن عمر سمي، امام ابو خالد — (١٨٩هـ) — ١٩٥

يوسف بن صبيح — ٨٣

يوسف بن موسى بن راشد القطان، ابو يعقوب الكوفي — (٢٥٣هـ) — ٤١

يوسف بن يعقوب الصفار، ابو يعقوب — (٢٣١هـ) — ١٦٢

يونس بن عبد الاعلى، حافظ ابو موسى الصدفي المصري — (٢٦٢هـ) — ٨٠-٨٣

٩٢-٢٢٢

يونس بن عبيد الله، ابو عبد الله — (١٣٢هـ) — ٥٢



اسمار امارکن

۱

آبه — ۸۶

آذربایجان — ۲۸-۱۱-۴

آرمینیہ — ۲۸

آصفیہ حیدر آباد دکن، کتب خانہ — ۲۲-۱۶۶-۱۷۲-۱۷۳-۱۹۶

ابہر — ۲۸-۴

احمدی دہلی، مطبع — ۱۸۱-۱۷۱

احسین — ۸۰

اردن — ۷۶

استرا باد — ۱۹۴

اسکندریہ — ۲۸-۱۰۰

اسوان — ۸۰

اشبیلیہ — ۲۸

اشرف المطابع دہلی، مطبع — ۱۷۹-۱۷۶-۱۷۷

اشیاح — ۱۱

اصفہان (اصفہان) — ۲۸-۲۹-۳۲-۴۱-۵۵-۸۶-۱۰۱-۱۹۴

اصح المطابع لکھنؤ، مطبع — ۲۴۶

افریقہ — ۲۸-۹

افغانستان — ۹

انبہار — ۷۳

اندس — ۲۸-۴۹-۴۵-۱۲۱

انصاری دہلی ، مطبع — ۲۰۳-۲۲۰

انوار احمدی الہ آباد ، مطبع — ۱۰۸

انوار محمدی لکھنؤ ، مطبع — ۲۲-۲۱۸

ابھواز — ۲۸-۲۹-۶۴-۸۵-۱۹۴-۲۲۵

ایران — ۴-۹-۲۸-۸۵-۱۰۰

ایشیائے کوچک — ۹

ایلہ — ۲۹-۷۹

پ - پ

پاگسایا — ۲۹-۳۷

پالس — ۲۸-۲۹-۷۹-۸۴

پانکی پور — ۱۶۲

پجایہ — ۲۸

پجیلہ ، محلہ — ۴۴

بحر قلزم — ۷۹

بحر مصر — ۸۳

بحرین — ۹۰-۱۴۳-۱۹۴

بخارا — ۸-۲۷-۲۸-۴۳-۹۴-۱۰۸-۱۰۹-۱۸۵-۱۹۴-۲۱۵

بدر — ۱۳۵

برلن — ۱۳۵

بریلی — ۲۰۴

بسطام — ۲۸

بصرہ — ۵-۱۰-۱۶-۱۷-۲۸-۲۹-۳۳-۳۹-۴۰-۴۳-۴۴-۵۳-۵۴-۵۵

۵۷-۵۸-۵۹-۶۱-۶۸-۷۱-۷۶-۸۰-۹۱-۱۰۵-۱۵۳-۱۵۷-۱۶۵-۱۶۹-۱۸۴

۱۸۷-۱۹۲-۱۹۴

بطحا — ۸

بخراد — ۹ — ۱۱ — ۲۱ — ۲۲ — ۲۶ — ۲۸ — ۲۹ — ۳۰ — ۳۶ — ۳۸ — ۴۰ — ۴۳ — ۴۵ — ۵۱

۵۳ — ۵۵ — ۶۰ — ۶۱ — ۶۲ — ۶۳ — ۶۴ — ۶۵ — ۶۶ — ۶۷ — ۶۸ — ۶۹ — ۷۲ — ۷۳

۷۶ — ۸۲ — ۸۵ — ۸۸ — ۹۱ — ۱۰۰ — ۱۰۱ — ۱۰۳ — ۱۰۷ — ۱۹۲ — ۱۹۷ — ۲۲۲ — ۲۲۵ — ۲۲۷

بغشور — ۶۳

بعتیح — ۱۲۷

بلنج — ۱۷ — ۱۸ — ۲۸ — ۲۹ — ۳۰ — ۳۲ — ۱۱۳ — ۱۱۵ — ۱۹۲

بلنسیه — ۲۸

بهنسا — ۸۰

بیت المقدس — ۲۸ — ۲۹ — ۴۸ — ۷۹

بیروت — ۱۷۹

پاکستان — ۱۷۲

پیرچنڈ و ضلع حیدرآباد سندھ، کتب خانہ — ۲۲ — ۹۹ — ۱۶۲ — ۱۶۶ — ۲۲۷

ت - ط - ث

ترقف — ۷۳

ترکستان — ۹ — ۷۹

ترمذ — ۱۹۲

تتر — ۲۸

تکربیت — ۷۲

تکیه اخلاصیه — ۱۵۱

تلمسان — ۲۸

تیش — ۲۹ — ۸۳

تہامہ — ۲۸

التوفیق دمشق، مطبع — ۱۵۱

ٹونک — ۱۷۲ — ۱۹۷ — ۲۲۵

ج - ج

جامع حمص — ۷۸

جامع دمشق — ۷۶

جامع عمرو بن العاص — ۸۲

جامع فتزدین — ۵

جامع کوفه — ۱۵۸

جبال — ۲۸

جبرجان — ۲۸-۱۹۴

جبرجبرایا — ۲۹-۷۳

جزیره — ۱۷-۲۸-۳۹-۴۰-۴۳-۸۲-۸۵-۸۸-۱۰۵-۱۰۶-۱۸۷-۱۹۴

جوسیه — ۳۱

جیسلان — ۲۸

چین — ۶۳

ح

حجاز — ۹-۱۲-۱۷-۲۲-۲۳-۲۸-۲۹-۳۳-۷۶-۷۹-۱۰۳-۱۶۵-۱۶۹

۲۰۰-۲۱۷-۲۲۷

حدیثه — ۲۹-۷۳

حران — ۲۸-۲۹-۸۲-۸۵

حرمین شریفین — ۱۶-۲۹-۳۲-۳۸-۸۸-۱۰۶-۱۹۱

حیثیه مصر، مطبع — ۳۲-۱۱۲

حلب — ۴-۱۸-۷۹-۹۴-۱۵۱-۱۶۲-۱۷۸-۲۰۷-۲۰۸-۲۲۴

۲۲۷-۲۳۳-۲۳۶

حلبی مصر، مطبع — ۱۸۲

حلوان — ۳۲-۴۱-۱۹۴

محـص — ۲۸ - ۲۹ - ۳۱ - ۶۶ - ۷۸ - ۹۰

حیدرآباد، دکن — ۳۸ - ۱۱۶

خ

خراسان — ۵ - ۷ - ۹ - ۱۶ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۸ - ۳۲ - ۳۹ - ۴۰ - ۵۴ - ۸۸ - ۹۲ -

۹۳ - ۹۴ - ۹۶ - ۹۷ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۶۲ -

۱۸۷ - ۲۲۷

خوارزم — ۲۸ - ۱۹۴

خوزستان — ۸۵

خیبر مصر، مطبع — ۱۷۷

خیبر خزا — ۱۸۵

د

دائرة المعارف حیدرآباد دکن، مطبع — ۳ - ۲۳ - ۲۸ - ۳۸ - ۴۷ - ۹۴ - ۱۱۸ - ۱۲۹ -

۱۶۱ - ۱۶۳ - ۱۶۵ - ۱۶۷ - ۱۸۴ - ۱۸۸ - ۲۰۷

دارالکتب المصریہ، مطبع — ۳۹ - ۱۷۳

دارالمعارف مصر، مطبع — ۲۱۵

دارالتجارتین — ۱۰۷

دامغان — ۲۸ - ۲۹ - ۱۰۲ - ۱۹۴

دجلہ — ۵۴ - ۷۲ - ۸۴ - ۸۸

دمشق — ۴ - ۱۵ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۱ - ۴۱ - ۴۴ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۹۰ - ۹۵ - ۱۵۰ - ۱۵۱ -

۱۵۶ - ۱۹۴ - ۲۲۷

دمياط — ۸۳

دہلی — ۸ - ۲۹ - ۶۳ - ۱۷۰

دورق — ۶۴

دولاب — ۳۸

دولیم — ۱۲۸

دیور — ۲۸

ز

حبه غسان — ۲۲

حبه التخل، بغداد — ۲۱

رقه — ۲۸-۲۹-۷۹-۸۴-۹۰-۱۹۴

رم — ۱۹۴

رمله — ۲۹-۷۸-۹۰-۱۹۴-۲۲۰

رما — ۲۸-۸۴

روضه اقدس — ۲۱۴

روم — ۱۹

رتی — ۴-۱۱-۱۲-۲۸-۲۹-۳۸-۵-۸-۸۶-۸۸-۹۲-۹۴-۹۸-۱۰۰-۱۰۱

۱۰۲-۱۰۶-۱۱۱-۱۹۴-۲۱۲-۲۳۸

زرنجر (زرنگر) — ۲۷

زعفرانیه — ۶۶-۶۷

زنجان — ۲۸

س

سامرا — ۲۹-۵۷-۶۳-۷۲

سجستان — ۲۸-۱۹۴

سرخس — ۱۰۵-۱۹۴

سرمین راسی — سامرا

السعادة مصر، مطبع — ۱۳۷

سجیدیه حیدرآباد دکن، کتب خانہ — ۵۰-۱۹۶

سمرقند — ۲۸-۶۷-۱۹۴

سمنان — ۲۸-۲۹-۱۰۲

سندھ — ۹-۲۲۵

رستان — ۱۱

ش

شارع منار — ۲۲

شاش — ۲۸

شام — ۹ — ۱۲ — ۱۴ — ۱۸ — ۲۸ — ۲۹ — ۳۳ — ۳۸ — ۳۹ — ۴۰ — ۴۳ — ۴۴ — ۴۵ — ۴۶

۴۶ — ۴۷ — ۴۸ — ۴۹ — ۸۵ — ۸۸ — ۱۰۰ — ۱۰۵ — ۱۰۶ — ۱۵۰ — ۱۵۶ — ۱۵۷ — ۱۵۸ — ۱۶۹ — ۱۸۷

۲۰۱ — ۲۲۳ — ۲۲۴

شاهجهانی بهوپال، مطبع — ۲۳۵

شیراز — ۲۸

ص

صالحیه، دمشق — ۱۵۱

صدیقی بریلی، مطبع — ۴ — ۱۵۸

صعید، مصر — ۸۰

صغانیان — ۱۹۴

صفه — ۱۱

ط-ظ

طائف — ۱۲ — ۱۴۴

طبرستان — ۱۱ — ۱۹۴

طبرطوس — ۶۷ — ۹۰

طهران — ۸۵ — ۱۰۰

طوس — ۲۸

لیخارستان — ۱۱

ظاہریہ دمشق، کتب خانہ — ۹۵ — ۱۳۸ — ۱۵۱ — ۲۴۷

ع-غ

عجم — ۶ — ۸ — ۱۵۲ — ۱۹۷

عراق — ۹-۱۲-۱۵-۱۷-۲۰-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۸-۳۲-۳۸-۵۱
 ۵۲-۶۱-۷۱-۷۲-۸۵-۸۸-۹۰-۹۳-۹۵-۱۰۰-۱۰۳-۱۰۴
 ۱۶۵-۱۶۹-۱۸۷-۲۰۱-۲۱۵-۲۱۷-۲۲۷

عراق عجم — ۲-۸۵-۱۰۱-۱۰۲

عرب — ۱۲-۶۳-۱۵۲-۱۸۸

عرج — ۳۸

عریش مصر — ۱۵

عسقلان — ۲۹-۷۸-۱۰۰

عسکر — سامرا

عکبر — ۶۹

علوی لکهنو، مطبع — ۱۷۰-۲۱۶

عین زریه — ۶۶

غسز ناطه — ۲۸

ف

فارس — ۶-۷-۸-۲۸-۸۵-۱۹۱

فاس — ۲۸

فخر المطایح لکهنو، مطبع — ۱۹۵

فترات — ۷۳-۸۲

فزر بر — ۲۱۵

فزر غانه — ۱۱

فزر ما — ۸۳

فزیاب — ۲۸-۷۹

فسطاط — ۸۰-۸۲

فلسطین — ۷۶

ق

قاہرہ — ۲۲۳-۳۹

قدسی مصر، مطبع — ۱۲۳

قترطبہ — ۲۸

قزوین — ۲-۴-۵-۶-۱۱-۱۲-۱۳-۲۸-۵۲-۱۰۶-۱۲۲-۱۲۶-۱۲۸-۲۲۵

قسنطنیہ — ۵۰

قصر مامون — ۲۲

قفط — ۸۰

قہستان — ۲۸-۱۰۶-۱۹۴

قوص — ۸۰

قوس — ۲۸-۱۰۲-۱۹۴

قیردان — ۲۸

ک-گ

کابل — ۱۱

کراچی — ۲۱

کرمان — ۲۸-۱۹۴

کش — ۱۹۴

کوفہ — ۵-۱۱-۱۲-۱۸-۲۰-۲۴-۲۵-۲۸-۲۹-۳۳-۳۴-۳۸-۳۹

— ۱۰۵-۹۱-۸۶-۷۶-۷۱-۶۲-۵۲-۵۱-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹

۲۰۳-۱۹۴-۱۹۲-۱۸۷-۱۸۴-۱۸۳-۱۶۹-۱۶۵-۱۵۷-۱۱۳

گلزار محمّدی لاہور، مطبع — ۲۳۱

ل

لاہور — ۲۱۴-۲۳۳

لکھنؤ (ہند) — ۳۰-۱۸۹-۲۳۴

لیڈن، یورپ — ۳-۱۶۶-۱۷۲

نصیبین — ۱۹۲

نظامی کانپور، مطبع — ۱-۱۵-۱۱۱-۱۷۷-۲۲۷

نہاوند — ۱۹۲

نہروان — ۷۳

نولکشور کھنؤ، مطبع — ۲۰۵-۱۹۷-۳۹

نیشاپور — ۱۷-۲۸-۲۹-۳۵-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۱۱-۱۱۲-۱۹۲

۲۲۵-۲۱۷

و-۵

واسط — ۲۰-۲۹-۴۰-۷۱-۷۳-۱۹۲

وہڑ — ۱۴۰

ہرات — ۲۸-۶۴-۶۶-۱۰۳-۱۰۴-۱۹۲-۲۲۷

اسخان — ۱۰۰

ہمدان — ۵-۲۸-۲۹-۵۵-۱۰۳-۱۹۲

ہندوستان — ۵۰-۱۷۰-۱۷۲-۲۰۰-۲۳۳

ی

یثرب — ۸

یمسامہ — ۴۰-۱۹۲

یمن — ۱۷-۲۸-۳۹-۴۰-۱۰۰-۱۰۵-۱۰۶-۱۳۶-۱۸۷-۱۹۲

یورپ — ۱۵۱

یوسفی، مطبع — ۱۰۹



اسمار قبائل و جماعات

۱

آل صلیح — ۱۰

آل عمرو بن الخطاب — ۱۳۷

آل عمرو بن حزم — ۱۳۷

آل نعشم — ۱۲۷-۱۲۸

احناف — ۲۷-۳۸-۸۰-۱۰۱-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۲۱-۱۲۷-۱۴۰-۱۴۲-۱۸۲

۱۸۵-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۶-۲۰۲-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۵-۲۲۳

اساورة بصر — ۵

اصحاب صفه — ۱۴

انصار — ۱۳۵

اهل اندلس — ۳۶

اهل بخارا — ۹۲-۹۵-۱۰۹

اهل بدر — ۳۹

اهل بصره — ۲۳-۱۲۳-۱۵۷

اهل بغداد — ۶۵

اهل بلخ — ۱۷

اهل الجزیره — ۸۵

اهل حجاز — ۲۵-۲۶-۱۵۷-۱۷۷

اهل حرین — ۳۲-۱۸۱

اہل خراسان — ۹۵ — ۲۲۲

اہل رقہ — ۲۲۲

اہل رملہ — ۲۲۲

اہل الرمی — ۳۸ — ۹۲

اہل سمرقند — ۱۶۵

اہل الستہ والجماعتہ — ۹۲ — ۱۱۰

اہل شام — ۴۴ — ۴۵ — ۹۹ — ۱۹۲ — ۱۹۳

اہل عراق — ۲۶ — ۲۷ — ۲۹ — ۶۵ — ۱۶۹ — ۲۲۲

اہل فارس — ۴ — ۸ — ۱۹۱

اہل قندوزین — ۵ — ۱۲۵

اہل کوفہ — ۲۵ — ۳۶ — ۳۷ — ۳۸ — ۴۱ — ۴۳ — ۴۴ — ۶۲ — ۷۵ — ۷۷ — ۱۵۸ — ۱۶۲ — ۱۹۱

۱۹۲ — ۱۹۳ — ۱۹۴ — ۲۰۳

اہل مدینہ — ۳۰ — ۳۱ — ۳۲ — ۳۳ — ۳۴ — ۴۴ — ۴۵ — ۷۹ — ۱۵۶ — ۱۵۸ — ۱۶۹ — ۱۷۶

۱۸۳ — ۱۹۰ — ۱۹۱ — ۱۹۲ — ۱۹۳ — ۲۰۲ — ۲۰۳ — ۲۳۰

اہل مصر — ۱۹۳ — ۲۲۲ — ۲۲۲

اہل مکہ — ۳۲ — ۳۵ — ۴۳ — ۴۴ — ۷۵ — ۱۳۶ — ۱۶۹ — ۲۱۸ — ۲۲۱

اہل خباران — ۱۳۶

اہل نیشاپور — ۱۰۷

اہل واسطہ — ۲۰

اہل یمن — ۱۳۶ — ۱۳۸

ب-ت

بنو امیہ — ۷۴ — ۱۸۷

بنو تغلب — ۴

بنو تیمم — ۸

بنو تیمم اللہ — ۴

بنو خزاعه — ۱۳۶

بنو دارم بن مالک بن حنظلہ — ۸

بنو ربیعہ بن نزار — ۲ - ۴

بنو عباس — ۹ - ۱۸۴

بنو عبد القیس — ۶۴

بنو لیث — ۱۳۶

بنو مروان — ۱۵۳

بنو مکر — ۶۳

تاتار — ۶۱ - ۱۰۲ - ۱۰۴ - ۱۱۳ - ۱۹۴

ج-ح-خ

جہمیہ — ۲۶ - ۱۰۴ - ۲۱۲

جہینہ — ۱۳۹

حمرا الدلمیم — ۵

خواجه — ۱۱۰ - ۱۵۲

د-ذ

دلمیم — ۵

ذی رعیین — ۱۳۶

ر-ز

ربیعۃ الازد — ۳

ربیعہ بن نزار = بنو ربیعہ بن نزار

روافض — ۱۰۴

روافض ، (عبیدین) — ۸۰

زنگی — ۵۵

زہرہ بن خویہ — ۵

س - ش

سلجوق — ۱۱۲

شهیدار بدر — ۳۵

شوافع — ۲۴ - ۸۲ - ۱۱۶ - ۱۴۸ - ۱۹۳

شیخ — ۹۲ - ۱۵۲

ظ - ع - ق

ظواهر — ۲۰۵ - ۲۷۴

عرب — ۳ - ۲۱ - ۶۴ - ۱۲۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۴ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۵۲

قدریه — ۱۵۲ - ۱۸۷

قتریش — ۳۲ - ۱۳۵

م

مالکیه — ۲۰۲ - ۱۹۳ - ۲۹ - ۲۷۴

مرجیه — ۱۰۴ - ۱۰۷ - ۱۱۰

مشارقه (اهل شرق) — ۲۳۴

معاصر — ۱۳۶ - ۱۳۸

معتزله — ۲۶ - ۶۳ - ۱۱۰ - ۱۸۷

مغایبه — ۲۷۴ - ۲۱۸ - ۲۲۰ - ۲۳۴

ن - ه

نصارائی — ۷۹

نواصب — ۱۰۷

همدان — ۱۳۶ - ۱۳۸

اسمار كتب

١

- انتخاف المهرة باطراف العشرة ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٤٥
- انتخاف النبلاء المتقين باحبار مآثر الفقهاء والمحدثين ، نواب صديق حسن خان — ١-٤-١١١-١٤٤
- الاتقان في علوم القرآن ، علامه سيوطي — ٢١-١٢٥
- الاشمار الجنية في طبقات الخففيه ، ملا علي قاري محدث — ٢٢
- الاجوبة المنيفة عن اعتراضات ابن ابى شيبة على ابى حنيفة ، حافظ قاسم بن قطلوبغا — ٢٨
- احقاق الحق — ١٦١
- احكام في اصول الاحكام ، حافظ ابن جزم — ١٨٣
- احكام القرآن ، امام ابو بكر جصاص رازي — ٥٦-٢٠٢-٢٢٥
- اخبار ابى حنيفة ، قاضي ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الله بن ابى العوام — ١٦١
- اخبار ابى حنيفة واصحابه ، امام طحاوي — ١٨٥
- اخبار الحقاظ ، علامه ابن الجوزي — ١٣٨
- اخبار مدنية ، حافظ عمر بن شبة — ٥٤
- اختصار علوم الحديث ، حافظ ابن كثير دمشقي — ٢١٠-٢٢٥
- اختلاف ابى حنيفة وابن ابى ليلى ، امام ابو يوسف — ١٩٦
- الادب المفرد ، امام بخاري — ١٢
- الارشاد في علماء البلاد ، حافظ خليلي — ١٣-٤٦-٨٢
- ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء ، شاه ولي الله محدث دهلوي — ٤-١٥٨-١٥٩-٢٠٢
- الاستدكار لمذاهب ائمة الامصار وفيما تضمنه الموطأ من المعاني والآثار ، حافظ ابن عبد البر — ٢٠٢

الاستيعاب في معرفة الاصحاب، حافظ ابن عبد البر — ۱۳۶

اسعاف المطابر رجال الموطا، علامة سيوطي — ۱۸۲

اسمار الحفاظ، حافظ ابو الوليد يوسف بن عبد العزيز الاندلسي المشهور بابن الدبارغ — ۱۴۸

اسمار رجال البخاري، حافظ ابو الوليد باجي — ۲۱۳

اشارات المرام من عبارات الامام، علامة كمال الدين احمد بياضي — ۱۶۵

اشعة اللغات شرح مشكوة فارسي، شيخ عبدالحق محدث دهلوي — ۲۴۱

اطراف احاديث ابى حنيفة، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر مقدسي — ۲۳۳

اطراف الكتب الستة، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر مقدسي — ۲۳۳

الاعتماد في شرح الاعتقاد، حافظ عبد القادر عترشي — ۲۲

اعلام السالين عن كتب سيد المرسلين، حافظ شمس الدين محمد بن علي بن احمد بن طولون — ۱۳۹

اعلام الموقعين عن رب العالمين، حافظ ابن القيم — ۳۳-۳۴-۱۶۹-۱۷۵-۱۷۶

الاعلان بالتونج لمن ذم التاريخ، حافظ شمس الدين محمد بن عبد الرحمن سخاوي — ۲-۲۸-۵۷

۶۳-۸۰-۹۴-۹۹-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۸۵-۱۸۹

اقوام المسالك في بحث رواية مالك عن ابى حنيفة وروايت ابى حنيفة عن مالك، محدث محمد ابراهيم كوثري

۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳

اكمال الاكمال — ۱۶۲

الاكمال، حافظ امير بن مأكولا — ۱۷۲

الاكمال في اسماء الرجال، شيخ ولي الدين خطيب — ۱۵۷-۱۹۸

الفية الحديث، علامة سيوطي — ۱۷۸

الامار في ضبط الرواية وتقييد السماع، محدث قاضي عياض — ۲۱۶

امالي، امام ابو يوسف — ۱۹۶

الامتار بسيرة الامامين الحسن بن زياد وصاحبه محمد بن شجاع، محدث زاهد كوثري — ۱۷۵-۱۹۶

الامصار ذوات الآثار، حافظ شمس الدين ذهبي — ۲۸-۱۸۵

الانتباه في سلاسل اولياء الله، شاه ولي الله محدث دهلوي — ۲۲

الانتصار لمذهب ابى حنيفة، حافظ ابو بكر جعاني — ۱۱۷

الانتصار والترجيح للذهب الصحيح ، سبط ابن الجوزي — ۱۱۶-۱۱۸

الانتصار في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ، علامه حافظ ابن عجلون — ۶۳-۶۵-۱۶۸-۱۸۲

۱۸۹-۲۲۶

انجاء الحاجه بشرح سنن ابن ماجه ، شيخ عبد الغني بن ابی سعيد مجددي دهلوي خفي — ۲۲۶

الانساب ، حافظ ابو سعد سمعاني — ۲-۳-۸-۲۲-۲۳-۲۴-۸۳-۱۶۶-۱۴۲

الانسان العيين في مشايخ الحرمين فارسي ، شاه ولي الله محدث دهلوي — ۱۴۱-۱۸۱

الانصاف في بيان سبب الاختلاف ، شاه ولي الله محدث دهلوي — ۱۸۹-۱۹۲

۲۰۲-۲۰۳

اوهام الهدايه ، حافظ عبد القادر ترشي — ۲۳

الاخبار بمعرفه رواة الآثار ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۱۴۳

ب

الباحث الخبيث الى معرفه علوم الحديث ، حافظ ابن كثير — ۲۳۱-۲۳۴

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، امام علماء الدين كاشاني — ۱۴۶-۱۹۶

البدايه والنهايه ، حافظ عماد الدين ابن كثير دمشقي — ۲-۲۸-۳۶-۴۵-۱۲۵-۱۲۸

۲۲۴-۲۲۴

بدلية البيان في وفيات الاعيان ، حافظ ابن ناصر الدين — ۱۵۰

برناج ، حافظ ابو جعفر بن الزبير غرناطي — ۲۲۹

البستان في فضائل (مناقب) النعمان ، حافظ عبد القادر ترشي — ۲۳

بستان المحدثين ، شاه عبد العزيز محدث دهلوي — ۱-۱۴۱-۱۹۸-۲۰۹-۲۲۳-۲۳۱

بلوغ الاماني — ۲۵

بلوغ المرام من ادلة الاحكام ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۲۳۵

ت

تاج العروس من شرح جواهر القاموس ، سيد محمد تقي زبيدي — ۱-۲-۲۱۲

تايخ ابن ماجه — ۱۱۵-۱۲۲-۱۲۶-۱۲۷

تايخ ، ابو الحسن احمد بن عبد الله عجلي — ۳۹

- تایخ ، احمد بن عبد اللہ کوفی — ۱۸۲
- تایخ اصبهان ، حافظ ابو نعیم اصفہانی — ۱۵۳-۱۴۳
- تایخ بصرہ ، حافظ عمر بن شبہ — ۵۷
- تایخ بغداد ، ابو بکر خطیب بغدادی — ۲۲-۲۵-۶۲-۸۲-۱۱۲-۱۱۶-۱۱۷-۱۶۵-۱۶۶
- ۱۸۶-۱۸۷-۲۰۴-۲۲۲
- تایخ الخلفاء ، علامہ سیوطی — ۹-۱۱-۶۳-۱۵۵-۱۵۶-۱۸۷
- تایخ دمشق ، حافظ ابن عساکر — ۱۱-۴۲-۷۵
- تایخ ذہبی — ۲۶-۱۵۱-۱۹۶
- تایخ قزوین ، امام ابن ماجہ — ۱۲۷
- تایخ قزوین ، محدث ابو القاسم رافعی — التدوین فی اخبار قزوین
- تایخ قزوین ، حافظ خلیلی — الارشاد فی علماء البلاد
- تایخ کبیر ، امام بخاری — ۶۱-۹۳-۹۸-۹۹-۱۵۲
- تایخ کبیر ، حافظ ذہبی — تایخ ذہبی
- تایخ مرو — ۲۶
- تایخ ، حافظ مسلم بن قاسم قرطبی — ۲۱۶
- تایخ نیشاپور ، حاکم نیشاپوری — ۱۷-۱۸-۱۱۱
- تایخ الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب ، محدث محمد زاهد کوثری — ۱۱۸
- التبیان لبیدۃ السببان ، حافظ ابن ناصر الدین — ۱۵۰
- تبیین الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ، حافظ سیوطی — ۱۱۶-۱۱۸-۱۶۰-۱۶۱
- التجریۃ للفتحاح ولسن ، محدث رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی — ۲۳۳
- تحفۃ الاحرار فارسی ، مثنوی عارف جامی — ۸
- التحقیق فی احادیث الخلاف ، حافظ ابو الفرج ابن الجوزی — ۲۰۰
- تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی ، حافظ سیوطی — ۲۰-۲۳-۲۵-۲۷-۱۵۷
- ۱۶۳-۱۶۷-۲۰۸-۲۱۱-۲۱۳-۲۱۵-۲۱۶-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۳۶
- التدوین فی اخبار قزوین ، محدث ابو القاسم رافعی — ۲-۴-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۸-۲۲۲

تذكرة الحفاظ ، حافظ شمس الدين ذهبي — ۱۱-۱۲-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۶-۲۷-۳۱-۳۵-

۳۸-۴۵-۴۶-۴۷-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۱-۶۳-۶۴-

۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۱-۷۲-۷۳-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۸۲-۸۳-

۸۴-۸۶-۸۸-۸۹-۹۰-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-

۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۷-۱۲۲-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-

۱۵۰-۱۵۱-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۶۱-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-

۱۸۹-۱۹۶-۱۹۸-۲۱۳-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۷-۲۲۸-۲۳۵-

تذكرة الحفاظ ، حافظ نجيب الدين عمر بن فهد — ۱۵۰

تذكرة الحفاظ و تبصرة الايقاظ ، علامه يوسف بن حسن بن عبد الجاد حنبلي — ۱۵۱

ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة اعلام مذاهب مالک ، قاضي عياض — ۱۸۲-۱۸۳

ترجمة الامام احمد من تاريخ الاسلام للذهبي — ۲۱۵

تزيين الممالك بمناقب الامام مالک ، علامه سيدوطي — ۱۶۲-۱۶۳-۱۷۷-۱۷۸-۱۸۳-

۱۸۴-۱۸۶-۱۹۸

تجليل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۲۳-۲۷-۱۷۴-۲۰۷-

التعقبات على الموضوعات ، حافظ سيدوطي — ۲۱۶

التعليقات السنية على الفوائد البهية ، مولانا محمد عبدالحی حسرت گنجي محلي — ۲۲۰

التعليق المجد على موطا الامام محمد ، مولانا محمد عبدالحی حسرت گنجي محلي — ۱۷۷-۲۰۴-

تفسير آدم بن ابی ایاس العسقلاني — ۱۲۵

التفسير ، حافظ ابراهيم بن محفل — ۲۱۳

تفسير ابن ابی حاتم — ۱۲۵

تفسير ابن حبرير طبري — ۶۳-۱۲۵-۱۲۶

تفسير ابن مردويه الاصفهاني — ۱۲۵

تفسير ابن المنذر النيسابوري — ۱۳۶

تفسير ابو بكر بن ابی شيبة — ۱۲۵

تفسير ابو الشيخ بن حبان الاصفهاني (تفسير ابن حبان) — ۱۲۵

تفسير الحق بن راهويه — ۱۲۵

تفسير، امام ابن ماجه — ۶۸-۷۰-۷۱-۹۳-۱۰۰-۱۱۲-۱۱۵-۱۲۵-۱۲۷

تفسير حاكم — ۱۲۵

تفسير روح بن عباد — ۱۲۵

تفسير سفیان بن عیینہ — ۱۲۵

تفسير سنيد — ۱۲۵

تفسير، شجاع بن مخلد الفلاس — ۷۰

تفسير شعبه بن الحجاج — ۱۲۵

تفسير عبد بن حميد — ۱۲۵

تفسير عبد الرزاق — (مطالع انوار التنزيل = رموز الكنوز) — ۱۲۵

تفسير مظہری، قاضي ثناء اللہ پانی پتی — ۷-۸

تفسير دكيج بن الجراح — ۱۲۵

تفسير يزيد بن بارون السلمي — ۱۲۵

تقدمه نصب الراية، محدث کوثری — ۴۲

تقريب التهذيب، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۰۲-۱۲۵

التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير، امام نووي — ۲۳۳

تقريب العلم، خطيب بغدادی — ۱۳۵

التقييد في رواة الكتب المسانيد، حافظ ابو بكر بن نقط بغدادی — ۲۱۲-۲۲۷

التقييد والايضاح لما اطلق واغلق من مقدمة ابن الصلاح، حافظ زين الدين عراقی — ۹۲

تلخيص سنن ابی داود، حافظ منذری — ۲۲۰-۲۲۳

تلخيص كتاب الاستغاثة المعروفة بالرد على البكري — ۸۷

التهذيب لما في الموطأ من المعاني والاسانيد، حافظ ابن عبد البر — ۱۵۵

تنقيح الانظار في علوم الآثار، علامه محمد بن ابراهيم المعروف بابن الوزير ايباني — ۱۳۷-۱۳۸-۲۳۲

تنوير الجواالك على موطأ مالك، علامه جلال الدين سيوطی — ۱۵۵-۱۵۹-۱۶۰-۱۸۳

تنوير العينين في اثبات رفع اليدين، مولانا اسماعيل شهيد دهلوی — ۲۲۵

تهذيب الاسماء الواقعة في الهداية والخصاصه ، حافظ عبد القادر قرشي — ۲۴

تهذيب الاسماء واللغات ، امام نووي — ۲-۳

تهذيب التهذيب ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۲-۱۲-۱۳-۱۸-۱۹-۲۱-۲۶-۲۷-۲۸

۳۱-۳۵-۴۵-۵۰-۵۱-۵۲-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۲-۶۴-۶۵-۶۸

۶۹-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۸-۹۰-۹۳-۹۴

۹۵-۹۶-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۵-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳

۱۲۴-۱۳۶-۱۳۷-۱۴۱-۱۴۳-۱۴۵-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۷-۱۶۷-۱۶۸

۲۱۲-۲۲۰-۲۲۳-۲۲۵-۲۲۸-۲۳۰-۲۳۲-۲۳۹-۲۴۱-۲۴۴

تهذيب سنن ابی داود ، علامه ابن القيم — ۲۰۲-۲۰۳

تهذيب الكمال ، حافظ ابو النجاشي جمال الدين مزي — ۵۲-۵۷-۶۸-۷۷-۸۲-۸۸

۹۳-۱۰۱-۱۰۲-۱۱۵-۱۲۵-۱۵۰-۱۸۱-۱۸۲-۲۳۵-۲۴۴

توالت التأسيس بمحالي ابن ادریس ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ۱۷

توجيه النظر الى اصول علم الاثر ، شيخ طاهر بن صالح جزائري — ۱۸۳

توضيح الافكار شرح تنقيح الانظار في علوم الآثار ، علامه محمد بن اسماعيل امير سباني — ۱۳۷-۱۴۰

۱۶۴-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۳-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۹

ش

ثبت ، محدث الوب خلوتي — ۱۷۵

ثبت ، محدث علي بن عبد المحسن دواليبي حسبل — ۱۷۵

ج

جامع الاصول لاحاديث الرسول ، علامه مبارك بن محمد ابن الاثير جزري — ۲۲۰-۲۳۴

۲۳۵-۲۴۱

جامع بيان العلم وفضله وما ينبغي في روايته وحمله ، حافظ ابن عبد البر مالكي اندلسي — ۴۷

۴۸-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴

خ

خاتمة الاشارات الى بيان اسرار المبهمات ، علامه نووي — ٢٣٣
 خصائص المسند ، حافظ ابو موسى مدني — ٢٠٨ - ٢٠٩ - ٢١٠
 خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في اسرار الرجال ، علامه صفي الدين خزرجي — ١٢ - ١٩ - ٥٢
 ٨٣ - ٨٦ - ١٠٢ - ١٠٥ - ١٠٦ - ١١٠

خلق افعال العباد ، امام بخاري — ٥١
 الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم النعمان ، علامه ابن حجر مكي شافعي — ٨١

د

الدر الساجدة في من دخل مصر من الصحابة ، حافظ جلال الدين سيوطي — ٤٩
 الدر المنظم ، علامه نوح قونوي — ١١٨
 الدر المنيفة في الرد على ابن ابي شيبة فيما اورده على ابي حنيفة ، حافظ عبد القادر قرشي — ٢٢ - ٢٨
 دول الاسلام ، حافظ ذهبي — ١٨٨
 الديباج في شرح سنن ابن ماجه ، شيخ كمال الدين محمد بن موسى ديمري — ٢٣٦

ذ

ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث ، محدث عبد الغني نابلسي حنفي — ٢٣٢
 ذيل تاريخ بغداد ، حافظ سمحاني — ٢٤
 ذيل التبيين ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٥٠ - ١٥١
 ذيل تذكرة الحفاظ ، حافظ ابوالحسن حسيني دمشقي — ١٥٠
 ذيل طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدين سيوطي — ١٥١
 ذيل تذكرة الحفاظ (حسيني ، ابن فهد وسيوطي) ، تصحيح وتعليق محدث كوثرشي — ٣٤ - ١٥١

ر

الرحمة الغيثية في الترجمة الليثية ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ٨١
 الرد على سيرة الازاعي ، امام ابو يوسف — ١٩٩
 الرد على الشافعي فيما خالف فيه الكتاب والسنة ، محمد بن عبد الله بن عبد الحكم مالكي — ٣٤
 الرد على من رد على ابي حنيفة واقتضبه وجعله بابا في كتابه ، حافظ ابو بكر بن ابي شيبة — ٣٨

سنن دارمی — ۱۴ — ۱۵ — ۱۶ — ۱۳۵ — ۱۳۸ — ۱۳۹ — ۱۴۰ — ۱۴۵ — ۱۴۶ — ۱۴۷ — ۱۵۳ —

۱۴۶ — ۲۳۵ — ۲۳۶

سنن صغری — المجتبی

سنن نسائی — ۱۰۵ — ۱۲۸ — ۱۳۶ — ۱۳۷ — ۱۳۸ — ۱۳۹ — ۱۴۱ — ۱۴۳ — ۱۸۱ — ۲۱۱ — ۲۱۷ —

۲۱۸ — ۲۱۹ — ۲۲۰ — ۲۲۳ — ۲۳۰ — ۲۳۱ — ۲۳۷ — ۲۴۱ — ۲۴۲ — ۲۴۵ —

سیر اعلام النبلاء ، حافظ ذہبی — ۱۰۸ — ۱۰۹ — ۱۲۵ — ۱۷۷ — ۱۸۵ — ۲۱۹ — ۲۲۰ — ۲۳۹ —

سیرۃ شامیہ ، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی شامی — ۷ — ۲۸ — ۱۷۵ —

سیرۃ النعمانی ، علامہ شبلی نعمانی — ۱۶۱ — ۱۷۱ — ۱۷۲ — ۱۹۵ —

السیر الکبیر ، امام محمد بن الحسن الشیبانی — ۱۰ — ۱۹۶ —

ش

شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ، علامہ ابن العاد حنبلی — ۳ — ۱۲۵ — ۲۳۱ —

شرح الفیہ الحدیث ، حافظ عسراقی — ۲۲ —

شرح بخاری ، شیخ الاسلام ذکریا انصاری — ۸۰ —

شرح ترمذی (الفروع الشذی فی شرح الترمذی) ، حافظ ابوالفتح ابن سید الناس —

۲۲۷ — ۲۳۰ —

شرح الخلاصہ ، حافظ عبدالقادر متشرشی — ۲۲ —

شرح زرقانی علی موطا امام مالک — ۱۶۲ — ۱۶۳ —

شرح سفر السعادت فارسی ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی — ۱۹۷ — ۲۰۵ —

شرح سنن ابن ماجہ ، ابن رجب زبیری — ۲۲۵ —

شرح سنن ابن ماجہ ، علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالبہادی سندی — ۲ — ۱۳۸ —

۲۳۳ — ۲۳۴ — ۲۳۵ — ۲۳۶ —

شرح سنن ابن ماجہ ، حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المعروف ببسط ابن العجی — ۲۳۶ —

شرح سنن ابن ماجہ ، امام حافظ علامہ الدین مغلطائی بن قلیچ بن عبداللہ الحنفی — ۲۳۵ —

شرح صحیح مسلم ، امام نووی — ۸ — ۳۶ — ۲۱۵ — ۲۱۶ — ۲۱۷ —

شرح مختصر الطحاوی ، امام ابوبکر جصاص — ۲۲۵ —

ط

- طبقات ابن سعد — ٢٠ - ٢١ - ١٨٣
 طبقات الحفاظ ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ١٥٠
 طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدين سيوطي — ١٥١
 طبقات الحفاظ ، شيخ الاسلام تقي الدين بن دقيق العيد — ١٢٩
 طبقات الحفاظ ، امام ذهبي — تذكرة الحفاظ
 طبقات الخبابة ، ابن ابى يعلى — ٩٠
 طبقات الخفيف ، علامة كفوي — ٢٢
 طبقات الشافعية الكبرى ، علامة تاج الدين سبكي — ٩ - ٢٢ - ٢٤ - ٦١ - ٦٣ - ٦٥ - ٦٦
 ٨٢ - ٩٢ - ٩٥ - ١٠٠ - ١٠٣ - ١٠٨ - ١٠٩ - ١١٢ - ٢١٩ - ٢٢٣
 طبقات الفقهاء ، علامة شيخ ابوالحق شيرازي — ٢٢٠
 طبقات الكبرى (لوائح الانوار في طبقات السادة الاخيار) ، امام شعراي — ٦٦
 طبقات المحدثين باصبهان والواردين عليها ، حافظ ابوالشيخ بن حيان — ١٤٣
 الطرق والوسائل الى معرفة احاديث خلاصة الدلائل ، حافظ عبد القادر عترشي — ٢٢

ع

- عارضه الاحوذى شرح ترمذى ، حافظ ابو بكر ابن العربي — ١٨٨ - ٢٢٤
 عبر في اخبار من غير ، حافظ شمس الدين ذهبي — ١٢٢
 عجالة نافذة فارسي ، شاه عبد العزيز محدث دهلوي — ١ - ٢ - ١٨٤
 عقود الجمان في مناقب ابى حنيفة النعمان ، حافظ محمد بن يوسف دمشقي — ٢٨ - ١٤٥
 علل حديث الزهري ، امام ذهبي — ١٠٤
 العناية في تخريج احاديث الهداية ، حافظ عبد القادر عترشي — ٢٢
 العواصم والقواصم في الذب عن سنة ابى القاسم ، علامة محمد بن ابراهيم وزير يمني — ٢٢٢
 عون البارى لحل دولة البخارى ، تواب صديق حسن خان — ٤ - ٤
 عيون الاثر في فنون المعازي في الشامل السيرة ، حافظ ابوالفتح بن سيد الناس عمري — ٦٢

غ

غاية المقصد في زوائد المسند ، حافظ نور الدين بن شمس — ۲۱۱

غاية المقصود في حل مشن ابی داؤد — ۲۰۳-۲۲۰-۲۲۵

غرائب الک ، دارقطنی — ۱۹۶

ف

الفاروق از دواعی شمل نعمانی — ۱۹۵

فتاوی ، فقال — ۸۲

فتح الباری بشرح صحیح البخاری ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۳-۱۵-۳۲-۱۳۳-۱۴۰-

۱۴۲-۱۵۳-۲۱۴-۲۲۳-۲۲۴

فتح القدير (للعاجز الفقير) شرح هداية ، امام کمال الدين بن الہام — ۲۰۹-۲۰۴

فتح المغیث فی شرح الفیة المحریث ، حافظ شمس الدین سخاوی — ۳۰-۳۲-۳۳-۱۸۹-

۲۱۸-۲۱۹-۲۲۳-۲۲۳-۲۳۴-۲۳۵

فضائل اہل اندلس ، حافظ ابن حزم اندلسی — ۴۹-۵۳

الفہرست ، ابن الندیم — ۱۵۶

فہرست ، شیخ ابو محمد سجستانی — ۲۱۶

الفہرست الادب ، حافظ ابن طولون — ۱۱۸-۱۴۵

الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ، مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی — ۲۲-۲۳-۲۴-۱۰۹-

ق

القاموس المہیط (واقابوس الوہیط) الجامع لما ذہب من کلام العرب شاطیط ، علامہ محمد الدین فیروز آبادی

۲-۳۶

قصر ان مجید — ۱۱-۱۳-۳۳-۳۴-۳۶-۳۷-۳۹-۴۱-۵۰-۶۴-۶۶-۶۸-

۷۴-۸۳-۹۴-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۳-۱۲۲-۱۲۵-۱۲۸-۱۲۹-

۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۴۲-۱۴۶-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۱-۱۶۸-۱۷۷-

۱۹۳-۲۰۴-۲۱۲-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴

قرة العنين في تفصيل الشين، شاه ولي الله محدث دلهوى — ٣٦-١٤٠-١٩٣

قوة القلوب (في معاملة المحبوب في صفت طريق المريد الى مقام التوحيد)، البوطالب مكي — ١٨٢

قوة المغنمى شرح جامع الترمذى، حافظ جلال الدين سيوطى — ٢٢١-٢٢٦-٢٢٩



كاشف (في اسرار الرجال)، علامه ذهبي — ١٥١

كامل التواريخ، علامه ابوالحسن عز الدين على بن محمد ابن الاثير الجزرى — ١٢٥

كتائب اعلام الاخيار من فقهاء مذهب النعمان المختار، علامه محمود بن سليمان كفى — ١٩٤

كتاب الآثار، امام ابو حنيفه — ١١٨-١٥٨-١٥٩-١٦٠-١٦٢-١٦٣-١٦٤-١٦٥-١٦٨

١٦٩-١٤٠-١٤١-١٤٢-١٤٣-١٤٤-١٤٥-١٤٦-١٤٨

كتاب الآثار، امام ابو حنيفه: بروايت امام ابو يوسف — ٥٢-١٤٣-١٤٤-١٩٦

كتاب الآثار، امام ابو حنيفه: بروايت امام حسن بن زياد لؤلؤى — ١٤٢-١٤٥

كتاب الآثار، امام ابو حنيفه: بروايت امام زفر بن الهذيل — ١٤٢-١٤٣

كتاب الآثار، امام ابو حنيفه: بروايت امام محمد بن الحسن الشيبانى — ١٦٣-١٦٩-١٤١

١٤٢-١٤٣-١٩٦

كتاب اربعين الطبقات، حافظ شرف الدين ابوالحسن على بن الفضل — ١٣٨

كتاب الاستغاثة، علامه ابن تيميه — ٨٦

كتاب الاسماء والصفات، امام بيهقى — ١٠٨-١٠٩

كتاب الاسماء والكنى، امام مسلم — ٩٤-٩٥

كتاب الاصل، امام محمد — ١٩٦

كتاب التحقيق شرح حسامى، عبد العزيز ابن احمد البخارى — ١٩٩

كتاب تعليم، علامه مسعود بن شيبه سدى — ١٦٤-١٨٥-١٩٢

كتاب التميز، امام ابو جعفر محمد بن الحسين بغدادى — ١٦٣

كتاب التوحيد (دواشبات الصفات)، امام ابن خزيمة — ٥٨

كتاب الثقات، حافظ ابن حبان — ١٢-١٤-١٩-٣٥-٥٣-٥٤-٥٥-٦٠-٦٤-٤١

٤٢-٤٤-٤٨-٨٣-٨٥-١٠٢-١١٢-١٥٥-١٤٤-١٩٦

کتاب الجرح والتعديل، امام ابن ابی حاتم — ۹۳-۹۲-۹۸-۹۹

کتاب الحج، امام محمد بن الحسن الشیبانی — ۱۹۶

کتاب الحفاظ، علامہ ابن الجوزی — ۱۵۱

کتاب الخراج، امام ابو یوسف — ۱۹۶

کتاب خطا البخاری، امام ابن ابی حاتم — ۹۴

کتاب الرد علی اہل الاہوار، امام ابو حفص صغیر — ۱۰۹

کتاب الرد علی اللقطیہ، امام ابو حفص صغیر — ۱۰۹

کتاب السنن، حافظ حلوانی — ۳۲

کتاب السنن، حافظ سہل بن زنجبہ — ۸۶

کتاب السنن، امام مکحول دمشقی — ۱۵۶

کتاب الصلہ، حافظ مسلمہ بن قاسم اندلسی — ۹۶-۹۲

کتاب المضطار الصغیر، امام بخاری — ۳۸

کتاب العلل، ابن ابی حاتم — ۲۳۹

کتاب العلل، علی بن المدینی — ۹۶

کتاب العین، خلیل بصری — ۵۴

کتاب فی الموائفہ قلوبہم، حافظ عبد القادر عترشی — ۲۲

کتاب الکنی، حافظ ابو احمد حاکم نیشاپوری — ۹۵

کتاب الکنی والاسماء، حافظ ابو بشر دولابی — ۳۸-۳۹

کتاب المذبح، دارقطنی — ۱۶۳

کتاب المراسیل، امام ابو داؤد سجستانی — ۱۳۸-۲۴۰

کتاب النوادر، داؤد بن رشید — ۷۰

کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، حافظ ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری — ۲۲

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ملا کاتب چلبی — ۲-۴۶-۴۸-۱۲۷-۱۳۸

۱۵۰-۱۷۴-۱۷۶

الکفایہ فی معرفۃ اصول علم الروایہ، حافظ ابو بکر خطیب بغدادی — ۱۶۷

کلمات طبیات (مجموعہ مکاتیب فارسی)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — ۱۹۱-۲۱۲-۲۱۳
الکمال فی اسماء الرجال، حافظ عبدالغنی مقدسی — ۲۳۳

لحظہ الحافظ بذیل طبقات الحفاظ، حافظ تقی الدین محمد بن فہد — ۲۳-۲۲-۱۵۰
لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۲۳-۳۸-۴۹-۵۰-۶۲-۹۲-۱۱۶-۱۴۲
لمحات النظر فی سیرۃ الامام زہر، محدث کوثری — ۵۶
اللؤلؤیات، ابو مطیع مکحول بن الفضل نسفی — ۲۷

ما تمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ، شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق — ۲۳۶
ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی — ۲۰۴
۲۳۵-۲۳۹

مارواه الاکابر عن مالک، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار — ۱۶۳
المبسوط، امام سرخسی — ۱۹۶
المبسوط، امام محمد بن الحسن اشیبانی — ۱۹۸
المجتبی فی مختصر سنن الکبریٰ، حافظ ابو بکر بن اتنی — ۲۲۰
المجروح فی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج لہ منهم فی احد الصحیحین، حافظ ذہبی — ۲۲۷
منحج بحار الانوار (منحج البحار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار)، محدث محمد طاہر طینی — ۱۸۱
مجموعہ شرفی اربعہ ترمذی — ۲۲۷

المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، حافظ ابو محمد حسن بن خلاد راجہ رمزی — ۴۱-۱۶۶
محلی شرح موطا، شیخ سلام اللہ — ۱۶۲-۱۶۳
المختصر فی علوم الحدیث، حافظ عبدالقادر تشرشی — ۲۳
مدارک، محدث قاضی عیاض — ترتیب المدارک
المدخل، امام بیہقی — ۱۲۰

المدخل فی اصول الحدیث، محدث حاکم نیشاپوری — ۱۸۰-۲۰۶-۲۰۸
مراتب الدیانۃ، حافظ ابن حزم اندلسی — ۴۷

المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری ————— ۲۹-۹۸-۱۳۵-۱۳۸-۲۱۴-

۲۳۰

مسک الختام شرح بلوغ المرام فارسی، نواب صدیق حسن خان قنوجی ————— ۲۳۳-

۲۳۶-۲۴۱

مسند ابن ابی شیبہ ————— ۴۶

مسند ابن خثرو ————— ۱۷۳

مسند ابی داؤد (سیمان بن داؤد) طیالسی ————— ۲۷-۲۰۸

مسند ابی یعلیٰ موصلی ————— ۱۴-۱۲۲-۱۳۸

مسند، احمد بن منیع ————— ۶۴

مسند الحق بن راهویہ ————— ۲۰۸

مسند امام ابو حنیفہ، ابن خثرو ————— ۱۶۲-۱۶۳

مسند امام ابو حنیفہ، ابن الضیاء ————— ۱۶۲-۱۶۳

مسند امام ابو حنیفہ، ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری ————— ۲۲-۲۳

مسند امام احمد بن حنبل ————— ۶-۱۴-۱۶-۲۳-۱۳۵-۱۳۸-۱۴۰-۱۴۳-۱۴۵-

۱۸۱-۱۹۱-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱

مسند، حافظ جوہری ————— ۶۶

مسند، حافظ رامادی ————— ۶۴

مسند، حافظ یعقوب دورقی ————— ۶۹

مسند دارمی ————— سنن دارمی

مسند عبید اللہ بن موسیٰ ————— ۲۰۸

مسند عدنی ————— ۳۵

مسند علی، امام نسائی ————— ۱۲

المسند الکبیر، حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج انسفی ————— ۲۱۴

مسند مالک، امام نسائی ————— ۱۰۵-۲۴۰

مسند یعقوب بن سفیان ————— ۱۳۸

شکل الآثار ، امام طحاوی — ۳

مشکوٰۃ المصابیح ، شیخ ولی الدین خطیب — ۱۲-۱۶-۸۱-۱۵۴-۱۹۸

مصابیح السنہ ، امام بغوی — ۱۹۷

مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجہ ، علامہ جلال الدین سیوطی — ۲۲۶

المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد ، حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری —

۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱

مصنفی شرح موطأ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — ۲۵-۲۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۴-۱۸۰-۲۳۵

مصنف ابن ابی شیبہ — ۲۶-۲۹-۵۰-۵۱-۵۲-۱۳۸-۱۳۹

مصنف حماد بن سلمہ — ۱۴۹

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ، امام احمد بن محمد بن محمد بن سلیمان خطابی — ۲۲۲

معجم البلدان ، علامہ یاقوت حموی رومی — ۲-۵-۸-۲۲-۵۱-۴۳-۴۸-۴۹-۸۰-۸۳

۸۵-۹۲-۹۸-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۳-۱۱۳-۱۲۵

معجم الشیوخ ، سمحانی — ۲۷

معجم الصحابة ، حافظ عبد الباقي بن قانع — ۵۶

معجم الصغير ، حافظ طبرانی — ۱۴۳

معجم الكبير ، حافظ طبرانی — ۱۳۵

المعجم المفهرس ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۱۱۸

معرفة علوم الحديث ، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری — ۱۵-۱۶-۱۸-۳۹-۴۰-۴۵-۶۰

۶۱-۷۱-۸۱-۱۴۳

مفتاح الحجة شرح سنن ابن ماجہ ، شیخ محمد علوی — ۲۲۶

مقدمہ ابن صلاح — ۱۸-۱۹-۱۶۲-۱۴۸-۲۱۲-۲۲۴-۲۳۳-۲۳۶

مقدمہ فتح الباری (ہدی الساری) ، حافظ ابن حجر عسقلانی — ۲۷-۲۸-۳۳-۴۲-۹۲

۹۶-۹۹-۱۱۲-۱۴۴-۱۴۹-۱۸۵-۱۸۶-۱۹۵-۲۰۶-۲۱۲-۲۱۴

۲۱۶-۲۱۹

مناقب ابی حنیفہ ، حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری — ۱۶۲

مناقب ابی حنیفه وصاحبیه ، حافظ شمس الدین ذہبی — ۱۴-۲۲-۲۵-۶۲-۸۶-

۱۶۶-۱۶۸-۱۸۲-۱۸۸

مناقب الامام ابی حنیفه ، محدث صیمری — ۲۱-۱۶۶-

مناقب الامام احمد بن حنبل ، حافظ ابن الجوزی — ۱۶-۱۴-۲۶-۵۱-۶۱-۶۲-۸۸-۲۰۹-

مناقب الامام الاعظم ، صدر الامم موفق بن احمد مدنی — ۱۰-۱۶-۱۸-۱۹-۲۰-۲۴-۳۸-۴۰-۴۲-

۸۰-۸۱-۸۹-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۸-۱۶۲-۱۶۵-۱۶۶-۱۷۵-

مناقب الامام الاعظم ، علامہ حافظ الدین ابن البرزکوردی — ۳-۱۸-۱۸۲-۱۹۲-

مناقب الامام الاعظم ، محدث ملا علی قاری — ۱۸۲-

مناقب الشافعی ، امام رازی — ۴۷-

منتخب کنز العمال ، المتقی الہندی — ۱۳۵-۱۳۶-

المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، حافظ ابن الجوزی — ۳-۱۸-۲۸-۳۸-۹۱-۱۲۲-

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعۃ والقدریہ ، علامہ ابن تیمیہ — ۲۹-۳۶-۳۷-

۳۹-۴۰-۷۲-۸۸-۲۰۰-

المنہج القدیم فی شرح الصراط المستقیم ، شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی — شرح سفر السعادت

منیۃ الالمی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی ، حافظ قاسم بن قطلوبغا —

۱۹۶-۲۰۰-

مواہب — ۱۶۳-

موطا ، ابن ابی ذئب — ۱۸۸-

موطا ، امام مالک — ۹-۲۵-۳۱-۴۱-۴۷-۴۹-۶۰-۷۳-۸۱-۱۳۸-۱۶۰-

۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-

۱۷۵-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۹۰-۱۹۵-۲۲۲-

۲۳۰-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-

موطا ، امام مالک : بروایت امام محمد — ۲۲-۲۵-۱۵۳-۱۷۱-۱۷۲-۱۹۶-

میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، حافظ شمس الدین ذہبی — ۱۴-۱۸-۲۵-۳۸-۴۲-۴۴-۵۰-

۵۲-۵۵-۵۸-۶۲-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-

الميزان الكبرى ، امام عبد الوهاب شعرائي — ١٦٨-١٨٨

ن

النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ، جمال الدين ابو الحسن ابن تقي الدين بردي — ٣

١٢٥-٢١٩

نصب الراية لتخریج احاديث الهداية ، حافظ جمال الدين زيلعي — ٣٢-١٣٤-١٩٦

نظم تذكرة الحفاظ ، حافظ اسماعيل بن محمد المعروف بابن بردوس — ١٥٠

فتح الطيب من غصن الاندلس الرطيب ، علامه احمد بن محمد المقرئ — ٣٦-٢٩-٥٢

النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن ابی شيبه على ابی حنيفة ، علامه محمد زاهد كوثري — ٢٨

النكت على (كتاب علوم الحديث) لابن الصلاح ، بدر الدين زركشي — ١٦٢

النكت على مقدمة ابن الصلاح ، حافظ ابن حجر عسقلاني — ٩٩-١٦٢

نور الانوار ، ملاحيون — ١٤٠

نور مصباح الزجاجة على سنن ابن ماجه ، شيخ علي بن سليمان الدمنقي الجمعي — ١٢٢-٢٢٦

نيل الاماني في سيرة الامام محمد بن الحسن شيباني ، محدث كوثري — ١٤-٢٢

نيل الاوطار من اسرار متقى الاخبار ، شوكانى — ٤

و-هـ

الوفيات ، حافظ عبد القادر عترشي — ٢٢

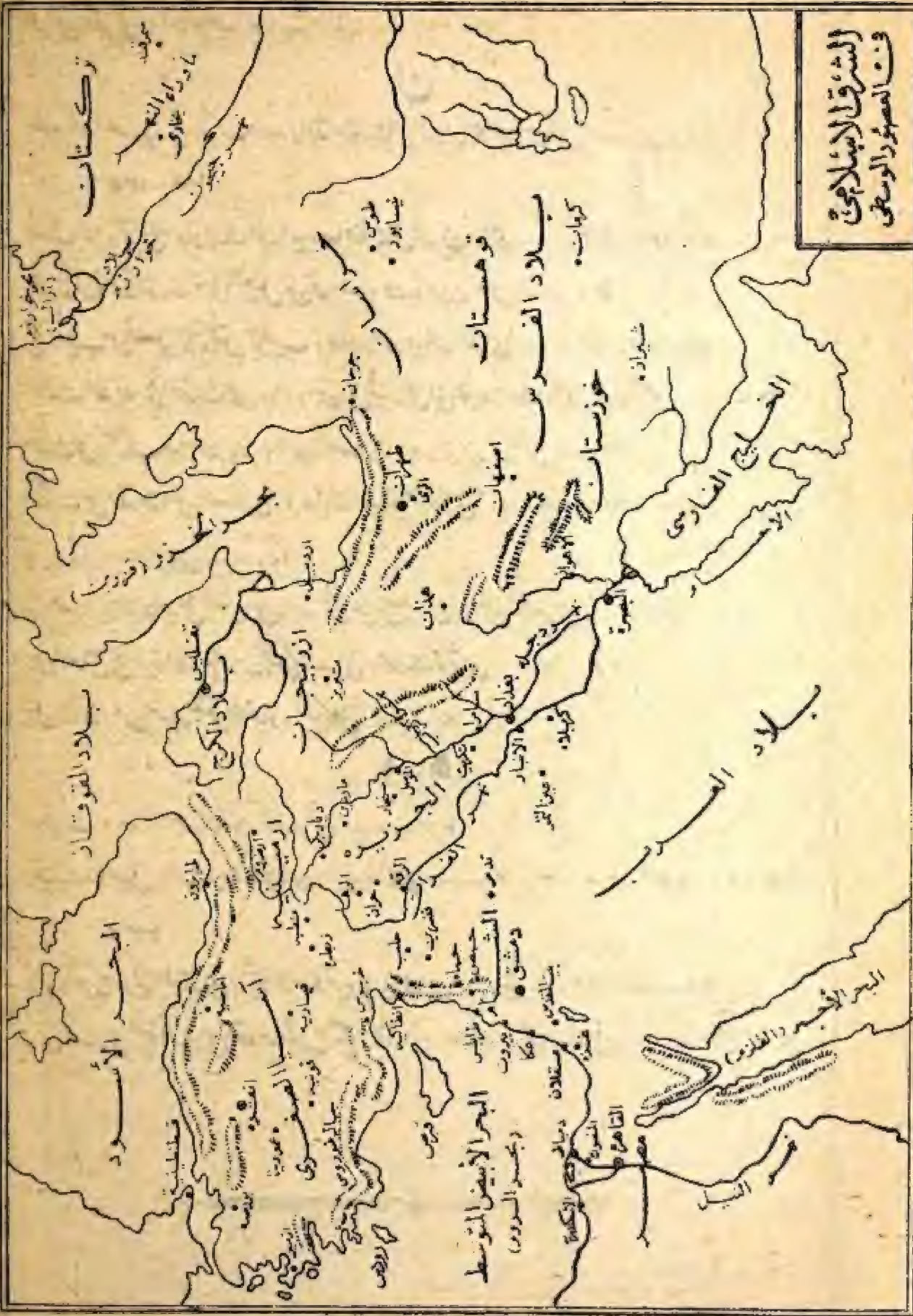
وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان ، ابن خلكان — ٢-٣-٢٨-٥٢-٨٠-١٢٥

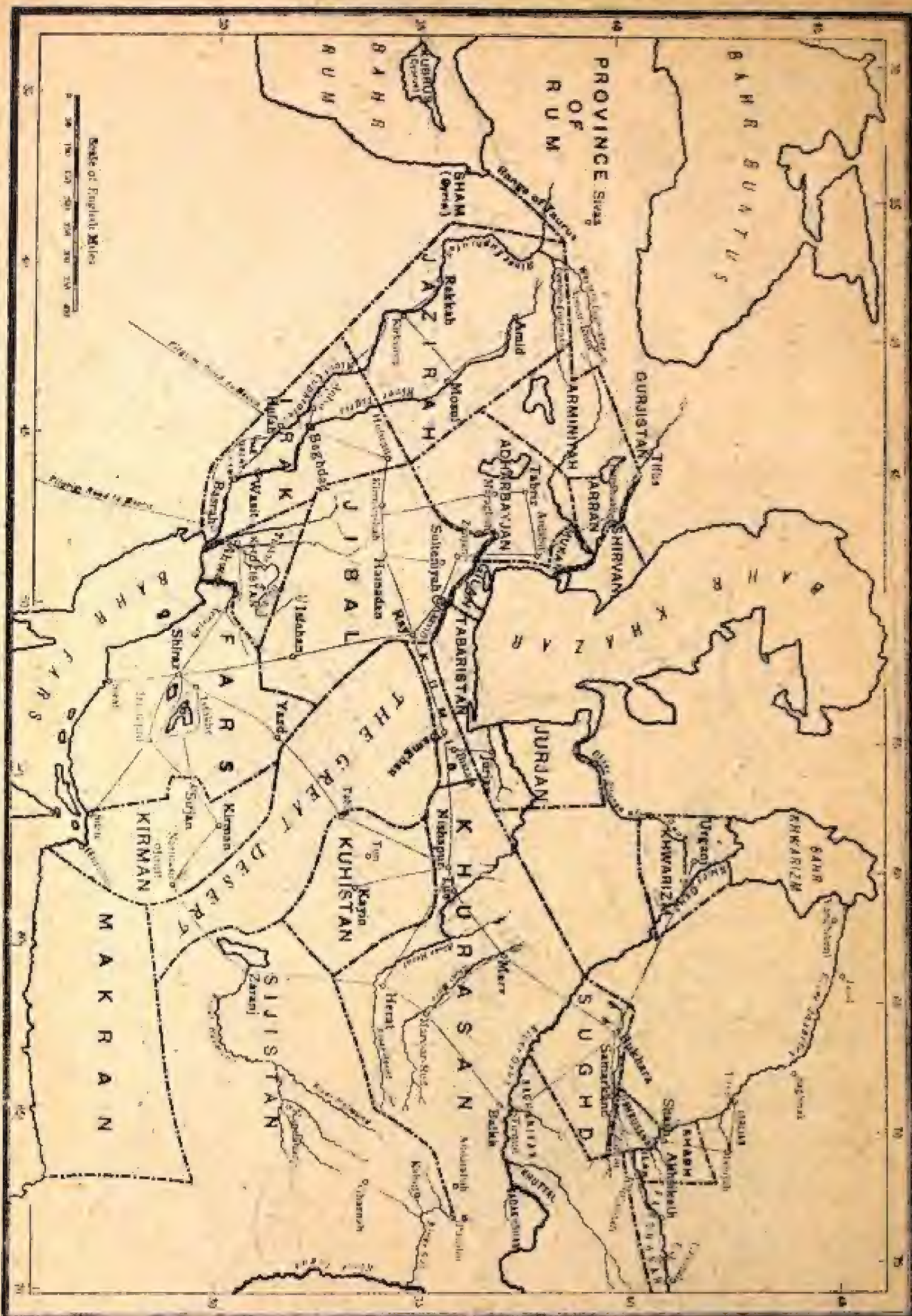
٢٣٤

هداية (شرح بداية المبتدى) شيخ الاسلام برهان الدين مرغيناني — ١٩٦-١٩٤-١٩٨

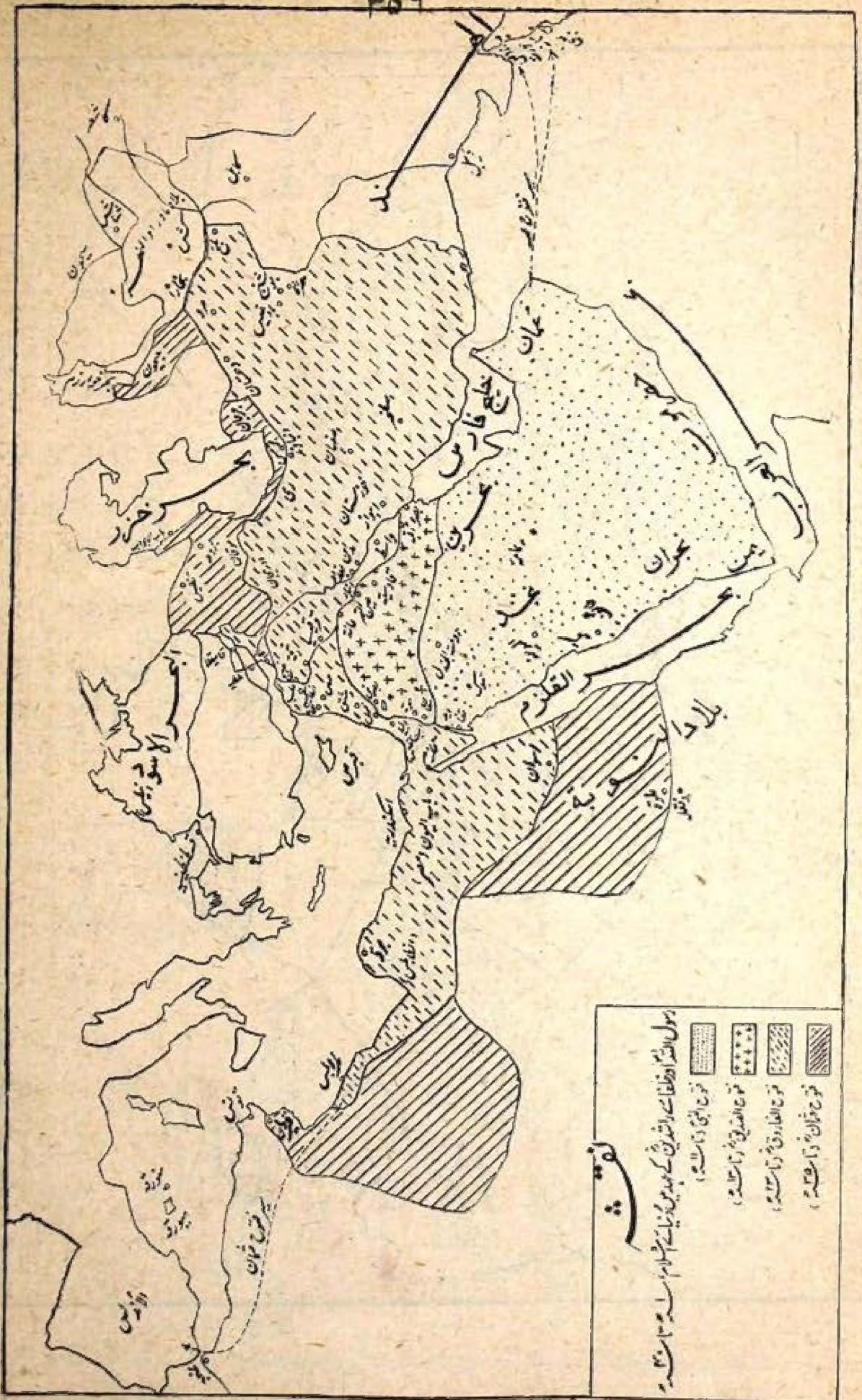
هدى السارى لفتح البارى مقدمه شرح صحيح البخارى ، حافظ ابن حجر عسقلاني = مقدمه فتح البارى

الشرق الاوسط
من المصنوع والوسطى





THE PROVINCES OF THE ABBASID CALIPHATE. SHOWING THE CHIEF HIGH ROADS



صحت نامہ

اس کتاب کی بعض کاپیاں پرانی ہو جانے کے باعث قدرے خراب ہو گئی تھیں، مطالعہ قبل اغلاط و درست فرمایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۶	جیسا	جیسا	۲۵	آخری	ابوحنیفہ الرازی القراء	ابوحنیفہ الرازی القراء
۲	۱۶	مغرب	مغرب	۵۰	۱۱	تذکرۃ الحفاظ میں کنیت ابو سعد ہر او تہذیب الہندیہ	تذکرۃ الحفاظ میں کنیت ابو سعد ہر او تہذیب الہندیہ
۲	۲۶	مرتضیٰ	مرتضیٰ	۵۰	۲۱	ابن بلر	ابن بلر
۳	۱۲	مول	مول	۵۲	۲۴	العاری ابو محمد	العاری ابو محمد
۳	۲۶	قال	قال	۵۲	۲۴	الرفاسی	الرفاسی
۳	آخری	علامہ کردی	علامہ کردی	۵۲	۲۵	۱۳۷۷ھ	۱۳۷۷ھ
۴	۱۱	اقلم	اقلم	۵۶	۱	امام ابو حامد النبیل	امام ابو حامد النبیل
۴	۱۶	فتروین	فتروین	۵۷	۱۲	۲۶۳ھ	۲۶۳ھ
۵	۵	ولید بن عقبہ	ولید بن عقبہ	۵۸	۹	الغزنی	الغزنی
۶	۵	۲۱۰ھ	۲۱۰ھ	۵۹	۱۵	۲۵۰ھ	۲۵۰ھ
۱۲	۲۳	ابو بکر محمد بن حجاج متقی	ابو بکر محمد بن حجاج متقی	۵۹	۲۳	ابن الفز	ابن الفز
۲۱	۲۷	محدث صیمری	محدث صیمری	۵۹	۲۴	العمری	العمری
۲۱	۲۹	مناقب صیمری	مناقب صیمری	۶۶	۱۷	الطبری	الطبری
۲۳	۱۵	۶۵۵ھ	۶۵۵ھ	۶۹	۱۵	۲۷۶ھ	۲۷۶ھ
۲۳	۱۸	امام ابو یوسف	امام ابو یوسف	۷۱	۱	الخزاز	الخزاز
۲۹	۳	جر اجرایا	جر اجرایا	۷۱	۸	حمدان	حمدان
۳۱	۲۸	فضیل ابن عیینہ	فضیل ابن عیینہ	۷۲	۵	محمد بن شان	محمد بن شان
۴۲	۹	رائسا	رائسا	۷۲	۱۳	معتمد باللہ	معتمد باللہ
۴۲	۲۳	مطبوعہ مصر	مطبوعہ مصر	۷۸	۹	۹۳۸ھ	۹۳۸ھ
۴۲	۲۵	فتاویٰ	فتاویٰ				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۱۹	دکھایا	دکھایا	۱۶۴	۱۵	اسامید	اسانید
۱۳۵	۲۷	حکیم، ترمذی	حکیم ترمذی	۱۶۴	۱۶	اقوال	اقوال
۱۳۷	۸	مداول	مداول	۱۶۴	۱۶	حلفت	سلف
۱۳۸	۵	نموی	نموی	۱۶۴	۲۱	کتاب القبر	کتاب التیمز
۱۳۸	۶	ابوزرعہ	ابوزرعہ	۱۶۴	۳۰	ابن التیمز	ابن التیمز
۱۳۸	۷	ابوصالح	ابوصالح	۱۶۹	۱۰	ابن التیمز	ابن التیمز
۱۳۹	۶	جہنیہ	جہنیہ	۱۷۰	۱۷	منے	منے
۱۳۹	۱۸	اسانلین	اسانلین	۱۷۰	۲۰	نارے	بنائے
۱۴۰	۱۹	عبداللہ بن عمر	عبداللہ بن عمر	۱۷۰	۲۴	رون	مدون
۱۴۲	۵	عبداللہ بن عمر	عبداللہ بن عمر	۱۷۱	۱	والد ماجد پیروی	والد ماجد کی پیروی
۱۴۳	۱۸	اپنے	اپنے والد	۱۷۲	۲۰	سیرۃ النسان	سیرۃ النعمان
۱۴۳	۲۰	مشہور حسام	مشہور راوی حسام	۱۷۲	۲۲	محط	بخط
۱۴۳	۲۰	جن میں حسام	جن میں حسام کی یہ	۱۷۲	۲۴	برولتہ	بروایتہ
۱۴۶	۵	مسلم بن قیس	مسلم بن قیس	۱۷۳	۱۲	سلک الدر	سلک الدر
۱۴۸	۱۹	بابن الدباغ	بابن الدباغ	۱۷۹	۲۸	محمد بن جعفر کتابی	محمد بن جعفر کتابی
۱۵۰	۷	بابن بروس	بابن بروس	۱۸۲	۲۱	برحال	برجال
۱۵۱	۲۸	مجموعہ تذکرۃ الحفاظ	مجموعہ تذکرۃ الحفاظ	۱۸۳	۱۸	شیخ صالح	شیخ طاہر بن صالح
۱۵۶	۱۰	معمہ	معمہ	۱۸۴	۲۵	ملا علی قاری تصنیف	ملا علی قاری کی تصنیف
۱۶۱	۱۸	تبلیض لصحیفہ	تبلیض لصحیفہ	۱۸۹	۲۸	طے	طے
۱۶۱	۱۴	بدی	بدی	۱۹۰	۱۱	اور جس	اور جس
۱۶۲	۱۸	بن	بن	۱۹۴	۱۳	وامغان	وامغان
۱۶۴	۲۴	راہد	راہد	۲۱۳	۲۶	کشمیہ	کشمیہ
۱۶۳	۶	وارقطنی	وارقطنی	۲۱۷	۲۶	المجتہدین	المجتہدین
۱۶۳	۱۳	مارواہ الاکبر	مارواہ الاکبر	۲۲۸	۲۱	لشعی	لشعی
۱۶۳	۲۲	لابی الضیاء	لابی الضیاء	۲۴۶	۱۸	شیخ دنتی	شیخ علی بن سلیمان دنتی
۱۶۳	۲۲	غیر الدارقطنی	غیر الدارقطنی				